ماہنامہ

آنچل

کراچی

اس شمارے میں

ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیرہ — 12
حمد — عاصر کرنالی — 13
نعت — قمرالدین احمد انجم — 13
درجواب آں — مدیرہ — 14

دانش کدہ

مالکِ یوم الدین — مشتاق احمد قریشی — 18

ہمارا آنچل

فرزانہ اکرم/زوابش خان
نفیسہ سرفراز/ریختایاسمین — ملیحہ احمد — 22

بہنوں کی عدالت

نازیہ کنول نازی — ادارہ — 26

سلسلہ وار ناول

بھیگی پلکوں پر — اقرأ صغیر احمد — 55
ٹوٹا ہوا تارہ — سمیرا شریف طور — 99

ننھی کونپلیں

محرومی کا سفر — شازیہ فاروق — 211

مکمل ناول

برف کے آنسو — نازیہ کنول نازی — 33
اعتبارِ محبت — نادیہ فاطمہ — 129

ناولٹ

وہی ایک لمحہ زیست کا — فاخرہ گل — 79
مجھے ہے حکم اذاں — ام مریم — 155
ابرِ نیساں — ندا فاطمہ — 193

افسانے

تیرے انتظار کا موسم — نزہت جبین ضیاء — 171
ایسے بھی ہے کچھ مہربان — ام ثمامہ — 179
گلابی لمحوں کی چاندنی — سمیرا غزل صدیقی — 185
کورا کاغذ — زینب اصغر مغل — 205

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی۔ دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: صدف...... آرائش: روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: موسیٰ خان

مستقل سلسلے

قرآنی مسائل کا حل — حافظ شبیر احمد — 214
بیاضِ دل — میمونہ رومان — 216
ڈش مقابلہ — طلعت آغاز — 218
بیوٹی گائیڈ — روبینہ احمد — 223
غزلیں نظمیں — ایمان وقار — 225
دوست کا پیغام آئے — ہما احمد — 231
یادگار لمحے — جویریہ سالک — 238
آئینہ — شہلا عامر — 243
ہم سے پوچھئے — شمائلہ کاشف — 250
آپ کی صحت — ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا — 253
کام کی باتیں — حنا احمد — 257

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 ہمارے مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز، ای میل Info@aanchal.com.pk

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم میں سے نہیں ہے وہ شخص جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے۔'' (الترمذی)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جون ۲۰۱۴ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

وطنِ عزیز میں موسم گرما نے شدت اختیار کرلی ہے لیکن کہیں کہیں بارانِ رحمت موسم کی شدت کو کم بھی کررہی ہے۔ دوسری طرف اللہ کا نام بلند کرنے اور رکھنے کے نام پر جانیں قربان کرنے والے (قربانی دینے نہیں بلکہ صرف لینے والے) مٹھی بھر لوگوں نے پورے ملک کو یرغمال بنا رکھا ہے' ہر روز کہیں نہ کہیں دو چار لوگوں کو نشانہ بنا کر دنیا سے رخصت کردیا جاتا ہے کہیں ذاتی دشمنی ہے تو کہیں بے خبری ہے' کسی کو کچھ پتا نہیں کہ وہ کیوں مار رہا ہے اور نہ ہی قتل ہونے والے کو یہ پتا ہوتا ہے کہ اسے کیوں قتل کیا جارہا ہے۔ اس سب پر ہمیں غور کرنے' فکر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ آخر ہم سے ایسا کیا گناہ سرزد ہوا یا ہورہا ہے کہ اللہ کا یہ عذاب ہم پر ٹوٹ پڑا ہے۔ مسلمان تو بھائی بھائی ہیں اس کے باوجود بھائی بھائی کو قتل کررہا ہے اور سرِعام کررہا ہے' کوئی پوچھنے والا نہیں' کوئی قاتلوں کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں حالانکہ یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ''وہ مسلمان نہیں جس کے ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ نہ ہو۔'' اہل سیاست اپنی ڈفلی اپنا راگ الاپ رہے ہیں' کسی کو اقتدار ملنے کا خمار ہے تو کسی کو نہ ملنے کا شکوہ...... ہر کوئی اقتدار کی دیوی کے چرن چھونا چاہ رہا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اقتدار کی دیوی پر سواری کرنا چاہ رہا ہے تو غلط نہ ہوگا۔ ملک میں کیسی ہاہا کار مچی ہوئی ہے مہنگائی' غربت' بے روزگاری اور دہشت گردی نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے کسی کو کوئی فکر نہیں۔ اقتدار کی ہوس کے ماروں کو اللہ کی مار ہو' عوام بے چاری تو ویسے ہی ماری جارہی ہے' جب تک لوگوں کو پیٹ بھر کھانے کو نہیں ملے گا' تن ڈھانپنے کا مناسب بندوبست نہیں ہوگا جرائم یونہی بڑھتے رہیں گے' بے چینی بڑھتی رہے گی۔ سیاست دانوں نے شاید یہ سوچ کر عوام کو مسائل کا شکار بنائے رکھا ہے کہ اگر عوام کو پیٹ بھر کھانے کو مل گیا تو وہ پھر ان کی ٹانگ کھینچنے اور سوال کا جواب اور ان کے کیے کا حساب نہ مانگنے لگیں اس سے بہتر ہے کہ انہیں روٹی کے چکر پر ہی لگائے رکھا جائے۔ ہم سب کو مرنا ہے اور اپنے رب کے حضور حاضر ہوکر اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے' کیا کبھی ہم نے آخرت کی فکر کی ہے' کیا ہم نے اپنی دنیا کی عارضی زندگی کے ذریعے اپنی آخرت کا بہتر یا بہترین انتظام کرنے کی فکر کی ہے......؟ اللہ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے والا بنائے' ہمارے وطنِ عزیز کی حفاظت فرمائے آمین۔

اس ماہ کے ستارے

☆ برف کے آنسو — بہن نازیہ کنول نازی طویل عرصے کے بعد ایک شہکار مکمل ناول کے ساتھ شریکِ محفل ہیں۔

☆ وہی ایک لمحہ زیست کا — بہن فاخرہ گل اپنے مخصوص انداز کے ساتھ شریکِ محفل ہیں۔

☆ اعتبارِ محبت — بہن نادیہ فاطمہ محبت کا اعتبار کیسے قائم ہوا بہت اچھے انداز میں مکمل ناول کی صورت میں بتارہی ہیں۔

☆ تیرے انتظار کا موسم — بہن نزہت انتظار کے موسم کے رموز آشکار کررہی ہے اس افسانہ میں۔

☆ ایسے بھی کچھ مہرباں — اُم ثمامہ اس افسانے میں مہرباں کیسے ہوتے ہیں بتارہی ہیں۔

☆ گلاب لمحوں کی چاندنی — سمیرا غزل اپنے افسانے کے ذریعے گلاب لمحوں کی چاندنی بکھیر رہی ہیں۔

☆ ابرِ نیساں — ندا فاطمہ اپنے ناولٹ کے ذریعے ایک خوبصورت پیغام دے رہی ہیں۔

☆ کورا کاغذ — زینب اصغر کا سبق آموز افسانہ۔

☆ محرومی کا سفر — شازیہ فاروق نئی کونپلیں میں شریکِ محفل ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعاگو

قیصر آرا

حمد

روپ ترا افق افق' رنگ ترا شفق شفق

آب تری گہر گہر' موج تری کراں کراں

تیری دمک کرن کرن' تیری صبا چمن چمن

تیری مہک سمن سمن' تیرا کرم جہاں جہاں

تیری صدائیں ساز ساز' تیری نوائیں راگ راگ

تیری طلب دعا دعا' تیری پکار اذاں اذاں

میں نے تو رات رات بھر' ذکر کیا ہے اشک اشک

میں نے تجھے سحر سحر' یاد کیا فغاں فغاں

کام مرا خطا خطا' شان تری عطا عطا

میرے خدا کرم کرم' میرے کریم اماں اماں

عاصی کرنالی......ملتان

نعت

مری زندگی مری آبرو یہ عطائے یادِ رسولؐ ہے

جو یہ درد ہے تو قرارِ جاں' ہے اگر یہ زخم تو پھول ہے

وہی زندگی تو ہے بندگی کہ جو وقف نعتِ رسولؐ ہے

جو فقط انہی کے لیے اٹھے وہ نگاہ ان کو قبول ہے

جو تری نگاہ میں آ گیا وہ بڑی پناہ میں آ گیا

ترے واسطے سے ہے مطمئن ترے واسطے ہی ملول ہے

تو فدا ہے حور و قصور پر مجھے ناز ذکرِ رسولؐ پر

تری خلد کیسی ہے تو بتا مری خلد کوئے رسولؐ ہے

ترے ذکر کی ہیں یہ برکتیں مرے بگڑے کام سنور گئے

جہاں تیری یاد ہے دل نشیں وہیں رحمتوں کا نزول ہے

یہی آرزو جو ہو سرخرو ملے دو جہان کی آبرو

میں کہوں غلام ہوں آپ کا وہ کہیں کہ ہم کو قبول ہے

یہ بڑے نصیب کی بات ہے' ترے لب پہ انجم خوش نوا

کبھی حمد ربِّ جلیل ہے' کبھی نعتِ پاک رسولؐ ہے

قمر الدین احمد انجم......کراچی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

درجواب آں

مدیرہ

سیدہ جیا عباس ...... تلہ گنگ

جیاڈیئر! شاد رہو یہ جان کر اچھا لگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اچھا ہمسفر' پیارا سا گھر اور پھولوں جیسے کول بچوں سے نواز دیا' دعا ہے کہ آپ کی صورت میں ماں کا سایہ ان معصوم فرشتوں پر قائم رہے اور آپ ان کی صحیح اسلامی خطوط پر تربیت کرکے اک فعال انسان معاشرے کو دینے کی کوشش کریں گی اور آپ کو بھی اولاد کا سکھ دیکھنا نصیب ہو آمین۔

ربیعہ اساور بٹ...... فیصل آباد

رابی گڑیا! سدا آباد رہو' ہمیں آپ کی کمی محسوس کیونکر نہ ہوگی آپ آنچل فیملی کا حصہ ہیں اور کافی پرانا تعلق بھی ہے تو آپ کی بات تو سراسر غلط ہوئی آپ کے والد کے لیے دعا گو ہیں اللہ سبحان وتعالیٰ جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ تا دیر تک آپ کے سر و پر قائم رکھے' آمین' تعارف باری آنے پر شائع ہوجائے گا۔

قرۃ العین خرم ہاشمی...... لاہور

عینی ڈیر! سلامت رہو آپ کی تحریر ''زندگی خاک نہ تھی'' موضوعاتی لحاظ سے کمزور ہے' بہت سی باتوں میں تضاد موجود ہے۔ آپ اپنا مطالعہ وسیع کیجیے اور کہانی لکھنے کے بعد بغور مطالعہ کریں آپ کو خود بھی اندازہ ہوجائے گا۔ بہرحال امید کا دامن تھامے رکھیے اور مختصر اور اصلاحی موضوع پر افسانے پر طبع آزمائی کریں۔ ان شاء اللہ ایک دن آپ بھی بہت اچھا لکھ پائیں گی۔

ارم خان...... ڈی جی خان

ارم گڑیا! سدا مسکراؤ' آنچل کے ساتھ آپ کا تعلق جان کر اچھا لگا' دو سال کے طویل عرصے کی خاموشی کے بعد آنچل میں خوش آمدید۔ اب کاغذ کا قلم سے جو رابطہ جوڑا ہے تو اب اس کو ہمیشہ بحال رکھیے گا۔

جویریہ خان...... کراچی

ڈیئر جویریہ! آباد رہو' طویل عرصے کی خاموشی کے بعد آپ کا خط موصول ہوا، جان کر بے حد اچھا لگا۔ آپ کی نظم یا غزل اگر معیاری ہوئی تو ضرور شامل ہوجائے گی' بہرحال آپ دیگر سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں۔

نیلم شہزادی...... کوٹ مومن

پیاری شہزادی! خوش رہو' آپ کی تحریر ''دعائیں مستجاب ٹھہریں'' خوب صورت الفاظ اور جملوں نے اچھا تاثر پیش کیا لیکن کہانی کچھ جلدی میں اختتام پذیر ہوتی دکھائی دی' آپ اپنا مطالعہ وسیع کیجیے اور اصلاحی موضوع پر مختصر افسانہ لکھ بھیجیں۔

سمیرا انور...... جھنگ

اچھی سمیرا! سلامت رہو' ایک مرتبہ پھر آنچل کی محفل میں شرکت پر خوش آمدید۔ بے شک قلم سے بڑا کوئی ہتھیار نہیں' آپ بھی اس کے ذریعے اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کرسکتی ہیں یہ آپ کے کتھارسس کا سبب بنے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمتوں سے نوازے آمین۔

سونیا...... اوکاڑہ

سونی ڈیئر! سکھی رہو' صرف یہ سوچ کر قلم نہ اٹھانا کہ کہیں غلطی نہ ہوجائے یہ تو غلط بات ہے' ناکامی ہی کامیابی کا زینہ ہے۔ رد ہونے کے خوف کو نکال کر آپ نے آنچل میں شرکت کی' جان کر اچھا لگا آئندہ بھی شریک محفل رہے گا۔

فاطمہ خالق فانی...... فیصل آباد

پیاری فاطمہ! شاد وآباد رہو' دس سال کی خاموشی توڑ کر آنچل کی محفل میں شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کی تحریر ''تیرے نام سے جانی جاؤں'' ہم نے اس خواہش کا احترام کرتے ابتدا کردی ہے آپ اب رشتہ استوار رکھیے گا۔

نسرین کوثر...... ڈی جی خان

اچھی نسرین! سدا سکھی رہو آپ کی تحریر ''آزمائش'' پڑھ ڈالی' انداز تحریر بہتر لیکن بہت سی باتیں غیر واضح ہیں۔ اپنا مطالعہ وسیع کیجیے اور اسی طرح مختصر افسانے پر ہی طبع آزمائی کریں۔ کہانی بھیجنے سے پہلے اسے بغور پڑھیں تاکہ جہاں کمزوری نظر آئے اسے درست کرسکیں۔

نادیہ گل نادی...... مخدوم پور

پیاری نادی! مسکراتی رہو' اتنی ناراضگی' اس قدر بدگمانی اچھی نہیں ہوتی ہمارے نزدیک تمام قارئین برابر ہیں۔ آپ کا یہ خط موصول ہوا تو جواب بھی حاضر ہے آپ کا جذبہ قابل ستائش ہے اس قدر مشکلات میں بھی آپ آنچل کے لیے وقت نکالتی ہیں جان کر اچھا لگا۔

عنبرین ولی...... لانڈھی' کراچی

عنبر ڈیئر! مہکتی رہو' شکوہ وشکایات سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا' گڑیا! آپ کی تحریر ''رنگ زندگی کے'' ہمارے پاس محفوظ ہے بس طوالت کے سبب آج کل جگہ نہیں بن پارہی' البتہ بہت جلد شامل اشاعت ہوگی' آپ کے افسانے پڑھ کر جلد لگانے کی کوشش کریں گے۔ دیر سویر تو ہوجاتی ہے لیکن اطمینان رکھیں' ڈھل جائے گی یہ ہجر کی رات۔

سدرہ شاہین...... خانیوال

سدرہ ڈیئر! سدا مسکراؤ' آپ کی تحریر ''دادی کی بدنصیب پوتی'' کچھ خاص تاثر قائم نہ کرسکی۔ کہانی پر آپ کی گرفت کمزور ہے' مزید مطالعہ اور محنت کی بنا پر آپ بہتر لکھ سکتی ہیں' کوشش جاری رکھیے۔

عابی احمد...... کھاریاں

عابی ڈیئر! شاد رہو' آپ کی تحریر ''فیصلہ'' موضوعاتی لحاظ سے بہتر ہے آپ نے اچھے موضوع پر قلم اٹھایا ہے لیکن ابھی آپ کا انداز تحریر کمزور ہے۔ کہانی پر مکمل گرفت نہیں ہے اسی لیے ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے' اپنا مطالعہ وسیع کیجیے اور دیگر رائٹرز کی کہانیوں کا بغور مطالعہ کریں۔

انعم خان...... KTS ھری پور

پیاری انعم! سدا آباد رہو آپ کا کہنا بجا ہے اور ہم بھی یہی کہیں گے کہ گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں۔ آپ کی تحریر سے پہلے بھی بہت سی کہانیاں باری کے انتظار میں ہیں بہرحال آپ امید کا دامن تھامے رکھیے' بہت جلد آپ کی تحریر آنچل کے صفحات پر آپ کا نام روشن کردے گی۔ اگر آپ نے مختصر افسانہ لکھ رکھا ہے تو وہ ارسال کردیں۔

چاہت...... ڈنگہ گجرات

عزیزی چاہت! سلامت رہو' آپ نے جس چاہت سے خط لکھا ہے اس کا جواب نہیں' گڑیا! آپ اپنی نگارشات ٹائم پر بھیجتی ہیں لیکن محکمہ ڈاک کی مہربانی کے باعث وہ ہمیں تاخیر سے موصول ہوتی ہیں اس لیے لگنے سے رہ جاتی ہیں۔

سمیرا راجہ...... باغ آزاد کشمیر

پیاری سمیرا! جگ جگ جیو' اس نصف ملاقات میں اشعار کے ذریعے آپ کے دلی جذبات کا اظہار بخوبی ہورہا ہے۔ آپ کے اشعار بے حد پسند آئے کچھ خفا خفا سا انداز تھا۔ نظمیں غزلیں متعلقہ شعبے کو بھیج دی جاتی ہیں رد وقبول کا فیصلہ وہیں طے پاتا ہے اور تعارف باری آنے پر ہی شائع ہوگا' تھوڑا انتظار۔

ایس انمول...... پھابڑہ شریف

انمول گڑیا! سدا خوش رہو آپ کا خفا خفا سا انداز اور بے شمار بدگمانیاں لیے خط موصول ہوا تو گڑیا جواب حاضر ہے۔ آپ کے پیغامات اس وقت نہیں ملے جب یہ کالم فائنل ہوتا ہے اب بھی آپ کا یہ پیغام بمعہ اس خط 13 تاریخ کو موصول ہوا جبکہ تمام ہی کالم مکمل اور فائنل ہوچکے ہیں اب آپ ہی بتائیے کہ شامل اشاعت کیسے کریں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ پیغام آئندہ شامل کرلیں۔ ہمیں آپ کی مشکلات اور بھائی کی منت سماجت کا بخوبی اندازہ ہے لیکن دیر تو آپ کی ہی طرف سے ہوئی ہے نا' ہم کیا کرسکتے ہیں' امید ہے بدگمانی دور ہوجائے گی۔

شہزادی شاہانہ...... نواب شاہ

شاہانہ شہزادی! شاد رہو گڑیا آپ کی دیگر نگارشات تاخیر سے موصول ہوئیں' بے شک وہ ایک ہی لفافہ میں تھیں لیکن جب تک پرچہ تکمیلی مراحل میں تھا تو صرف آپ کا خط ہی شامل ہوسکا باقی مستقل سلسلے پہلے ہی مکمل ہوجاتے ہیں اسی لیے معذرت اس میں جو بھی قابل استعمال ہوئے وہ آئندہ ماہ لگا جائیں گے' امید ہے تشفی ہوپائے گی۔

عشرت سید اسلم...... اسلام آباد

پیاری عشرت! سدا مسکراؤ، اچھی بہن! سروے میں جوابات اس لیے مختصر دیئے گئے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ بہنوں کو شرکت کا موقع مل سکے اگر تمام خطوط من وعن شائع کیے جائیں تو صرف چند ایک کو ہی موقع ملے گا پھر باقی قارئین کی طرف سے شکوہ رہے گا لہٰذا سب کو خوش رکھنے کی خاطر ایسا کیا گیا ہے لیکن سب کو خوش رکھنا مشکل بلکہ ناممکن ہے، بہرحال آپ کی تعریف عشنا تک پہنچا رہے ہیں کہ جلد از جلد ایک مکمل ناول کے ہمراہ آنچل میں شامل ہوں اب خوش۔

صبا مظفر...... جہلم

پیاری صبا! خوش رہو آپ کی تحریر "ہائے وہ زود پشیماں" ہمارے پاس محفوظ ہے ان شاء اللہ آپ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا اور جہاں تک افسانوں کی بات ہے آپ اسی طرح طنز و مزاح سے بھرپور انداز میں عید نمبر کے لیے لکھ کر ارسال کردیں اگر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی بہرحال آپ کا تحقیقی انداز جان کر اچھا لگا۔

عفیرہ فاروق...... بھاولنگر

عفیرہ ڈیئر! سلامت رہو آپ کی تحریر "مٹی کی پکار" پڑھ ڈالی آپ کا انداز تحریر بہتر ہے لیکن موضوع کا چناؤ کمزور ہے اس طرح کے باعث تنازعہ موضوعات پر قلم مت اٹھائیں بلکہ کسی اور موضوع پر اصلاحی انداز میں مختصر افسانہ لکھ بھیجیں جو مختصر مگر جامع ہو۔

ریحانہ کوثر...... ملکوال

ریحانہ ڈیئر! جیتی رہو آپ اپنی تحریر مختصر افسانے کی صورت میں ارسال کردیں تاکہ ہمیں آپ کے انداز تحریر کا اندازہ ہوسکے، تحریر معیاری اور آنچل کے معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

آسیہ مقصود...... ملتان

آسیہ ڈیئر! سکھی رہو آپ کی تحریر "چاندنگر کے باسی تھے" ابن انشا پر لکھا گیا یہ مضمون آپ کی ذاتی کاوش نہیں لگ رہا بہرحال آپ ہمیں اس بارے میں اپنی رائے سے آگاہ کردیں کہ یہ آپ کی ذاتی کاوش ہے یا آپ کا منتخب کردہ مضمون ہے اس کے بعد ہم اس کے منتخب یا رد ہونے کا فیصلہ کریں گے۔

روما محمود...... اسلام آباد

رومی گڑیا! خوش رہو آپ کا کہنا بجا ہے کہ سوچ و تخیل اور کہانیاں بُننا تو شاید ہر کسی کی دسترس میں ہے لیکن اپنے اس تخیل کو کرداروں کی صورت میں، ڈائیلاگ کے انداز میں احسن طریقہ پر صفحہ قرطاس پر بکھیر دینا کہ لوگ اصلاح کے ساتھ ساتھ دلچسپی اور لطف بھی حاصل کریں، آسان نہیں ہوتا۔ تخلیق کا مرحلہ چاہے وہ ایک سطر، ایک مصرعہ اور ایک تحریر ہی کیوں نہ ہو کافی جان گسل ہوتا ہے بہرحال آپ اپنے مشاہدات میں سے کوئی موضوع بطور افسانہ چن کر بھیج دیں تاکہ آپ کے انداز تحریر کا اندازہ ہوسکے۔

سعدیہ عارف...... ننکانہ صاحب

سعدی ڈیئر! سلامت رہو آپ کی تحریر کے متعلق ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا ابھی اس پرچے سے فراغت کے بعد ہم آپ کی تحریر پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے، معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

آمنہ امداد...... سرگودھا

ڈیئر آمنہ! سدا آباد رہو آنچل کے لیے آپ کے پُرخلوص جذبات کا اظہار بہت اچھا لگا، آپ کے پیغامات شائع ہوجائیں گے البتہ نمبرز دینے کا سلسلہ ادارے نے موقوف کردیا ہے لہٰذا معذرت، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

صباحت مریم...... ضلع لودھراں

پیاری صباحت! مسکراتی رہو آپ کو لکھنے کا شوق ہے یہ جان کر اچھا لگا لیکن آپ اپنی تحریر کا آغاز افسانوی صنف سے کریں۔ ابتدا ہی میں ناول اور وہ بھی قسط وار جلدی میں آپ نے غلط راستے کا چناؤ کیا ہے، قسط وار کے لیے باقاعدہ اجازت لینا پڑتی ہے۔ ابھی آپ صرف مختصر افسانے پر طبع آزمائی کریں تاکہ آپ کا انداز تحریر بہتر ہو۔

گلناز ریاست...... ضلع اٹک

ڈیئر گلناز! جیتی رہو افسردگی سے بھرپور خط موصول ہوا

تعلیم صرف وہ نہیں ہوتی جو ڈگریوں کی صورت ملتی ہے علم کاغذی ٹکڑوں کا محتاج نہیں ہوتا اگر آپ میں لگن ہے تو آپ اپنے گردوپیش سے حالات سے بہت کچھ خود سیکھ جاتے ہیں، بہرحال آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں، فہم و شعور کے در خود بخود وا ہوتے جائیں گے، تعارف باری آنے پر لگ جائے گا خوش۔

بشریٰ غزل...... تربیلا ڈیم

ڈیئر غزل! شاد و آباد رہو رائٹرز بننا بھی کوئی آسان کام نہیں ہوتا وسیع مطالعہ، گہرا مشاہدہ اور حالات و واقعات پر عمیق نظر کی ضرورت پڑتی ہے بہرحال آپ کی تحریر اگر رد ہوئی ہے تو موضوعاتی لحاظ سے کمزور اور انداز تحریر ناپختہ ہونے کے سبب ہے۔ شاعری اگر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

یاسمین محمود...... اسلام آباد

پیاری یاسمین! جیتی رہو آپ کی تحریر پڑھ کر ہی آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کر پائیں گے، نازیہ کنول نازی تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔

روبی علی...... سید والہ

اچھی روبی! جگ جگ جیو گڑیا آپ کی نظم متعلقہ شعبے میں بھیج دی گئی ہے، معیاری ہوئی تو ضرور شامل اشاعت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بی ایڈ کے امتحان تو کیا زندگی کے ہر امتحان میں آپ کو سرخرو کرے آمین۔

اقراء، ماریہ وجیہہ...... نامعلوم

اچھی بچیوں! سدا خوش رہو پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ "جو وہ پتھر موم ہوا" اپریل اور مئی ۲۰۰۸ء اور "وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا" فروری اور مارچ ۲۰۰۹ء میں شائع ہوئے ہیں اور یہ کتابی صورت میں بھی دستیاب ہیں اور جس سال کے پرچوں کا آپ نے تذکرہ کیا ہے اس کے لیے ہم معذرت چاہیے گے کہ اتنا پرانے پرچے اب دستیاب نہیں ہو پائیں گے۔

حلیمہ زمان...... ٹوبی

اچھی حلیمہ! سدا سکھی رہو گڑیا پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید آپ کا افسانہ مل گیا ہے اور باری آنے پر پڑھ کر ان ہی سطور پر آپ کو جواب دے دیا جائے گا اور آپ کو جو ناول درکار ہیں وہ لاہور اردو بازار سے مل سکتے ہیں بہن نازیہ اور سمیرا کے ناول مکتبہ القریش لاہور سے منگوائے جاسکتے ہیں۔

ناقابل اشاعت:۔

ماں کی قدر، ایسا تو ہونا ہی تھا، اپریل فول، محبت فریب ہے، یوں بھی ہوتا ہے، مجھے آنے میں دیر ہوگئی، محبتوں کے رنگ زندگی کے سنگ، میرا احساس ہے تو، ہمسفر آخر کون، انوکھا راز، ہم راز اور یادیں، زندگی خاک نہ تھی، جو رب نے چاہا، فیصلہ، آرام روزگار، چھوٹا سا گلشن، اُف یہ آنچل، دادی کی بدنصیب پوتی، ایک لمحے کی لغزش، خواہش، آزمائش، دعائیں مستجاب ٹھہریں، مل گئی محبت، خوشیوں کی چھاؤں، ستاروں کا ملن، تلافی، چاہت کا میٹھا احساس، سپنوں کا راجکمار، میرا قصور، پچھتاوا، قابل ذکر ہوگئے ہم بھی، نظریں ملی، فیصلہ، مٹی کی پکار، تیرے نام آنچل۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مالک یوم الدین

مشتاق احمد قریشی

ازلی عہد و میثاق اس بات کی دلیل ہے کہ نوعِ انسانی میں ہر شخص انفرادی طور پر اللہ کا اکیلے الٰہ واحد اور ربِ واحد ہونے کی شہادت اپنے اندر لئے ہوئے ہے تو اس بنا پر یہ کہنا غلط ہوگا کہ کوئی شخص کامل بے خبری کے سبب سے یا ایک گمراہ ماحول میں پرورش پانے کے باعث اپنی گمراہی کی ذمہ داری اپنے پچھلے لوگوں یعنی بزرگوں پر ڈال کر بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا اس ازلی میثاق کی یاد ہمارے شعور حافظے میں محفوظ ہے؟ کیا ہم میں سے کوئی بھی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ آغازِ آفرینش میں اپنے رب اپنے معبود کے سامنے پیش ہوا تھا اور یہ اقرار کیا تھا؟ جب انسان کو یہ یاد ہی نہیں تو پھر وہ اس کے خلاف کیسے حجت ہوسکتی ہے۔ اس کا جواب محققین ومفسرین نے یوں دیا ہے کہ اگر اس میثاق وعہد کو انسانی شعور وحافظے میں تازہ رہنے دیا جاتا تو انسان کا دنیا کی امتحان گاہ میں بھیجنے کا مقصد ہی کیا رہ جاتا پھر انسان کی آزمائش وامتحان ہی بے معنی ہوکر رہ جاتا۔ کیونکہ اس عہد کا نقش شعور وحافظے میں اگر تازہ نہیں ہے تو یقیناً تحت الشعور اور وجدان میں محفوظ ہے۔ اس کے باوجود جب ربِ کائنات نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اسلام کو مکمل فرمایا کہ اب ان کے بعد کوئی نبی کوئی پیغمبر کوئی رسول نہیں آئے گا' دین مکمل ہوچکا اس لئے ہی ربِ کائنات نے وہ عہد الست جس پر بھول کے پردے پڑے تھے کھول دیا اور قرآن حکیم میں بیان کردیا گیا تاکہ اہلِ ایمان جب جب قرآن کریم کی تلاوت کریں اور سورۃ الاعراف کی یہ آیت تلاوت کریں انہیں وہ عہد الست یاد آجائے اسی باعث اللہ نے کئی جگہ قرآن کریم میں عہد اور عہد کی اہمیت کو بھی خوب اجاگر فرمایا ہے' اب کوئی اہلِ ایمان جس نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام رکھا ہے وہ اس عہد سے اللہ کے واحد رب اور معبود ہونے سے کسی طرح بے خبری کا اظہار نہیں کرسکتا۔ انسان روزِ قیامت جب روزِ حساب عدالتِ الٰہی میں پیش ہوگا تو اپنے اقوال واعمال سے جو نامہ اعمال کی صورت اس کے اپنے ہاتھ میں ہوگا انکار نہیں کرسکے۔ اس روز اس اعمال نامہ کے مطابق ہی سارا حساب کتاب کیا جائے گا اسی لئے اس دن کو یومِ حساب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یوم الدین یعنی قیامت کا دن اسے قرآن حکیم میں کئی نام دیئے گئے ہیں بازپرس کا دن (الاعراف) فیصلے کا دن (یونس) حساب کا دن (ابراہیم) جزا وسزا کا دن (الحجر) اللہ سے ملاقات کا دن (الاعراف اور الحجر) اور بھی کئی ناموں سے اس دن کو پکارا گیا ہے اس وقت اور اس دن کی آمد سے قبل کائنات یہ دنیا اور پوری انسانیت کو اللہ تعالیٰ کئی مراحل سے گزارے گا جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جارہی ہے۔

قیامت کیا ہے وہ کیسی ہوگی؟

قیامت کے لفظی معنی کھڑا ہونا' قائم ہونا (۲) وہ دن جب مردے زندہ ہوکر کھڑے ہوں گے۔ روزِ شمار روزِ محشر (۳) (مجازاً) مدتِ دراز' مدتِ بعید' زمانہ دراز۔ (۴) قہر' غضب' آفت' قضا' موت (۵) تعجب' انوکھی بات (۶) اجل' بلا' گرود' غصہ (۷) آہ وزاری' واویلا' شور وغل' ادھم (۸) کھلبلی' ہل چل (۹) ناانصافی' ستم' ظلم' اندھیر (۱۰) دکھ' عذاب' سختی' مصیبت (۱۱) ملال' رنج' دریغ' افسوس (۱۲) بہ کثرت' بہ درجہ کمال (۱۳) چلبلا' چالاک (۱۴) فسادی' فتنہ پرداز' متفنی (۱۵) دشوار' مشکل۔

امام راغب اصفہانی نے مفردات میں اسے ''قیام'' کی تانیث بتایا ہے اور یہ زور دینے کے لئے آتی ہے۔

قرآن مجید میں قیامت کو کئی ناموں سے بیان کیا گیا ہے ان میں سے ہر نام قیامت کے ایک خاص پہلو کو ظاہر کرتا ہے اس کا ایک نام یوم الدین ہے جو سورہ فاتحہ میں استعمال ہوا ہے یعنی روز جزا وسزا اور عدالتِ الٰہی کا دن۔

قرآنِ حکیم میں قیامت کے عنوان سے ایک سورۃ القیامۃ ہے جس میں انتہائی بلیغ انداز میں قیامت کی ہولناک کیفیات کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ستر جگہ لفظ قیامت کا استعمال ہوا ہے۔ جیسے سورۃ البقرۃ میں آیات ۸۵'۱۱۳'۱۷۴'۲۱۲ اور سورۂ آل عمران میں آیات ۵۵'۷۷'۱۶۱' سورۂ قلم میں آیت ۳۹' ایسے ہی دیگر سورتوں میں بھی یہ لفظ قیامت آیا ہے ایک اور لفظ ''الساعۃ'' بھی قیامت کے لئے استعمال ہوا ہے یہ لفظ بھی تقریباً چالیس مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

سورۃ القیامت میں ارشادِ باری تعالیٰ اس طرح ہوا ہے۔

ترجمہ:۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا۔ پس جس وقت نگاہ پتھرا جائے گی' اور چاند بے نور ہوجائے گا' اور چاند سورج جمع کردیئے جائیں گے۔ (القیامت۔ ۶ تا ۹)

آیاتِ کریمہ میں ربِ کائنات ایسے تمام لوگوں کو جو یہ کہتے نہیں تھکتے تھے کہ ہمیں یونہی قیامت اور اس کے عذاب سے ڈرایا جاتا ہے کوئی قیامت نہیں آنے والی' جب ان لوگوں سے قیامت کی سختی وعذاب کے بارے میں بات ہوتی تو وہ مذاق اڑاتے اور مذاق کے طور پر کہا کرتے کہ جس دن کی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خبر دے رہے ہیں آخر وہ آ کیوں نہیں جاتا' آیتِ مبارکہ میں ربِ ذوالجلال نے اُن کا وہی سوال دہرایا ہے پھر اگلی ہی آیت میں اطلاع دی جارہی ہے جس میں ''برق البصر'' کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن کے لغوی معنی بجلی کی چمک سے آنکھوں کا خیرہ ہونا چندھیا جانے کے ہیں۔ عربی محاورے میں اس کا استعمال ذرا مختلف ہے' خوف زدگی' حیرت' یا کسی اچانک حادثہ سے دوچار ہوجانے کی صورت میں انسان ہک دک رہ جائے اور اس کی نگاہ اس پریشان کن منظر پر جم کر رہ جائے تب یہ الفاظ ادا کئے جاتے ہیں۔

دراصل یہ قیامت کے پہلے مرحلے میں نظام عالم کے درہم برہم ہوجانے بکھر جانے کی کیفیت کا مختصر سا بیان ہے۔ اس روز چاند اور سورج بے نور ہوجائیں گے' دونوں یکساں ہوجائے گئے اور کائنات کا عظیم ترین نظام سارا کا سارا الٹ پلٹ ہوجائے گا۔

''احیائے علوم الدین'' میں امام غزالی رحم اللہ نے قیامت کے ماحول کو بیان کرنے والے مختلف الفاظ کی ایک طویل فہرست دی ہے جو قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں کئی کئی بار بیان ہوئے ہیں۔ جیسے' القارعۃ' الرعد' الحاقۃ' الغاشیۃ' الماختۃ' یوم الفصل' الواقعۃ' یوم الحساب' یوم البعث' یوم محیط' وغیرہ وغیرہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں توحید الٰہی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اسی لئے بعث بعد الموت' حشر نشر اور حساب کتاب کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے کیونکہ ایک تو خالقیت کا لازمی نتیجہ ہے' اور خالقیت کے تصور سے بعث کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ کائنات ارض وسما کے مظاہر میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن سے مرنے

کے بعد دوبارہ زندگی کا ثبوت ملتا ہے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یقینی امر یعنی قیامت سے ڈرایا ہے۔ اس کے واقع ہونے سے پہلے توبہ اور رجوع الی اللہ کی تبلیغ فرمائی ہے۔

اگر انسان سمجھنا چاہے تو بہت ہی آسان اور سیدھی سی بات ہے کہ قرآن حکیم میں بار بار جگہ جگہ آخرت اور دائمی زندگی کا ذکر آیا ہے اور یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ دنیا کی مختصر سی زندگی دراصل ایسی امتحان گاہ ہے جس میں انسان اپنے خالق و مالک کی طرف سے دیے گئے امتحانی سوالات کا جواب اپنے عمل اپنے اقوال اپنی رہنے سہنے کے ذریعے دیتا ہے اور نصابِ زندگی کے طور پر قرآن حکیم مکمل ہدایت نامہ مکمل نظامِ زندگی ہے۔ یہی اس مختصر سی زندگی کا نصاب ہے اسی نصاب کے مطابق اگر انسان عمل کرے یعنی جوابات دے تو قیامت دراصل وقتِ امتحان مکمل ہونے کی گھنٹی ہے جس طرح دنیا کی امتحان گاہوں میں وقت پورا ہونے پر گھنٹی بجا کر اطلاع کی جاتی ہے کہ بس اب امتحان کا وقت پورا ہوا جس نے جتنے جوابات جیسے بھی درست یا غلط دیئے ہوتے ہیں اسی کے مطابق اس کا نتیجہ سنایا جاتا ہے بالکل ایسے ہی قیامت کا دن تو دنیا کی امتحان گاہ کا وقت پورا ہونے کی گھنٹی کے مانند ہوگا۔ سب انسانوں بلکہ تمام مخلوقاتِ الٰہی کی زندگی کے اوراق سمیٹ لئے جائیں گے تاکہ نتیجہ تیار کیا جاسکے۔ قیامت کے بعد کے اعمال جنہیں اللہ نے حشر نشر اور حساب کتاب کہا ہے وہ ایسا ہی لمحہ ہوگا کہ ممتحن جس طرح امتحانی کاپیاں جانچتے ہیں ایسے ہی اللہ سب کے نامہ اعمال جانچے گا سب کو اپنے سامنے زندہ کرکے جمع کرلے گا جسے یوم الحساب یا یوم الدین سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جس طرح دنیا کی امتحان گاہوں میں جب امتحان کا قت پورا ہوجاتا ہے یا قریب آتا جاتا ہے تو امتحان دینے والوں میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے خوف کی فضا قائم ہونے لگتی ہے ایسے ہی قیامت کے ظہور سے قبل کی کیفیات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ ظہور قیامت سے پہلے کچھ علامات کا ظہور ہوگا جو اس طرح واقع ہوں گی۔

(۱) **دخان**۔ دخان سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے یہ دھواں جیسے بھاپ کے بخارات ہوتے ہیں زمین و آسمان پر بادلوں کی طرح چھائے نظر آنے لگے گے۔ دھند (mist) کرہ ہوائی کی نچلی تہوں زمین کے قریب کثیف آبی قطرات کی موجودگی کو کہتے ہیں' یہ صبح کے وقت چھاتی ہے اس کے چھانے سے دور تک کچھ نظر نہیں آتا۔ جتنے خاکی ذرات زیادہ ہوں گے دھند اسی قدر گہری ہوگی۔ کہر (Fog) اور دھند ایک ہی چیز ہے۔ کہر میں پانی کے قطرے چھوٹے ہوتے ہیں اور دھند میں بڑے ہوتے ہیں یہ ہم آج بھی موسمِ سرما میں دیکھتے ہیں۔

(۲) **دجال** کا ظہور ہونا۔ قیامت کی اہم نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اسلامی اصطلاح میں دجال سے مراد جھوٹا مسیح ہے۔ دجال جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگا وہ جھوٹا فریبی اور جادوگر ہوگا۔ اس کا ظہور عراق و شام کے درمیان ہوگا۔ وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ پھر وہ اصفہان کی طرف جائے گا جہاں وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا جس پر ستر ہزار یہودی اس کی پیروی کریں گے (شاہ رفیع الدین' مسلم شریف) اس کے ظہور کے ساتھ بڑی شدید قحط سالی ہوگی' لوگوں کو بڑی سختی کا سامنا ہوگا۔ (مسند احمد) دجال کی شکل و صورت کے بارے میں احادیث میں بیان ہوا ہے کہ وہ کانا ہوگا دوسری آنکھ بھی پھولی ہوئی سبز رنگ کے ٹینٹے (ابھرا ہوا گوشت) کی بنی ہوئی ہوگی' اس کے

بال حبشیوں کی طرح گھنگریالے ہوں گے' گلا چوڑا چکلا ہوگا اور پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ رنگ اس کا سرخی مائل اور جسم بھدا ہوگا۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد)

(۳) **دابتہ الارض**۔ یہ آثار قیامت میں سے ایک ہے یہ ایک خاص قسم کا جانور ہوگا جو اس وقت دنیا میں ظاہر ہوگا جب انسان احکامِ الٰہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بالکل بھلا دے گا۔ دنیا کی حالت اس قدر بگڑ چکی ہوگی کہ اس کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی۔ حدیث شریف میں دابہ کو قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جانور کو اپنی حجت کے طور پر لوگوں کے سامنے ظاہر کرے گا' اس کے ظاہر ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا' اور پھر کسی کو توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ یعنی کسی کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی۔ امام ابن کثیر نے اس جانور کو قیامت کی علامت اور اللہ تعالیٰ کی آخری حجت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جب دابتہ الارض ظاہر ہوگا تو وہ لوگوں سے باتیں کرے گا جسے سب سنیں گے۔ اس جانور کے ظاہر ہونے کی جگہ میں مختلف روایات ہیں کہ وہ تہامہ سے نکلے گا یا طائف میں یا مکہ میں صفاء مروہ کے درمیان ظاہر ہوگا۔

ابوداؤد کی روایت کے مطابق یہ جانور تین بار ظاہر ہوگا' دو بار دور دراز کے علاقوں میں اور پہلی بار کے ظہور سے ہی اس کا ذکر مکہ تک پہنچ جائے گا۔ دوسری بار اس کا قصہ شہرت پائے گا اور اس کا ذکر مکہ تک پہنچ جائے گا جب لوگ مسجد حرام میں ہوں گے۔ تیسری بار اچانک دابتہ الارض لوگوں کو دکھائی دے گا۔

(۴) **سورج** کا مغرب سے طلوع ہونا۔ سورۂ قیامت کی آیت نمبر ۹ میں ارشادِ الٰہی ہے کہ "اور چاند سورج کو ملا کر ایک کردیا جائے گا۔" اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ سورج اور چاند بے نور ہوجائے گے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ یکایک زمین الٹی چل پڑے گی۔ اپنی چال تبدیل کرلے گی' اس دن چاند اور سورج دونوں مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوں گے۔

(۵) **عیسیٰ ابن مریم** علیہ السلام کا نزول۔ دنیا میں جب کوئی مسلمان نہیں ہوگا اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول خانہ کعبہ کی چھت پر ہوگا۔ وہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام کی تبلیغ کریں گے اور ان کے پیروکار کے طور پر لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیں گے۔

(۶) **یاجوج ماجوج** کا ظہور۔ ایک خون خوار قوم جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے سورہ کہف کی آیات ۹۲ تا ۹۷ میں ان کا ذکر ہے اور سورۃ انبیاء اور دیگر سورتوں میں بھی ذکر آیا ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے کہ اس قوم کی روک تھام کے لئے ایک ہشت دھاتی دیوار بنائی گئی تھی لیکن یہ لوگ اس دیوار میں بھی رخنے ڈال کر گھس آتے تھے جتنی دیوار دن بھر میں بنتی تھی یہ راتوں رات اسے اکھاڑ دیتے تھے۔ ان کے قد چھوٹے چھوٹے اور کان بڑے بڑے تھے اس طرح کہ ایک کان بطور بستر کے اور دوسرا بطور چادر کے سوتے وقت استعمال کرتے تھے۔ چہرے چوڑے چکلے غرض جسمانی طور پر غیر متناسب تھے۔ کیانی بادشاہ سائرس اول (خسرو) نے بحرہ خزر کے مغربی کنارے پہاڑ کے درے کو پتھر اور کئی دھاتوں کی اونچی دیوار بنا کر بند کردیا۔ دیوار بہت اونچی اور دوہری تھی۔ اس کا نام در بند رکھا۔ اس قوم کا دوبارہ ظاہر ہونا قرب قیامت کے وقت آثارِ قیامت کے طور پر ہوگا۔

(جاری ہے)

♥

فرزانہ اکرم

ملیحہ احمد

(اُف توبہ......کب سے بیل پر ہاتھ رکھے کھڑی ہوں کھول دو جی آنچل کے دروازے) ہم اتنے مان سے اپنا تعارف لے کر آئے ہیں کچھ سن لو ہماری بھی۔ میرے پیارے سویٹ آنچل کے قارئین میری عزیز بہنوں اینڈ ماؤں! او ہیلو بھئی یہاں کوئی تقریر نہیں ہورہی اپنا تعارف کرواؤ۔ میرا نام تو سنا ہوگا آپ نے (نہیں سنا) بڑے دکھ کی بات ہے اتنی بڑی شخصیت کا نام نہیں سنا (آہم آہم) اتنی بڑی سے مراد میں کوئی پچاس سال کی بوڑھی نہیں ہوں میں تو ایک سویٹ سی گڑیا ہوں چلو نہیں سنا تو اب سن لو میرا نام فرزانہ اکرام ہے (اتنا بڑا نام) نہیں جی فرزانہ میں اور اکرام میرے کیوٹ سے پاپا ہیں مجھے پیار سے فری کہتے ہیں آپ سب بھی کہہ سکتے ہیں۔ سرگودھا شہر میں پیدا ہوئی 2 جولائی کو اس دنیا میں تشریف لائی اب یہ مت کہنا کہ اتنی گرمی میں آئی تو دماغ پر گرمی چڑھی رہتی ہوگی (ویسے آپس کی بات ہے کان ادھر کرو ایسا ہی ہے) میری کوئی بہن نہیں ہے میں خود ہی اپنی بہن ہوں۔ ہاں البتہ اللہ نے مجھے بھائیوں سے خوب مالا مال کیا ہے 5 بھائی ہیں میرے آہم...... ماشاء اللہ اکلوتی ہوں تو اپنے ماما پاپا کی بہت لاڈلی ہوں اور بھائیوں کی آنکھ کا تارا ویسے زیادہ تر تو ماں باپ کی آنکھ کا تارا ہوتے ہیں۔ میرا اسٹار ہے کینسر (لاحول ولاقوۃ) مجھے نہیں لگتا یہ میرا اسٹار ہے میں ان پر یقین نہیں کرتی لیکن پھر بھی لوگ کہتے ہیں اس کی تمام خوبیاں اور خامیاں مجھ میں ہیں (ہوں گی بھی تو میں کیا کروں)۔ مجھے فرینڈز بنانا بہت پسند ہے میری درجن کے حساب سے فرینڈز ہیں زاہدہ سعدیہ مانو ایمن روبینہ میری بیسٹ فرینڈز ہیں۔ سب سے دوستی نبھاتی ہوں آپ لوگ بھی مجھ سے دوستی کرسکتے ہیں۔ اب کرتے ہیں کھانے پینے کی بات جی جناب پھل میں کھاتی نہیں بس سبزیاں تو سردی کی ساری پسند ہیں مگر گرمی کی نہیں۔ چاول اور چائے تو میری جان ہیں اور آنچل ڈائجسٹ پڑھنا میری شان ہے اور اپنی شان میں یہ گستاخی ہم کسی ماہ بھی نہیں کرتے۔ سردی کا موسم مجھے بہت پسند ہے خاص کر ان دنوں بارش میں بھیگنا آئس کریم کھانا بائیک پر گھومنا اور بھائیوں کو تنگ کرنا میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ لو یہ تو میں بھول ہی گئی ایف ایم سننا پسند ہے۔ زوبی اور عادل بھائی بہت اچھا بولتے ہیں اتنا بولتے ہیں کہ دماغ کھا جاتے ہیں (بُری بات ناں سچ نہیں بولتے) مذاق کررہی ہوں۔ میں ایک ٹیچر ہوں (لگتی نہیں نا) سب یہی کہتے ہیں اور کمپیوٹر تو میرا بس نہیں چلتا کہ میں اس کے اندر ہی گھس جاؤں میں اپنی ذاتی کمپیوٹر اکیڈمی چلاتی ہوں جس کی میں ٹیچر بھی ہوں اور پرنسپل بھی (دیکھا میرا کمال)۔ میوزک مجھے بے حد پسند ہے۔ سونو نگم عاطف شہزاد رائے حمیرا ارشد میری فیورٹ ہیں۔ ٹی وی کا کوئی شوق نہیں (ہاں البتہ ڈرامے میں چھوڑتی نہیں) ہاہاہا......لو یہ تو بتایا نہیں کلر کون سا پسند ہے (کیا پتا آپ میں سے کوئی مجھے سوٹ ہی گفٹ کردے) جی تو مجھے بلیو بلیک وائٹ کلر پسند ہے۔ مجھ پر سوٹ بھی کرتے ہیں۔ اگر میں اپنی پسند بتاتی رہی تو آنچل کے صفحات کم پڑجائیں گے۔ آنچل میں مجھے تمام رائٹرز پسند ہیں کاش کسی ایک سے ملاقات ہوجاتی (ہائے ری حسرت)۔ راحت وفا تو میری جانِ جگر ہیں کیا تحریر

ہے ان کی (باقی دل دھڑکن ہیں پریشان نہیں ہوتے ناں) تنگ آگئے ہیں ناں اچھا اب جاتی ہوں اگر کوئی بات گراں گزری ہو تو پلیز معافی چاہتی ہوں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ آنچل اور آنچل اوڑھنے پڑھنے والیوں کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے اور میرا ساتھ آخری سانس تک آنچل سے قائم و دائم رکھے آمین۔ اپنا بہت سا خیال رکھنا اب اجازت دیں اگر تعارف پسند یا نہ پسند تو پلیز اپنی رائے کا اظہار دل کھول کر کریں

زوباش خان

میں منتظر رہوں گی فقط وسلام۔

باادب باملاحظہ ہوشیار...... جی جناب تشریف لارہی ہیں حسن کی دیوی۔ مس ورلڈ ارے یار تالیاں تو بجاؤ۔ جی ہاں لیڈیز اینڈ جنٹلمین تشریف لارہی ہیں ہماری اور آپ کی یعنی ہم سب کی پسندیدہ خوب صورت حسین ہستی تشریف لارہی ہیں...... جی جناب آپ بھی تنگ آگئے ہوں گے اور مزے بھی لے رہے ہوں گے اب سسپنس ختم اور تعارف شروع۔ مابدولت کو زوباش خان آفریدی کہتے ہیں مایوس تو نہیں ہوئے ہونا بھی نہیں چاہیے کیونکہ میں تشریف آوری فرما چکی ہوں یقیناً آپ سوچ رہی ہوں گی کہ یہ کیا ہوا اپنا حسین چہرہ دکھایا ہی نہیں اور جھٹ تعارف جھاڑ دیا کوئی بات نہیں آپ مجھے اپنے تصور میں سوچیں۔ تصور کرلیا تو بس اب آگے چلیں میں 14 دسمبر 1993ء کی ایک خوب صورت شام کو کراچی میں پیدا ہوئی خوب صورت شہر میں پیدا ہونے کی وجہ سے بے حد خوب صورت بھی ہوں (ہاہاہا)۔ اسٹارز پر یقین نہیں رکھتی اس لیے اسے ڈسکس نہیں کروں گی ہم چار بہنیں اور تین بھائی ہیں میرے ابو بزنس مین جبکہ امی ہاؤس لیڈی ہیں اور وہ بہت معصوم بھی ہیں حال ہی میں نے تھرڈ ائیر کے ایگزامز دیئے ہیں آگے پڑھنے کا ارادہ ہے۔ آنچل سے میری وابستگی 2005ء سے ہے جو ہمیشہ رہے گی میری پسندیدہ شخصیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ظاہر ہے مسلمان ہونے کے ناطے بہترین کتاب قرآن مجید ہی ہے۔ شاعروں میں مجھے احمد فراز اور علامہ اقبال پسند ہیں ان جیسے شاعر شاید ہمیں پوری عمر نہ مل سکیں آنچل کی تمام رائٹر بے حد پسند ہیں۔ کوکنگ کی بات کی جائے تو میں یہ بات دعوے سے کہوں گی کہ میں زبیدہ آپا سے بڑھ کر ہوں (ہاہاہا)۔ نہیں یار آئی ایم سیریس میں اچھی کوکنگ کرلیتی ہوں میری پسندیدہ ڈشز میں بریانی نہاری مٹر گوشت دال اور چاول شامل ہیں۔ فارغ وقت میں ٹی وی دیکھنا رسالے پڑھنا لونگ ڈرائیور پر نکل جانا اور کرکٹ کھیلنا میری ہوبیز میں شامل ہیں۔ میری دوستوں میں نیلم مراد شمیم گڑیا راحیلہ مائرہ اور صائمہ سلطان شامل ہیں اس کے علاوہ میری بہت سی کزنز ہیں جن میں میری دوستی سب سے زیادہ گڑیا اور نازیہ سے ہے۔ اللہ کا شکر ہے میری سب سے اچھی انڈرسٹینڈنگ ہے۔ مجھے پائلٹ اور آرمی جوائن کرنے کا بے حد شوق بھی ہے۔ میری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ میں کسی کو بھی روتے نہیں دیکھ سکتی اور اگر کسی کو تھوڑا سا بھی دکھ ہو مجھے برداشت نہیں ہوتا بہت حساس ہوں۔ خامی کی بات جہاں تک ہے تو میں اپنے غصے پر کنٹرول نہیں کرسکتی اور کوئی خامی مجھے نظر نہیں آتی۔ رنگوں میں مجھے پنک پرپل اسکائی بلیو اور بلیک پسند ہیں خوشبوؤں میں گلاب اور عطر کی خوشبو بے حد پسند ہے۔ پسندیدہ ناولز میں عفت سحر طاہر کی "محبت دل پہ دستک" ایسی لکھی تھی جس کا ہر لفظ

موتی کی مانند لگتا تھا، فرحت اشتیاق کی "متاع جاں ہے تو" جو کہ میں اپنی پوری زندگی میں کبھی نہ بھلا پاؤں۔ وقت کے لحاظ سے میوزک اچھا لگتا ہے، اداکاروں میں فواد خان، محب مرزا، احسن خان، دانش

نفیسہ سرفراز

تیمور شامل ہیں۔ آپ لوگوں کی بہت شکر گزار ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھے ٹائم دیا، اللہ حافظ۔

السلام علیکم! اس ناچیز کا سلام تمام قارئین بہنوں کے نام۔ میں نے آنچل تو کیا کسی بھی ماہنامے میں کبھی شرکت نہیں کی گو کہ دل بہت چاہا لیکن کیا کروں جی ہم ذرا سست الوجود ہونے کے ساتھ تھوڑے ٹیڑھے دماغ کے بندے ہیں۔ بہرحال ہماری درخواست ہے کہ ہر خامی ہونے کے باوجود ہماری شرکت پر قاری بہنیں دل و جان سے "خیر را غلے" کا نعرہ لگائیں۔ اوکے اوکے بس اتنی پذیرائی ہی کافی ہے کہیں بے ہوش نہ ہوجاؤں (بے عزتی پر نعرہ نہ لگانے پر)۔ اب آتی ہوں اپنے تعارف کی طرف جو دل تھام کے اور آنکھیں پھاڑ کے پڑھیئے گا۔ میرا نام نفیسہ سرفراز ہے، ہم چار بہن بھائی ہیں، میں سب سے بڑی مجھ سے چھوٹا بھائی عمیر اس کے بعد مصباح اور سب سے آخر پر سب کی جان عثمان سرفراز صاحب، اس دنیا میں تشریف لائے۔ میں نوشہرہ ورکاں کے ساتھ موجود ایک گاؤں پرتھی پور سے لکھ رہی ہوں۔ بی اے کر رہی ہوں، اوپن یونیورسٹی سے سیکنڈ سمسٹرز کے ایگزامز چل رہے ہیں، پینٹنگ کا جنون کی حد تک شوق ہے لیکن صرف گڑیا اور گھر بنانے کی حد تک، بھئی لینڈ اسکیپ پر ہاتھ نہیں نکلتا، یہ الگ بات ہے کہ کوئی نکلنے نہیں دیتا۔ مجھے شاعری اور کتابوں سے بہت پیار ہے اگر کوئی مجھے بہت بڑی لائبریری میں بٹھا کے دروازہ لاک کردے تو پتا ہے کیا کروں گی، اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کہوں گی پلیز مجھے ڈر لگ رہا ہے ساتھ لے جاؤ (نہ جی نہ یہ صرف آپ کا خیال ہے) میں تو کہوں گی بھوک سے مرنے والی بھی ہوگئی ناں تو کتابیں چھوڑ کے باہر نہیں آؤں گی بس تم بھی رحم کرنا اور نہ آنا۔ پتا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ یہ بڑی لائبریری ہو (دونوں ہاتھ آسمان کی وسعتوں کی طرف پھیلاتے ہوئے) میں ہوں اور ناول...... واہ واہ آپ کے منہ میں بھی پانی آ گیا ناں لیکن خبردار ہماری عارضی راجدھانی میں کسی نے قدم رکھنے کی بھی کوشش کی تو...... ہمارے بعد جہیز امرضی آئے یار! کتابوں سے محبت والا دل اب ہر کسی کے پاس تو نہیں ہوتا ناں۔ غصہ بہت جلدی آتا ہے اور اگر منانے والی ہستی میری ماں جی ہوں تو چھڈ وگل، کہاں کا غصہ اور کہاں کی انا۔ انا سے یاد آیا انیقہ انا فرام چکوال از مائی فیورٹ ریڈرز، انہیں شاید اندازہ بھی نہیں ہوگا کہ کوئی ان سے اتنی عقیدت بھی رکھتا ہے۔ دراصل ان میں مجھے اپنا آپ نظر آتا ہے، مشکل پسند اور منفرد۔ شاعری ہو یا لطیفے کچھ بھی پڑھنے سے پہلے میرے لیے انیقہ انا کا نام ڈھونڈنا لازم و ملزوم ہے۔ میں خود بھی شاعری لکھتی ہوں اور اچھی اور یونیک شاعری پسند کرتی ہوں، ویسے مجھے لگتا ہے کہ میں بے وقوفی کی حد تک سادہ ہوں۔ مجھ میں ہٹ دھرمی بہت ہے، شاید زندگی کا کچھ اور عرصہ گزار لینے کے بعد میں زندگی کو ڈھنگ سے برتنے کے قابل ہوجاؤں، مجھے اللہ سے بہت ڈر لگتا ہے سوچتی ہوں یہ زندگی کس لیے ملی تھی اور ہم اس زندگی کو گزارنے کے لیے کس قدر بھونڈا طریقہ اپنائے بیٹھے ہیں۔ مجھے اپنی اسکول فرینڈز بہت یاد آتی ہیں، ان میں اقراء افضل، عینی، سونیا، عمرانہ نوشی،

ریحانہ یاسمین

عدیلہ، ہما اور اقراء سیف ہیں۔ موسیقی میں نصرت فتح علی خان از مائی موسٹ فیورٹ۔ اللہ ہمارے ملک و قوم کو اپنے حفظ و امان میں رکھے، آمین۔

آنچل اسٹاف، گول مٹول قارئین، ننھی منی لڑکیوں سب کیسی ہو؟ مجھے پتا ہے کہ آپ سب ٹھیک ہوں گی ویسے مروتاً پوچھ لیا ہے یہ نہ ہو کہ آپ ناراض ہوجائیں اور میرا تعارف بھی پڑھنا چھوڑ دیں۔ میرا نام حافظہ ریحانہ یاسمین، بقول گھر والوں کے ریحانہ اینڈ (کسی کی رانی ہوں) اور زائمہ جانی کی بانی ہوں۔ 14 رمضان المبارک، 4 مئی کو شہر میانوالی کے گاؤں سہراب والا میں تشریف آوری ہوئی۔ آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ یہ تو پیدائش سے آگے جانے کا نام بھی نہیں لے رہی، رکیں...... رکیں جی بتاتی ہوں خامیوں اور خوبیوں کے بارے میں۔ خامیاں بہت زیادہ ہیں لیکن خوبیوں کا اتنا ڈھیر ہے جیسے کسی بادشاہ کے دربار میں ہیرے جواہرات کا ڈھیر ہو۔ دل کی بہت اچھی ہوں لیکن منہ پھٹ ہوں، غصے میں اتنی ہائپر ہوجاتی ہوں کہ "پھر آؤ دیکھا نہ تاؤ" کسی کو نہیں چھوڑتی۔ اگلے کو اتنی جلی کٹی سناتی ہوں کہ اس کا منہ پھولے ہوئے غبارے کی مانند ہوجاتا ہے اور پھر کہتی ہوں سوری یار لگتا ہے کچھ زیادہ سنا دیا ہے۔ قہقہوں میں میرا اور بشریٰ طالب کا کوئی ثانی نہیں، ہمیں تو بہت پسند ہے دل کھول کے ہنسنا مگر زائمہ کو بہت غصہ آتا ہے۔ خامیوں میں ٹاپ آف دی لسٹ خامی ہر کسی کو اپنا راز دینا اور کسی کام کو ہاتھ نہ لگانا۔ کھانا پکانا سب آتا ہے لیکن امی سب کچھ بنا کے دیتی ہیں میں نے کبھی نہیں بنایا۔ میری چھوٹی بہن عشرت سب کچھ تیار کرکے میرے ہاتھ میں دیتی ہے، شاعری اچھی لگتی ہے، رنگوں میں نیلا اتنا پسند ہے کہ بس چلے تو خود کو بھی نیلا پینٹ کردوں اور ساتھ میں مائی فیورٹ شلجم گوبھی۔ موسم سردیوں کا اور ساتھ میں مونگ پھلی، ڈریسنگ میں شلوار قمیص، لمبا سا دوپٹہ، فروٹ میں آم، خوشبو چنبیلی کی، فیورٹ ڈش پلاؤ جبکہ میٹھے میں کچھ بھی پسند نہیں کیونکہ ہم خود کڑوے ہیں (ویسے کسی کے کہنے پر میٹھا کھایا کرو کڑواہٹ ختم ہوجائے گی مگر وہ ہم ہی کیا جو کسی کی بات پر کان دھریں) ویسے تو میرا حلقہ احباب اتنا وسیع ہے کہ پاکستان کی چند ایک لڑکیوں کو چھوڑ کر باقی میری فرینڈز کی لسٹ میں ہوں گی۔ بیسٹ فرینڈز میں زائمہ جانی، عزیز فاطمہ باقی گروپ میں بتول، صدف، شازمہ، عابدہ، ارم، کالج فرینڈز جبکہ مدرسے میں بشریٰ، مسرت ہیں۔ میرا اکلوتا کیوٹ سا بھتیجا علی اسفند ہے (نظر نہ لگا دیجیے گا)۔ اس کے لیے بہت سا پیار اور نیک تمنائیں۔ اوہو...... میانوالی کی تعریف تو رہ گئی ہے جو کہ مجھے بہت پسند ہے۔ لگتا ہے کچھ زیادہ ہی آپ کو بور کردیا ہے چند دعاؤں کے ساتھ اینڈ کرنا چاہوں گی کہ اللہ پاک میری، میری تمام دوستوں کی دلی خواہشات پوری فرمائے اور سب کو حج و عمرے کی سعادت نصیب فرمائے (جو کہ میری اور زائمہ کی شدید خواہش ہے) اللہ عزوجل ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، آمین۔ میری ماں کے نام۔

مجھے اپنے ہاتھ کی سبھی انگلیوں سے محبت ہے
نہ جانے کس انگلی سے ماں نے پکڑ کر چلنا سکھایا ہوگا

بہنوں کی عدالت

نازیہ کنول نازی

ادارہ

عزیز دوستو!
زندگی بحر بیکراں کی مانند ہے۔
پرت در پرت سیکڑوں جس میں لیے روز ہزاروں حادثات ہوتے ہیں اور وقت کی گرد تلے دب کر رہ جاتے ہیں۔
میں نہیں جانتی آپ نے خزاں کی نذر ہوئے چہروں کی ویرانی دیکھی ہے یا نہیں۔ مگر میرے اندر بھانبڑ اٹھتے ہیں جب زندگی کے اس بحر بیکراں میں، میں انسانیت کی گھٹی ہوئی سسکیاں سنتی ہوں، بنجر اور ویران ہوئے دلوں کے نوحے سنتی ہوں۔
کوئی تو ہو اس کائنات میں جو دل سے ہنستا ہو۔ میں ہمیشہ جب بھی لکھتی ہوں بے چین رہتی ہوں کہ نہیں مجھے یہ نہیں لکھنا تھا مگر میں ہمیشہ وہ "کچھ اور" لکھنا بھول جاتی ہوں۔

آنچل اور آنچل سے جڑی تمام تر محبتیں میرا اثاثہ ہیں۔ ملک کے طول و عرض سے ایسی ایسی بہنوں کی کالز آتی ہیں کہ خدا کی قسم دل ان کی محبت، بے بسی اور درد پر پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ کوئی مجھ سے پوچھے آنچل نے آپ کو کیا دیا، میں کہوں گی ایسی محبتیں دیں جن کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

"بہنوں کی عدالت" کے لیے آپ کے محبت بھرے خطوط اور ان میں پوچھے گئے سوالات کا سمندر نازیہ کنول نازی سے آپ کی بے لوث، بے تحاشا محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ صرف ایک نشست میں ان تمام سوالات کا جواب ممکن نہیں سو بچ رہنے والے سوالات ان شاء اللہ اگلی نشست میں شامل کروں گی۔ ایک جیسے سوالات میں نے حذف کر دیے ہیں۔
اس محفل میں حاضری کے لیے آنچل مدیرہ کے ساتھ، فیس بک پر میری فرینڈ شبنی خان، حمیرا ندیم نفیس، مالا بھٹی، شبنم علی راجپوت، سدملک، کشمالہ شاہ، ارم گل مہرو، عائشہ، فروا، تبسم، صبا، رانیہ امتیاز، رابی، آئمہ، انانیا، ارم، یمنی، اقرا، صدف آرزو، مشی، زویا، انمول بٹ، تابندہ، آنچل، ظہرہ، مسکان سدرہ اور دیگر فرینڈ نے آمادہ کیا اور ہمیشہ حوصلہ افزائی کی جس کے لیے میں ان سب کی بے حد ممنون ہوں آئیے اب بہنوں کی محفل کی طرف چلتے ہیں۔

❀ سب سے پہلے میرے پاس پشاور جہانگیرہ گاؤں سے ایک بہت کیوٹ چار سالہ بچی مناہل شہزاد کا سوال پوچھتی ہیں۔
☆ آنٹی آپ بچپن میں کون سا کھیل کھیلتی تھیں؟
اس سوال پر مناہل سب سے پہلے تو آپ کو ڈھیر ساری پاریاں، میں نے بچپن میں زیادہ لڑکوں والے کھیل کھیلے ہیں جیسے کرکٹ، بنٹے، وانجو اس کے بعد ہم لڑکیاں "گھر گھر" کھیلتی تھیں۔ مٹی کے گھر بنا کر سارا سارا دن سگھڑ خواتین کی طرح ان کو سجاتے سنوارتے تھے۔ میرا بچپن میری زندگی کا ایک سنہری باب ہے جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور بچپن کے سبھی دوست جن کی میں محبوب لیڈر ہوا کرتی تھی میں ہمیشہ انہیں بہت زیادہ مس کرتی ہوں۔
❀ اگلا سوال میری بہت اچھی فیس بک فرینڈ شبنم علی راجپوت نے نیو دہلی انڈیا سے پوچھا ہے۔
☆ نازی میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں آپ سے کیا سوال کروں سب کچھ تو آپ کا ظاہر ہے۔ آپ کی خوب صورت سوچ، انداز بیاں، صاف اور معصوم دل، پاکیزہ سوچ اور سب کے دل ہاتھ میں رکھنے کا کمال۔ اس سے بھی بڑھ کر رشتوں کا احترام جو کہ آپ کی اعلیٰ سوچ کو ایک خوب صورت روپ میں ظاہر کرتا ہے۔ یہ سب الفاظ بھی کم ہیں آپ کے بارے میں۔ مجھے لگتا ہے دل تشنہ ہی ہے ابھی...... سلام ہے آپ کو اور آپ کی بنیاد رکھنے والی ماں کو۔ کیونکہ پیڑ سے ہی پتا چلتا ہے کہ پھل کیسا ہے۔
☆ میرا سوال ہے کیا سوچ کر ناول شروع کرتی ہیں اور کیا باتیں اپنے ذہن اور ماحول سے لیتی ہیں؟
بہت شکریہ شبنم! آپ نے میرے لیے اتنے خوب صورت پر خلوص جذبات کا اظہار کیا۔ بے شک یہ محبتیں ہی میرا سرمایہ ہیں۔ جہاں تک ناول کی بات ہے تو بہت کم ناول میں باقاعدہ سوچ سمجھ کر پلان کر کے لکھتی ہوں زیادہ تحریریں بس افراتفری میں ہی شروع کرتی ہوں۔ قاری کے ساتھ ساتھ مجھے خود بھی پتا نہیں ہوتا کہ آگے کیا ہوگا اور جو حالات و واقعات اس میں ہوتے ہیں ظاہر ہیں وہ میں ادھر ادھر کے ماحول سے ہی لیتی ہوں ہاں بہلوٹ ذہنی کارکردگی پر مبنی ہوتی ہے آپ کی محبت کا ایک مرتبہ پھر بے حد شکریہ۔
❀ تیسرا سوال ایک خفا خفا سی دوست صدف نایاب کاشف کا ہکا مروے ہے۔
☆ لوگ آپ سے اتنا حسد کیوں کرتے ہیں اور آپ کو برا کیوں نہیں لگتا؟
جہاں تک برا لگنے کا سوال ہے تو عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے کوئی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرلے جب تک اللہ نہ چاہے کوئی کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ پھر میں برا کس بات کا مناؤں؟ اپنے اپنے اعمال کی گٹھڑی تو سب نے خود ہی اٹھانی ہے یار۔
☆ صدف کا دوسرا سوال ہے آپ اتنی مغرور کیوں ہو گئی ہیں اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی کیوں ہیں؟
مجھے اس سوال پر بہت ہنسی آ رہی ہے جہاں تک مغرور ہونے کی بات ہے تو الحمدللہ میں اس بیماری میں مبتلا نہیں۔ غرور کا تعلق آپ کی نظر میں اگر فون کال اٹینڈ نہ کرنے اور فیس بک پہ چیٹ نہ کرنے سے ہے تو میں آپ کو بتا دوں صدف کہ الحمدللہ اس وقت صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پاکستان سے باہر بھی مختلف ممالک سے لڑکیاں کال کرتی ہیں بے حد محبت کے ساتھ، فیس بک پر بھی جو حال ہے وہ آپ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ ایسے میں جب الحمدللہ آپ پر محبتوں کے سیکڑوں پھول برس رہے ہوں آپ چوبیس گھنٹے بھی اسی کام کے لیے صرف کر دیں تو سب کو خوش نہیں کر پائیں گی پلیز تھوڑا سا میری مجبوری کو سمجھیں یہ محبتیں میرا اثاثہ ہیں اور آپ خود دیکھیں اثاثہ کسے پیارا نہیں ہوتا۔
❀ لاہور سے، بہت پیاری، بہن حورعین حسن کا سوال ہے۔
☆ لکھنا کب سے شروع کیا اب تک کتنے ناولوں میں لکھ چکی ہیں؟
ڈیئر حورعین، اس سوال کا جواب پہلے میں کئی بار دے چکی ہوں۔ فورتھ کلاس سے لکھنے کے جراثیم دماغ میں سمائے تھے۔ چھٹی جماعت میں پہلی بار روزنامہ جنگ کے سنڈے میگزین میں میری پہلی تحریر شائع ہوئی تھی۔ روزنامہ خبریں سنڈے میگزین میں "ایک عورت کہانی" کا مقبول سلسلہ شروع کرنے والی پہلی رائٹر میں تھی یہ 2000ء کی بات ہے۔ میں نے جو پہلی کہانی لکھی تھی اسے اصلاح کے لیے جس مدیر کے پاس بھیجا اس نے مجھ سے کہا کہ میرا دماغ اس بات کو قبول ہی نہیں کر رہا کہ اتنی چھوٹی سی بچی اتنی میچور اور پر اثر کہانی لکھ سکتی ہے۔ جس میں اصلاح کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ نا صرف میں بلکہ میرا اسٹاف بھی آپ کی کہانی پڑھ کر بے ساختہ رو پڑا۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ، آمین۔ ان الفاظ نے مجھے مزید کامیابیوں پر اکسایا۔ اس وقت الحمدللہ پاکستان کے تمام مقبول ترین جرائد میں لکھ چکی ہوں شاید ہی کوئی ماہنامہ ایسا ہو جس میں، میں نے اپنے قلم کی شمع نہ جلائی ہو۔
☆ سوال نمبر دو، پسندیدہ کہانی اور رائٹر؟
پسندیدہ کہانی اور رائٹر میں سب سے پہلے "سعدیہ راجپوت" کا نام آتا ہے۔ ان کی کہانی "عشق آتش" ایک ایسا ناول ہے جو مجھے اپنے سحر سے نکلنے نہیں دیتا۔ سعدیہ کے بعد نمرہ احمد "جنت کے پتے"، "قراقرم کا تاج محل" مجھے بہت پسند ہے نمرہ کے بعد عمیرہ احمد میری بہت فیورٹ لکھاری ہیں عمیرہ کی تحریر میری فیورٹ ہیں بے شک ان تینوں رائٹرز کو میری نظر میں قلم کا سہی حق ادا کرنا آتا ہے۔ ان تینوں رائٹرز کے بعد جو مجھے ہمیشہ اچھی لگتی ہیں وہ رائٹر ہیں "نبیلہ عزیز" جو میری بہت اچھی دوست بھی رہ چکی ہیں ان کی ہر تحریر میں ضرور پڑھتی ہوں۔ نبیلہ کے بعد عفت سحر طاہر نے "محبت دل پہ دستک" بہت اچھا لکھا۔ عشنا کوثر سردار خوب صورت لفظوں کی لکھاری ہیں "کیکٹس کا پھول" بہت خوب صورت لکھا عشنا نے۔ سمیرا شریف طور "جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا" بہت شاندار ناول، جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ ام مریم کا ناول "بس ایک تجن ہرجائی" دل کے تاروں کو چھو گیا تھا۔ اریشہ غزل، کنیز نبوی، سمیرا حمید، تابندہ کوکب گیلانی، سباس گل، مریم ساجد یہ سب بہت اچھا لکھنے والی ہیں۔ باقی اور کسی رائٹر کو میں نے اتنا پڑھا ہی نہیں۔
❀ لاہور سے، بہن انجم خان پوچھتی ہیں۔
☆ قلمی سفر میں آپ کا پہلا معاوضہ کتنا تھا اور آپ نے وہ رقم کہاں خرچ کی؟
بہت دلچسپ سوال ہے۔ میں نے چونکہ اپنے قلمی سفر کا آغاز آنچل کے پلیٹ فارم سے کیا تھا تو پہلا معاوضہ بھی اسی ادارے سے ملا۔ اس وقت عموماً کسی نئے لکھاری کو اس کی تین ابتدائی تحاریر کے بعد معاوضہ ارسال کیا جاتا تھا مگر میری دوسری کہانی پر ہی فرحت آپا نے پانچ سو روپے بطور اعزاز بجھوا دیے تھے۔ مجھے تو اس وقت صحیح لکھنے کا نہیں پتا تھا تو معاوضے کا کیا پتا ہوتا تھا لہٰذا پوسٹ مین سے وہ پانچ سو روپے وصول کر کے میں اچھی خاصی پریشان ہو گئی تھی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ پوسٹ مین مجھے 500 روپے کیوں دے کر گیا ہے۔ مجھے لگا شاید پوسٹ مین غلطی سے کسی اور کے پیسے مجھے دے گیا ہے۔ کہیں میں کسی مشکل میں پھنس ہی نہ جاؤں (ہاہاہا) پورا دن بے حد پریشان رہنے کے بعد جب میری مما نے منی آرڈر رسید دیکھ کر مجھے بتایا کہ یہ پیسے تو تمہیں ادارہ آنچل

نے بھیجے ہیں تمہاری کہانی کے لیے تو بس پھر اس وقت جو میرا حال تھا وہ صرف میں جانتی ہوں یا میرا خدا۔ بڑی چھلانگیں لگائی تھیں خوشی میں اور وہ پیسے کئی سال تک سنبھال کر رکھے۔

☆ خاندان میں ادبی سفر کے لحاظ سے کبھی تنقید کا سامنا ہوا اور آپ کا ردعمل؟

نہیں ایسا اصل میں اس لیے کبھی نہیں ہوا کہ میں نے بہت چھوٹی عمر میں لکھنا شروع کردیا تھا۔ اس وقت کسی کو پتا بھی نہیں تھا میرا ان دنوں ریڈیو پر جو پہلا خط نشر ہوا تھا اس میں کوئی ایک لفظ بھی صحیح لکھا ہوا نہیں تھا۔ صرف ریڈیو پاکستان کی وجہ سے خط اپنی منزل تک پہنچ گیا مگر پروگرام کا نام، کمپئر کا نام خود میرا اپنا نام سب کے Spell غلط تھے اور یہ کمپئر نے آن ایئر بتایا تھا جناب جمیل ملک صاحب مرحوم نے اسی طرح جنگ اور خبریں میں بھی وہ خط نہیں پہنچتے تھے۔ بہر حال ایک کٹھن سفر کے بعد میں نے یہ منزل پائی تھی جس پر مجھے الحمدللہ تنقید کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ میرے فادر کو میرے لکھاری ہونے پر فخر تھا کیونکہ وہ خود بھی لکھاری تھے۔ خاندان کو جس وقت پتا چلا میں خاصی نامور ہوچکی تھی۔ کتابیں بھی منظر عام پر آچکی تھیں۔ لکھنا میرا جنون تھا پھر بھی میں نے دو سال قلم سے کنارہ کشی میں گزارے یہ وہ دور تھا جب جواب عرض میں لکھتی تھی اور میرے گھر پر مختلف ممالک سے ارسال کیے گئے میرے میل اور فی میل ریڈرز کے خطوط کے ڈھیر لگ گئے تب میری مما نے سختی سے مجھ پر پابندی عائد کردی کہ ہرگز نہیں لکھنا۔ اصل میں میرے خاندان میں کسی بھی لڑکی کو اتنی آزادی حاصل نہیں کہ وہ زیادہ پڑھے پھر یہ قلمی دنیا کا تو معاملہ ہی اور تھا میری امی جانتی تھیں کہ میرا خاندان اس چیز کو پسند نہیں کرے گا۔ بعد میں جب آنچل کی طرف سے حوصلہ افزائی ہوئی اور فرحت آپا نے بے حد پیار دیا تو آہستہ آہستہ لکھنے کی اجازت ملی مگر صرف آنچل میں۔ 2007ء میں میری شاعری کی پہلی کتاب "بچھڑ جانا ضروری تھا" خواتین ڈائجسٹ والوں کی طرف سے شائع ہوئی تو پھر مجھ پر پابندی عائد ہوگئی۔ کیونکہ یہ کتاب میری ناپختہ ذہن کی شاعری پر مبنی تھی اور بے حد مقبول ہوئی تھی مگر ستم یہ ہوا کہ اس میں چھپنے والی نظموں، غزلوں کی وجہ سے میری سسٹر کی کسی فرینڈ نے اس سے پوچھ لیا کہ آپ کی آپی کو کس سے محبت ہوئی تھی؟ وہ کون تھا؟ وغیرہ وغیرہ تو میری بہن نے گھر آ کر یہ بات سب کو بتادی۔ بس پھر کیا تھا بہت ڈانٹ پڑی امی کی طرف سے کہ جو حقیقت نہیں وہ لکھتی کیوں ہو؟ مجھے خود بھی بہت شرمندگی تھی اس کے بعد میں نے ہمیشہ کے لیے شاعری کو خیرباد کہہ دیا۔

☆ تیسرا سوال کبھی کسی محفل میں قاری بہنوں کی طرف سے شناخت کا مرحلہ طے ہوا اور ان کے احساسات پر آپ نے خوشی کا اظہار کیا یا ناراضگی کا؟

ناراضگی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسے محبت اچھی نہ لگتی ہو اور میں تو ہوں ہی محبت کے سمندر کی مچھلی، کئی بار ایسا ہوجاتا ہے کہ کسی نہ کسی تقریب میں فین قاری بہنیں مل جاتی ہیں اور پھر شناخت کے بعد بہت ایکسائیٹڈ بھی ہوتی ہیں اکثر ایک سوال جو مجھے سننے کو ملتا ہے۔

"سچی آپ نازیہ کنول نازی ہیں؟ آپ کی تحریریں پڑھ کر تو لگتا ہے آپ پاپا یا چاچی یا آنٹی ٹائپ کوئی خاتون ہوں گی مگر آپ تو بہت اسمارٹ، کمسن سی لگتی ہیں یقین ہی نہیں آرہا کہ آپ لکھتی ہیں۔"

تب مجھے بہت زیادہ ہنسی آتی ہے کئی بار ملک کے دور دراز علاقوں سے کئی قاری بہنیں میرے گھر پر مجھ سے مل کر گئی ہیں اور بہت متاثر ہوئی ہیں ایک بار ایک بہن ملنے آئی اس نے بتایا کہ اس نے نازیہ کنول نازی بن کر ایک یونیورسٹی پریکٹیکل کے دوران بہت سی لڑکیوں کو بے وقوف بنا کر ان سے خوب خدمتیں کروائیں بعد میں رخصت ہوتے وقت بتادیا کہ اس نے جھوٹ بولا تھا ایک بار ایک صاحب کی کال آئی کہ ایک لڑکی نے نازیہ کنول نازی بن کر انہیں خوب بے وقوف بنایا اب تک وہ ہنستے ہیں کہ وہ کیسے بے وقوف بن گئے۔

☆ آخری سوال آپ لکھنے کے لیے کون سا وقت مخصوص کرتی ہیں اور لکھنے کے ساتھ گھریلو کاموں کا توازن کیسے برقرار رکھتی ہیں؟

لکھنے کے لیے صرف صبح کا وقت مخصوص ہے اس ٹائم کے علاوہ میں اور کسی بھی ٹائم نہیں لکھ سکتی۔ باقی گھریلو کاموں میں میرے ذمہ صرف کوکنگ ہے لہٰذا زیادہ مسئلہ نہیں ہوتا آپ کی محبت کا بے حد شکریہ۔

❁ کھاریاں سے انائیاں چوہدری کا سوال ہے۔

☆ آپ کے پہلے ناول کا کیا نام تھا؟

پہلا باقاعدہ ناول میں نے "اے مژگان محبت" لکھا تھا اس سے پہلے کئی افسانے اور ناولٹ وغیرہ شائع ہوچکے تھے ویسے خواتین کے لیے میری پہلی کہانی "معصوم محبت ہار گئی" جو بہت پسند کی گئی۔

☆ آپ کی زندگی کا کوئی ایسا لمحہ جس نے زندگی بدل دی ہو؟

بہت سارے لمحات ہیں ڈیئر......

"کہاں تک سنو گے کہاں تک سنائیں؟"

☆ کوئی ایسی خواہش جس کے پورے ہونے کی تمنا ہو؟

اپنی فیملی کے ساتھ حج اور عمرہ کرنا چاہتی ہوں۔

☆ فیورٹ شاعر اور کلام؟

جو بھی اچھا لکھے وہی فیورٹ۔

☆ اپنی ذات کو کن لفظوں میں بیان کریں گی؟

اس سوال کا جواب وہ لوگ زیادہ بہتر دے سکتے ہیں جو میری ذات سے جڑے ہیں۔ مجھے تو بس اتنا پتا ہے ضرورت سے زیادہ حساس اور نرم دل ہوں۔ بے حد شکریہ آپ کی محبت کا انائیا۔

❁ کوٹ ادو سے، بہن حمامیر پوچھتی ہیں۔

☆ پتھروں کی پلکوں پر آپ کا ناول میرا موسٹ فیورٹ ہے خصوصاً انوشہ اور شاہ زر کا کردار مجھے بہت پسند ہے آپ کا فیورٹ کپل کون سا تھا اس ناول میں؟

صائقہ اور عباد دوسرا گوری کا۔

☆ آپ کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش؟

ساری دنیا میں امن کا قیام، پوری دنیا میں کہیں کسی پر ظلم نہ ہو، شام، مصر، برما، فلسطین، کشمیر، بوسینا اور جہاں جہاں مسلمان ظلم و جبر اور بربریت کا شکار ہیں۔ غلبہ پا جائیں۔ وطن عزیز میں امن اور خوشحالی ہو۔ دنیا کے کسی بھی گوشے میں کسی بچے کو بھوک کا سامنا نہ کرنا پڑے، کسی بچے کو رات کی تاریکی میں کسی فالتو شے کی مانند پھینکا نہ جائے کسی بوڑھے کو اپنی ہی جوان اولاد سے دکھ نہ ملیں۔

☆ آپ کی کہانی کا کوئی ایسا کردار جسے لکھتے وقت بہت روئی ہو؟

جی ہاں، "اے مژگان محبت" کے ہیرو "ارش احمد" کا کردار لکھتے وقت میں بہت روئی تھی۔ اتنی کہ میری ہچکیاں بندھ گئیں اور میری مما نے مجھ سے میری رائٹنگ فائل چھین لی کہ ایسا کیوں لکھ رہی ہو جس کے لیے اتنا رونا پڑے۔

☆ آپ کی تحریریں بہت زیادہ خوبصورت اور دل کو چھو لینے والی ہوتی ہیں پلیز آپ لکھنا کبھی مت چھوڑنا اللہ آپ کو مزید کامیابیاں نصیب فرمائے آمین۔

ثم آمین، ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا، بے حد شکریہ آپ کی محبت کے لیے۔

❁ لاہور سے، بہن کائنہ حسن پوچھتی ہیں۔

☆ لوگ آپ کو محبت کی دیوی کہتے ہیں کیا آپ کو زندگی میں کسی سے محبت ہوئی؟

"مجھے کسی سے محبت نہیں کسی کے سوا، میں ہر کسی سے محبت کروں کسی کے لیے۔"

☆ کون سی چیز آپ کی زندگی میں بہت اہم ہے۔

رشتے۔

☆ اگر آپ کو عمرہ اور حج کی سعادت نصیب ہو تو کس کے ساتھ جانا پسند کریں گی؟"

اپنی فیملی کے ساتھ۔

☆ آپ کی فیلڈ میں حسد بہت زیادہ ہے مگر آپ کو کبھی کسی سے حسد کرتے نہیں دیکھا ایسا کیوں، (یہ سوال میری نند فائزہ کی طرف سے ہے)

حسد وہ کرتا ہے جس کو دوسروں کی برتری گوارا نہیں ہوتی، الحمدللہ میرے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں۔

☆ لوگ اور آپ کی فرینڈز آپ سے اتنا پیار کیوں کرتی ہیں؟

اللہ کا کرم ہے عزیز از جان میرا اپنا کوئی کمال نہیں۔

❁ پرنس انا سرگودھا سے پوچھتی ہیں۔

☆ آپ بہت اداس رہتی ہیں کیا وجہ ہے؟

اداسیوں کا کوئی ہو سبب تو بتلائیں
کہ ہم اداس کبھی بے سبب بھی رہتے ہیں

اداسیوں کا تعلق انسان کے اندر کے موسموں سے ہوتا ہے اور میں اداس موسموں کی فاختہ ہوں۔

☆ آپ کے سارے ناولز بے حد کامیاب ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

کیا کہہ سکتی ہوں یار، بس اللہ رب العزت کی مہربانی، میری ماں کی دعائیں دوستوں اور قاری بہنوں کی محبتیں اور میرے پیارے آنچل کا مجھ پر بے حد اعتماد حوصلہ افزائی اس کا سبب ہے۔

☆ آپ کا اگلا ناول کب آرہا ہے ہم شدت سے بے چین ہیں پڑھنے کو؟

شروع ہوگیا ہے جاناں، ان شاء اللہ اگست سے "شب ہجر کی پہلی بارش" پڑھ سکیں گی۔

❁ پنڈی غیب سے پرنس مسکان کا سوال ہے۔

☆ آپی پہلے مجھے بتائیں نہال کو کیوں مارا؟ کتنا اچھا تھا وہ جب اس کی ڈیتھ ہوئی تھی تو میرے آنسو نہیں رکتے تھے؟

کچھ کرداروں کی موت ناول کو یادگار بنادیتی ہے مسکان، نہال کا مرنا بھی ضروری تھا کیونکہ ہانیہ میکال سے محبت کرتی تھی نہال اس کا صرف دوست تھا۔

❁ مناہل حبیب نامعلوم مقام سے پوچھتی ہیں۔

☆ آپ کی کہانی میں دو ہیروز کیوں ہوتے ہیں اور آپ ہمیشہ ایک ہیرو کو مار کیوں دیتی ہیں؟

(ہاہاہا) یہ سوال بہت بار میری دوست کیفیہ خان بھی مجھ سے کر چکی ہیں میں دانستہ تو ایسا نہیں کرتی بس کہانی کی بناوٹ ایسی بن جاتی ہے کہ ایسا کرنا پڑتا ہے۔

❀ بہاولنگر سے، بہن پروین افضل شاہین پوچھتی ہیں۔

☆ آپ نے سب سے پہلے کون سے خواتین کے ماہنامہ میں لکھنا شروع کیا تھا؟

ماہنامہ آنچل ڈائجسٹ کراچی ہی میری قلمی پرواز کا پہلا رن وے تھا۔

☆ تقریباً ایک سال پہلے آپ نے میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین سے کہا تھا کہ آپ اپنی شادی پر لوہے کا سامان ان سے لیں گی اس دن سے انہوں نے لوہے کا سامان رکھا ہوا ہے کیا خیال ہے کب شادی کروا رہی ہیں؟

(ہاہاہا) سوری میری پیاری بہن، مجھے یہ بات یاد نہیں ہے، یقیناً ہوئی ہوگی ایسی بات مگر ابھی تو کوئی ایسا اللہ کا بندہ نہیں ملا جسے میں اپنا ہمسفر بنا سکوں آپ دعا کریں میرے اچھے نصیب کے لیے ان شاء اللہ جب ایسا وقت آیا میں اپنا وعدہ ضرور ایفا کروں گی۔

☆ اب تک کتنے ناول لکھ چکی ہیں؟

بے شمار کوئی حساب نہیں ہے۔ 2007ء اور 2008ء میں بہت لکھا ہے میں نے۔ دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔

❀ شمع شکیل ناز کراچی سے پوچھتی ہیں نازیہ جی کیسی ہیں آپ؟

☆ کبھی ایسا ہوا کہ کسی جان پہچان کے پرستار کو آپ نے اپنی کہانی کا آئیڈیا اسٹوری کے شائع ہونے سے پہلے ہی بتا دیا ہو؟

جی ہاں اکثر ایسا ہو جاتا ہے شمع اور میں الحمدللہ بخیر و عافیت ہوں آپ سنائیں۔

☆ نازیہ جی آپ کا اپنے ناولز میں سب سے پسندیدہ ناول کون سا رہا اور کیوں؟

دلچسپ سوال ہے میری اپنی تحریروں میں میری پسندیدہ تحریر "لے مژگان محبت" اور "جھیل کنارہ کنکر" ہیں۔ جھیل کنارہ کنکر تو جذبہ حب الوطنی کی وجہ سے پسند ہے اور مژگان محبت، محبت کی شدت کی وجہ سے۔

❀ کراچی سے، بہن عنبر فاطمہ کا سوال ہے۔

☆ نازی آپی آپ کی تعلیمی قابلیت اور تحریروں میں ریسرچ کے لیے آپ کا معاون ذریعہ جس پر آپ انحصار کرتی ہیں؟

تعلیمی قابلیت تو کچھ بھی نہیں اور تحریروں کے لیے زیادہ تر اپنے دماغ پر ہی انحصار کرتی ہوں دماغ کے بعد اگر کبھی ضرورت پیش آئے جیسے جھیل کنارہ کنکر کے لیے ضرورت پڑی تو میں کتابوں اور نیٹ سے مدد لیتی ہوں۔

☆ افسانوں کی دنیا میں سب سے جھوٹ نہیں ہوتا کے مصداق اپنے ناول کے کسی ہیرو میں آپ کو اپنا آئیڈیل نظر آیا؟

جی ہاں عنبر، میرے ناول "لے مژگان محبت" کے ہیرو وارث احمر کو میں اپنا آئیڈیل سمجھتی ہوں مجھے ٹوٹ کر محبت کرنے والے مرد بہت پسند ہیں مگر یہ محبت بس کسی ایک کے ساتھ ہو۔ جیسے "عشق آتش" میں وجدان مصطفیٰ۔

☆ آپ کو اپنے کسی ناول میں ہیروئن کی کردار نگاری پیش کرتے وقت اپنا عکس نظر آیا؟

جی ہاں "لے مژگان محبت" کی زرنیلا میں میرا عکس تھا۔ پتھروں کی پلکوں پر میں انزلہ شاہ میرا ہی کردار تھا اس کردار میں میں نے خود کو رکھا تھا۔ میرے بہت سارے ناولز ایسے ہیں جن ہیروئنز کو میں اپنا روپ دیتی ہوں۔

☆ آپ کا کوئی ایسا ناول یا کردار جس نے سب سے زیادہ تنقید کا سامنا کیا ہو؟

الحمدللہ آنچل، شعاع، خواتین، کرن میں تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔ البتہ پاکیزہ میں ہوا وہ بھی اگر مدیرہ صاحبہ ذرا سی توجہ فرماتیں تو کبھی نہ ہوتا مگر چونکہ وہاں معاملہ کچھ اور تھا تو ایک سازش کے تحت کچھ ہوا جس کا میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

❀ شادیوال گجرات سے، بہن طیبہ نذیر بے حد محبت کے ساتھ پوچھ رہی ہیں۔

☆ نازیہ آپ اپنی دو خوبیوں اور دو خامیوں کے بارے میں بتائیں؟

خامیاں تو ہزاروں ہیں شمار ہی نہیں البتہ خوبیوں میں یہ بات شمار کی جاسکتی ہے کہ چاہے کچھ ہو جائے مگر میں جھوٹ نہیں بولتی مجھے جھوٹ سے بے حد گھن آتی ہے اور دوسری خوبی میں کبھی کسی بھی حال میں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی خواہ میرا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔

☆ آپ کا فیورٹ مشغلہ؟

آج کل تو سوائے فیس بک کے اور کچھ بھی نہیں۔

☆ لکھنے کا شوق کیسے پیدا ہوا۔ کتنے عرصے سے لکھ رہی ہیں؟

اپنی ماں سے بچوں کی کہانیاں سن سن کر لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

میری مما رسائل بھی شوق سے پڑھتی تھیں اور لکھنے کی جہاں تک بات ہے تو عزیز از جان مجھے تو لگتا ہے صدیاں ہوگئی ہیں لکھتے ہوئے اور صدیوں تک یونہی لکھتے لکھتے ایک دن مر جاؤں گی۔

☆ آپ اپنی زندگی میں بے بسی کب محسوس کرتی ہیں؟

جب میں کسی کو تکلیف میں دیکھوں اور اس کی مدد نہ کرسکوں کسی بوڑھے کو تپتی دھوپ میں روزگار کے لیے خوار دیکھوں اور اس تک پہنچ نہ سکوں رات کی تاریکی میں ننھے سے معصوم بچوں کی، کوڑے کی نذر ہوتی زندگی کی کہانیاں سنوں مگر انہیں زندہ پا نہ سکوں ساری دنیا میں معصوم مسلمانوں پر ٹوٹتے جبر کے پہاڑ دیکھوں مگر کچھ کر نہ سکوں ماؤں کے بے گناہ لعل پولیس کی بھینٹ چڑھتے دیکھوں مگر ان کی کوئی مدد نہ کرسکوں ایسے ہر معاملے میں ہمیشہ بہت بے بس محسوس کرتی ہوں خود کو۔

☆ کس کام کو کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہیں؟

غم بانٹنے کے لیے، دکھ سمیٹنے کے لیے، خدمت خلق کا کوئی بھی کام ہو میں حاضر رہتی ہوں۔

☆ آپ کا فیوچر پلان کیا ہے اور آپ اپنی زندگی سے کتنی مطمئن ہیں؟ میری دعا ہے آپ ہمیشہ خوش اور کامیاب رہیں آمین۔

فیوچر پلاننگ تو شاید وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ دس بیس سال جئیں گے مجھے ایسا کوئی یقین نہیں ہے لہٰذا میرا فیوچر میرے اللہ کے سپرد ہے جو اس کی مرضی، باقی زندگی سے آج تک کون مطمئن ہو پایا ہے ڈیئر؟ پھر بھی الحمدللہ میں اپنی زندگی کے لیے اپنے پیارے اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے آپ کی محبت اور دعاؤں کا بے حد شکریہ۔

❀ ایک نامعلوم بہن کا خط میرے ہاتھ میں ہے انہوں نے پوچھا ہے۔

☆ زندگی کا کوئی ایسا لمحہ جس میں آپ ٹوٹ کر بکھری ہوں اور آپ کو لگا ہو کہ اب آپ کبھی جڑ نہ پائیں گی؟

پیاری بہن، میری ساری زندگی ایسے ہی لمحات سے بھری ہے۔ بہت چھوٹی چھوٹی باتوں پر ٹوٹ کر بکھر جاتی ہوں پھر بھی جس روز پہلی بار مجھے میری مما کی Health Reports ملی تھیں اور ڈاکٹرز نے Hodgking-Laphoma ڈائیگنوس کیا تھا اس روز مجھے لگا میں مر گئی ہوں پھر جس رات میری مما کے حوالے سے ان کے ڈاکٹر نے کہا کہ میری مما کی حالت بہت سیریس ہے، بہت خطرے والی بات ہے اس روز کوئی نازیہ کنول نازی کو دیکھتا وہ سڑکوں پر لٹتی پھر رہی تھی۔

☆ آپی آپ میں اتنا درد کیوں ہے؟ آپ کے ناولز میں، آپ کے کرداروں میں آپ کے لفظوں میں آپ کی شاعری میں اتنا درد ہاتئی اور اسی ہوتی ہے کہ میں رو پڑتی ہوں ایسا کیوں ہے؟

میں درد کے موسموں کی داسی ہوں میں نے کائنات میں بکھرے ہر درد کو بڑی شدت سے محسوس کیا ہے شاید اسی لیے میرے لفظ روتے ہیں آپ کی محبت کا بے حد شکریہ۔

❀ فیصل آباد سے، بہن مدیحہ گل نے میری ذات کے بارے میں کافی خود ساختہ اندازے لگا کر بہت دلچسپ سوال بھیجے ہیں۔

☆ نازیہ آپ اتنا بے باک لکھتی ہیں ڈر نہیں لگتا کیا؟ کیا آپ کو نہیں پتا کہ اس ملک میں سچ بولنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔ کچھ بھی آپ سے چھپا ہوا تو نہیں ہے پھر؟

ڈیئر مدیحہ، میرا ایمان ہے کہ

کوئی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

میری خامی ہے کہ میں محض تماشا دیکھنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ وہ بم جو ڈرون گراتا ہے وہ میرے دل پر گرتے ہیں وہ خود کش دھماکے جو ہنستے مسکراتے چہروں کو منوں مٹی تلے سلا دیتے ہیں۔ وہ دھماکے میرے وجود کی دھجیاں بکھیرتے ہیں۔ جنوبی وزیرستان، فاٹا، سوات، پشاور، کراچی، ان سب مقام پر بجھنے والی زندگیوں کے چراغ میری روح کے اندر وحشت پھیلاتے ہیں سناٹا بکھیرتے ہیں میں رو رو کر تھک چکی ہوں میرا دل چھلنی ہوگیا ہے دنیا کے طاقتور انسانوں کی وحشت اور بے حسی دیکھ دیکھ کر۔ ایسے میں سوائے قلم کی آواز اٹھانے کے آپ ہی بتائیں میرے پاس اور کون سا راستہ باقی رہ جاتا ہے؟

روز قیامت اگر اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے قلم سے جہاد کا فن بخشا تھا پھر تم نے میرے لیے کیا کیا تو میں کیا جواب دوں گی۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

☆ قارئین کی تعریفیں سمیٹنا اپنا حق سمجھتی ہیں یا LUCK؟

نہ حق نہ لک، میں نے کہیں پڑھا تھا اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔

"میرا ہو کر دیکھو سب کو تیرا نہ کردوں تو کہنا۔"

بس میرے ساتھ یہی معاملہ ہے۔ یہ میرے اللہ کا کرم ہے کہ اس نے اپنے پیارے بندوں کے دلوں میں میری محبت کی

شمع جلائی ہوئی ہے۔

☆ آپ اپنی کہانیوں اور شاعری میں بہت تنہا اور کمزور لگتی ہیں میرا خیال ہے آپ خود کو جتنا بہادر شو کرتی ہیں اتنی بہادر نہیں ہیں، ایم آئی رائٹ؟

شاید آپ کا خیال درست ہے۔ میں بہت کمزور ہوں مگر پھر بھی کئی سال زندگی کے بہت طاقتور مصائب اور طوفانوں کے ساتھ تنہا جنگ کی ہے میں نے۔

☆ آپ اپنے مقابلے پر آنے والے کس رائٹر سے جیلس ہوتی ہیں؟ مطلب پروفیشنل جیلسی تو ہوتی ہے اب یہ مت کہہ دینا کہ ایسا نہیں ہے یہ تو صاف جھوٹ ہوگا۔

میرا کسی رائٹرز سے مقابلہ ہی نہیں ہے ڈیئر تو جیلسی کیا ہونا، میں تو اکثر و بیشتر آنچل ایڈیٹر کو بہت ساری رائٹرز کو آنچل میں لکھوانے اور آگے لانے کے لیے سفارش کر رہی ہوتی ہوں۔ کبھی کبھی تو تنگ کرنے کی حد تک مجبور بھی کر دیتی ہوں۔ مدیرہ اس کی گواہ ہیں۔ خود بہت ساری رائٹرز بھی اس کی گواہ ہیں۔ ام مریم، نادیہ فاطمہ رضوی، اریشہ غزل ان سب کی حوصلہ افزائی کی اور جواباً ان کے پیغامات ملے کہ کیسی رائٹر ہیں آپ رائٹرز کو ایک دوسرے سے جیلس ہوتی ہیں اور آپ حوصلہ افزائی کر رہی ہیں۔

بہت ساری بہنیں جو لکھنا چاہتی ہیں میں کئی کئی گھنٹے ان کی رہنمائی کر کے ان کی تحریریں آنچل کے لیے منگواتی ہوں عشنا کوثر سردار اور سمیرا شریف طور کے مکمل ناول کے لیے ہمیشہ میں مدیرہ سے ضد کر کے لکھواتی ہوں۔ میری کامیابی کی واحد وجہ میرے چاہنے والوں کی نظر میں یہی ہے کہ میں حسد نہیں کرتی میری فیس بک وال پر آپ کو بہت سی ایسی پوسٹس ملیں گی جو میں نے اپنی ساتھی رائٹرز کی تحریروں کے لیے زمین آسمان کے قلابے ملا کر لگائی ہیں۔ ہر شخص اپنے نصیب کا پاتا ہے یہ میرا ایمان ہے۔

ام مریم کے ناول "مجھے ہے حکم اذاں" کے لیے میں آنچل والوں سے لڑ پڑی تھی کہ جلدی لگائیں۔ خود ام مریم بھی اس کی گواہ ہیں کیونکہ وہ اس وقت لائن پر میرے ساتھ تھیں۔

☆ مجھے لگتا ہے آپ کو پیار میں دھوکہ ملا ہے یا آپ کا پیار آپ سے دور ہے آپ کیا کہو گی اس پر (جھوٹ کے علاوہ)

ہاہاہاہاہا آپ کی اس قیاس آرائی پر سوائے ہنسنے کے میں اور کچھ نہیں کہہ سکتی میری پیاری بہن۔

☆ آپ کی بہت سی کہانیوں میں لڑکیوں کو ٹھوکر لگنے کے بعد عقل آتی ہے آخر آپ کی ہر اسٹوری میں لڑکی کے ساتھ ہی برا کیوں ہوتا ہے کوئی پرسنل واقعہ ہے آپ کا؟ کیونکہ تجربے کے بغیر تو کچھ نہیں لکھا جاتا تا آپ کو اپنی زندگی کا کوئی واقعہ تو ضرور یاد ہوگا۔

کتنا دلچسپ سوال ہے کہ میرا ہنس ہنس کر برا حال ہے۔ یار وہ کون سے رائٹر ہیں جو صرف ذاتی تجربات ہی لکھتے ہیں جن کے مشاہدات صفر ہیں؟ کوئی ایک دو کا نام تو بتائیں پلیز؟ بہر حال اللہ رب العزت کی مہربانی سے الحمدللہ میری زندگی میں ایسا کوئی معاملہ نہیں۔ میری تمام تحریریں مشاہدات پر مبنی ہیں یا پھر ان آنسوؤں پر جنہیں میں نے خود اپنی آنکھوں سے بہتے ہوئے دیکھا ہے۔ اب میں آپ کو کیا بتاؤں کہ نازیہ کنول نازی کیا ہے؟

☆ اگر کوئی قاری بلاوجہ آپ کی انسلٹ کرے تو آپ کا رد عمل کیا ہوگا مطلب آپ رائٹر کی حیثیت سے اسے جواب دیں گی یا نجی لائف میں جا کر اور آپ کا جواب کیا ہوگا؟

وہی جو میں نے رائٹر کی حیثیت سے آپ کے سوالات کے جوابات میں دکھایا ہے۔

☆ شادی کے بعد لڑکی کی زندگی میں صرف گھر داری ہی پہلے نمبر پر ہوتی ہے تو شادی کے بعد آپ قلم سے ناطہ توڑ دیں گی یا شادی نہیں کریں گی؟ ظاہر ہے اتنی محبتوں کو کون ٹھکرا سکتا ہے؟

بالکل صحیح کہا آپ نے میرے قلم نے مجھے جو بے لوث محبتیں دی ہیں ان کو ٹھکرانا انہیں کھونا میرے لیے واقعی بہت مشکل ہے اسی لیے میں کہوں گی کہ شاید اب تک میری شادی نہ کرنے کی وجہ میرا قلم ہی ہے۔ جو اب محض میرا شوق یا پروفیشن نہیں رہا بلکہ میرا جنون بن چکا ہے اور اب میں اس سے تلوار کا کام لے رہی ہوں۔ معاشرے کی تمام برائیوں کے خلاف آواز اٹھا کر جہاد بالقلم کر رہی ہوں۔ اگر اللہ کے ہاں میری یہ نیکی قابل قبول ہوئی تو ضرور وہ میرے لیے ایک ایسے شخص کو بھیج دے گا جو میرا غمگسار اور معاون ہوگا نہیں تو میں اپنی زندگی سے الحمدللہ بہت خوش ہوں۔

☆ شعر کا جواب شعر میں دیں۔

سب سے پہلے تو میں آپ کے شعر کی درستگی کر دوں۔

شرم کو شرک کی حد تک نہ بڑھا
یوں نہ چھپ ہم سے خدا ہو جیسے

جوابی شعر

شرک کرنا میری عادت نہیں ہے
چھپی ہوں اس لیے حکم خدا ہے

(باقی خطوط کے جوابات ان شاءاللہ آئندہ ماہ)

برف کے آنسو

نازیہ کنول نازی

نشے میں نیند کے تارے بھی اک دوجے پر گرتے ہیں
تھکن رستوں کی کہتی ہے چلو اب اپنے گھر جائیں
گلِ امید کی صورت تیرے باغوں میں رہتے ہیں
کوئی موسم ہمیں بھی دے کہ اپنی بات کر جائیں

تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے
جیسے ویراں ہو راہ گزرِ حیات
جیسے خوابوں کے رنگ پھیکے ہوں
جیسے لفظوں سے موت رستی ہو جیسے سانسوں کے تار
بکھرے ہوں
جیسے نوحہ کناں ہو صبح چمن تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے
جیسے خوشبو نہیں ہو کلیوں میں
جیسے سُونا پڑا ہو شہرِ دل
جیسے کچھ بھی نہیں ہو گلیوں میں
جیسے خوشیوں سے دشمنی ہو کوئی جیسے جذبوں سے
آشنائی نہ ہو
جیسے اک عمر کی مسافت پہ بات کچھ بھی سمجھ آئی نہ ہو
جیسے چپ چاپ آرزو کے سفر جیسے رک رک کے
سانس چلتی ہو
جیسے بے نام ہو دعا کا سفر جیسے قسطوں میں عمر کٹتی ہو
جیسے اک خوف کے جزیرے میں جائے کوئی آواز
دے کے چھپ
جیسے ہنستے ہوئے اچانک ہی غم کی پروا سے آنکھ بھر آئے
تم نہیں ہو تو ایسا لگتا ہے!

زعیم کے گھر والے منگنی کی رسم کے لیے آ گئے تھے۔ وہ پنجرے میں قید چڑیا کی مانند بے حد مضطرب ٹیرس پر ادھر سے اُدھر چکر لگاتی رہی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس اچانک پڑنے والی افتاد سے کیسے چھٹکارہ حاصل کرے۔ عینا اسے تیار ہونے کا کہہ گئی تھی مگر اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ خود کو آگ لگا لے۔ صبح سے اس نے اپنا سیل بھی آف کر رکھا تھا تقریباً پون گھنٹے بعد شگفتہ بیگم خود اٹھ کر اس کے پاس اوپر ٹیرس پر آئی تھیں۔

عائزہ۔'' ان کی پکار پر فوراً آنسو صاف کرتے ہوئے پلٹی تھی۔

''جی امی!''

''زعیم کے گھر والے آئے ہوئے ہیں' کیا عینا نے نہیں بتایا تمہیں؟'' وہ قریب آ گئی تھیں' عائزہ رخ پھیر گئی۔

''بتایا تھا مگر میرا دل نہیں چاہ رہا امی۔''

''میں اس وقت یہاں کوئی فضول بات سننے یا بحث کرنے کے لیے نہیں آئی۔''

''امی پلیز...... میں یہ شادی نہیں کر سکتی۔''

''بہتر ہوگا عائزہ کہ تم عزت اور شرافت کے ساتھ اسی وقت نیچے چلی آؤ۔''

''امی پلیز...... آپ ایک بار میری بات سن لیں۔''

''عائزہ! میرے پاس ابھی اتنا وقت نہیں ہے' تمہیں جو بھی بات کرنی ہے بعد میں کرنا' ابھی فوراً تیار ہو کر نیچے چلی آؤ۔'' اس بار ان کا لہجہ سخت تھا' وہ آنسو پی کر رہ گئی۔

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ بے حد شکستہ سی نیچے ہال میں آئی تھی جہاں اس وقت گھر کے سب افراد براجمان تھے۔

''السلام علیکم!'' بمشکل ایک نظر اللہ وسایا صاحب اور ان کی بیگم پر ڈالتے ہوئے وہ آگے آئی تھی' فرحت بی بی اسے دیکھتے ہی جیسے نہال ہو گئیں۔

''ماشاء اللہ بہت پیاری بیٹی ہے آپ کی' اللہ نظر بد سے محفوظ رکھے آمین۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر انہوں نے فوراً اسے اپنے قریب بٹھا لیا تھا' تبھی شگفتہ بیگم بولی۔

''آپ کا بیٹا بھی تو بہت پیارا ہے بھابی۔'' اللہ وسایا صاحب ان کی بات پر کھل کر ہنسے۔

''اب ہمارا کہاں رہا بھابی! اب تو وہ آپ کا بیٹا بن گیا ہے۔''

''جی ہاں' اس میں تو کوئی شک نہیں۔'' آسیہ بیگم نے فوراً ان کی تائید کی۔

عائزہ اپنے اندر اٹھتے غصے کے ابال کو روکنے کی کوشش کرتی رہی۔

''ویسے ہوتا کہاں ہے وہ آج کل' کافی دنوں سے شہر میں نہیں دیکھا۔'' اگلے ہی پل اعظم ملک صاحب نے پوچھا۔ مرینہ بیگم کچن میں مصروف ان کی گفتگو سنتی رہیں۔

''ہوتا کہاں ہے یار' سارا دن زمینوں پر مصروف ہوتا ہے آج کل تو شکار کا شوق بھی پال لیا ہے اس نے۔''

(''چلو جی اسی کی کسر رہ گئی تھی۔'')

اللہ وسایا صاحب کی اطلاع پر دل ہی دل میں اس نے دانت پیسے تھے۔ تبھی معظم صاحب بول اٹھے۔

''ماشاء اللہ بہت محنتی اور ذہین بچہ ہے آپ کا' ہماری خوش بختی ہے کہ آپ نے ہماری بیٹی کو اپنے بچے کے قابل سمجھا۔''

''آپ ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں بھائی صاحب! ماشاء اللہ آپ کی بیٹی بھی کسی سے کم نہیں ہے۔''

''بالکل' میرے خیال سے اب ہمیں انگوٹھی پہنا دینی چاہیے فرحت' ورنہ یہ نہ ہو کہ یہ بے ایمان بندہ پھر سے اپنی زبان سے مکر جائے۔'' اللہ وسایا صاحب نے ان کی تائید کرتے ہوئے اعظم ملک صاحب کو چھیڑا تھا جس پر سب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ اگلے پانچ منٹ میں فرحت بی بی نے بے حد محبت سے اسے گولڈ کی بھاری رِنگ پہنا کر اس کی صبیح پیشانی چوم لی۔

''اللہ نصیب اچھے کرے' ہمیشہ خوش رہو میرے بچے...... آمین'' وہ سراپا محبت خاتون تھیں۔

عائزہ کو ان کے پیار سے الجھن سی ہونے لگی' اسے اس وقت کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اگلے بیس منٹ میں سب کھانے کے لیے اٹھ گئے تھے' وہ فوراً اپنے کمرے میں چلی آئی۔ انگلی میں موجود گولڈ کی رِنگ اسے سینے پر پڑے کسی بھاری پتھر کی طرح محسوس ہو رہی تھی' تبھی سب سے پہلے اس نے وہ رِنگ اتار کر دراز میں پھینکی تھی۔ آنسو تھے کہ بھل بھل بہتے ہی جا رہے تھے۔

کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اگلے کئی گھنٹوں تک اس نے خود کو کمرے میں قید رکھا تھا۔ زعیم کے گھر والے اسی رات گاؤں واپس روانہ ہو گئے تھے مگر اس نے دوبارہ کمرے سے نکل کر انہیں اپنی شکل بھی دکھانا گوارا نہیں کیا۔ کافی دیر رو کر دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد اس نے سیل آن کر کے سندان کو کال ملائی تھی' وہ اس کے لیے اتنا پریشان تھا کہ پہلی بیل پر ہی اس کی کال ریسیو کر لی۔

''عائزہ......'' بے تابی اس کے لہجے میں ہی عیاں تھی' عائزہ کے آنسوؤں میں شدت آ گئی۔

''ہوں......''

''کہاں تھیں یار...... تمہیں پتا ہے میں تمہارے لیے کتنا پریشان تھا؟''

''ہوں...... مگر میں بہت ڈسٹرب تھی۔''

''کیوں...... اور تم کیوں رو رہی ہو؟''

''تم نے اپنی امی سے ہماری منگنی کی بات کی؟'' اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے اس نے اپنا سوال داغ دیا تھا' وہ مزید پریشان ہو گیا۔

''ہاں کی تھی' وہ کل آ رہی ہیں تمہارے گھر۔''

''ٹھیک ہے۔''

''عائزہ تم مجھے بتاؤ پلیز کیا ہوا ہے' تم کیوں رو رہی ہو؟''

''کچھ نہیں' زعیم کے گھر والے رِنگ پہنا گئے ہیں مجھے۔''

''اوہ نو......''

''اب میں فون بند کر رہی ہوں' کل بات ہوگی۔'' بنا سندان کے اضطراب کی پروا کیے اگلے ہی پل اس نے کال ڈراپ کر دی تھی۔ وہ تڑپ کر رہ گیا۔ اس رات نیند دونوں کی آنکھوں سے ہی کوسوں دور رہی تھی۔

اگلی صبح وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ شگفتہ بیگم

مارکیٹ جانے کی تیاری کررہی تھیں' وہ لاؤنج میں ان کے پاس آ بیٹھی۔
"امی مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"
"ہوں' کہو۔"
اس کے جھکے سر اور متورم آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بہت مصروف انداز میں انہوں نے پوچھا تو وہ وہیں بیٹھ گئی۔ حرینہ بیگم اور آسیہ بیگم کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھیں تبھی اس نے انہیں سب بتانے کا فیصلہ کیا۔
"امی ایک لڑکا ہے سندان! یونیورسٹی میں میرے ساتھ پڑھتا رہا ہے اس کی بہن میری بہت اچھی دوست ہے۔ بہت اچھے کھاتے پیتے لوگ ہیں پھر اسی شہر کے رہنے والے ہیں ان کی امی آرہی ہیں آج رشتے کے لیے۔"
"کس کے رشتے کے لیے؟" اس بار وہ چونکی تھیں' عائزہ کو اپنی سانسیں سینے میں پھنستی ہوئی محسوس ہوئیں۔
"وہ......مم......میرے رشتے کے لیے۔"
"کیا......تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا' ابھی کل تو منگنی ہوئی ہے تمہاری۔"
"میں اس منگنی کو نہیں مانتی نہ وہ پینڈو شخص مجھے قبول ہے۔"
"بکواس بند کرواتی' تمہارے باپ اور تایا کو پتا چل گیا تو حلق سے زبان کھینچ لیں گے۔"
"کیوں کھینچ لیں گے؟ اپنے بیٹوں کی زبان کھینچیں پہلے جو شادی شدہ ہونے کے باوجود اِدھر اُدھر منہ مارنے سے باز نہیں آتے۔"
"چٹاخ......"
اس سے پہلے کہ وہ مزید بدتمیزی کرتی' شگفتہ بیگم کے تھپڑ نے اس کی زبان کو بریک لگادی۔ کچن کے دروازے میں کھڑی عینا کا دل کانپ کر رہ گیا تھا جبکہ لاؤنج میں قدم دھرتا ریان جیسے وہیں ٹھٹک کر رہ گیا۔
شگفتہ بیگم اب غصے سے سرخ چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھیں۔
"مجھے اس زبان کی تلخی مت دکھاؤ جس زبان سے میں نے تمہیں بولنا سکھایا ہے' جہاں تک ریان اور عینا کی بات ہے تو وہ ان کا پرسنل معاملہ ہے تمہیں یہ حق کس نے دیا ہے کہ تم ان کی ذاتی زندگی پر انگلی اٹھاؤ۔"
"اگر مجھے کسی کی ذاتی زندگی پر انگلی اٹھانے کی اجازت نہیں ہے تو کوئی میری زندگی کے ساتھ بھی زبردستی نہیں کرسکتا۔ میں عائزہ ہوں' عینا نہیں جو چپ چاپ خود کو قربانی کے لیے پیش کردوں گی۔" وہ خودسر اور باغی تھی تبھی بدتمیزی سے چلا کر کہتے ہوئے فوراً وہاں سے چلی گئی۔
شگفتہ بیگم بے حد شاکڈ اپنا سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گئیں۔ ریان جو ایک ضروری فائل گھر بھول گیا تھا' بناء لیے انہی قدموں پر واپس پلٹ گیا۔ اسی روز شام میں سندان کی ماں اور اس کی بہن ان کے گھر چلی آئی تھیں۔ شگفتہ بیگم کا موڈ پہلے ہی بے حد خراب تھا اور وہ نہیں چاہتی تھیں کہ عائزہ کا باغیانہ رویہ گھر کے مردوں کے علم میں آئے لہٰذا انہوں نے خود ہی سہولت سے بات کرکے انہیں انکار کردیا۔
• عائزہ جانتی تھی کہ وہ ایسا ہی کریں گی' تبھی جب سندان نے اسے کال کرکے شگفتہ بیگم کے انکار کا بتایا' وہ سلگ اٹھی۔
"میں جانتی تھی وہ ایسا ہی کریں گی بہت بے حس قسم کی خاتون ہیں میری امی! مگر میں بھی ان کی بیٹی ہوں مر جاؤں گی مگر اس پینڈو سے شادی نہیں کروں گی۔"
"مجھے بھی تمہارے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرنی عائزہ! بتاؤ میں کیا کروں؟" وہ بھی پریشان تھا' عائزہ نے لب کاٹ لیے۔
"تمہاری امی کیا کہتی ہیں؟"
"انہوں نے کیا کہنا ہے صرف میری خوشی کے لیے وہ تمہارے گھر آئی تھیں' آفٹر آل میں ان کا اکلوتا بیٹا ہوں مگر اب وہ بھی مجھے فورس کررہی ہیں کہ میں تمہارا خیال اپنے ذہن سے نکال دوں۔"
"کیوں؟"
"کیوں کیا یار' ان کی بہت بے عزتی ہوئی ہے' بہت روکھے لہجے میں تمہاری امی نے ان سے بات کی' چائے پانی تک کا بھی نہیں پوچھا تو وہ اور کیا کہیں گی۔"
"او کے تو پھر اب تمہارا کیا فیصلہ ہے؟"

"میں تمہارے ساتھ ہوں' ہر لمحہ' ہر قدم پر' جیسے تم کہو گی میں ویسے ہی کروں گا۔"
"تو ٹھیک ہے پھر ہم کورٹ میرج کرلیتے ہیں کیونکہ گھی اگر سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو مجبوراً انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے۔"
"ہوں' ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"
"تھینکس سندان' تم واقعی بہت اچھے ہو۔"
"اچھا ہوں تو تم ملی ہو ورنہ تم نے کہاں ملنا تھا' خیر اب تم نے ٹینشن نہیں لینی اللہ سب بہتر کرے گا۔"
"ان شاء اللہ۔" اگلے ہی پل جذب سے کہتے ہوئے اس نے کال کاٹ دی تھی۔
زعیم کے گھر والوں کو شادی کی جلدی تھی لہٰذا آناً فاناً تاریخ بھی طے ہوگئی۔ عائزہ کو لگا جیسے کسی نے اسے پکڑ کر ذبح کردیا ہو۔
اس کی شادی میں صرف پندرہ دن تھے لہٰذا اسے جو بھی کرنا تھا جلدی کرنا تھا' اس روز صبح ہی اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ شام سے رات تک وہ بہت بے چین رہی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد جب سب اپنے اپنے کمروں میں سونے چلے گئے تو اس نے سندان کی کال پک کرلی۔
"جی سندان میں تیار ہوں۔"
"او کے' میں پندرہ منٹ میں گاڑی نکال کر تمہارے گھر کے سامنے پہنچ رہا ہوں' کسی بھی قسم کی بے وقوفی مت کرنا اور ہاں تمہیں جو بھی چیز وہاں سے لینی ہے لے کر ابھی بیگ میں رکھ لو' ہمارے پاس اس کے بعد زیادہ وقت نہیں ہوگا۔"
"ٹھیک ہے۔"
"او کے بائے۔" اس کے ہامی بھرتے ہی اس نے کال ڈسکنکٹ کردی۔
عائزہ سیل ہاتھ میں پکڑے کتنی ہی دیر بیڈ پر بیٹھی سوچوں میں کھوئی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ جو قدم وہ اس وقت اٹھانے جارہی تھی وہ غلط ہے مگر یہ بھی درست تھا کہ اس کا دل وہاں اس گھر کی چار دیواری میں کسی ایسے پرندے کی مانند پھڑپھڑا رہا تھا جیسے پنجرے میں قید کرکے ذبح کا اذن دیا جاچکا ہو۔
رات کے تقریباً ساڑھے بارہ ہورہے تھے جب سندان نے اس کے نمبر پر دوبارہ کال کی تھی۔
"آجاؤ عائزہ! میں پہنچ گیا ہوں اِدھر۔"
"او کے۔" وہ صرف یہی کہہ سکی تھی' قدم من من کے ہورہے تھے' شگفتہ بیگم اور عینا کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس کی آنکھیں ڈبڈبائی تھیں مگر پھر دل مضبوط کرکے سختی سے اپنا بیگ دبوچے وہ بیرونی گیٹ کھول کر باہر نکل آئی۔ سندان کی گاڑی قدرے فاصلے پر کھڑی تھی وہ ایک آخری نظر اپنے گھر کی عمارت پر ڈالتے ہوئے سست قدموں سے آگے بڑھ گئی۔

❁......❁......❁

"یہ لڑکی کون ہے؟" مسز ادریس کے گھر ان کے بیٹے کی منگنی کے سلسلے میں ہونے والی پارٹی عروج پر تھی جب سندان کی ماں نفیسہ بیگم کی نظر ہال کے ایک طرف کونے میں بیٹھی اداس سی خوب صورت لڑکی پر جا پڑی۔ مکمل سیاہ لباس میں ملبوس وہ لڑکی اتنی خوب صورت تھی کہ پہلی بے ساختہ نگاہ کے بعد ان کی نظر نے اس چہرے سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لیا۔
تبھی انہوں نے قریب کھڑی مسز ادریس سے پوچھا تھا جو ان کی بہترین دوست تھیں اور اب ان کے استفسار پر اسی طرف دیکھ رہی تھی۔
"یہ......یہ زرنگار ہے چندا (ان کی بیٹی) کی دوست بلکہ یوں سمجھو ہماری فیملی کا حصہ ہے' بہت پیاری سلجھی ہوئی بچی ہے۔"
"اچھا' پہلے تو کبھی نہیں دیکھا اسے۔" وہ حیران ہوئی تھیں' مسز ادریس مسکرادیں۔
"کیسے دیکھ سکتی تھیں' ابھی دو دن پہلے تو یہ یہاں آئی ہے وہ بھی چندا کے اصرار پر اصل میں دونوں ہوسٹل میں روم میٹ ہیں پچھلے تین سال سے۔ میں تو زیان کے لیے

ایسے ہی اپنی بہو بنالیتی مگر تمہارے بھائی صاحب کو اپنی بھتیجی عزیز تھی سو ایک نہیں سنی میری' ابھی تک اس بچی کو دیکھ کے دل کو کچھ ہوتا ہے۔"

"ہوں صحیح کہتی ہو اس کی صورت ہی ایسی ہے دل موہ لینے والی' میں تو سوچ رہی ہوں سندان کے لیے مانگ لوں اسے۔" مسز ادریس کی بات پر مسکرا کر کہتے ہوئے انہوں نے پھر اس لڑکی کی طرف دیکھا تھا۔

"لو بھئی اس سے اچھی بات بھلا کیا ہوسکتی ہے' میں آج ہی بات کرلیتی ہوں اس کے گھر والوں سے۔" مسز ادریس بھی خوش ہوگئی تھیں۔

نفیسہ بیگم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ رات کے تقریباً بارہ بج رہے تھے جب ان کی گھر واپسی ہوئی تھی۔

اریبہ سونے جاچکی تھی جبکہ سندان کا کوئی پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں تھا' ان کے شوہر بھی ابھی گھر نہیں آئے تھے لہٰذا اس اجنبی لڑکی کو سوچتے سوچتے وہ کب نیند کی وادی میں اتر گئیں انہیں پتا ہی نہیں چلا۔

❁......❁......❁
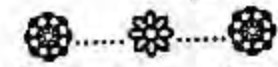
شب کے تقریباً سوا بارہ بجے کا ٹائم تھا۔ سردی کی شدت کے باعث جس وقت وہ زرنیلا کے گھر سے نکل کر گاڑی میں بیٹھا اس کے پورے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ زرنیلا کا شوہر گھر پر نہیں تھا لہٰذا کل سنڈے کا سارا دن اور ساری رات وہ اسی کے ساتھ اسی کے گھر پر مصروف رہا تھا۔

زرنیلا نے طے کرلیا تھا کہ وہ اپنے شوہر کو دودھ میں زہر دے کر مار دے گی اور یوں ان دونوں کا راستہ ہمیشہ کے لیے صاف ہوجائے گا تاہم ریان اس کے شوہر کی موت کے حق میں نہیں تھا وہ چاہتا تھا کہ زرنیلا عدالت کے ذریعے اپنے شوہر سے خلع لے لے اور ابھی وہ اس کے ساتھ اسی مسئلے پر سر کھپا کر اس کے گھر سے نکلا تھا۔ روز بہ روز دونوں کے درمیان سمٹتے فاصلے ان دونوں کے لیے خاصی مشکل پیدا کرنے لگے تھے۔ زرنیلا کے بچے اب کافی سمجھدار ہورہے تھے کل اس کے بیٹے نے ریان سے کہا تھا۔

"انکل آپ ہمارے گھر نہ آیا کریں' مجھے اچھا نہیں لگتا۔" اور جواب میں زرنیلا نے اسے دو تھپڑ لگا کر کمرے سے باہر بھیج دیا تھا۔

گناہ اور لذت کے جس راستے پر وہ چل پڑے تھے اب اس سے واپسی شاید بہت مشکل تھی۔

تقریباً ساڑھے بارہ بجے خاصی فاسٹ ڈرائیونگ کے ساتھ وہ اپنی مطلوبہ گلی میں داخل ہوا تھا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب عائزہ الوداعی نگاہوں سے اپنے گھر کی عمارت کو آخری بار دیکھتے ہوئے پلٹی تھی۔

سندان اس کے رشتے میں پلکیں وا کیے کچھ ہی فاصلے پر کھڑا تھا' ریان کو بے حد حیرانی ہوئی بھلا شب کی تاریکی میں یوں چوروں کی طرح اس کے گھر کی دہلیز سے باہر قدم نکالنے والی وہ لڑکی کون ہوسکتی تھی

اس نے گاڑی کی ہیڈ لائٹس سامنے کھڑی لڑکی کے چہرے پر ڈالی اور جیسے ساکت رہ گیا۔ سیاہ گرم چادر میں لپٹا وہ وجود کسی اور کا نہیں خود اس کی اپنی چچازاد بہن عائزہ ملک کا تھا' آنکھیں تھیں کہ حیرت کی شدت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے گھر کی کوئی لڑکی اپنی نادانی میں ایسا کوئی جذباتی قدم بھی اٹھا سکتی ہے۔ شب کی تاریکی میں عزت کی جس چادر پر وہ اپنی خواہشات کے پھول ٹانک کر آیا تھا وہی چادر اس وقت کسی اور کی محبت کے مزار پر چڑھنے جارہی تھی۔ اس کا دماغ جیسے بھک سے اڑ گیا تھا۔

اگلے ہی پل قطعی مشتعل انداز میں اس نے عین عائزہ کے قدموں میں یوں گاڑی کو بریک لگایا کہ وہ اچھل کر دو فٹ دور جا گری پھر اس سے پہلے کہ سندان اس کی کوئی مدد کرتا اس نے گاڑی سے نکل کر اسے اپنی ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔

سندان کے پاس پسٹل تھا وہ گاڑی سے پسٹل نکال لایا' شب کی تاریکی میں چاند کی مدھم مدھم سی دودھیا روشنی اس وقت دھند کے باعث بہت ناکافی محسوس ہورہی تھی تبھی ریان کی قسمت اس کا ساتھ دے گئی اور سندان کی پسٹل سے نکلنے والی گولی بناء اسے کوئی جانی نقصان پہنچائے اس کے دائیں بازو کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ فضا میں

عجیب سا ارتعاش بپا ہوا تھا' اندر گھر میں عینا کی نکھ اسی وقت کھلی تھی۔ جانے کیوں اس کا دل اس وقت بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا' بستر سے نکل کر جس وقت وہ اپنے کمرے سے باہر آئی اعظم ملک اور معظم ملک بیرونی گیٹ کے قریب پہنچ چکے تھے جبکہ آسیہ' شگفتہ اور مرینہ بیگم پریشان سی لاؤنج میں کھڑی تھیں۔ باہر روڈ پر اب ریان اور سندان آپس میں لڑ رہے تھے جبکہ عائزہ زمین پر بیٹھی سر جھکائے رو رہی تھی۔

لمحوں میں زمین پاؤں تلے کیسے نکلتی ہے اس رات اس گھر کے مکینوں نے جانا تھا۔ اگلی صبح ریان اسپتال میں جبکہ سندان تھانے پہنچ چکا تھا' اک قیامت تھی جو اس رات اس گھر کے مکینوں پر گزری تھی۔

شگفتہ بیگم نے عائزہ کو بند کمرے میں اتنا مارا تھا کہ وہ بے ہوش ہوگئی تھی جبکہ معظم صاحب کے کندھے جھکے ہوئے اور آنکھیں بے حد سرخ اور نم تھیں' ان کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ ساری زندگی اپنی بیٹی کی شکل نہ دیکھیں۔

اُدھر گاؤں میں اللہ وسایا صاحب ہر بات سے بے خبر جلد از جلد شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے' اعظم صاحب نے انہیں فوری شادی کی تاریخ دے دی تھی۔

❁......❁......❁
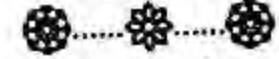
اس روز تین دن کے بعد اسے ہوش آیا تھا۔ سوجھے ہوئے چہرے اور سرخ آنکھوں کے ساتھ اس کا پورا جسم جیسے درد کی لپیٹ میں تھا' اوپر سے کمزوری حد سے سوا ہو چکی تھی جبکہ ہونٹ یوں خشک تھے جیسے صدیوں پیاس کی اذیت برداشت کرتے رہے ہوں۔ ہوش آنے پر سب سے پہلے اس نے نمبر ڈائل کیا تھا مگر اس کا نمبر آف جا رہا تھا' وہ زور سے آنکھیں میچتے ہوئے چپ چاپ رو پڑی۔

شام کو سندان نے خود اسے کال کی تھی' عائزہ سیل کی اسکرین پر جگمگاتے اجنبی نمبر کو نا چاہتے ہوئے بھی پک کر گئی۔

"ہیلو عائزہ!" درد کے صحرا میں اس کی آواز کسی ٹھنڈے جھرنے کی مانند اس کی سماعتوں میں اتری تھی' وہ تڑپ کر رہ گئی۔

"سندان؟"

"ہوں' سندان بول رہا ہوں' پاپا نے مجھے لاک اپ سے نکلوا کر یہاں برطانیہ بھیج دیا ہے' امی بہت پریشان اور فکر مند ہیں مگر تم پریشان مت ہونا' میں اتنی آسانی سے تم سے دستبردار ہونے والا نہیں ہوں۔" وہ اسے اپنے حالات سے متعلق آگاہی دے رہا تھا' عائزہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اگلے ہی پل اس نے بنا کچھ کہے کال کاٹ دی تھی کہ اس وقت اس میں کچھ بھی کہنے سننے کی ہمت نہیں تھی۔

تقریباً ایک ہفتے کے بعد وہ نارمل زندگی کی طرف واپس آئی تھی مگر یوں کہ گھر میں سوائے عینا اور مرینہ پھوپو کے کوئی بھی اس سے بات کرنے کو تیار نہیں تھا۔ ریان کا زخم کافی بہتر ہو چکا تھا لہٰذا اس نے بھی آفس جانا شروع کر دیا تھا۔

اس روز زعیم کے گھر والے آئے تھے' عائزہ کو ساتھ لے کر شاپنگ کرنے کے لیے مگر اس نے خرابی طبیعت کا بہانہ بنا کر خود کو کمرے میں بند کر لیا۔ عینا کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ شوہر تھا تو وہ گیلی ریت کی مانند ہاتھ سے پھسلتا جا رہا تھا اور بہن تھی تو وہ کوئی بات سمجھنے اور سننے کو تیار نہیں تھی۔ اس کا گھر عجیب گردشوں میں گھر کر رہ گیا تھا۔ شب میں جس وقت وہ عائزہ کو رات کا کھانا دینے آئی اس نے عینا سے عجیب فرمائش کر دی۔

"عینا۔" وہ کھانا رکھ کر پلٹ رہی تھی جب اس نے پکارا۔

"ہوں۔" وہ پلٹی اور اس کے قریب جا بیٹھی۔

"ریان بھائی کا زخم کیسا ہے اب؟"

"ٹھیک ہے مگر باقی لوگوں کے زخم بھرنے والے نہیں ہیں۔"

"میں جانتی ہوں اور اپنی حرکت پر بہت شرمندہ بھی ہوں بلکہ آج زعیم کے گھر والوں سے نہ ملنے پر بھی بہت شرمندگی ہے مجھے۔ پتا نہیں وہ میرے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے' کیا تم مجھے اس کی بہن کا نمبر دے سکتی ہو تاکہ میں اس سے اپنی بدتمیزی کی معذرت کر لوں۔" قطعی بدلی ہوئی ٹون میں وہ اس سے کہہ رہی تھی۔ عینا حیران رہ گئی۔

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"سچ کہہ رہی ہوں' مجھے واقعی بہت شرمندگی ہے پلیز تم مجھے اس کی بہن کا نمبر دے دو۔"

"ٹھیک ہے' میں لاتی ہوں۔" عینا اپنی خوشی دباتی ہوئی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اگلے پانچ منٹ میں اس نے زعیم کی چھوٹی بہن کا نمبر اسے دے دیا تھا۔

"شکریہ عینا! تم واقعی میری بہت اچھی بہن ہو۔"

"اور تم میری بہت نادان بہن ہو' بہرحال کھانا کھا لینا میں کچن میں ہوں۔" اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں اسے ہدایت دیتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گئی تھی تبھی اس نے کچھ سوچتی نگاہوں سے زعیم کی بہن کا نمبر دیکھا اور آہستہ سے مسکرا دی۔

❁......❁......❁
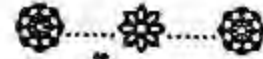
سردی اپنے پورے جوبن پر تھی۔ زعیم ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے ایک دوست کی شادی کی تقریب سے گھر واپس آیا تھا' اگلے چند دنوں میں اس کا ارادہ پیرس جانے کا تھا کہ اپنی شادی کے لیے تمام شاپنگ وہ باہر سے ہی کرنا چاہتا تھا۔ لباس تبدیل کر کے فریش ہونے کے بعد ابھی وہ بستر میں آیا ہی تھا کہ اس کی چھوٹی بہن بسمہ کا موبائل جو وہ اسی کے کمرے میں بھول گئی تھی بج اٹھا۔ اسکرین پر جگمگاتے اجنبی نمبر کی وجہ سے اس نے کال پک نہیں کی اور سیل کو وائبریٹ پر کر دیا مگر ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری بار بجتے سیل نے اسے کال اٹھانے پر مجبور کر دیا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا دوسری طرف سے عائزہ بول اٹھی تھی۔

"السلام علیکم! میں عائزہ بول رہی ہوں' سوری اس وقت آپ کو نیند سے ڈسٹرب کیا' اصل میں میں بہت پریشان ہوں۔ میرے گھر والے زبردستی آپ کے بھائی کے ساتھ میری شادی کر رہے ہیں' مجھے گاؤں اور گاؤں کے لوگوں میں بالکل بھی دلچسپی نہیں بلکہ مجھے دیہاتی زندگی سے عجیب سی نفرت ہے۔ آپ سمجھ رہی ہیں ناں میری بات؟ میرا بالکل بھی گزارہ ممکن نہیں آپ کے بھائی کے ساتھ۔ اُف پسینے میں تر بتر' مٹی سے لتھڑا وجود' میرا تو سوچ کر ہی دل خراب ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں کیسے برداشت کر پاؤں گی' لہٰذا پلیز آپ میری مدد کریں اور اپنے بھائی تک میرا پیغام پہنچا دیں' پلیز۔" اس کا دھیما مگر ملتجی لہجہ زعیم کی سماعتوں میں زہر بن کر اترا تھا' وہ چاہنے کے باوجود اگلے کچھ لمحوں تک ایک لفظ بھی نہیں بول سکا۔

"اور ہاں میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں' شادی بھی اسی سے کروں گی' لہٰذا بہتر ہوگا اگر آپ کا بھائی اور گھر والے خود اِدھر آ کر انکار کر جائیں ورنہ میں بہت ضدی لڑکی ہوں' کچھ بھی کر سکتی ہوں۔" اب وہ اسے دھمکا رہی تھی۔

زعیم کے سر میں ایک دم سے درد شروع ہو گیا' وہ بولا تو اس کا لہجہ بے حد بھاری تھا۔

"ٹھیک ہے' آپ کر لیں جو کر سکتی ہیں مگر یہ شادی معطل نہیں ہوگی۔" اس کے بھاری لہجے نے عائزہ کی سماعتوں میں جیسے کرنٹ دوڑا دیا تھا' وہ اچھلی اور بے ساختہ سیل کان سے ہٹا کر اسکرین پر چمکتا نمبر دیکھا تھا۔

"آپ کون ہیں؟" وہ گھبرائی' زعیم نے پلکیں موند کر سر بیڈ کی پشت گاہ سے ٹکا دیا۔

"وہی اجڈ اور پینڈو شخص جس کے ساتھ آپ کے نصیب پھوٹنے والے ہیں۔"

"کیا......؟" ایک بار پھر وہ اچھلی' دل جیسے پسلیاں توڑ کر سینے سے باہر آنے کو مچل اٹھا تھا۔

"مگر یہ تو آپ کی بہن کا نمبر ہے۔"

"جی ہاں انہی کا نمبر ہے مگر وہ اپنا سیل میرے کمرے میں بھول گئی تھیں' بہرحال آپ کا پیغام ڈائریکٹ مجھ تک پہنچ گیا ہے اور ایم سوری میں اس شادی سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں' آپ جو کر سکتی ہیں کر لیں۔"

"آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔" وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں چلائی تھی۔ زعیم نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

"میں کر بھی نہیں رہا' یہ رشتہ خالصتاً آپ کے اور میرے گھر والوں کی باہمی رضا اور خوشنودی سے طے ہوا ہے' میری ذات اس فیصلے میں شامل نہیں' نہ ہی میں ان

دیہاتی مردوں میں سے ہوں جو شہر کی لڑکیوں کو ہوّا بنا کر اعصاب پر سوار کیے رکھتے ہیں۔ یونیورسٹی کے چار سالوں میں بہت سی شہری لڑکیوں سے واسطہ پڑا ہے' میں جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں آپ جیسی خود پسند' گھمنڈی اور بے وقوف لڑکیوں کو۔"

"جسٹ شٹ اپ۔"

"یو شٹ اپ' بہتر ہوگا اگر آپ دوبارہ اس نمبر پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں ورنہ میں بہت بُرا پیش آنے والوں میں سے ہوں۔" اس کے چلّانے پر وہ خاصے سرد لہجے میں بولا تھا۔ عائزہ اس کے برف جیسے نفرت آمیز سرد لہجے پر جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی تھی۔

امید کا آخری چراغ بھی بجھتا دکھائی دے رہا تھا' اگلے ہی پل زعیم نے کال کاٹ دی' شادی میں بہت کم دن رہ گئے تھے۔ وہ گھٹنوں میں سر دیے کتنی ہی دیر چپ چاپ روتی رہی' کوئی بھی تو نہیں تھا گھر میں جو اس کی فیلنگز کو سمجھتا۔

سب شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے' کسی کو اس کی پروا نہیں تھی اس روز والے واقعے کے بعد تو وہ ویسے بھی اپنے ہی گھر میں جیسے اجنبی ہو کر رہ گئی تھی۔ اُدھر نفیسہ بیگم نے بناء سندان کو بتائے اس کا رشتہ طے کر دیا تھا' عظیم صاحب نے اس بار ان سے کوئی اختلاف نہیں کیا کیونکہ وہ خود بھی اکلوتے بیٹے کی حرکتوں سے بہت عاجز آ چکے تھے اور اب ریان کی طرف سے جو ایف آئی آر درج ہوئی تھی اسے بھی انہوں نے بڑی مشکل سے ختم کروایا تھا۔ نفیسہ بیگم اور وہ دونوں اب جلد از جلد سندان کی شادی کر کے ملک سے باہر سیٹل ہونے کا سوچ رہے تھے اور اسی مقصد کے لیے انہوں نے آہستہ آہستہ اپنا کاروبار بھی سمیٹنا شروع کر دیا تھا کہ وہ کسی طور دوبارہ اعظم ملک اور معظم ملک صاحب کو شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔

اُدھر سندان ان کے ارادوں سے بے خبر اپنی ہی تدبیریں لڑانے میں مصروف تھا۔

❁......❁......❁
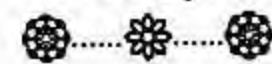
"پاپا میں ایبروڈ جا رہا ہوں چند دنوں کے لیے۔" اس روز ناشتے کی ٹیبل پر جب گھر کے سب افراد عائزہ کی شادی کو ڈسکس کر رہے تھے اس نے ایک دم سے دھماکہ کیا۔ اعظم ملک صاحب نے بے حد چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں؟"

"کچھ ضروری کام ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا' اعظم ملک صاحب کو اس کے ارادے نیک نہیں لگ رہے تھے مگر پھر بھی انہوں نے اس سے بحث مناسب نہیں سمجھی۔

"ٹھیک ہے' مگر گھر میں شادی کی تقریب ہے اس موقع پر تمہارا موجود ہونا ضروری ہے۔"

"کیوں؟" اسے جیسے اچنبھا ہوا۔

"تم اس گھر کے بڑے بیٹے ہو' ہزار کام ہیں جو تمہارے دیکھنے والے ہیں۔"

"سوری پاپا! میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا' میری اپنی زندگی میں بہت سے مسائل ہیں' بہتر ہوگا اگر آپ مجھ سے اس سلسلے میں کوئی امید نہ رکھیں۔" وہ لاتعلقی اور بیگانگی کے عروج پر تھا' اعظم ملک صاحب دکھ سے اس کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا ٹیبل سے اٹھ کھڑا ہوا' جانے اس گھر کو کس کی نظر لگ گئی تھی' ہر فرد پریشان کرنے پر تلا ہوا تھا۔

اسی شام مرینہ بیگم نے اپنے بیٹے معید کو کال کی تھی وہ سو رہا تھا مگر مرینہ بیگم کی کال پر فوراً بیدار ہو کر اٹھ بیٹھا۔

"السلام علیکم امی! کیسی ہیں آپ؟"

"کیسی ہو سکتی ہوں' جس کا جوان بیٹا اس کی آنکھوں سے کوسوں دور ہو۔" وہ یاسیت سے بولی تھیں' معید مسکرا دیا۔

"آنکھوں سے دور ہوں ناں' دل سے دور تو نہیں نا!"

"دو سال ہو گئے ہیں معید اور دو سال کم نہیں ہوتے۔"

"صرف دو سال...... نہیں امی صرف دو سالوں کی بات نہیں ہے' پچیس سال ہو گئے ہیں اس مسئلے کو۔"

"میں صرف تمہاری اور اپنی بات کررہی ہوں۔" وہ بے ساختہ سٹپٹائی تھیں' معید گہری سانس بھر کر رہ گیا۔
"مگر میں صرف آپ کی اور اپنی بات نہیں کررہا امی! آپ کو پتا ہے میری ہاؤس جاب چل رہی ہے یہاں گاؤں میں ابو نے میرے لیے ہسپتال بنوانا شروع کردیا ہے وہ بہت کمزور اور تنہا ہوگئے ہیں امی! انہیں میری اور آپ کی ضرورت ہے' آپ بتائیں میں ایسے میں انہیں کیسے اکیلا چھوڑ کر آجاؤں۔"
"وہ اکیلے نہیں ہیں ان کے اپنے ان کے پاس ہیں۔"
"وہ اپنے تو آپ کے پاس بھی ہیں امی! تو کیا آپ تنہا نہیں ہیں؟"
"میں اس وقت تم سے بحث کے موڈ میں نہیں ہوں معید! اگر تم اپنے باپ کے ساتھ خوش ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے' آئندہ تمہیں فون نہیں کروں گی' اللہ حافظ۔" بے حد دل برداشتہ ہوکر انہوں نے نہ صرف کال کاٹ دی تھی بلکہ سیل ہی آف کرکے سائیڈ پر رکھ دیا' معید ان کی اس حرکت پر مسکرا کر رہ گیا۔
وہ آج بھی ویسی ہی تھیں جیسے پچیس سال پہلے تھیں' گزرنے والے ماہ و سال نے ان کے مزاج پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا' تبھی وہ بستر چھوڑ کر گھر سے باہر ڈیرے پر چلا آیا' جہاں مزمل ملک صاحب اپنے مزارعوں کے بیچ بیٹھے انہیں زمین سے متعلق کوئی خصوصی ہدایات دے رہے تھے۔ معید کو آتے دیکھ کر انہوں نے فوراً سب کو رخصت کردیا۔
"السلام علیکم ابو!"
"وعلیکم السلام! آج اتنی جلدی بستر چھوڑ دیا' خیریت؟"
"ہوں' ایک لڑکی پسند آ گئی ہے آپ کے لیے' اب جلدی سے نکاح کی تیاری کرلیں بس۔" اس نے کہا اور وہ کھل کر ہنس پڑے۔
"باز نہ آنا اپنی حرکتوں سے' اصل بات بتاؤ شاباش۔"
"شہر جارہا ہوں کل' امی کے پاس' اسی کی اطلاع دینے آیا تھا۔"
"خیریت...... یوں اچانک؟" وہ پریشان ہوئے' معید نے بے نیازی سے رخ پھیر لیا۔
"کیا کروں اکلوتی اولاد ہوں' دونوں کا سوچنا پڑتا ہے حالانکہ آپ دونوں نے تو میرا نہیں سوچا۔"
"اپنے باپ کو شرمندہ کررہے ہو معید؟"
"نہیں شرمندہ نہیں کررہا' اس غلطی کا احساس دلا رہا ہوں جو پچیس سال پہلے آپ نے کی۔"
"کیسی غلطی؟"
"امی کو ان کے حال پر چھوڑنے کی غلطی' جن سے محبت کی جاتی ہے انہیں ان کے حال پر نہیں چھوڑنا چاہیے' آپ کو روکنا چاہیے تھا انہیں۔"
"تمہیں کیا لگتا ہے میں نے نہیں روکا ہوگا اسے؟"
"روکا ہوگا مگر اس طرح سے نہیں کہ جس طرح سے روکنا چاہیے تھا۔" وہ دکھی دکھائی دے رہے تھے مگر معید نے پروا نہیں کی۔
"بہر حال امی کا فون آیا تھا ابھی' مجھے یاد کررہی ہیں سوچا ایک دو روز ان کے پاس گزار آؤں۔"
"ہوں' اچھی بات ہے۔" اس بار یاسیت سے کہتے ہوئے انہوں نے نظر بدل لی تھی۔
معید گہری نظروں سے ان کی اداسی اور اضطراب کا معائنہ کرتا اگلے ہی پل وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

❁......❁......❁

برطانیہ میں اس کا وہ دوسرا ہفتہ تھا جب اس روز عظیم حسن صاحب نے فون کرکے اسے بتایا۔
"ہم نے تمہاری شادی طے کردی ہے سندان! کل نکاح ہے تمہارا' لہٰذا آج کسی بھی وقت کی فلائٹ سے پاکستان واپس آجاؤ۔"
"کیا...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پاپا؟" اس کے اعصاب پر جیسے کوئی بم گرا تھا مگر عظیم صاحب نے پروا نہیں کی۔
"تمہاری شادی کررہے ہیں ہم اس میں اتنی حیران ہونے والی کون سی بات ہے؟"

"مگر پاپا! میں عائزہ کے سوا کسی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔"
"عائزہ کا نکاح ہوچکا ہے اسی لڑکے کے ساتھ جس کے ساتھ منگنی ہوئی تھی۔"
"نہیں...... ایسا نہیں ہوسکتا۔"
"یہ تم کہہ رہے ہو' ورنہ حقیقت میں ایسا ہوچکا ہے اور اب میں مزید تمہاری کوئی حماقت برداشت نہیں کروں گا اگر تم کل صبح تک گھر واپس نہیں آئے تو میں سچ کہہ رہا ہوں سندان! میں تمہیں اپنی جائیداد سے عاق کردوں گا' اللہ حافظ۔" بنا اس کی کیفیت کو سمجھے عظیم صاحب نے سفاک لہجے میں کہتے ہوئے کال ڈراپ کردی تھی۔ سندان سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔
کل صبح سے عائزہ کا نمبر بند جارہا تھا اور ادھر اس کے دل کی دھڑکنیں تھیں کہ جیسے رکتی جارہی تھیں۔
اس رات وہ ایک پل کے لیے بھی نہیں سوسکا تھا' عائزہ ملک سے رابطے کی کوئی سبیل بھی نہیں تھی لہٰذا نا چاہتے ہوئے بھی اگلے روز اسے پاکستان واپس آنا پڑا۔ اُدھر گھر میں نفیسہ بیگم اور اس کی دونوں بہنوں نے مل کر اس کی شادی کی ساری تیاری مکمل کرلی تھی تاہم وہ نکاح کے وقت تک عائزہ کی گلی کے چکر لگاتا رہا تھا۔
عظیم صاحب نے شادی کی تقریب کے لیے ہوٹل بک کروالیا تھا اور وہیں بے حد شاندار طریقے سے اس کا نکاح ہوا تھا' عظیم صاحب اور نفیسہ بیگم کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی خود اس کی دونوں بہنیں بھی بے حد مسرور تھیں مگر وہ خوش نہیں تھا۔ اس کا دل بے حد بجھا ہوا تھا ہلکے ہلکے بخار کے ساتھ اسے سر میں شدید درد محسوس ہورہا تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر اپنی بیوی کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ عظیم صاحب نے اس کے لیے اسی ہوٹل میں شب عروس کے لیے کمرا بک کروادیا تھا' جہاں رات کے تقریباً تین بجے کے بعد اسے داخل ہونا نصیب ہوا تھا۔
گلاب اور موتیے کے تازہ پھولوں سے سجا بے حد دیدہ زیب کمرا اس وقت اپنی مثال آپ تھا مگر سندان نے کسی خوب صورتی کو محسوس نہیں کیا' وہ کمرے میں آنے سے دس منٹ پہلے تک عائزہ کو کال ملاتا رہا تھا مگر اس کا نمبر ہنوز بند مل رہا تھا۔ تبھی وہ بوجھل قدموں کو گھسیٹتا کمرے تک آیا تھا۔ جہاں تازہ پھولوں کے درمیان بیڈ کے وسط میں بیٹھی زرنگار گھونگھٹ گرائے خود بھی کسی خوب صورت پھول سے مختلف نہیں لگ رہی تھی۔
اس نے ایک نظر اس کے خوب صورت سراپے پر ڈالی پھر گہری سانس بھرتے ہوئے کمرے کو لاک کردیا۔ بوجھل اعصاب کے ساتھ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنی ہونے والی اس ہمسفر لڑکی سے کیا کہے تبھی اس نے اسے سب بتانے کا فیصلہ کرلیا۔
"السلام علیکم!" قدرے فاصلہ رکھ کر وہ اس کے مقابل بیٹھ گیا تھا۔ زرنگار نے سر ہلا کر سلام کا جواب دے دیا' تبھی وہ بولا۔
"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں اس وقت آپ سے کیا کہوں کیونکہ نہ تو میری آپ کے ساتھ کوئی انڈر سٹینڈنگ رہی ہے نہ میں آپ کو جانتا ہوں بلکہ جاننا کیا میں نے تو ابھی تک آپ کو دیکھا بھی نہیں۔ آپ سے میری ایمرجنسی شادی خالصتاً میرے ماں باپ کی مرضی اور پسند سے ہوئی ہے ورنہ کل تک تو مجھے پتا بھی نہیں تھا کہ میری شادی ہونے والی ہے' اصل میں میرے پاپا اور مما نے مل کر یہ سب پلان کیا اور میرے لیے کوئی راہ فرار نہیں چھوڑی بہر حال میں آپ کو اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا' میں جانتا ہوں آپ کو بہت تکلیف تو ہوگی مگر یہ سچ ہے کہ میں کسی اور لڑکی سے پیار کرتا ہوں' یہ میری بدنصیبی تھی کہ میں چاہتے ہوئے بھی اسے حاصل نہیں کرسکا اور وہ کسی اور کے نام سے منسوب ہوگئی۔" بولتے بولتے ایک دم سے اس کا لہجہ بھرا گیا مگر اس نے فوراً ہی خود کو سنبھالا۔
"خیر میں پوری کوشش کروں گا کہ میری وجہ سے آپ کو کبھی کسی دکھ کا سامنا نہ کرنا پڑے' میں زندگی میں کچھ بھی اچھا نہ کرسکا کوشش کروں گا کہ شوہر کا رول ضرور اچھا

کرسکوں۔" اس کا لہجہ ہنوز گمبھیر تھا' زرنگار نے آہستہ سے سر اٹھا کر خود ہی گھونگھٹ پلٹ دیا وہ صرف بے تحاشا خوب صورت نہیں تھی بلکہ اس کا ساحرانہ حسن سامنے والے کے گرد عجیب سا حصار باندھ کر اسے بے خود کردیتا تھا اور اب تو بات ہی اور تھی۔

دلہن کے روپ نے اس کے قیامت خیز حسن کو مزید چار چاند لگادیئے تھے' یہی وجہ تھی کہ سندان جو ابھی مزید اسے اپنے بارے میں کچھ بتانا چاہتا تھا ایک دم سے ساکت ہوکر اسے دیکھتا رہ گیا' واقعی اس کی ماں نے اس کے لیے کوئی ہیرا نہیں بلکہ گوہر نایاب تلاش کیا تھا۔ اسے اس لمحے اپنا دل بہت شدت سے دھڑکتا محسوس ہورہا تھا' تبھی فوراً سے پیشتر ایک عجیب سا اضطراب محسوس کرتے ہوئے وہ بیڈ سے اٹھ کر باہر روڈ کی جانب کھلنے والی ونڈو میں آ کھڑا ہوا۔ باہر سڑک کے اس پار رنگ و نور کا ایک سیلاب تھا جو رات کے اس پہر بھی کسی طور کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا تبھی زرنگار بیڈ سے اٹھی اور ڈریسنگ کے سامنے آ کھڑی ہوئی' سندان نے دیکھا وہ ایک ایک کرکے اپنا زیور اتار رہی تھی تبھی وہ اس کے قریب آیا۔

"یہ کیا کررہی ہیں آپ؟"

"زیور اتار رہی ہوں' بہت تھکن محسوس ہورہی ہے۔" بناء اس کی طرف دیکھے اس نے ایسے انداز میں کہا کہ جیسے ان دونوں کے درمیان صدیوں کی شناسائی ہو وہ پھر ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

"ہوں' ٹھیک ہے آپ آرام کریں۔" اسے آرام کی تلقین کرکے وہ خود نیچے ہال میں آ گیا اور پھر رات گزری نہیں تھی رات نے اسے گزارہ تھا۔

لمحہ بہ لمحہ سسکتے اور سلگتے ہوئے...... اذیت کی بھٹی میں جل جل کر......

❀......❀......❀

اس کے سیل پر کب سے بیل رنج رہی تھی۔ وہ باتھ لے کر واش روم سے نکلا تو اس کا سیل بج بج کر بند ہوچکا تھا' سندان نے جھک کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے سیل اٹھایا' کوئی اجنبی نمبر تھا اس نے سیل دوبارہ سائیڈ پر پھینک دیا۔

زرنگار سادا کپڑوں میں ملبوس سامنے ہی صوفے پر بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھی' وہ سرسری سی ایک نظر اس پر ڈالتا ابھی کمرے سے باہر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ سیل پھر سے بج اٹھا۔

"ہیلو۔" تیسری بیل پر اس نے کال پک کرلی تھی' دوسری طرف تھوڑی دیر خاموشی چھائی رہی پھر عائزہ کی آواز سنائی دی۔

"شادی کی بہت بہت مبارک ہو سندان حسن!" اس کا لہجہ بیٹھا ہوا تھا۔ سندان کا دل پوری شدت سے دھڑک اٹھا۔

"عائزہ......" جیسے تڑپ کر اس نے پکارا تھا سامنے صوفے پر بیٹھی زرنگار لغاری کا چونک جانا لازمی تھا۔

"کیسی ہو تم؟ یقین کرو میں اس شادی میں ایک فیصد بھی انٹرسٹڈ نہیں ہوں یہ سب امی اور ابو کا پلان تھا میں صرف تمہیں......" وہ اپنی صفائی میں ابھی کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی دوسری طرف سے کال ڈراپ کردی گئی۔ سندان کو لگا جیسے کسی نے اس کے منہ سے آکسیجن کھینچ لی ہو۔

ہلکا ہلکا بخار تو اسے پہلے ہی تھا' شام میں ولیمے کی تقریب تک وہ تیز بخار میں مبتلا ہوچکا تھا' اگلے تقریباً ڈیڑھ ہفتے تک وہ ٹائیفائیڈ کا شکار رہا۔ ڈیڑھ ہفتے کے بعد اس کی طبیعت قدرے بہتر ہوئی تو عظیم صاحب نے اس کا ہنی مون سیٹ کردیا۔ وہ سندان اور زرنگار کو زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کے قریب رہنے کا موقع دینا چاہتے تھے مگر تاحال دونوں ندی کے دو کناروں کی مانند تھے۔

عظیم صاحب اور نفیسہ بیگم کی خواہش تھی کہ وہ دونوں اپنا ہنی مون پیرس' استنبول یا آسٹریلیا میں منائیں تاکہ عائزہ نامی لڑکی کے نکاح کا جو جھوٹ ان دونوں نے سندان سے بولا تھا اس کا پول نہ کھلے مگر زرنگار نے ہنی مون کے لیے ملک سے باہر جانے سے صاف انکار کرتے ہوئے شمالی علاقہ جات کے حق میں

اپنا ووٹ دے دیا' لہٰذا ان کی شمالی علاقہ جات کے لیے سیٹ کنفرم ہوگئی۔

اس روز سنڈے تھا جب وہ مری پہنچے تھے' سندان یہیں پڑاؤ ڈال کر آگے سفر کا ارادہ رکھتا تھا' جس وقت وہ گھر سے مری کے لیے نکلے تھے ہلکی ہلکی بارش ہورہی تھی۔ مری پہنچنے تک یہ ہلکی ہلکی بارش موسلا دھار بارش کا روپ اختیار کرگئی۔ مری میں سندان کا اپنا فلیٹ تھا لہٰذا کسی ہوٹل وغیرہ میں قیام کی بجائے اس وقت موسم کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے وہ سیدھا اسی فلیٹ پر چلا آیا تھا' زرنگار نے تمام راستے اس سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ ایک خاموش مجسمے کی مانند تھی۔

شادی سے لے کر اب تک سندان نے نا اسے کسی کے ساتھ بلاضرورت بولتے سنا تھا نہ اس کے سوا اس نے اپنے کسی سسرالی کو اپنے گھر میں دیکھا تھا۔ یہ ساری باتیں اب ڈرائیونگ کے دوران اس کے دماغ میں آرہی تھیں وگرنہ پچھلے پندرہ دنوں میں تو بخار نے اسے اس قابل چھوڑا ہی نہیں تھا کہ وہ کسی چیز پر غور کرتا۔ اگلے تقریباً بیس منٹ تک گاڑی سے نکل کر فلیٹ تک آتے اور پھر فلیٹ کا لاک کھولتے وہ دونوں بُری طرح سے بارش میں بھیگ چکے تھے۔ زرنگار جو پہلے ہی قیامت خیز سراپا کی مالک تھی اس وقت اور بھی پیاری لگ رہی تھی۔

اگلے پندرہ منٹ میں وہ کپڑے تبدیل کرچکی تھی مگر پھر بھی سندان کے اعصاب پرسکون نہیں ہوسکے تھے' جیسی طبیعت کا وہ مالک تھا اس کا حسن اسے بہت بُری طرح سے ڈسٹرب کررہا تھا۔

رات کے تقریباً ساڑھے دس بجے کا ٹائم تھا جب وہ کھانا کھا کر چائے پینے کے بعد بستر پر آیا تھا۔ زرنگار اس سے پہلے ہی لیٹ چکی تھی' تبھی اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف کرلیا۔ شادی کی پہلی رات کے بعد وہ دوسری مرتبہ اس کے قریب ہونے کی کوشش کررہا تھا۔

زرنگار کا سر اس کے بازو پر آ ٹکا مگر اس نے نظریں اٹھا کر سندان کی طرف نہیں دیکھا تھا جو اسے بازوؤں کے حلقے میں لیے بہت دھیمے لہجے میں اس سے کہہ رہا تھا۔

"آپ اتنی خاموش کیوں رہتی ہیں زرنگار! کیا یہ شادی آپ کی مرضی سے نہیں ہوئی؟"

"نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"پھر کیا میں پسند نہیں آیا؟"

"میں نے تو ایسا نہیں کہا۔"

"ہاں آپ نے نہیں کہا مگر مجھے ایسا لگتا ہے جیسے آپ اس شادی سے خوش نہیں ہیں۔"

"آپ کی اپنی سوچ ہے' میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" وہ ہنوز بے نیازی کا مظاہرہ کررہی تھی۔ سندان نے گہری سانس بھر کر اس موضوع کو چھوڑ دیا۔

"اوکے' کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے ہنی مون کے لیے یہاں آنے کو کیوں ترجیح دی؟"

"جی ہاں' مجھے کچھ دکھانا تھا آپ کو۔"

"کیا؟" وہ چونکا تھا' زرنگار اٹھ بیٹھی۔

"یہاں اس شہر میں کچھ ایسا ہے جو میں آپ کو دکھانا چاہتی ہوں۔"

"اچھا...... کیا دکھانا چاہتی ہو؟" اب وہ حیران ہورہا تھا وہ بیڈ سے اتر گئی۔ باہر بارش اب تھم گئی تھی مگر سرد ہواؤں کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔

"چلیں......"

"کہاں؟" زرنگار کی حرکات اسے حیران کررہی تھیں وہ اٹھ بیٹھا۔

"چلیں گے تو پتا چلے گا۔" وہ ازحد سنجیدہ تھی۔ سندان کے اندر تجسس کی لہر دوڑ گئی۔

"اوکے چلو۔" اگلے ہی پل وہ بھی بیڈ سے اتر آیا تھا' زرنگار گرم شال لپیٹ کر باہر روڈ پر نکل آئی۔ سندان ازحد حیران سا اس کے ساتھ چل پڑا' تقریباً بیس منٹ پیدل چلنے کے بعد وہ ایک مکان کے سامنے رک گئی تھی۔

"اس جگہ کو پہچانتے ہیں آپ؟" عجیب سرد سے لہجے میں اس نے پوچھا تھا' سندان کا خون جیسے اس کی رگوں میں منجمد ہوگیا مگر زرنگار نے اس کے چہرے پر دوسری نظر ڈالے بغیر آگے بڑھ کر دروازے پر پڑا لاک کھول دیا۔ بناء

کسی خوف اور ہچکچاہٹ کے وہ اس تاریک مکان میں داخل ہوگئی تھی۔ سندان کو لگا جیسے اس کی ٹانگوں سے جان نکل گئی ہو۔ بے حد سرد ہواؤں کے باوجود اس کی پیشانی پر پسینے کے چھوٹے چھوٹے قطرے ابھر آئے تھے۔

زرنگار اب اندر کسی ہال نما کمرے کی لائٹ آن کررہی تھی؛ وہ وہیں کھڑا رہا تبھی وہ پلٹی تھی اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے اندر لے آئی۔

"یہ کمرا تو یاد ہوگا آپ کو؟ میں دو سال یہاں رہی ہوں اور ان دو سالوں میں ایک رات بھی نیند میرے پاس نہیں آئی یہاں اس بستر سے وہ سامنے بالکونی اور پچھلی راہ داری سے شام ہوتے ہی عجیب سی چیخوں اور گھٹی گھٹی سسکیوں کی آواز آتی ہے۔" وہ بول رہی تھی اور اس کا لہجہ ایک دم سے بھرا گیا۔

"کچھ یاد آیا آپ کو کیا ہوا تھا یہاں؟" اب وہ پلٹ کر سرد نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ سندان کا جسم ہولے سے کپکپا اٹھا؛ اس کے لبوں پر جیسے چپ کے قفل لگ گئے تھے۔

"کیا قصور تھا اس کا؟ صرف یہی کہ اس نے آپ سے پیار کیا تھا؛ اعتبار کیا تھا...... مگر آپ نے کیا کیا؟ اس کے اعتبار کے ساتھ ساتھ اس کی عزت؛ محبت اور شرافت کی بھی دھجیاں اڑا دیں...... کیوں؟" وہ چلائی تھی اور سندان کے جسم سے جیسے رہی سہی جان بھی نکل گئی؛ کسی کٹے ہوئے درخت کی مانند بیڈ کے کنارے پر دونوں ہاتھ ٹکاتے ہوئے وہ بیٹھا چلا گیا۔

"پتا نہیں۔" بمشکل اس کے لبوں سے نکلا تھا؛ زرنگار کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں انسان جو کرتا ہے اس کا اسے کبھی حساب نہیں دینا پڑے گا؛ اچھے اور برے اعمال کبھی پلٹ کر نہیں آتے؟ کیا لگتا ہے آپ کو وہ جو ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرنے والا ہے وہ یونہی چھوڑ دے گا آپ کو...... نہیں؛ انسان جب اس کی پکڑ میں آتا ہے تو پھر کہیں امان نہیں ملتی اسے؛ آپ کو بھی نہیں ملے گی۔ ایک دن یونہی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاؤ گے آپ بھی مگر کوئی آپ پر ترس نہیں کھائے گا۔" اب وہ چلاتے ہوئے اسے بددعائیں دے رہی تھی۔ سندان کو لگا جیسے وہ گہری کھائیوں کے پاتال میں جاگرا ہو؛ اس کے اعصاب اس وقت مکمل طور پر سن ہوچکے تھے؛ بہت دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولنے کے قابل ہوا تھا۔

"کون ہو تم؟"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ میں کون ہوں؟"

"ثانیہ کو کیسے جانتی ہو؟"

"بہن تھی میری؛ ابو کی وفات کے بعد ہمارے گھر کی واحد کفیل۔" الفاظ نہیں تھے کوئی نشتر تھا جو ایک دم سے اس کے دل میں پیوست ہوگیا تھا؛ اس کے کندھے بھاری بوجھ تلے دبے جارہے تھے جبکہ آنکھوں میں سرخی چھاگئی تھی۔

بہت گہرا وار کیا تھا اس کی تقدیر نے اس پر اور وہ جو جوانی کے نشے میں چُور زندہ جاوید دھڑکتے دلوں کو ویران مقبروں میں تبدیل کردیا کرتا تھا؛ تقدیر کے اس وار پر چاروں شانے چت ہوکر گر پڑا۔

❀......❀......❀

ثانیہ نصیر سے اس کا تعلق بہت پرانا نہیں تھا۔ اس کا نمبر اس کے دوست فہیم کے سیل میں تھا جو اس نے اس شاپ سے حاصل کیا تھا جہاں سے وہ لوڈ وغیرہ کرواتی تھی صرف ثانیہ ہی نہیں، بہت سی دوسری اچھے گھروں کی لڑکیوں کا نمبر بھی اسی شاپ والے کی مہربانی سے لیک ہوا تھا۔ فہیم کے بقول ثانیہ بے حد مغرور اور بدتمیز لڑکی تھی۔

اسی نے سندان کو اس کا نمبر دیا تھا کہ وہ اس پر ٹرائی مارے اور سندان نے بھی صرف دوست کی نظر میں اپنا جھنڈا اونچا رکھنے کے لیے اس پر لائن مارنی شروع کردی تھی وہ ایک بے حد حساس اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی اس کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا۔ سندان جانتا تھا کہ ایسی لڑکیوں کی عقل کیسے نکالی جاتی ہے لہٰذا اس نے اسے بے حد عزت و توقیر دینی شروع کردی تب تک عائزہ ملک اس کی زندگی میں نہیں آئی تھی۔

ثانیہ ایک پرائیوٹ اسکول میں ٹیچر تھی اور کچھ گھروں میں ٹیوشن پڑھانے بھی جاتی تھی؛ سندان کو اس کے گھریلو حالات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ تو بس اس کا غرور خاک میں ملانا چاہتا تھا لہٰذا روز بن سنور کر گاڑی لے کر وہ اس کے پیچھے نکل جاتا تھا مگر یوں کہ کسی کو پتا نہ چلے اور نہ ہی ثانیہ کی رسوائی ہو۔ ثانیہ بہت زیادہ دنوں تک اسے نظر انداز نہیں کرسکی تھی کیونکہ جس طرح کے حالات سے وہ گزر رہی تھی اس میں ایک امیر کبیر خوب صورت لڑکے کا اس کے پیچھے پھرنا بہت بڑی بات تھی ہر مجبور اور بے بس لڑکی کی طرح اسے بھی اپنی مشکلات اور مصائب کا حل کسی امیر گھرانے کے اچھے لڑکے سے شادی کرنے میں ہی نظر آیا تھا۔ لہٰذا تقریباً تین ہفتوں کے بعد پہلی بار اس نے اسے اپنے راستے میں کھڑا دیکھ کر ٹوکا تھا اور اسی وقت سندان نے اس سے کہا تھا کہ اگر وہ اس سے فون پر بات کرلیا کرے گی تو وہ آئندہ اسے سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا نظر نہیں آئے گا۔

ثانیہ نے اس کی بات مان لی تھی اور یہیں سے اس کی بربادی کا آغاز ہوا تھا؛ ثانیہ جیسی حساس اور بے حد ذمہ دار لڑکی کو محبت کا دانہ ڈال کر اگلے دو ماہ میں ہی اس نے اپنے قابو میں کرلیا تھا۔ اس کی چاہت کے جواب میں وہ بھی اسے چاہنے لگی تھی اور جب اسے پتا لگا کہ وہ بھی اسے چاہنے لگی ہے اس نے اس سے ملنے کا تقاضا شروع کردیا۔ ثانیہ نے شرط رکھی کہ پہلے وہ اپنے گھر والوں کو رشتے کے لیے بھیجے پھر وہ اس سے ملے گی اور سندان نے بہت ٹال مٹول کے بعد بالآخر ایک عورت کو پیسے دے کر اپنی فرضی ماں بنا کر اس کے گھر بھیج دیا؛ بات پکی ہوگئی؛ ثانیہ کے گھر میں کوئی ایسا مرد نہیں تھا جو اس کی تحقیق کرتا اور تحقیق کرنی بھی کیوں تھی جب ثانیہ کا دل بھی سندان کا وکیل بن کر اس کے مقابل آ گیا تھا۔

زرنگار اس وقت میٹرک کی طالبہ تھی؛ بہن کی آنکھوں کے چمکتے جگنو اسے بھی خوش کردیتے تھے؛ گھر میں ایک انقلاب سا آ گیا تھا؛ وہ ساری ساری رات جاگ کر اپنی بہن کی خوشیوں کے لیے دعا کرتی۔ اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ ایک غلط رستے سے بھلا صحیح منزل کیسے مل سکتی تھی؟

ثانیہ کی شرط پوری ہوچکی تھی؛ سندان نے خود کو اس کی نظروں میں سرخرو کرلیا تھا رشتہ بھیج کر۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اس کی ماں ایک بے حد مصروف سوشل خاتون ہے؛ وہ بار بار ان کے گھر کے چکر نہیں لگا سکتی اور چونکہ یہ رشتہ خاص اس کی پسند پر ہوا ہے لہٰذا وہ فون وغیرہ پر بھی ابھی بات نہیں کریں گی۔

ثانیہ اس بات کو سمجھ سکتی تھی سندان اور اس کے اسٹیٹس میں جو فرق تھا وہاں ایسی بات غلط ہو بھی نہیں سکتی تھی؛ اس کے لیے تو یہی کافی تھا کہ سندان نے بمشکل ہی سہی اپنی ماں کو منا کر اس کے گھر بھیج دیا تھا؛ وہ اس کی انگلی میں سندان کے نام کی انگوٹھی ڈال گئی تھیں۔ اسے یقین تھا وہ اپنی محبت اور خدمت گزاری سے ایک روز اس کے گھر والوں کا دل جیت لے گی؛ اس روز ٹیوشن سے واپسی پر وہ شادی کی شاپنگ کی غرض سے اسے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اس کے دوست اس کی ہر سرگرمی سے واقف تھے اور اسے سیلوٹ پیش کررہے تھے اسی روز شاپنگ سے واپسی پر پہلی بار سندان نے ثانیہ کی عصمت پر ہاتھ ڈالا تھا؛ اس کے لاکھ نہ چاہنے اور احتجاج کرنے کے باوجود اس نے اپنی ضد پوری کی تھی یہ تسلی دے کر کہ ابھی چند روز کے بعد تو ان کی شادی ہو ہی جانی ہے۔ ثانیہ اس رات ایک پل کے لیے بھی نہیں سو سکی تھی؛ رات بھر اس کا تکیہ اس کے آنسوؤں سے بھیگتا رہا تھا اور اُدھر سندان نے وہ رات اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ اپنی جیت کے نشے میں چُور موج مستی کرتے ہوئے گزاری تھی۔

گناہ صرف وہی نہیں ہوتا جو انسان کی ہوس اور خواہشات کرواتی ہیں بلکہ گناہ وہ بھی ہوتا ہے جو انسان کے حالات اور مجبوریاں اسے کرنے پر مجبور کردیں۔ اس روز کے بعد سندان کی توجہ اور محبت میں کمی آ گئی تھی اس کی خودساختہ مصروفیات نے اسے ثانیہ سے دور کردیا تھا؛ دن بھر پچاس کالز کرنے والا اب صرف ایک کال پر آ گیا تھا؛ وہ بھی بے حد مختصر......

اس شخص نے اس بے لوث محبت کرنے والی خوددار

لڑکی کی عصمت کی قیمت صرف ایک انگوٹھی اور چند جوڑے کپڑوں میں ادا کردی تھی۔ زندگی پہلے ہی سہل نہیں تھی اوراب اس شخص نے اسے اور بھی مشکل بنادیا تھا۔

زرنگار ثانیہ کی ہر بات سے باخبر ہوچکی تھی وہ اس سے لڑی بھی تھی مگر وہ اس کے لیے کچھ کرنہیں سکتی تھی وگرنہ جس روز پہلی بار اس نے سندان حسن کو دیکھا تھا اس نے اسی روز ثانیہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ شخص اس کے لائق نہیں ہے مگر ثانیہ محبت کے جس سفر پر چل نکلی تھی اس سفر سے مکمل بربادی تک اس کی واپسی ممکن نہیں تھی۔

اس کی ماں اب اس کی شادی پر زور دے رہی تھی اور اُدھر سندان یوں لاتعلق ہوگیا تھا جیسے اسے جانتا ہی نہ ہو۔ ثانیہ ان دنوں بہت زیادہ پریشان رہنے لگی تھی تین ماہ اسی پریشانی کی نذر ہوگئے۔ اسکول میں اس کی کارکردگی بھی پہلے جیسی نہیں رہی تھی مسلسل سوچوں اور پریشانی کے سبب ٹیوشن کے دو تین گھر بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئے۔

ایک کے بعد ایک مشکل تھی' تبھی ایک روز طبیعت خراب ہونے پر اسے پتا چلا کہ وہ امید سے ہے۔ سر پر آسمان کیسے ٹوٹتا ہے اس روز اسے پتا چلا تھا۔ زرنگار اس وقت اس کے ساتھ تھی اور اس کی آنکھوں کے سامنے بھی جیسے اندھیرا چھا گیا تھا۔ ہر لمحہ ان دونوں بہنوں کی فکر میں گھلتی مجبور ماں کا چہرہ اسے بلک بلک کر رونے پر مجبور کررہا تھا۔ ثانیہ نے اپنی صفائی پیش کی تھی مگر اس نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔ سندان حسن کے ساتھ ساتھ اسے اپنی بہن سے بھی بے حد نفرت اور کراہیت محسوس ہورہی تھی۔

شاید اس کی نفرت نے ہی ثانیہ کو سندان سے لڑنے پر مجبور کیا تھا اور اس روز وہ اس کی یونیورسٹی پہنچ گئی تھی جہاں سے اسے سندان کے باپ کے آفس کا پتا ملا تھا۔ اس نے سندان کو دھمکی دی کہ اگر اس نے اسے قبول نہ کیا تو وہ یونیورسٹی میں سب کو بتانے کے بعد اس کے باپ کے آفس پہنچ جائے گی اور یہی وہ دھمکی تھی جس پر سندان نے اس سے جلد شادی کی ہامی بھری تھی اس نے کہا تھا کہ فی الحال اس کے ماں باپ اس کی شادی کے لیے راضی نہیں ہیں' تاہم وہ اس سے کورٹ میرج کرلے گا اور اس کے لیے اسے اس سے تعاون کرنا ہوگا۔

مشکلوں اور مصیبتوں میں گھری ثانیہ کے لیے یہ تسلی بھی بہت تھی لہٰذا اس نے ایک مرتبہ پھر دھوکے کی سیڑھی پر قدم رکھ دیئے۔ سندان نے اسے بتایا تھا کہ اس کا ایک دوست مری میں رہتا ہے وہاں اس کا اپنا ذاتی گھر ہے وہ اسی دوست کے پاس جاکر نکاح کرلیتے ہیں۔ واپسی پر سب کو نکاح کا بتادیں گے ثانیہ مان گئی تھی مگر اسے اپنی ماں اور بہن کی فکر تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے اپنی ماں اور بہن سے یہ بات شیئر کی تو وہ کبھی بھی اسے سندان کے ساتھ دوسرے شہر جانے نہیں دیں گی مگر اس کے لیے اس وقت سندان پر اعتبار کرنا اور اس کے ساتھ نکاح کے بندھن میں بندھنا بہت ضروری تھا۔

جو نادانی وہ کر بیٹھی تھی اس نادانی کو زیادہ دن تک چھپانا اس کے لیے ممکن نہیں تھا اور اس سے پہلے کہ ساری دنیا اس پر اور اس کے گھر والوں پر تھوتھو کرتی وہ اس نادانی کو سندان کے جائز رشتے کا نام دے دینا چاہتی تھی۔ لہٰذا اس نے جھوٹ کا سہارا لیا اور گھر میں یہ کہہ کر کہ اس کی بہت قریبی دوست اور کولیگ کی شادی ہے جس میں اسکول کا سارا اسٹاف مدعو ہے لہٰذا اس کا جانا بھی ضروری ہے اپنی دانست میں اپنی ماں اور بہن کو مطمئن کردیا تھا مگر خود اس کا اپنا دل مطمئن نہیں تھا مگر ایک بہت بڑی تباہی سے خود کو بچانے کے لیے اس نے بہت بڑا رسک لیا تھا اور پھر ہار گئی تھی۔

سندان نکاح کی غرض سے اسے اپنے جس دوست کے فلیٹ پر لے کر آیا تھا وہاں اس کے تین عدد دوست پہلے سے ہی اسے بھنبھوڑنے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔

سندان سارے راستے ان سے رابطے میں رہا تھا اور ثانیہ کے سامنے نکاح سے متعلق باتیں کرتا رہا تھا' کبھی مولوی صاحب کے پہنچنے کا پوچھتا' کبھی گواہوں کے لیے دوستوں کا پوچھتا کہ سب پہنچ گئے ہیں یا نہیں۔ پورے راستے اس نے ثانیہ سے کوئی بدتمیزی نہیں کی تھی مگر مری پہنچنے کے بعد اس مکان کے اندر اس نے اور اس کے

دوستوں نے کیا کیا نہیں کیا تھا اس معصوم لڑکی کے ساتھ وہ آج بھی سوچتا تھا تو اس کی روح کانپ جاتی تھی مگر اس وقت اسے کوئی احساس نہیں تھا۔ پورے تین دن ثانیہ نصیر اس گھر میں اور اس کے دوستوں کے ساتھ رہی تھی اور چوتھے دن وہ اسے اسی گھر میں بے ہوش چھوڑ کر وہاں سے نکل آئے تھے۔ اس نے ثانیہ سے کہہ دیا تھا کہ اب اگر وہ چاہے تو اس کے باپ کے آفس جاکر اس کی شکایت کرسکتی ہے مگر اسے چپ لگ گئی تھی۔

وہ وہاں اس گھر سے کب اور کیسے نکلی وہ نہیں جانتا تھا مگر اسے اتنا ضرور پتا لگا تھا کہ ثانیہ نے اسی مکان میں خودکشی کرلی تھی۔ سندان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کبھی اس لڑکی کی بہن سے شادی کرے گا' کتنا بڑا مذاق کیا تھا تقدیر نے اس کے ساتھ کہ وہ اپنی بیوی سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ زرنگار اب چہرہ دھونے کے بعد اس کے قریب آبیٹھی تھی۔

"تم نے اور تمہارے دوستوں نے میری بہن کو صرف اس لیے ذلت کی موت دی کہ وہ ایک مجبور اور بے آسرا لڑکی تھی مگر میں مجبور اور بے آسرا نہیں ہوں۔ اس کا اندازہ تم اس بات سے لگاسکتے ہو کہ یہ گھر اب میری ملکیت ہے' تم دیکھنا سندان حسن کہ ثانیہ نصیر کی بہن تمہاری زوجیت میں تمہارے گھر رہتے ہوئے تمہارے ساتھ کیا کیا کرتی ہے۔" وہ اسے دھمکی نہیں دے رہی تھی مگر اس کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ وہ اسے بے بس نگاہوں سے دیکھتا رہ گیا تھا۔

اسی روز رات میں اسے اپنی ماں سے پتا چلا تھا کہ زرنگار سے اس کی شادی ڈیڑھ کروڑ روپے کے حق مہر کے عوض ہوئی تھی صرف عائزہ سے چھٹکارا پانے کی جلدی میں انہوں نے زرنگار کی طرف سے ہر طرح کی شرط کو قبول کیا تھا۔ وہ یہ سب نہ بھی کرتی تب بھی وہ اسے چھوڑنے والا نہیں تھا جو گناہ اس سے سرزد ہوئے تھے اب یہ لازم تھا کہ وہ ان کی سزا پاتا۔

مری میں اس کے قیام کا وہ دوسرا دن تھا جب شدید ذہنی انتشار کے سبب وہ روڈ ایکسیڈنٹ کا شکار ہوگیا اور اس کی ریڑھ کی ہڈی پر گہری ضرب آئی تھی۔ عظیم صاحب اور نفیسہ بیگم پر تو جیسے قیامت ہی ٹوٹ پڑی تھی۔ پورے تین دن آئی سی یو میں دن رات ڈاکٹرز کی نگہداشت میں رہنے کے بعد چوتھے روز اسے ہوش آیا تھا اور تب سے جیسے ایک مستقل چپ اس کے ہونٹوں پر جم کر بیٹھ گئی تھی۔

❁......❁......❁

عائزہ کی شادی کی تاریخ فکس ہوگئی تھی۔ گھر میں آج کل سوائے اس کی شادی کے دوسرا کوئی موضوع نہیں تھا لہٰذا اس نے خود کو کمرے میں بند کرلیا تھا' گھر والوں نے اس پر موبائل فون یا لینڈ لائن نمبر سے کوئی بھی کال کرنے پر سخت پابندی عائد کردی تھی۔ ایسے میں صرف رہ رہ کر سندان کا خیال آتا تھا کہ وہ کہاں ہوگا؟ کیسا ہوگا؟ بے بسی سی بے بسی تھی اسکے بس میں ہوتا تو وہ گاؤں جاکر اس پینڈو شخص کا گلہ گھونٹ آتی جو اس کی مرضی کے بغیر اس سے شادی کے خواب دیکھ رہا تھا۔

ابھی یہ اذیت باقی تھی کہ اس روز اس کی ایک کلاس فیلو گھر پر اس سے ملنے چلی آئی۔ کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد اس نے عائزہ سے کہا تھا۔

"عائزہ سچ پوچھو تو مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا کہ تمہاری اور سندان کی شادی نہیں ہورہی' جس طرح تم اس کے ساتھ اور وہ تمہارے ساتھ سیریس تھا' ہمیں لگتا تھا کہ تم دونوں ضرور شادی کرو گے چاہے کچھ بھی ہوجائے۔"

"تقدیر ہمارے تابع نہیں ہوتی سعدیہ! وگرنہ سندان نے تو اپنے گھر والوں کو بھیجا تھا۔"

"اچھا' پھر......؟"

"پھر کیا' میرے گھر والے نہیں مانے۔" سعدیہ کی حیرت پر بہت یاسیت سے اس نے اسے اطلاع دی' تبھی وہ بولی تھی۔

"اوہ شاید اسی لیے وہ ثانیہ کی بہن سے شادی پر مان گیا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یار! کل اس کی شادی ہوئی ہے' ثانیہ کی بہن

سے‘ کیا تمہیں نہیں بتایا اس نے؟‘‘ کوئی جسم سے روح کیسے کھینچ کر نکالتا ہے عائزہ نے اس وقت جانا تھا۔

’’نہیں‘ میری بات نہیں ہوئی اس سے۔‘‘ بہت مشکل سے سن اعصاب کے ساتھ وہ بول پائی تھی۔ سعدیہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

’’کمال ہے‘ سارے یونیورسٹی فیلوز کو پتا ہے اصل میں وہ ایبروڈ گیا ہوا تھا کل شام ہی واپسی ہوئی ہے اس کی اور رات نکاح اور رخصتی کی تقریب بھی ہوگئی۔ بہت پیارا لگ رہا تھا مگر اس کی بیوی اس سے بھی زیادہ پیاری ہے‘ مت پوچھو یار! کل وہ دلہن بن کر کتنا غضب ڈھا رہی تھی۔‘‘ بناء اس کی دلی حالت کی پروا کیے وہ اسے پوری رپورٹ دے رہی تھی اور ادھر عائزہ کو لگا جیسے وہ زمین میں دھنستی جارہی ہو اور اس پر ملبہ گرتا جارہا ہو۔

’’ثانیہ کو تو جانتی ہو ناں تم‘ وہی بے چاری غریب ٹیچر جسے سندان اور اس کے دوستوں نے مل کر برباد کردیا تھا۔ اسی کی بہن ہے زرنگار‘ جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی ہے۔‘‘ یہ ایک نئی اطلاع تھی اس نے بے ساختہ چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

’’کیا کہہ رہی ہو‘ سندان نے ایسا کچھ نہیں کیا۔‘‘

’’ہوں‘ وہ تو یہی کہے گا مگر جس پر یہ قیامت ٹوٹی تھی اس نے خود رو رو کر اپنی بہن کو وہ ساری داستان سنائی تھی۔ سنا ہے اس کے گھر بھی سندان نے کسی عورت کو فرضی ماں بنا کر بھیجا تھا اور بعد میں اس بے چاری لڑکی کو اتنا ذلیل کیا کہ اس نے خودکشی کرلی۔ خدا کا واسطہ ہے عائزہ! اب اس جادوگر کے سحر سے نکل آؤ اس نے واقعی تمہارے ساتھ بھی چیٹ کیا ہے‘ بالکل اسی طرح جس طرح وہ تم سے پہلے سینکڑوں لڑکیوں کے ساتھ کرچکا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کسی صورت ثانیہ کی حسین و جمیل بہن کے ساتھ شادی نہ کرتا‘ تم تو جانتی ہو وہ والدین کا اکلوتا بیٹا ہے‘ بھلا اس کی مرضی کے بغیر اس کے ماں باپ کہیں اور اس کی شادی کرسکتے ہیں؟‘‘ سعدیہ اس کی بے حد مخلص دوست تھی اور وہ اسے اب بھی وہی سب کہہ رہی تھی جو پچھلے دو تین سال سے کہتی آرہی تھی مگر اس سے پہلے عائزہ نے کبھی اسے سندان کے بارے میں ایک لفظ بھی کہنے کی اجازت نہیں دی تھی‘ وہ کچھ بتانا چاہتی بھی تھی تو وہ غصے سے اسے ٹوک دیتی مگر آج وہ اسے نہیں ٹوک سکی تھی۔

سن اعصاب کے ساتھ دل پر ٹوٹنے والے طوفان نے اسے اس قابل ہی نہیں چھوڑا تھا کہ وہ اسے ٹوک سکتی۔

اسی وقت سعدیہ کے جانے سے پہلے ہی اس نے اسی کے سیل سے اسے کال کی تھی اور پھر کئی بار کی کوشش کے بعد جب سندان نے اس کی کال پک کی اور عائزہ نے بجھتے ہوئے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے شادی کی مبارک باد دی تو اسے یقین تھا وہ رو پڑے گا اور اسے بتائے گا کہ ایسا نہیں ہے مگر اس کا یقین ٹوٹ گیا تھا‘ سندان نے بہت نارمل لہجے میں سعدیہ کی اطلاع کی تصدیق کی تھی۔ عائزہ کو لگا اس کی دنیا ہی ختم ہوگئی ہو‘ اس رات وہ بہت روئی تھی اور اس سے اگلی رات عینا کے رونے کی باری تھی۔

❁......✿......❁

دروازے پر کب سے دستک ہورہی تھی۔ مرینہ بیگم نے نماز کی نیت کر رکھی تھی جبکہ عائزہ کو آسیہ بیگم اور شگفتہ بیگم اپنے ساتھ بازار لے گئی تھیں۔ عینا اپنے بیٹے کو سلانے کے بعد ابھی کچن میں برتن دھو کر فارغ ہوئی تھی جب دروازے پر دستک کی آواز سن کر وہ کچن سے نکل آئی۔ دن ڈھل رہا تھا۔ اس نے گیلے ہاتھ دوپٹے سے خشک کرتے ہوئے بناء پوچھے دروازہ کھول دیا۔

’’السلام علیکم!‘‘ باہر کھڑے اونچے لمبے شان دار معید حسن کی نظر اس پر پڑی تھی۔ وہ پہلی نظر میں اسے پہچان ہی نہ سکی تبھی جلدی سے گیٹ کی اوٹ میں ہوگئی تھی۔

’’وعلیکم السلام‘ فرمائیے۔‘‘

’’باہر گیٹ پر کھڑا ہو کر فرماتا اچھا نہیں لگوں گا‘ اگر آپ کو کوئی مسئلہ درپیش نہ ہو تو میں اندر تشریف لے آؤں۔‘‘

’’سوری‘ میں نے پہچانا نہیں آپ کو۔‘‘ وہ اس کی بے تکلفی پر گھبرا ہی تو گئی تھی تبھی وہ مسکرایا تھا۔

’’کمال ہے آپ نے مجھے نہیں پہچانا‘ جائیے جا کر امی

بھیگی پلکوں پر

اقراء صغیر احمد
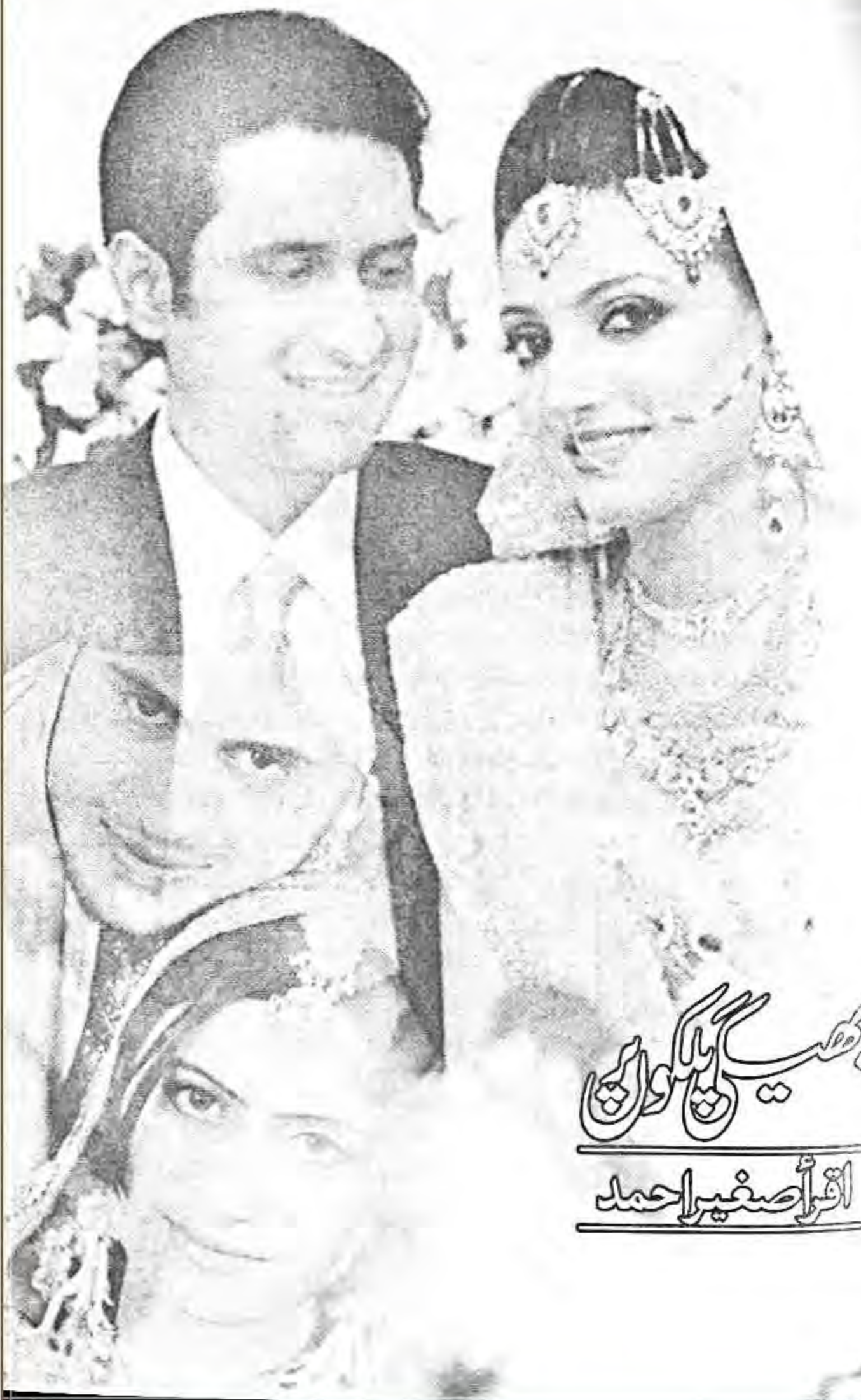
کو بھیجئے۔ وہ ماں ہیں پہچان لیں گی۔"

"اوہ سوری' آئیے پلیز۔" اگلے ہی پل وہ اچھی خاصی شرمندہ ہوگئی تھی۔

معید جھک کر اپنا بیگ اٹھاتا گھر کے اندر چلا آیا عین اسی لمحے نماز پڑھتی مرینہ بیگم نے سلام پھیر کر معید کو آتے دیکھا تو گویا زندگی کے سارے رنگ ان کے چہرے پر آٹھہرے تھے' بھاگ کر اٹھتے ہوئے انہوں نے اس کا منہ چوما تھا۔

"معید...... میرے بچے...... مجھے یقین تھا تم ضرور آؤ گے۔" پاگلوں کی طرح اسے چومتے ہوئے وہ اپنی ممتا کا اظہار کررہی تھیں۔ معید کی آنکھیں بھر آئیں' بے حد عقیدت سے ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے چوم لیے تھے۔

"بس کریں امی! دھول مٹی سے اٹے ہوئے منہ کو اتنا نہ چومیں' زکام ہوجائے گا۔" اس کی طبیعت میں زندہ دلی تھی' مرینہ بیگم مسکرادیں۔

"ہوجانے دو' چلو تم بیٹھو یہاں' میں شکرانے کی نفل ادا کرلوں۔"

"ہوں کرلیں' میرے لیے بھی کوئی اچھی پیاری سی لڑکی مانگ لیجیے گا۔"

"باز نہ آنا اپنی حرکتوں سے۔" وہ پھر مسکرائی تھیں' معید سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

عینا کچن میں آئی تو وہ اس کے پیچھے ہی کچن میں چلا آیا تھا۔

"کیسی ہو عینا؟"

"ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں بلکہ ٹھیک ٹھاک ہوں' تبھی تو تم نے مجھے پہچانا نہیں۔" فریج کھول کر اس نے خود ہی سیب نکال لیا تھا۔ عینا رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی۔

"ایسی کوئی بات نہیں' دراصل آپ خاصے صحت مند ہوگئے ہیں اس لیے پہلی نظر میں نہیں پہچان سکی' پھوپا جی کیسے ہیں؟"

"کیسے ہوسکتے ہیں ان کی مسز کو تم لوگوں نے پچیس سالوں سے ادھر بٹھایا ہوا ہے۔" وہ بہت شارپ مائنڈ تھا' عینا چپ کرگئی۔

"چلو آپ چائے بنا کر لاؤ' میں ذرا فریش ہولوں۔" اگلے ہی پل اس کی خاموشی پر اس نے کہا اور کچن سے باہر نکل گیا۔ عینا نے بے اختیار ٹھنڈی سانس بھر کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

اسی روز رات میں اعظم ملک صاحب نے بہت شکستہ انداز میں کھانے کی میز پر سب کو بتایا تھا۔

"ریان اس لڑکی زرنیلا اور اس کے بچوں کو لے کر کہیں روپوش ہوگیا ہے اس نے جھوٹ بولا تھا ایبروڈ جانے کا' وہ یہیں اسی ملک میں ہے اور اس لڑکی کا شوہر بھوکے کتے کی طرح ان دونوں کو تلاش کررہا ہے۔"

"کیا......؟" سب کو شاک لگا تھا مگر عینا کے ہاتھ سے روٹی چھوٹ کر ٹیبل پر گر پڑی۔

"بھائی جان سچ کہہ رہے ہیں' ہمیں آج ہی آفس میں ایک بہت ذمہ دار بندے نے یہ سب بتایا ہے' اب آپ لوگ دعا کریں یہ بات گاؤں تک نہ پہنچے ورنہ ساکھ تو خراب ہوگی ہی ساتھ میں عائزہ کے رشتے پر بھی اثر پڑے گا۔"

معظم ملک صاحب بھی بے حد پریشان تھے' معید وہاں نہیں تھا وہ اپنے کسی قریبی دوست کی طرف نکلا ہوا تھا وگرنہ شاید اس وقت وہ یہ بات گھر والوں سے نہ کرتے۔ عینا کی آنکھیں فوراً آنسوؤں سے بھر آئی تھیں' اسے لگا جیسے نوالہ اس کے حلق میں پھنس رہا ہو تبھی بناء کسی کی طرف دیکھے وہ اٹھی تھی اور فوراً ڈائننگ ہال سے باہر نکل گئی تھی۔

(تیسرا اور آخری حصہ ان شاء اللہ اگلے ماہ)

محبت ترے جلوے کتنے رنگا رنگ جلوے ہیں
کہیں محسوس ہوتی ہے، کہیں معلوم ہوتی ہے
جوانی مٹ گئی لیکن خلش دردِ محبت کی
جہاں معلوم ہوتی تھی وہیں معلوم ہوتی ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شیری کے ناروا سلوک اور دھمکیوں سے خوفزدہ ہوتے عادلہ پری کو اس کے پاس لانے کے لیے آمادہ ہوجاتی ہے دوسری طرف گلفام کو بے بنیاد الزام کی بنا پر جیل ہوجاتی ہے۔ ماہ رخ ایک بار پھر دربدر ہوجاتی ہے اور اسے اپنا گھر بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ فاخر صباحت بیگم اور عائزہ سے اپنے غلط رویے پر معافی مانگ لیتا ہے جس پر وہ دونوں ماضی کی تلخیوں کو بھلا کر نئی زندگی کی جانب قدم بڑھاتے ہیں۔ طغرل اور پری کی منگنی کو لے کر تائی بے حد مسرور ہوتی ہیں اسی دوران مسعود کی واپسی انہیں مزید خوشیوں سے ہمکنار کردیتی ہے۔ صباحت اور عائزہ جب گھر لوٹتی ہیں تو عادلہ کو سیڑھیوں پر بے ہوش دیکھ کر پریشان ہوجاتی ہیں۔ ہوش میں آنے پر عادلہ انہیں اصل حقائق سے آگاہ نہیں کرتی۔ ماہ رخ اور گلفام کے مشکل حالات میں اعوان ایک بار پھر ان کی مدد کرتا ہے اور اپنے اثر ورسوخ کے ذریعے اسے رہائی دلاتا ہے۔ شیری عادلہ کی غلط بیانی پر شدید اشتعال کا شکار ہوتا ہے جب ہی مسز عابدی عادلہ کے گرنے اور وہاں جانے کی بات کرتی ہیں جس پر وہ تمام معاملہ سمجھ جاتا ہے۔ صباحت بیگم پری سے اپنے تمام غلط رویوں کی معافی مانگ لیتی ہیں اور سچے دل سے اسے اپنی بیٹی تسلیم کرلیتی ہیں جس پر پری نہایت خوش نظر آتی ہے۔ شیری کی آمد کا سن کر عادلہ شدید خوف کا شکار ہوجاتی ہے وہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کرنے کے ارادے سے اٹھتی ہے لیکن اس سے پہلے ہی شیری اس کے روبرو ہوتا ہے شیری کا مقصد عادلہ کی غلط بیانی پر سزا دینے کا ہوتا ہے جبکہ عادلہ انتہائی خوفزدہ ہوتے اسے دیکھتی رہ جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے:۔

❁......❁......❁
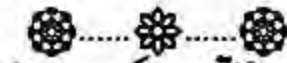
عادلہ ابھی خود کو پوری طرح سنبھال بھی نہ پائی تھی کہ وہ کسی طوفان کی مانند آن واحد میں اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

”تم سے کہا تھا نہ کوئی چالاکی مت کرنا لیکن تم اپنی اصلیت دکھانے سے باز نہ آئیں اور گرنے کا ڈرامہ کرکے بیٹھ گئیں اور سوچا کہ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا معاف کردوں گا؟“ اس نے بے رحمی سے اس کے بال مٹھی میں جکڑتے غضبناک لہجے میں کہا تو وہ مارے خوف ودہشت کے کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

”مگر میں معاف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں میں تمہارے تصور سے بھی زیادہ ظالم ہوں بولو کیوں کیا تم نے ایسا؟“ درد کی شدت سے عادلہ کا چہرہ بگڑنے لگا تو وہ کراہ کر بولی۔

”قسم سے میں جان بوجھ کر نہیں گری میرا پاؤں سلپ ہوگیا تھا۔“

”شٹ اپ...... جھوٹ بول کر تم بچ نہیں سکوگی مجھ سے۔“ اس نے جھٹکے سے اس کے بال چھوڑتے ہوئے کہا۔ عادلہ نے بے ساختہ اپنے چکراتے سر پر ہاتھ رکھا اور بیٹھتی چلی گئی۔

”اب میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں شیری! بتاؤ مجھے؟“ اس نے روتے ہوئے کہا شیری ہونٹ بھینچے چند ثانیے اسے گھورتا رہا۔

”سچ مچ تمہارا پاؤں سلپ ہوا تھا؟“ اس کا انداز الجھا ہوا تھا۔

”ہاں میں قسم کھا کر کہہ رہی ہوں میرا پاؤں پھسل گیا تھا۔“

”اگر ایسا نہ ہوتا تو تم پری کو میرے پاس لے آتیں؟“ وہ فوری جواب نہ دے سکی چند لمحوں بعد اثبات میں گردن ہلادی۔

”ہوں......“ وہ اس کے قریب بیٹھ کر سوچتے ہوئے گویا ہوا۔

”تم کو ایک موقع اور دینا چاہیے چلو تمہیں ایک موقع اور دیا لیکن اس بار تم نے پھر ایسی کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو......“

”نہیں نہیں میں ایسا کچھ نہیں کروں گی یقین کرو میرا۔“ وہ ہاتھ جوڑ کر خوشامدی لہجے میں گویا ہوئی۔

”اوکے میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں کام کیا تو واہ واہ ورنہ کیا تو شوٹ کردوں گا تمہیں سمجھیں۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا تمسخرانہ لہجے میں گویا ہوا۔

”میں...... میں پری کو لے آؤں گی...... مگر......“

”شٹ اپ کوئی فضول بکواس مت کرنا میں کوئی ایکسکیوز نہیں سنوں گا۔“

”میں اس حالت میں گھر سے باہر کس طرح نکل سکتی ہوں۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ اس کی پیشانی پر شکنیں در آئیں۔

”میرے ٹھیک ہونے تک آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔“

”پھر تو میں ساری زندگی انتظار ہی کرتا رہ جاؤں گا۔ تم کبھی بھی ٹھیک نہیں ہوگی مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔“

”ایسا نہیں ہوگا صرف چند دن چاہئیں مجھے پلیز میرا یقین کرو۔“

”دیکھتا ہوں تمہارے یہ چند دن اگر جلد پورے نہ ہوئے تو میں تمہاری زندگی پوری کردوں گا۔“ وہ کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

❁......❁......❁
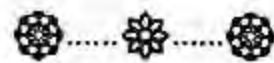
اس کو پتا نہ تھا شیری عادلہ کے روم میں ہے وہ مسز عابدی کے کہنے پر اسے دیکھنے آرہی تھی کہ وہ جاگ رہی ہے یا سو رہی ہے تب وہ روم سے باہر آتے شیری کے بگڑے تیور دیکھ کر ستون کی آڑ میں کھڑی ہوگئی تھی۔ دوسرے لمحے اس کی موجودگی سے بے خبر وہ وہاں سے گزرا اور پری نے اس کے چہرے پر چھائے تاثرات دیکھے تھے وہ دنگ رہ گئی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی عادلہ کے گرنے کا سن کر اس کی محبت میں وہ بھاگا چلا آیا ہے عادلہ کی تکلیف اس کی بھی تکلیف ہوگی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات میں غصہ خشونت وعجیب سی کوئی کیفیت پنہاں تھی۔

شیری نگاہوں سے اوجھل ہوا تو وہ ستون کی آڑ سے نکل کر عادلہ کے کمرے کی طرف بڑھی تو دروازہ ادھ کھلا

تھا' وہ دوقدم اور آگے بڑھی معاً پردہ ہٹانے کے لیے اس کے ہاتھ اٹھے رہ گئے تھے' اندر سے رونے کی آواز آرہی تھی۔ عادلہ شدت سے رورہی تھی اس کی سسکیاں پری کو ساکت کرگئیں۔ وہ گھٹے گھٹے انداز میں رورہی تھی اس کے باوجود بھی آواز واضح تھی۔

شیری کے عجیب وغریب سمجھ نہ آنے والے تاثرات...... یہاں عادلہ کا اس طرح بے بس سے انداز میں رونا' اضطراب وانتشار کی ایک لہر رگ وپے میں دوڑتی چلی گئی۔ اس کی ہمت نہ ہوئی اندر جاکر عادلہ کا سامنا کرنے کی ویسے بھی وہ ان دنوں نامعلوم کیوں اس سے دور دور کھنچی کھنچی رہ رہی تھی' اس نے آہستگی سے پردہ ہٹا کر دیکھا۔ عادلہ گھٹنوں میں چہرہ چھپائے رونے میں مشغول تھی' بال بری طرح بکھرے ہوئے تھے' دوپٹہ بیڈ سے کارپٹ پر لٹک رہا تھا' اس نے پردہ چھوڑا اور دبے قدموں وہاں سے پلٹ گئی۔

❀......❀......❀

ملازمہ کے ساتھ مل کر اس نے چائے کے ساتھ کچھ ڈشز بنالی تھیں' صباحت نے بیکری سے بھی بھرپور سامان منگوالیا تھا اس وقت گھر میں طغرل کے علاوہ فاخر بھی موجود تھا۔

شیری فاخر سے بڑے پرجوش انداز میں ملا تھا' گلے ملنے کے بعد بڑے خلوص سے مصافحہ کیا اور کئی لمحوں تک اس کا ہاتھ تھامے وہ قریب کھڑے طغرل کو پوری طرح سے نظرانداز کررہا تھا۔ وہ سب لاؤنج میں بیٹھے تھے مسز عابدی' اماں جان کے قریب بیٹھیں باتوں میں مصروف تھیں' دوسرے صوفے پر صباحت بیگم بھی ان کی باتوں میں حصہ لے رہی تھیں جب سے ان کا ضمیر بیدار ہوا تھا' ان کے انداز میں نرمی ومروت کرنوں کی طرح چمکنے لگی تھی۔

وہ تینوں ان سے کچھ دور تھے اور طغرل ابھی تھوڑی دیر قبل ہی آفس سے آیا تھا پھر فریش ہوکر اِدھر ہی چلا آیا تھا۔

''تھینکس گاڈ! تم نے مجھے پہچانا تو مسٹر شہریار صاحب!'' طغرل نے ہاتھ ملاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''ارے میں آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں مسٹر طغرل!'' غیرارادی طور پر اس کی پیشانی پر شکنیں در آئی تھیں' آنکھیں لودینے لگی تھیں' مسکراتے لب اس کا ساتھ دینے سے قاصر تھے۔

''اپنے دشمنوں اور دوستوں کو میں کبھی نہیں بھولتا۔''

''اوہ پھر میرا شمار کس میں ہوتا ہے' دشمنوں میں یا دوستوں میں؟'' طغرل نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ذومعنی لہجے میں پوچھا۔

''آپ کیا فیل کررہے ہیں؟'' اس نے بڑے ضبط سے مسکراہٹ قائم رکھی۔

''آپ نے جس اسٹائل میں مجھ سے شیک ہینڈ کیا ہے' وہ انداز فرینڈشپ والا تو نہیں ہے۔'' اس نے اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھتے ہوئے کہا جس کو مصافحے کے دوران شیری نے طاقت سے توڑنے کی سعی کی تھی طغرل اس کے انداز پر کنفیوزڈ تھا۔

''اوہ مائی گاڈ' یہ آپ لوگوں نے کیا باتیں شروع کردی ہیں؟'' ان کے قریب کھڑے فاخر نے مسکراتے ہوئے مداخلت کی تو وہ دونوں بھی ساتھ ہی بیٹھ گئے تھے۔ شیری نے بڑی مشکل سے اپنے اندر اٹھتی آندھی کو قابو کیا تھا جو طغرل کو دیکھتے ہی اس کے اعصاب کو جھنجوڑنے لگی تھی۔

''ڈونٹ مائنڈ فرینڈ! میرے دل میں آپ کے لیے اسپیشلی فیلنگز ہیں' ایسی فیلنگز شاید ہی کوئی کسی کے لیے رکھتا ہوگا۔''

''جی......'' طغرل نے مسکراتے ہوئے مختصر لفظ کہنے پر ہی اکتفا کیا تھا اور وہ عائزہ کے ساتھ لوازمات سرو کرتی پری کو دیکھنے لگا۔ پیچ اور سی بلیو کلرز کے فراک سوٹ میں اس کی صاف وشفاف رنگت دمک رہی تھی اس کے حسین مکھڑے پر عجیب سی کشش تھی اور اس کشش میں اس کو متوجہ کرنے والی جو چیز تھی وہ ایک بے چینی تھی' وہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ میں بے ساختگی نہیں تھی' اٹھتی گرتی پلکوں کے ردھم میں کوئی اسرار پوشیدہ تھا اور اس کی بے چینی اسے بھی بے چین کرنے لگی تھی۔

''پری! آپ عادلہ کو بلانے گئی تھیں بیٹا! وہ آپ کے ساتھ نہیں آئیں؟'' مسز عابدی نے اس کے ہاتھ سے لوازمات کی پلیٹ لیتے ہوئے استفسار کیا۔

''جی وہ سورہی ہے...... میں نے اسے بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔'' اس نے پلیٹ پکڑاتے ہوئے خاصی سمجھداری سے بات سنبھالی تھی۔

''بہت اچھا کیا آپ نے۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے پری سے مخاطب ہونے کے بعد ان سے کہا۔

''صباحت بھابی! کیا عادلہ کے زیادہ گہری چوٹیں آئی ہیں؟ وگرنہ چھوٹی موٹی تکلیف کی بچیاں پروا بھی نہیں کرتی ہیں اور میں جانتی ہوں عادلہ بہت ہمت والی ہے۔ وہ معمولی چوٹوں پر بیڈ ریسٹ کرنے والی نہیں۔'' ان کی فکرمندی پر گفتگو کرتے شیری کی سماعتیں بڑھ گئی تھیں۔

''بظاہر ایسی کوئی چوٹ دکھائی نہیں دیتی ہے بھابی! لیکن دوتین دن تو وہ اپنے پاؤں پر کھڑی بھی نہ ہوسکی' اتنا درد' اتنی اکڑ اس کے جسم میں تھی گویا ہڈیاں ٹوٹ کر رہ گئی ہوں' کسی پل چین وآرام نہیں تھا اب تو اللہ کا شکر ہے خاصی بہتر ہے وہ۔''

''مجھے بھی سمجھ نہیں آیا عجیب ہی درد میں مبتلا رہی ہے بچی! خیر اب تو بہتر ہے تم کباب کھاؤ ٹھنڈے ہوکر بے مزہ ہوجائیں گے' ابھی جاگ جائے گی تو مل لینا اپنی بہو سے۔'' دادی نے ہنستے ہوئے اپنی پلیٹ سنبھالی تو وہ سب ہی کھانے پینے کے دوران باتوں میں مشغول تھے۔

مسز عابدی فاخر اور عائزہ کی طرف متوجہ ہوگئی تھیں جو ایک ہفتے بعد اسلام آباد کے لیے روانہ ہونے والے تھے پھر انہوں نے سب کو دوسرے دن گھر پر ڈنر کی دعوت دے دی۔

''پری بیٹا! آپ کو بھی ضرور آنا ہے۔'' طغرل کو انوائٹ کرنے کے بعد وہ شفقت بھرے لہجے میں مخاطب ہوئی تھیں۔

''پری تو کل اپنے بھائی سے ملنے جائے گی وہ امریکہ سے آیا ہے۔'' اس کو شش وپنج میں دیکھ کر دادی نے فوری مدد کی تھی۔

''نو پرابلم دادی جان! ہم ان کے وہاں سے آنے کے بعد یہ ڈنر رکھ لیتے ہیں۔'' شیری نے پارس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کی نگاہوں کی بے حجابی...... خمار آلود لہجے کی حدت طغرل نے محسوس کی اور چونک کر دیکھا۔ پری پوری طرح اس کی نگاہوں کے حصار میں تھی اور اس کی نگاہوں کی زبان طغرل کو سمجھنے میں دیر نہ لگی۔ مرد کی فطرت دوسرے مرد سے کس طرح پوشیدہ رہ سکتی ہے' اس کی نگاہوں کے رنگ اس کا خون کھولانے لگے تھے' ائیرکنڈیشنڈ روم میں بھی اسے آگ جھلسانے لگی تھی جبکہ اس کی کیفیت سے بے خبر پری کہہ رہی تھی۔

''ایسا تو اسپیشلی نہیں ہے میرا شریک ہونا ڈنر میں آنٹی۔''

''ارے یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ مس پری! آپ تو بالکل خاص ہیں ہمارے لیے' آفٹر آل آپ ہماری سالی ہیں یعنی پورے گھر والی۔''

''پورے گھر والی نہیں! آدھی گھر والی۔'' دادی نے تصحیح کی تو بھرپور قہقہہ پڑا تھا۔

جس میں طغرل اور پری کی آواز شامل نہ تھی' پری اس بات پر جھینپ گئی تھی' طغرل کے بدن پر تو گویا چیونٹے چلتے ہوئے تھے وہ پری پر گرم ہوا بھی برداشت نہ کرسکتا تھا پھر یہ تو گرم نگاہوں کا معاملہ تھا اسے شدت سے اپنی کنپٹیاں چٹختی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔

''بات سنو میری باہر آ کر فوراً۔'' وہ اٹھا اور اس کے کان میں سرگوشی کر کے چلا گیا اس نے کسی کی پروا نہیں کی تھی۔

''یہ طغرل کو کیا ہوا' بنا کھائے پیئے ہی چلا گیا؟'' دادی نے حیرانی سے اسے جاتے دیکھ کر کہا۔

''ان کے اس طرح بھاگنے کی وجہ مس پری ہی بتا سکتی ہیں' طغرل ان کے کان میں ہی کچھ کہہ کر گئے ہیں۔'' شیری نے گہرے لہجے میں کہا۔

پہلے ہی پری کو شیری کی مسلسل گھورتی نظروں سے الجھن ہو رہی تھی' مزید طغرل کا سرد انداز فکرمند کر گیا تھا۔

❁......✿......❁
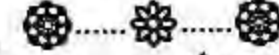
وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈروم میں چلا آیا تھا' رگ و پے میں ان دیکھی آگ بھڑک اٹھی تھی چند لمحے کھڑا وہ اپنے تیز رفتار تنفس پر قابو پاتا رہا پھر فریج سے کولڈ ڈرنک نکال کر پینے لگا' مشروب کی برفیلی ٹھنڈک نے اس کے اندر بھڑکتی طیش و تنفر کی آگ کو دھیرے دھیرے بجھانا شروع کر دیا تھا۔ تنے ہوئے اعصاب نارمل ہونے لگے تو سوچنے سمجھنے کی حس بیدار ہوگئی' جذبات کی یورش میں جو وہ شیری کو شوٹ کرنا چاہا تھا' اس کی ان بے ہودگی بھری نگاہوں کو بینائی سے محروم کر دینا چاہتا تھا وہ کین پھینک کر بیڈ پر بیٹھ گیا اس کے اندر جنگ جاری تھی۔

''تمہیں شہریار کے بارے میں اس طرح نہیں سوچنا چاہیے طغرل! وہ عادلہ کا فیانسی ہے اس گھر کا داماد ہے اور آنٹی صباحت بتا رہی تھیں وہ اور عادلہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔'' اس کے اندر سے صدائیں ابھری تھیں۔

''لیکن وہ جس مکروہ انداز سے پارس کو دیکھ رہا تھا' وہ نظر احترام سے خالی تھی جس نگاہ میں وقار و احترام نہ ہو جو رشتوں کے تقدس و احترام سے عاری ہو وہ نگاہ' وہ رشتہ قابل اعتماد نہیں ہوتا' میل دل میں آئے یا نگاہوں میں' تعلق کو داغ دار کر دیتا ہے اور میں نے ایسا ہی میل شہریار کی آنکھوں میں دیکھا ہے۔''

''پلیز کول ڈاؤن! جو تم نے دیکھا وہ تمہاری نگاہوں کا دھوکا بھی ہوسکتا ہے۔''

''مگر میں ایسا کیوں محسوس کروں گا؟'' وہ خود سے الجھ رہا تھا۔

''اس لیے کہ تم پری سے بے انتہا محبت کرتے ہو اور ایسی چاہت خود غرض کر دیتی ہے' وہمی بنا دیتی ہے۔ خوامخواہ شکی ہو جاتا ہے بندہ۔''

''نہیں...... ایسا کچھ نہیں ہے محبت تو اعتماد سکھاتی ہے' اعتبار دلاتی ہے جو مجھے خود پر بھی ہے اور پارس پر بھی بھرپور ہے۔ شہریار کے انداز میں کچھ ایسی بات تھی جو میرے دل کو سخت ناگوار گزری ہے۔'' دروازہ ناک کر کے پری اندر داخل ہوئی اور متفکر انداز میں گویا ہوئی۔

''آپ وہاں سے چائے پیئے بغیر آ گئے' کیا طبیعت خراب ہے آپ کی؟''

''نہیں دماغ خراب ہوگیا ہے میرا۔'' وہ غصے سے بولا۔

''ارے کچھ دیر پہلے تو آپ بالکل ٹھیک تھے' پھر ایسا کیا ہوا ہے جو اس طرح آپ کا موڈ خراب ہوگیا۔'' وہ حیران و پریشان ہوئی۔

جواب میں بے حد خاموشی سے وہ اسے دیکھے گیا تھا۔ اس کی بے حد اجلی و شفاف رنگت' خوب صورت سیاہ ہیروں کی طرح چمک دار آنکھیں۔ سادگی بھرا خود سے غافل رہنے والا بے پروا انداز اسے سب میں نمایاں کرتا تھا اور یہی سادگی اور بے پروائی اس کے دل کو چھو گئی تھی پھر اس چہرے کو کوئی اور بھی استحقاق سے دیکھنے کی جرأت کرے' وہ کسی قیمت پر برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

اس کو اپنی طرف یک ٹک دیکھتے پا کر وہ بُری طرح جھینپی لیکن کئی سیکنڈز گزرنے کے بعد بھی اس کی محویت میں کمی واقع نہ ہوئی تو اسے اس کا انداز نارمل محسوس نہ ہوا تھا۔

''میں دادی کو بلا کر لا رہی ہوں' آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔'' وہ کہتی ہوئی آگے بڑھی تھی تب ہی اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''تمہیں اس ڈفر کی موجودگی میں وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس کے لہجے میں خاصی سرد مہری تھی وہ پریشان ہو کر گویا ہوئی۔

''ڈفر...... کون...... کس کو کہہ رہے ہیں آپ؟''

''اوہ گاڈ!'' اس نے سر جھٹکا' اسے خیال آیا یہ بات اسے پارس سے نہیں کہنی چاہیے۔

''کیا ہوا ہے؟ آپ بے حد اپ سیٹ لگ رہے ہیں اور ابھی آپ کس کی بات کر رہے تھے؟'' اس کی حساس نگاہوں سے طغرل کے چہرے کے بدلتے رنگ مخفی نہ رہ سکے تھے۔

''ایم سوری! نامعلوم کیا کہہ گیا ہوں' مجھے خیال ہی نہیں ہے۔'' اس کے لہجے میں نرمی در آئی تھی۔

''آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں؟''

''کچھ چھپانے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں' دراصل فیکٹری اور آفس کی فائل ٹچ کی وجہ سے ذہن الجھا ہوا ہے۔''

❁......✿......❁
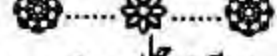
''عائزہ میں چاہتا ہوں دادی جان بھی اسلام آباد چلیں ہمارے ساتھ' میں نے کئی بار ان سے گزارش کی ہے اور وہ ہر بار ہی کوئی نہ کوئی عذر پیش کر کے معذرت کر چکی ہیں' میں چاہتا ہوں تم ان کو راضی کرو۔'' نائٹ گاؤن میں ملبوس بالوں میں برش کرتی عائزہ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا وہ بڑی امید بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''دادی جان کو اگر ہمارے ساتھ جانا ہوتا تو وہ آپ کو انکار نہیں کرتیں' دراصل دادی کو گھر سے دور رہنے کی عادت ہی نہیں ہے اس معاملے میں وہ میری بات بھی نہیں مانیں گی۔'' وہ ڈریسنگ ٹیبل پر برش رکھ کر بیڈ پر اس کے قریب ہی آ کر بیٹھ گئی۔

''ہوں...... میں پری سے کہتا ہوں وہ دادی کو منائے۔'' وہ کروٹ بدل کر اس کے قریب ہوا۔

''ارے...... لیکن اس طرح کیوں کر رہے ہیں آپ؟ کوئی پرابلم ہے' دادی کو لے جانے کی وجہ کیا ہے کسی کا پریشر ہے آپ پر؟'' اس کے اصرار پر وہ متذبذب ہو کر گویا ہوئی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے ڈیئر!'' اس نے محبت سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''میں نے مما اور ڈیڈی کے جانے کے بعد ان کی کمی تو محسوس کی ہی ہے مگر ایک بہت بڑا ادراک یہ بھی ہوا کہ بڑوں کا وجود چھوٹوں کے لیے کتنا اہم ہوتا ہے' ان کا وجود گھنی چھاؤں کی طرح ہم پر سایہ کرکے گرم دھوپ سے ہمیں بچاتے ہیں' ہمارے درمیان جو بھی فاصلے آئے رنجشیں پیدا ہوئیں ان سب کا سبب یہی بڑوں کا ہمارے ساتھ نہ ہونا تھا۔''

''بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ' پہلے دادی کو اہمیت و مرتبہ نہ دے کر ہم بھی گمراہیوں کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے' کتنے بدقسمت ہوتے ہیں ایسے لوگ جو اپنے بزرگوں کی عزت نہیں کرتے ہیں اور بڑی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں۔''

❀......❀......❀
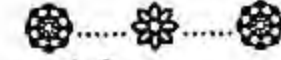
رات میں حسب عادت فیاض صاحب مطالعہ سے فارغ ہوکر بیڈ روم میں آئے تو صباحت کو اپنا منتظر پایا' وہ نماز سے فارغ ہوکر بیٹھی تھیں' چہرے پر ایک انوکھی چمک تھی جب سے ان کے مزاج سے خودسری و منافقت دور ہوئی تھی تب سے ان کی سادگی و خلوص میں بھی نکھار و خوب صورتی پیدا ہوگئی تھی وہ پسندیدہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہے تھے' صباحت نے ان کی طرف دیکھا اور جھینپ کر نگاہیں جھکالی تھیں۔

''کیا ہوا...... ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟'' ان کی آواز دھیمی تھی۔

''دیکھ رہا ہوں' عجز و انکساری' سادگی و مروت شخصیت کو کس طرح سے اجاگر کردیتے ہیں۔ تم جو کل تک شوخ ملبوسات' مہنگی جیولری اور ڈھیروں میک اپ میں بھی اس طرح نمایاں نہیں ہوتی تھیں جس طرح آج یہ سادہ چہرے اور نماز کی شال میں تمہارا حسن لشکارے مار رہا ہے اور میری نگاہیں خیرہ کررہا ہے۔'' آج ان کی نگاہوں میں ویسی ہی محبت تھی جس کی وہ اول شب سے متلاشی رہی تھیں' کیا کچھ جتن نہ کیے تھے ان کے دل میں جگہ بنانے کے لیے زندگی کا زیادہ حصہ شاپنگ سینٹرز اور پارلرز میں گزارا تھا اور محض چند دنوں کی سادگی اور پُرخلوص زندگی نے اس دیرینہ آرزو کو پورا کردیا تھا جس کی وہ مدت سے خواہش مند تھیں۔

''یہ افسوس رہے گا مجھے تاحیات فیاض! میں آپ کی خواہشوں پر پورا نہ اتر سکی' ایک عرصہ آپ کی اور اپنی زندگی اجیرن کرکے رکھی۔''

''جو ہوا سو ہوا' کیوں ہم کل کے غم میں اپنا آج برباد کریں۔'' محبت بھرے لہجے میں ان کے شانے پر ہاتھ رکھے وہ کہہ رہے تھے۔

''اگلے مہینے فراز بھائی اور بھابی آجائیں گے' انہوں نے کہہ دیا ہے وہ آتے ہی پری اور طغرل کی شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہاں میں عابدی کو بھی کہہ دوں گا وہ عادلہ کو رخصت کرواکر لے جائیں پھر ہم ابرو کو اماں کے حوالے کرکے ورلڈ ٹور پر چلیں گے۔''

''ابرو کے ایگزامز ہوجائیں تو ہم اسے بھی کراچی ہی مستقل بلوالیں گے۔ میں چاہتی ہوں وہ اماں کے پاس زیادہ وقت گزارے اور اماں اس کی بھی ایسی ہی تربیت کریں جس طرح انہوں نے پری کی تربیت کی ہے اور اسے سچ مچ پارس بنادیا ہے۔''

''اماں کی تربیت تو بلاشبہ بہترین ہے صباحت! لیکن اس میں زیادہ عمل دخل پری کی طبیعت کا بھی ہے' وہ اگر حساس و نیک فطرت نہ ہوتی تو آج بہت بُری لڑکی ہوتی کیونکہ جس لڑکی کا باپ اسے کوئی اہمیت نہ دیتا ہو جس کی

ماں دوسرا گھر بسا کر بیٹھ گئی ہو اور جس کی زندگی دوبھر کرنے کے لیے سوتیلی ماں، بہنیں موجود ہوں ایسی دھتکاری ہوئی نفرتوں کا شکار لڑکی کے لیے صرف دادی کی توجہ و پیار کافی نہیں ہوتا ہے۔'' صباحت کی نگاہوں میں نمی ابھرنے لگی۔

''میں تمہیں کوئی الزام نہیں دے رہا صباحت! میں اس قابل بھی نہیں ہوں جب باپ کا رویہ سوتیلوں سے بدتر ہو تو کسی کو بھی کچھ کہنے کا حق نہیں بنتا۔ میرا حوصلہ نہیں ہوتا ہے پری سے مسکرا کر بات کرنے کا، اسے بیٹی کہہ کر سینے سے لگانے کے لیے ترس رہا ہوں میں۔''

''فکر مت کریں، ہم اپنی غلطیوں کا ازالہ کردیں گے۔''

❀......❀......❀

دادی جان ہلکے آسمانی کلر کے سوٹ میں ملبوس گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے گہری سوچوں میں محو تھیں، پری ان کی الماری میں پریس کیے ہوئے کپڑے ہینگ کررہی تھی اور دادی کی خاموشی بھری محویت کو بھی دیکھ رہی تھی۔

''دادی جان! کیا سوچ رہی ہیں اتنی دیر سے؟'' وہ ان کے قریب آکر بیٹھتے ہوئے گویا ہوئی تو وہ چونک کر بولی۔

''سمجھ نہیں آتی فاخر اور عائزہ بے حد اصرار کررہے ہیں ساتھ لے جانے کے لیے اب میں جاؤں یا نہیں؟ صباحت، عائزہ اور فاخر کے درمیان ہونے والی ساری چپقلش و ناراضی کا مجھے بتاچکی ہے، سن کر دل کو بہت ہی دکھ پہنچا تھا کہ عائزہ کن راستوں پر چل نکلی تھی، صد شکر پروردگار نے ہماری لاج رکھی، عائزہ کی عصمت محفوظ رہی۔'' دادی کی آواز دھیمی ہوئے رندھ گئی تھی۔

''وہ وقت گزر گیا دادی جان! آپ کی دعاؤں کے طفیل ہی اللہ نے ہمیں ایسے حالات سے دور رکھا ہے جو ہمارے لیے بے عزتی کا باعث بنتے اب آپ وہ سب سوچ کر خود کو ہلکان مت کریں۔'' وہ ان کے قریب بیٹھ کر بولی۔

''جب سے صباحت نے مجھے وہ سب بتایا ہے میرا دل وحشتوں کا شکار ہوگیا ہے، سمجھ نہیں آتی آج کل کی بچیاں اس بے حیائی و بے راہ روی کے راستے پر کیوں چلنے لگی ہیں؟ ارے ہمارے زمانہ میں لڑکیوں کے واسطے بڑا سخت ماحول ہوتا تھا، بیٹیاں، بہنیں، باپ بھائیوں کے سامنے بے حجابی سے نہیں گھوما کرتی تھیں۔ شرم وحیا تھی، باوقار رکھ رکھاؤ تھا اور اب تو مانو وہ چلن ہی ختم ہوگیا۔ عائزہ کو اللہ نے ہدایت دی وہ راہِ راست پر آگئی مگر......'' وہ گہرا سانس لے کر آنکھوں میں در آنے والی نمی صاف کرنے لگیں۔

''مگر کیا دادی جان......''

''عادلہ کو دیکھ رہی ہو تم وہ موم کی مانند پگھلتی جارہی ہے، مجھے محسوس ہوتا ہے، عادلہ بھی کسی غلط راہ پر چل پڑی ہے۔ اب میرے بچوں اور دوسروں کے بچوں میں کردار کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔''

''ایسا کچھ نہیں ہے دادی جان! آپ اپنے دل کو صاف رکھیں اور بے فکر رہیں، عائزہ سے جو غلطی ہوئی وہ اب کسی اور سے نہیں ہوسکتی۔'' اس نے ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے پریقین لہجے میں کہا۔

''ہوں...... میں نے بھی ایک فیصلہ کرلیا ہے، ایک ماہ بعد فراز تمہاری شادی کرنے کا کہہ رہا ہے، فیاض کو بھی اس نے راضی کرلیا ہے میں فیاض سے آج ہی بات کروں گی کہ وہ ساتھ ہی عادلہ کے فرض سے بھی فارغ ہو۔'' وہ ان کی بات کی تائید نہ کرسکی، چہرے پر سرخی چھا گئی تھی۔

''جاکر اپنے بھائی سے مل کر آؤ پھر نور جہاں اور عابدی سے بات کروں گی، وہ ویسے بھی بار بار فون کرکے کھانے پر بلارہی ہیں اور چند دنوں کے لیے عائزہ کے ساتھ بھی چلی جاؤں گی۔''

❀......❀......❀

رات کی سیاہی ہر شے کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھی، لوگ بے خبر اپنے بستروں میں محوخواب تھے، ایک وہ تھی بھٹکی روح کی طرح مضطرب کمرے میں چکر لگارہی تھی۔ اس کی سفید رنگت پر زردی غالب تھی، چہرہ بے رونق اور ہر دم آنکھوں میں ایک خوف نمی بن کر تیرتا تھا، شیری کی محبت، ایک عبرت، ایک کرب و اذیت ثابت ہوئی تھی، جو کسی آکٹوپس کی مانند اسے جکڑے ہوئے تھے۔ روز وہ کال کرتا تھا اور یہی دھمکی ہوتی تھی اگر وہ پری کو لے کر نہ آئی تو وہ اس سے بہت بھیانک انتقام لے گا اور وہ جانتی تھی وہ کم ظرف اپنی دھمکی کو سچ کر دکھانے میں دیر نہ لگائے گا۔ نامعلوم کب اس نے اس کی قابل اعتراض تصاویر و وڈیو بناڈالی تھیں وہ ہی اب اس کے گلے کی رسّی ثابت ہورہی تھی۔

اے سی کی کولنگ میں اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا تو وہ بدحواس سی کمرے سے نکل آئی اور لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ گئی، خاصی دیر تک آنکھیں بند کرکے بیٹھنے کے باوجود اس کی وحشتوں کو کوئی قرار نہیں ملا تو وہ چند لمحوں کا بہکنا اسے برباد کرگیا تھا۔ نام و مقام سب کچھ پست ہوچکا تھا آج نیم اندھیرے میں خوف و پچھتاوے کے آنسو بہارہی تھی کہ کسی کو اپنے دل کی بربادی دکھا نہیں سکتی تھی۔

''عادلہ...... کیوں رو رہی ہو اس طرح یہاں بیٹھ کر؟'' بے حد قریب سے ابھرنے والی طغرل کی آواز سن کر وہ رونا بھول کر ہک دک رہ گئی تھی۔

اس نے سوئچ آن کیا تو کمرہ روشنی سے بھر گیا اور اس کا آنسو بھرا چہرہ چھپا نہیں رہ سکا۔ طغرل اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا پریشان لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

''کیا درد ہو رہا ہے تمہیں؟'' اس کا انداز بہت مشفقانہ تھا اور عادلہ کو اس کے سوال میں ہی جواب مل گیا تھا وہ دوپٹے سے چہرہ صاف کرتی ہوئی گویا ہوئی۔

''جی...... ٹانگ میں بے حد درد ہو رہا ہے۔'' وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی بولی۔ اس کی ہچکچاہٹ و نروس انداز طغرل کو مشکوک سا کرگئے تھے۔

''سچ سچ بتاؤ عادلہ! تم کیوں اس طرح چھپ کر یہاں رو رہی تھیں؟ کیا فکر ہے کیا دکھ ہے جو بھی ہے سب کہہ دو۔ گھبراؤ نہیں بھائی کے ہوتے ہوئے بہنوں کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔'' اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے پورے خلوص سے کہا۔

''آپ پری کو لے کر یہاں سے دور چلے جائیں۔ اتنی دور کہ اس شیطان شخص کی پرچھائی بھی پری پر پڑ نہ سکے۔''

''کیا کہہ رہی ہو عادلہ! کیوں کہہ رہی ہو اس طرح کہ پری کو کہیں دور لے جاؤں کیا ہوا ہے؟'' وہ اس کے دھیمے لہجے میں کہی گئی بات ادھوری سن سکا تھا۔

''میں نے خواب دیکھا ہے بہت بھیانک خواب؟'' اس نے سنبھل کر بولنا شروع کیا۔

''خواب تو خواب ہوتا ہے تم کیوں اس قدر پریشان ہو رہی ہو، کچھ نہیں ہوگا تم خواب کو بھولنے کی کوشش کرو تو بہتر ہے۔''

''نہیں طغرل بھائی! میرا دل بہت ڈر رہا ہے کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا' آپ کسی طرح بھی پری کو یہاں سے لے جائیں۔'' اس نے بے ساختہ رونا شروع کردیا تھا۔

''اصل بات ہے کیا یہ کلیئر کردو؟ خواب کے چکر میں میں آنے والا نہیں ہوں اور اللہ نے چاہا تو ایسا کچھ نہیں ہوگا' تم پریشان مت ہو۔''

''آپ میری بات سمجھ ہی نہیں رہے ہیں پلیز آپ پری کو لے کر کہیں چلے جائیں۔''

''عادلہ کیسی اسٹوپڈ باتیں کررہی ہو' اس کو شادی کے بندھن میں باندھے بنا کہاں لے جاسکتا ہوں؟'' وہ متعجب لہجے میں بولا۔

''تو کرلیں نا شادی' میں بھی یہی تو چاہتی ہوں۔'' وہ برجستہ گویا ہوئی۔

''ڈیڈ اور ممی اگلے مہینے آرہے ہیں تب ہی شادی ہوگی' ان کی غیر موجودگی میں میں پرسنلی کوئی خوشی سیلیبریٹ نہیں کرسکتا۔''

''خواہ جب تک کوئی خوشی سیلیبریٹ کرنے کے لیے باقی نہ بچے؟''

''اپنا منہ بند رکھو عادلہ! کیا ہوگیا ہے تمہیں؟'' اس کی بات اسے سخت ناگوار گزری تھی وہ غصے سے گویا ہوا۔

''سوری طغرل بھائی! دماغ خراب ہوگیا ہے میرا' ایم سوری۔'' وہ کہہ کر برق رفتاری سے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

طغرل ہونٹ بھینچے اسے وہاں سے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔

''کچھ گڑبڑ ہے یقیناً عادلہ مجھ سے کوئی بات چھپا رہی ہے' لیکن ایسا کیا ہے وہ کیا چھپا رہی ہے؟ پھر پارس کو یہاں سے بہت دور لے جانے پر اصرار کرنا' کوئی خوف ہے' جس کو وہ خواب کا نام دے رہی ہے۔'' عادلہ کی مبہم سی گفتگو نے اس کے اندر کے تجسس و افکار کو بیدا کرڈالا تھا۔ وہ کچھ نہ بتاتے ہوئے بھی ادھورا سا بہت کچھ بتا گئی تھی اور پارس کے نام پر اس کے اندر عجیب سی بے چینی پھیل چکی تھی۔

❁......❁......❁

دوسرے دن دادی نے اس سے کہا تھا وہ سعود سے مل کر آجائے کیونکہ دادی کا پروگرام بن گیا تھا عائزہ اور فاخر کے ساتھ اسلام آباد جانے کا صباحت کے انکشاف کے بعد ہی وہ ان کے ساتھ جانے پر تیار ہوئی تھیں۔ وہ طغرل کے ہمراہ تھی وہ آفس جاتے ہوئے اسے ڈراپ کرتا ہوا جاتا' خلاف معمول وہ خاصا سنجیدہ و خاموش تھا۔

''بے حد خاموش ہیں آپ۔ کوئی ناراضی ہے مجھ سے؟'' کچھ توقف کے بعد پری نے اس کی طرف دیکھتی ہوئی استفسار کیا۔

''ناراضی اور تم سے امپاسبل یار۔'' اس نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم میری زندگی ہو اور زندگی سے بھی کوئی خفا ہوتا ہے؟''

''اوہ مائی گاڈ آپ یہ فلمی اسٹائل میں باتیں کیوں کرتے ہیں؟'' وہ ایک دم بلش ہوکر آہستگی سے گویا ہوئی۔

''یہ فلمی اسٹائل نہیں ہے میری جان، یہ میرا لائف اسٹائل ہے خدا جانے میرے جذبوں پر تمہیں کب یقین آئے گا۔ اب ہم جلد ہی شادی کے بندھن میں بندھنے والے ہیں۔'' وہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔

''شادی کے بعد بھی تم، اسی طرح مجھ پر بے اعتباری ظاہر کرتی رہوگی؟''

''سوری میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا ہرگز نہیں تھا۔'' اس کے لہجے کی سچائی نے اسے نادم کرڈالا تھا۔

''اوکے۔''

''عادلہ کوئی بات شیئر کرتی ہے تم سے؟'' کچھ توقف کے بعد وہ بولا۔

''زیادہ نہیں بہت کم باتیں شیئر کرتی ہے' آپ کیوں پوچھ رہے ہیں کوئی بات ہوئی ہے عادلہ سے؟'' طغرل نے عادلہ سے ہونے والی تمام گفتگو دہرادی تھی۔

''ایسی کوئی بات اس نے مجھے نہیں بتائی ہے لیکن آج کل وہ بے حد ڈسٹرب ہے۔''

''عادلہ اور شہریار کے درمیان کوئی مس انڈر اسٹینڈنگ تو پیدا نہیں ہورہی میرے خیال میں ان کے درمیان کوئی مسئلہ چل رہا ہے۔'' اس نے متفکر انداز میں کہا۔

''میں نہیں جانتا مگر ایسی کوئی بات ہوتی تو نور جہاں آنٹی اور عابدی انکل رشتہ لے کر کیوں گھر آتے وہ روشن خیال لوگ ہیں زبردستی یہ رشتہ نہیں کرتے پھر شہریار کی مرضی کے بغیر ایسا کہاں ہوسکتا ہے؟''

''مجھے اس شخص پر اعتبار نہیں ہے وہ چہرے سے ہی بہت شاطر و کمینہ لگتا ہے۔ اگر اس نے عادلہ کو کسی بھی طرح سے پریشان کرنے کی کوشش کی تو میں اسے شوٹ کردوں گا۔'' وہ لب بھینچ کر رہ گئی وہ اسے بتانا چاہتی تھی اس دن شیری کس طرح سے بگڑے تیوروں کے ساتھ عادلہ کے روم سے نکل کر گیا تھا اور عادلہ کے اس بری طرح رونے کا سبب کیا تھا؟ اس وقت یہ سب بتانا اسے مناسب نہیں لگا کہ وہ جانتی تھی طغرل شہریار کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا اور یہ بتا کر ان کے درمیان زبردست فساد کو کوئی نہیں روک سکتا۔

❁......❁......❁
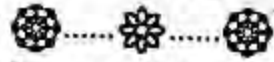
مسز عابدی نے ڈنر کا اہتمام بہت شاندار پیمانے پر کیا تھا۔ فیاض کی فیملی کے علاوہ دونوں بیٹیوں و دامادوں اور دیگر قریبی رشتے داروں کو مدعو کیا تھا خصوصی طور پر عادلہ کو انہوں نے بلوایا تھا تاکہ اپنی بہو کے طور پر اس کو سب سے متعارف کرواسکیں۔

پارٹی کا اہتمام لان میں کیا گیا تھا تمام مہمان آچکے تھے ویٹرز مشروبات سرو کررہے تھے۔ بلیک اینڈ پرپل میکسی میں میچنگ جیولری اور میک اپ میں عادلہ بے حد خوب صورت لگ رہی تھی۔ وہ اس محفل کی ''چیف گیسٹ'' تھی اسے بے حد سراہا جارہا تھا مسز عابدی اور ان کی دونوں بیٹیاں اسے مہمانوں سے متعارف کروا رہی تھیں۔ عادلہ کے لبوں پر مسکراہٹ تھی وہ ایسی پذیرائی ایسی عزت کی تو متمنی تھی۔ یہاں سب شیری کے نام سے اسے گلے لگا رہے تھے مل رہے تھے، چھیڑ رہے تھے اس کے حسن کو سراہ رہے تھے اور وہ سوچ رہی تھی کاش، اس نے صبر کیا ہوتا یہ سب حاصل کرنے کے لیے شیری کی حوصلہ افزائی نہ کرتی۔ اس کی خواہشوں کو بے لگام نہ ہونے دیتی۔ تو آج دل نہ رو رہا ہوتا اور نہ ہی اس طرح مصنوعی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجانی پڑتی سب کچھ گنوا کر بھی وہ شیری کو نہ پاسکی تھی۔

اماں جان، عائزہ، فاخر، زینی اور ان کے خاوند سراج، فیاض اور صباحت و طغرل بیٹھے تھے۔ مسز عابدی اور عابدی صاحب بھی گاہے بگاہے وہاں آکر ان کو کمپنی دے رہے تھے وہ سب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ صباحت کی نگاہیں شیری کو ڈھونڈ رہی تھیں جو پوری محفل میں غائب تھا وہ یہاں آئے تو اس کی ایک جھلک دیکھی تھی پھر نامعلوم وہ کہاں غائب ہوگیا تھا۔ مسز عابدی کی قریبی رشتے دار عورتیں عادلہ کے ساتھ شیری کی تصویریں لینا چاہ رہی تھیں اور وہ پہلے تو یہیں کہتی رہیں کہ شیری ابھی آرہا ہے لیکن ڈنر ریڈی دیکھ کر ان کے چہرے پر پھیلتا اضطراب انہوں نے دور سے نوٹ کیا تھا پھر انہوں نے ان کو وہاں سے اندر جاتے دیکھا تھا۔

مسز عابدی تیز تیز قدموں سے چلتی سلک کی سلور بلو ساڑھی کا پلو سنبھالتی شیری کے کمرے تک پہنچی تھیں حسب معمول اس کے کمرے کا دروازہ بند نہ تھا وہ دستک دے کر اندر گئیں تو وہ جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹا ہوا سگریٹ پی رہا تھا۔

''یہ کیا حرکت ہے شیری! گھر میں پارٹی ہے اور آپ یہاں اسموکنگ کررہے ہیں؟ وہاں سب مجھ سے بار بار آپ کا پوچھ رہے ہیں پھر وہاں فیاض بھائی کی فیملی بھی ہے کیا سوچیں گے وہ آپ کو وہاں نہ پاکر یہ سوچا آپ نے؟'' اس کی آنکھوں میں سخت اشتعال موجود تھا۔

''شیری! میں آپ سے کہہ رہی ہوں یہ سب...... ہمارا نہیں تو کم از کم اپنے سسرالیوں کا ہی خیال کرو اور میرے ساتھ نیچے چلو۔''

''آپ کی پسند پر ہوا ہے یہ رشتہ عادلہ آپ کی چوائس ہے میری نہیں۔ اس لیے آپ خود ہی اٹینڈ کیجیے ان لوگوں کو ساتھ ڈیڈی کو لے لیجیے۔''

''کیا ہوا ایسا؟ کس بات کی ناراضی ہے کل تک تو آپ بے حد خوش تھے۔''

''میں کل ہی نہیں آج بھی سارا دن یہ سوچ کر خوش تھا کہ آج پارٹی میں وہ بھی آئے گی۔'' وہ بیٹھتے ہوئے بپھرے لہجے میں گویا ہوا۔

''وہ بھی آئے گی...... کس کی بات کررہے ہو؟''

''پری کی، میں نے آپ سے کہا بھی تھا اس کے بغیر پارٹی نہیں کیجیے گا، وہ نہیں آئی اور آپ نے پروا بھی نہیں کی میری بات کی۔''

''شیری! شرم کریں کیسی باتیں کررہے ہیں آپ؟'' اس کا لہجہ اس کے جذبات اس کی دیوانگی کے راز کھول رہا تھا۔

''پری عادلہ کی بہن ہے اور آپ کا صرف اس سے یہی رشتہ ہے جو بات آپ کو ہر لمحہ یاد رکھنی ہوگی؟'' وہ چکرا کر رہ گئی تھیں۔

شیری نے بھی ان کی بدلتی کیفیت نوٹ کرلی تھی وہ جانتا تھا ان کو کچھ ہوا تو ڈیڈی بلا لحاظ و مروت اسے دھکے دے کر یہاں سے نکال دیں گے اور وہ بنا عیش و آرام خالی جیبیں لے کر نہیں گھوم سکتا تھا۔

''اوکے! آپ نے میرے ساتھ بہت بُرا کیا ہے میں پھر بھی آپ کی محبت میں جیتا ہوں۔'' وہ اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا مگر مسز عابدی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہ آسکی تھی۔

❁......❁......❁
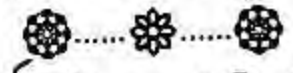
سعود دل کی گہرائی میں پنہاں محبتوں کے ساتھ اس سے ملا تھا وہ کسی طرح بھی پری سے دو ڈھائی سال چھوٹا نہیں بلکہ اس سے کئی سال بڑا لگ رہا تھا۔

''پری! تم تو مجھ سے بہت چھوٹی ہو، مما کہہ رہی تھیں تم مجھ سے بڑی ہو اور میں تم کو پری آپی پکاروں۔'' وہ اس کے شانوں پر ہاتھ رکھے کہہ رہا تھا۔

''میں آپ سے بڑی ہوں اس لیے آپ مجھے آپی ہی کہیں، ممی ٹھیک کہتی ہیں۔''

''نانو آپ کو فیصلہ کرنا ہوگا میں بڑا لگ رہا ہوں یا پری۔'' اس کے انداز میں بے تکلفی و محبت تھی وہاں موجود صفدر جمال نے مسرت بھرے انداز میں قریب بیٹھی مَنی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے سرگوشی میں

ان سے کہا۔

''آج میری فیملی مکمل لگ رہی ہے ثمی! اس وقت کا میں ایک عرصہ سے منتظر تھا، شکر ہے ربّ نے میرے دل کی سن لی۔''

''شکر ہے پروردگار کا اس نے ہمیں اس اذیت سے نجات دی۔''

''پاپا آپ کو ڈیسائیڈ کرنا ہوگا۔ یہ نانو تو فاؤل کر رہی ہیں۔ میں بڑا لگ رہا ہوں یا پری؟'' وہ نانو کو دیکھتا ہوا پاپا سے بولا۔

''بھائی چھوٹے ہوں یا بڑے، بہنوں کے لیے ان کو بڑا بننا پڑتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کس طرح سے اپنے ذمہ دار بھائی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔'' شفقت بھرے انداز میں پری کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا سعود نے اسے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے پرعزم لہجے میں کہا۔

''آپ مجھے میری بہن کی ذمہ داری ومحبت میں پیچھے نہیں پائیں گے۔ میں آپ سے اور مما سے بھی بے حد شرمندہ ہوں پاپا! میں نے بہت دکھی کیا ہے آپ لوگوں کو اپنے برتاؤ سے، لیکن میں نے وہ جان کر نہیں کیا تھا پوجا کی محبت میں مجھے کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا اور شاید اسی لیے میں بھی مسلسل تکالیف میں رہا۔'' اس کے چہرے پر یک دم تکلیف دہ سنجیدگی چھا گئی تھی۔

''بیٹا! ہمیں صرف یہ یاد ہے آج آپ ہمارے ساتھ ہیں اور ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔'' ثمی نے خوش دلی سے کہا اور ملازمہ کے کہنے پر سب کھانے کے لیے اٹھ گئے۔

❀......❀......❀
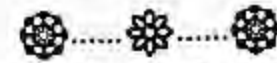
شیری پارٹی میں آچکا تھا اور عادلہ کے ساتھ مہمانوں سے مل رہا تھا۔ اس نے عادلہ کا ہاتھ اس سختی سے پکڑ رکھا تھا کہ اس کے مسکراتے چہرے پر ایک دبا دبا سا خوف بھی در آیا تھا وہ دیکھ رہی تھی اس ہنستے مسکراتے چہرے کے پیچھے کس قدر وحشت وکرختگی تھی اس کے عزائم کا پتا اس کے ہاتھ کی سخت گرفت دے رہی تھی۔ لوگ ان کے کپل کو سراہ رہے تھے۔ ان کے ساتھ کو پسند کر رہے تھے اور اس کا دل کر رہا تھا وہ یہاں سے بھاگ جائے۔

ڈنر کیا جا چکا تھا۔ مہمانوں نے رخصت ہونا شروع کر دیا تھا۔ مسز عابدی مہمانوں سے ملتی ہوئیں ان کی طرف چلی آئی تھیں۔

''تمہاری فیملی سے مل کر بہت اچھا محسوس ہوا نور جہاں! سب اچھے اور سلجھے ہوئے لوگ ہیں۔'' اماں نے ان کے میکے والوں کی فراخدلی سے تعریف کی تھی جسے سن کر وہ کھل اٹھی تھیں۔ فیاض اور سراج عابدی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔ اب وہاں طغرل ایک چیئر پر تنہا بیٹھا عادلہ اور شیری کو دیکھ رہا تھا اس کی نگاہوں میں الجھن بڑھنے لگی تھی جب اس نے عادلہ کے چہرے پر عجیب قسم کا خوف محسوس کیا تھا اور شیری کی مسکراہٹ بڑی مصنوعی لگی تھی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کو دیکھ رہا تھا۔

''طغرل! عادلہ کو بلا کر لائیں بیٹا! گھر جانے کی دیر ہو رہی ہے۔'' اس کی سماعتوں میں صباحت کی آواز آئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے قریب چلا آیا عادلہ کی آنکھوں میں آنسو تھے اسے آتے دیکھ کر اس نے تیزی سے ٹشو پیپر سے آنسو صاف کیے تھے اور مسکرانے لگی تھی۔

''کیا ہوا کیوں رو رہی ہو تم؟'' وہ اس کے قریب آ کر بولا۔

''کچھ نہیں، کچھ چلا گیا ہے آنکھ میں۔''

''دونوں آنکھوں میں بیک وقت کچھ گر گیا ہے؟''

''ہوں۔'' وہ کھوکھلی ہنسی ہنسیں۔

''طغرل صاحب آپ اس طرح پوچھ رہے ہیں گویا عادلہ کا مرڈر کر دیا ہے۔'' اس کے لبوں پر طنز بھری مسکراہٹ تھی۔ خوشی کے موقع پر ایسی بات عادلہ کے متعلق سن کر وہ کہہ اٹھا۔

''مرڈر ناممکن بات ہے میری بہن کو کوئی انگلی سے چھو کر دیکھے میں اس کو ختم کر دوں گا وہ اپنی حسرت دل میں لے کر ہی مرے گا۔''

''انگلی سے چھو کر۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنستا ہوا بولا۔

''یہ اپنی نیک پارسا بہن سے پوچھو میں نے اسے......!''

''طغرل بھائی چلیں یہاں سے...... چلیں پلیز۔'' جس کا ڈر تھا وہی ہوا تھا شیری اپنی کمینگی پر اتر آیا تھا اور طغرل کا غصے وضبط سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر وہ اس کا بازو پکڑ کر کہنے لگی۔

''کس کس سے چھپاؤ گی حقیقت ڈارلنگ! میں نے تم سے کہا تھا میری بات مان جاؤ اور بدنام ہونے سے بچا لو خود کو۔''

''عادلہ! رک جاؤ سننے دو مجھے یہ کیا بکواس کرنا چاہتا ہے۔'' طغرل کا چہرہ غروب ہوتے سورج کی مانند سرخ تھا شیری کو گھورتے ہوئے عادلہ کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

''طغرل بھائی! آپ کو دادی کی قسم ہے چلیں یہاں سے شیری اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہے۔'' مارے خوف کے وہ زرد ہو گئی تھی۔

''ہوش میں تمہارے ٹھکانے لگاؤں گا بہت ہوشیار سمجھتی ہو خود کو۔'' اس نے آگے بڑھ کر غصے سے عادلہ کو دھکا دیا تھا جس کو طغرل نے پھرتی سے سنبھال کر گرنے سے بچایا تھا وہ لان کے اس حصے میں موجود تھے جہاں سے مہمان جا چکے تھے۔ ان تینوں کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔

”یو ایڈیٹ...... گیٹ لاسٹ ہمارے درمیان میں نہیں آؤ۔“

”تم اس کے ساتھ ایسا کیوں کررہے ہو...... کیا چاہتے ہو تم؟“

”میں اس سے شدید نفرت کرتا ہوں۔ شکل دیکھنا نہیں چاہتا اس کی' یہ لڑکی اس قابل نہیں ہے کہ شادی کی جائے اس سے۔“ باقی ماندہ لفظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے تھے۔ طغرل کے تیزی سے پڑتے مکوں نے اس کا چہرہ لہولہان کردیا تھا وہ اتنا کمزور ثابت ہوا تھا کہ اپنے دفاع کے لیے کچھ نہ کرسکا تھا۔

”جب تم اس کو پسند نہیں کرتے تو یہ پارٹی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تم عادلہ کا تماشہ بنانا چاہتے ہو اور میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔“ وہ اس وقت غصے سے بے حال ہورہا تھا شیری کی ناک سے خون نکل رہا تھا وہ گھاس پر بچھے کارپٹ پر گر گیا تھا اور عادلہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے سرخ چہرے کے ساتھ تیز تیز سانس لیتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

”آئندہ کبھی عادلہ کے بارے میں کچھ غلط کہنے سے پہلے سوچ لینا میں تمہارا کیا حال کرسکتا ہوں ابھی صرف تمہیں وارننگ دی ہے۔“ وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

عادلہ مڑ مڑ کر اس کو دیکھ رہی تھی۔ گیٹ تک جاتے ہوئے انہوں نے رویے نارمل کرلیے تھے جہاں گھر والوں کے ساتھ مسز اینڈ مسٹر عابدی بھی کھڑے تھے۔ گھر آنے کے بعد وہ سیدھا اپنے کمرے میں آگیا۔ باتھ لینے کے بعد بھی اس کے اندر کی وہ بے چینی دور نہ ہوئی تھی جو شیری کی باتوں نے اس کے اندر پیدا کردی تھی۔ عادلہ کی پریشانی مکمل کھل کر سامنے آ گئی تھی وہ اس کی وجہ سے پریشان تھی۔

”وہ عادلہ کو پسند نہیں کرتا تو کس کو پسند کرتا ہے؟“

سوچتے ہوئے اس نے وارڈ روب کھولی تھی کچھ نکالنے کے لیے تب ایک کوٹ ہینگر سے گرا تھا اس نے اٹھایا تو اس کی جیب میں کچھ تھا نامعلوم کیا رکھ کر بھول گیا تھا وہ ایک لفافہ تھا جو اس جیب سے برآمد ہوا تھا۔ وہ حیرت سے اس وہائٹ لفافے کو دیکھ رہا تھا جس پر واضح طور پر شہریار کا نام و سیل نمبر لکھا ہوا تھا اسے یاد آیا آسٹریلیا جانے سے قبل ایک شخص اس کی کار سے ٹکرایا تھا اور نامعلوم کس طرح اس سے وہ لفافہ گرا ہو جو اس کے جانے کے بعد اسے ملا تھا اور وہ اس کو کوٹ کی جیب میں ڈال کر بھول گیا تھا۔ اس وقت وہ شہریار کو نہیں جانتا تھا اور آج بہت اچھی طرح واقف ہوچکا تھا۔ لفافہ کھولا اور دوسرے لمحے وہ حیرت زدہ رہ گیا وہ تمام تصاویر پارس کی تھیں۔

حسن کی رعنائیاں بکھیرتا چہرہ اس بات کا گواہ تھا کہ وہ تمام تصاویر بے خبری میں اتاری گئی ہیں۔ اسے یاد آیا شیری نے پارس کی تصاویر اس کی مرضی و اجازت کے بغیر اتاری تھی۔ تب پری نے اسے ٹھیک ٹھاک سنائی تھیں اور مجبوراً اسے معافی مانگنی پڑی تھی۔ یہ وہی تصویریں تھیں لیکن اس طرح سے جیب میں لے کر وہ کیوں گھوم رہا تھا اس گتھی کو سلجھانے کے لیے وہ عادلہ کی مدد لینا چاہتا تھا۔

❁......❁......❁
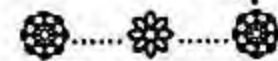
فیاض صاحب نے کال کرکے پری سے کہا تھا وہ جب تک چاہے وہاں رک جائے' اماں کے اسلام آباد جانے میں ابھی وقت ہے وہ وہاں بے فکری سے ٹائم گزارنے اور یہاں تو سب کے ساتھ ٹائم اچھا گزرا تھا۔ پہلی بار ثنی کو بھی اس نے ہنستے ہوئے دیکھا تھا سب ہی خوش و مطمئن تھے سعود طغرل سے ملنے کا خواہش مند تھا کیونکہ وہ آفس سے لیٹ ہونے کی وجہ سے اسے باہر سے ہی ڈراپ کرگیا تھا۔ دوسرے دن وہ عادلہ کی وجہ سے بے حد پریشان تھا۔

وہ سونے کے لیے لیٹی تو اس کا ذہن اسی طرح الجھا ہوا تھا عادلہ کی وہ باتیں جو اس نے طغرل سے کہی تھیں سماعتوں میں گونجنے لگی تھیں۔ اسے یقین تھا شیری اور عادلہ کے درمیان کوئی رنجش چل رہی ہے شروع شروع میں وہ بھی شیری کے کریکٹر سے مطمئن نہیں تھی وہ اس سے پیچھا چھڑانے کی سعی میں رہتی تھی لیکن پھر رفتہ رفتہ اس نے شیری کے رویے میں چینج محسوس کیا وہ عادلہ کو پسند کرنے لگا تھا اور اس رشتے سے وہ اس کی عزت کرتا تھا بے حد احترام سے پیش آتا تھا اس کی نظریں بدلی تھیں تو پری کے بھی احساسات اس کے لیے نرم ہوگئے تھے کہ وہ اس کا ہونے والا بہنوئی تھا۔ بہت سوچنے کے بعد اس نے شیری کو کال کرنے کا فیصلہ کیا چند لمحوں بعد کال ریسیو کی گئی تھی اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''ہیلو شہریار صاحب! میں پری بات کررہی ہوں۔''

''جی! آپ نہیں بھی بتاتی تو میں پہچان جاتا۔'' شیری کی آواز میں پہلے سخت حیرانی پھر شوخی شامل ہوگئی تھی۔

''آپ پارٹی میں کیوں نہیں آئیں' کتنا انتظار کیا تھا آپ کا۔''

''میرے آنے نہ آنے سے فرق نہیں پڑتا شہریار! عادلہ تو آ گئی تھی اور اس کا آنا ہی وہاں امپورٹنٹ تھا۔ ایک بات کرنی ہے آپ سے۔''

''ایک بات کیا' میں چاہتا ہوں آپ ساری زندگی مجھ سے بات کرتی رہیں۔''

''پلیز بی سیریس! مجھے یہ بتائیں آپ کے اور عادلہ کے درمیان کوئی جھگڑا ہے؟''

''بات تو کچھ ایسی ہے اگر آپ مجھ سے آ کر ملیں تو میں سچ سچ بتاؤں گا لیکن کسی کو بتائے بغیر تنہا میرے پاس آنا ہوگا۔ بات ایسی ہے کہ طغرل سے بھی شیئر نہیں کی جاسکتی۔''

وہ پہلے دن سے ہی پری کو پسند کرتا تھا اس سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ عادلہ بھی پریشانیوں کا بوجھ اٹھائے نڈھال ہوگئی تھی۔ طغرل کے دوستانہ رویے نے اسے بھی دل کا بوجھ ہلکا کرنے کا موقع دیا تھا اور وہ اسے سب بتاتی چلی گئی۔

''صرف دعویٰ کرتا ہے وہ...... محبت نہیں...... محبت کرنے والوں کے دل بھی وسیع ہوتے ہیں اور محبوب کے لیے جذبات پاکیزہ ہوتے ہیں اگر اس کی نیت صاف ہوتی تو وہ کبھی پری کو پانے کے لیے تمہیں چارے کے طور پر استعمال نہیں کرتا۔ اس کی نیت میں کھوٹ ہے وہ بھٹکا ہوا شخص ہے اور ایسے مردوں سے کس طرح ڈیل کی جاتی ہے وہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔'' ساری رات وہ بے قراری کا شکار رہا تھا پری کی تصاویر اس کے سینے پر دھری تھیں اس کے ذہن میں آتش فشاں ابل رہا تھا۔

''طغرل بھائی پلیز آپ پاپا سے بات کیجیے وہ حقیقت جان کر مجھے جان سے ماردیں گے۔ مجھے اپنی زیادتیوں کی سزا منظور ہے مجھے مار کر وہ زندہ شیری کو بھی نہیں چھوڑیں گے اسی طرح سے آپ کی خوشیوں پر پڑنے والا وہ منحوس سایہ دور ہوسکتا ہے۔'' عادلہ نے رندھی آواز میں کہا۔

''تم جاؤ یہاں سے اور اپنی زبان بند رکھنا اس معاملے میں تمہیں کچھ بولنے کی ضرورت نہیں ہے جو بھی کرنا ہے وہ میں خود کروں گا۔''

''نہیں، میں آپ کو تنہا......!''

''جاؤ عادلہ اور اپنی زبان بند رکھو یہ میرا حکم ہے۔'' اس کے سرد لہجے میں ایسا کچھ تھا وہ خاموشی سے نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ ہاتھوں سے سر تھام کر بیڈ پر گرسا گیا' سمجھ نہیں آرہی تھی کس طرح سے اس معاملے کو

قلمی نفسیات

ایسے طلبہ جو لیکچر کے دوران......

○ پین کھول کر رکھتے ہیں مگر کم لکھتے ہیں وہ عموماً ذہین ہوتے ہیں مگر وہ دوسروں کو اچھا مشورہ نہیں دے سکتے۔
○ پین بند رکھتے ہیں وہ مغرور لیکن تنہائی پسند ہوتے ہیں۔
○ پین کا کیپ دوسرے ہاتھ میں رکھتے ہیں وہ عموماً ہوشیار مگر سرد مزاج کے حامل ہوتے ہیں۔
○ پین کو بار بار کھولتے اور بند کرتے ہیں وہ عموماً نالائق ہوتے ہیں مگر گھریلو مسائل کو خوب صورتی سے حل کرتے ہیں۔
○ پین کو خوامخواہ استعمال کرتے ہیں اور الٹی سیدھی لکیریں کھینچتے رہتے ہیں انہیں پڑھائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔
○ پین کی نب جان بوجھ کر دوسروں کو چبھوتے ہیں وہ خصوصاً حاضر جواب ہوتے ہیں مگر یہ لوگ زندگی میں کامیابی تاخیر سے حاصل کرتے ہیں۔
○ پین کو بار بار منہ میں رکھتے ہیں وہ عموماً لیکچر سمجھ لیتے ہیں مگر وہ کوئی چیز حفاظت سے نہیں رکھ سکتے۔
○ پین کو بار بار پیشانی پر مارتے ہیں وہ ریاضی میں عموماً کمزور ہوتے ہیں مگر یہ بہترین وکیل ثابت ہوتے ہیں۔
○ پین یا پنسل دانتوں میں دبائے رکھتے ہیں وہ عموماً آرٹ کے ماہر مگر طبیعت کے حساس ہوتے ہیں۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

ہینڈل کرے کہ عادلہ کا وقار بھی مجروح نہ ہو اور شیری بخوشی اسے اپنا بنانے پر راضی بھی ہوجائے۔

جانے سے قبل اس نے طغرل کو انفارم کرنا بہتر سمجھا تھا لیکن اس کا سیل آف ملا تھا وہ ممی کو گھر جانے کا کہہ کر شیری کے ہاں چلی آئی تھی۔ وہ اسے گیٹ کے قریب ٹہلتا ہوا مل گیا تھا پری کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک سی در آئی تھی وہ لپک کر اس کے قریب آیا تھا۔

''السلام علیکم! کیسے ہیں آپ شہریار صاحب۔''

''آئم فائن اینڈ یو؟'' اس کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ تھی۔

''جی میں بھی ٹھیک ہوں، آنٹی اپنے روم میں ہیں کیا؟'' اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا اور اس کے ساتھ چلنے لگی۔

''مجھے یقین نہ تھا آپ کے آنے کا۔'' وہ اس کی بات ان سنی کرکے مسرور لہجے میں گویا ہوا تھا۔

''عادلہ میری چھوٹی بہن ہے اس کی خوشیوں کی خاطر مجھے جہاں بھی جانا پڑتا میں جاتی۔ عادلہ کو اس عرصہ میں، میں نے آنسو بہاتے دیکھا ہے میں اس کے لیے بہت فکر مند ہوں۔''

''اتنی محبت کرتی ہیں آپ اپنوں سے۔'' وہ اسے باتوں میں لگائے ہوئے اپنے پورشن کی طرف جاتی سیڑھیوں تک لے آیا تھا۔ وہاں آ کر ہی وہ چونکی تھی اور رکتے ہوئے گویا ہوئی۔

''ارے یہ آپ مجھے کہاں لے کر جارہے ہیں۔ گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟ آنٹی گھر پر نہیں ہیں کیا؟''

''ممی ڈیڈ کے ساتھ کسی رشتہ دار کی عیادت کو گئی ہیں رات تک آئیں گی۔''

''آنٹی کی غیر موجودگی میں آپ کو مجھے نہیں بلانا چاہیے تھا۔''

''میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ اس کے چہرے کو تک رہا تھا۔ گلابی کنول جیسا تروتازہ حسن دوپٹے کو حصار کی مانند اوڑھے ہوئے اس سادہ سے حلیے میں بھی وہ خاص لگ رہی تھی۔ اس کے انداز میں عجب سا وقار تھا۔

"لیکن ایسی کیا بات ہے جو آپ آنٹی کے سامنے کرنا نہیں چاہتے اور میں ایسی کوئی بھی بات ان کی غیر موجودگی میں نہیں سنوں گی۔ جارہی ہوں یہاں سے۔" وہ غصے سے کہتی واپس پلٹی تھی تب ہی وہ آگے بڑھا اور اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر غرایا۔

"شیر ہاتھ آیا شکار چھوڑ سکتا ہے۔ مگر شہریار گھر آئے شکار کو اپنی مرضی کے بغیر جانے نہیں دے گا، چلو میرے ساتھ بہت نخرے دیکھے ہیں۔ میں نے تمہارے اب تمہیں وہ کرنا ہوگا جو میں چاہوں گا۔" کہہ کر وہ اسے اوپر کی جانب گھسیٹنے لگا تھا۔

"لیومی شہریار، دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا؟ میں تم پر اعتماد کر کے یہاں تک آئی ہوں اور تم کیا سمجھ رہے ہو کیا چاہتے ہو تم؟" اس سے بازو چھڑا کر وہ تیز لہجے میں کہہ رہی تھی۔ اس کے سامنے ڈری سہمی پری نہیں کھڑی تھی۔ اس کا یہ روپ بے حد پر اعتماد و بے خوف تھا وہ متعجب کھڑا رہ گیا۔

"ایک مرد، ایک عورت سے کیا چاہتا ہے؟ وہی میں چاہتا ہوں تم سے۔" وہ بولتا ہوا اس کے قریب ہوا۔

"عورت تمہاری ماں بھی ہے اور عورت تمہاری بہن بھی ہے کیا تم ان سے بھی ایسی ہی چاہتیں رکھتے ہو شہریار؟"

"شٹ اپ۔" وہ پوری شدت سے چیخا۔

"اپنی ماں بہن کے نام پر چیخ اٹھے نا تم کس طرح تمہاری غیرت نے جوش مارا کیوں تم درد سے بلبلا اٹھے؟"

"بکواس بند کرو اپنی، مجھے کچھ نہیں سننا ہے؟"

"سنو کان کھول کر سنو جو تم آج کرنا چاہتے ہو ایسا ہی کل تمہاری بہنوں اور پھر بیٹیوں کے ساتھ ہوگا یہ دنیا اعمال کی کھیتی ہے یہاں جو بوئے گا وہی کل کاٹے گا۔" وہ حیرت سے کھڑا اسے پر اعتماد لہجے میں بولتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"ابھی بھی وقت ہے تم، اپنے ارادوں سے توبہ کرو معافی مانگ لو اللہ سے۔"

"تم کیا سمجھتی ہو میں تمہاری بے سروپا باتوں میں آ کر تمہارے حصول سے دستبردار ہو جاؤں گا ایسے ہی جانے دوں گا تمہیں؟" اس نے بے ہنگم قہقہہ لگایا اور پھر عجیب بات ہوئی تھی قہقہہ اس کے حلق میں ہی گھٹ کر رہ گیا اس نے دیکھا سامنے پری نہیں شمع کھڑی ہے اس کا بڑھتا ہوا ہاتھ رک گیا بہت تیزی سے اس نے آنکھیں ملی تھیں اب شازیہ سامنے کھڑی تھی۔ پری نا معلوم کہاں چلی گئی تھی اس کے دماغ میں آندھی چلنے لگی۔

"میں اتنا گرا ہوا ہوں اپنی بہنوں کے ساتھ بھی۔" پری اس کے ارادوں سے باخبر ہونے کے بعد اپنی ہمدردی پر پچھتا رہی تھی وہ سوچ رہی تھی جان دیدے گی مگر اسے کامیاب نہیں ہونے دے گی یہ فیصلہ کر کے وہ پلٹی ہی تھی جب اس نے شیری کو عجیب حالت میں گڑگڑاتے ہوئے پایا وہ ہاتھ جوڑے معافیاں مانگ رہا تھا۔

"شمع مجھے معاف کردو شازیہ میرا یقین کرو۔" اللہ نے دادی کی دعاؤں کی لاج رکھ لی تھی وہ جو گھر سے نکلتے وقت ہر نماز کے بعد ان کا حصار قائم کرتی تھیں آج اس حصار کے طفیل وہ شیری بدنیتی سے محفوظ رہی تھی۔

وہ وہیں اپنے ربّ کے حضور سجدہ میں گر گئی تھی۔ آنسوؤں کے درمیان اس نے کال کر کے طغرل کو سب بتایا تھا اسے معلوم تھا وہ کچھ دیر میں یہاں موجود ہوگا شیری دماغی دباؤ کے زیر اثر ہوش میں نہیں تھا۔ وہ سائیکو کیس تھا اسپتال میں اسے فوری ایڈمٹ کرلیا گیا اور دو ہفتے گزر گئے تھے اس کا ٹریٹمنٹ چل رہا تھا ایک ہفتے تک وہ کسی کو بھی پہچان نہ سکا تھا۔ دوسرے ہفتے میں اس کی طبیعت قدرے بہتر ہوئی تو اس نے سب کو پہچاننا شروع کردیا مگر

عروسہ علی

ٹک ٹک ٹک...... اوہو دروازہ تو کھولیے ذرا سانس لینے تو دو کرواتی ہوں تعارف اتنی بے چینی کیوں ریڈرز صاحبان مابدولت کو عروسہ علی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ 24 دسمبر کی برستی اور ٹھٹھرتی ہوئی شب کو اس پیاری دنیا میں جلوہ گر ہوئی میرا تعلق مانسہرہ کے قریبی گاؤں ٹانڈہ سے ہے یہ ایک خوب صورت سرسبز گاؤں ہے ہم صرف دو بہنیں ہیں ایک مابدولت کو تو آپ جان گئے ہیں دوسری نگل ہے پورا نام گل سفینہ ہے۔ مجھے عاصمہ اور فاطمہ روسا کے نام سے بلاتی ہیں جس سے میں بہت چڑتی ہوں (سن لو تم دونوں بھی یار) میں بی اے کی اسٹوڈنٹ ہوں اپنی فیملی سے بہت محبت کرتی ہوں۔ دنیا میں سب سے زیادہ پیار امی بابا کو کرتی ہوں خدا ان کا سایہ ہمارے سر پر قائم رکھے آمین۔ میرے بابا امی میری ہر بات مانتے ہیں بہت لونگ ہیں دونوں میری فرینڈز میں فاطمہ عاصمہ سلمیٰ عارفہ سدرہ نرگس اینڈ مہرین شامل ہیں۔ عالمہ بننا میرا شوق ہے سب دعا کیجیے کہ میرا یہ شوق پورا ہو رائٹرز میں نمرہ احمد اور سمیرا آپی بہت بہت پسند ہیں باقی رائٹرز بھی اچھی لگتی ہیں۔ آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں مجھے ڈریس میں فراک اور چوڑی دار پاجامہ پسند ہے۔ میں بہت کم گو ہوں مجھے جلد گھلنے ملنے والے لوگ بہت پسند ہیں میں بھی ایسا بننا چاہتی ہوں پر بن نہیں سکتی۔ خوبیاں تو دوسرے ہی بتا سکتے ہیں خامی یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونا آجاتا ہے غصہ میں بھی رونا آتا ہے اب اجازت چاہتی ہوں رب راکھا۔

اس کے ہونٹوں پر جامد چپ تھی وہ آنکھیں بند کیے پڑا رہتا تھا۔

ان کے درمیان جو ہوا تھا اس سے صرف طغرل اور عادلہ واقف تھے۔ ڈاکٹرز کی رپورٹس کے مطابق وہ کچھ نفسیاتی عوارض کا برسوں سے شکار تھا جس کا اظہار اس کے شدید غصے اور جنونی پن سے بھی ہوتا تھا۔ مسز عابدی اور عابدی صاحب ابھی مل کر گئے تھے شیری کی خواہش پر وہاں طغرل عادلہ کو لے کر آیا تھا دانستہ طور پر عادلہ کو کوریڈور میں روک کر خود اندر آ گیا پری کے ساتھ ساتھ شیری نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ وہ کس طرح اس سے آنکھیں ملا سکتا تھا وہی تھی جو اسے ہوس و بے راہ روی کے کیچڑ سے نکال کر رشتوں کی پاکیزگی و انسانیت کا وقار سمجھا گئی تھی۔ وگرنہ اس سے قبل عورت اس کے لیے کھلونے کا نام تھا۔ پری نے چند لمحے کھڑے ہوکر اسے دیکھا وہ اس اکڑی گردن و بہکی نگاہوں والا شیری نہیں تھا۔ چند دنوں میں ہی وہ بدل کر رہ گیا تھا۔ وہ چلی گئی تو طغرل نے اس کے قریب جھک کر سرگوشی میں کہا۔

"شہریار، میں جانتا ہوں تم بیدار ہو پلیز آنکھیں کھولو پارس چلی گئی ہے۔ تم نے عادلہ کو لانے کا کہا تھا وہ باہر موجود ہے۔"

"میری آنکھیں تاحیات اب پارس کے سامنے اٹھ نہیں سکیں گی۔"

"یار تم میرا ایک کام کردو۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ملتجی لہجے میں گویا ہوا اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔

"اس سے کہنا مجھے معاف کردے اور میں کچھ نہیں چاہتا۔"

"ڈونٹ وری پارس تمہیں معاف کرچکی ہے تم بھی سب بھول جاؤ ہم نے کسی کو کچھ نہیں بتایا تم ہر بوجھ سے آزاد ہو جاؤ تاکہ تم ڈسچارج کیے جاسکو اور پھر ہم ایک گرینڈ پارٹی کریں گے۔" وہ اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے وہاں سے نکل آیا تھا۔

عادلہ اندر گئی تو پہلی بار شیری نے محبت سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

''عادلہ کیا مجھ جیسے پاگل کا ہاتھ تھامنا تم پسند کروگی۔''
''ایسے مت کہیں مجھے آپ کا ساتھ ہر حال میں منظور ہے شیری۔''اس نے روتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔
''کاش وہ راستہ تم مجھے پہلے ہی دکھا دیتیں تو میں آج اس طرح تمہارے سامنے اس حالت میں ہرگز نہیں بیٹھا ہوتا عادلہ۔''
''جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے۔''اس نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کرلی تھیں۔اس کی ویران زندگی میں ایک دم سے ہی بہار آئی تھی ہر سو پھول ہی پھول کھل اٹھے تھے۔

❁......❁......❁
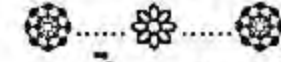
گھر میں افراتفری کا عالم تھا دادی عائزہ کے ساتھ جارہی تھیں۔
''پری تھوڑا ریسٹ کرلو جاکر فجر کے بعد تم لیٹی نہیں ہو اب جو پیکنگ رہ گئی ہے وہ میں کرلوں گی۔''صباحت نے اسے زبردستی وہاں سے بھیجا اور وہ لان میں چلی آئی جہاں موسم خوشگوار ہورہا تھا۔کئی دنوں کا حبس ختم ہوا تو آسمان سرمئی بادلوں سے ڈھک گیا تھا ہوا بند: دنٰ تو ننھی ننھی بوندیں گرنے لگی تھیں۔
آج وہ بے حد خوشی سے گرتی ہر بوند کو محسوس کررہی تھی۔اس کی دشوار زندگی کی تمام الجھنیں گزرتا موسم اپنے ساتھ لے گیا تھا۔اس عرصہ میں اس نے محسوس کیا تھا طغرل بھی اس کی خوشیوں کا باعث بنا تھا گر وہ نہیں ہوتا تو وہ کبھی بھی مسرتوں کا مزہ نہ چکھ سکتی تھی۔
''تم میرے بارے میں ہی سوچ رہی تھی نا؟ دیکھو تم نے یاد کیا اور میں آگیا دل سے دل کا کنکشن اسی کو کہتے ہیں۔''وہ کمرے سے نکل کر سیدھا اس کے پاس چلا آیا تھا بلو جینز وہائٹ ٹی شرٹ میں اس کا مضبوط جسم نمایاں تھا۔
اس نے کوئی بات نہ کی وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔وہ بھی اس کی پیشانی پر چمکتے چاند نما باریک سے نشان کو دیکھ رہا تھا جو اس کے بچپن کی لگائی گئی چوٹ کا نشان تھا جس کو اس سے چھپائی آئی تھی اور آج اسے کچھ ہوش نہیں تھا۔
''پارس......کہاں گم ہو؟''اس کی آواز ابھری۔
''سوچ رہی ہوں یہ سب خواب ہے یا جو گزر گیا وہ خواب تھا۔''اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
''چھو کر دیکھو مجھے خود ہی معلوم ہوجائے گا تمہیں۔''اس نے مسکراتے ہوئے شرارتی لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے وہ حیرت و مسرت کے احساس سے گنگ رہ گیا جب اس نے پری کے ہاتھ کو اپنے چہرے پر محسوس کیا تھا اس کا نرم و گداز مہکتا ہاتھ چہرے پر لمس چھوڑ گیا تھا۔
''تھینک گاڈ یہ خواب نہیں ہے۔''اس کا لہجہ پراعتماد تھا۔
''اتنے حیران کیوں ہورہے ہیں آپ؟ ایک عرصہ آپ کے ساتھ رہ رہی ہوں آپ کی یہ چھونے والی بیماری مجھے لگنی تھی سو لگ گئی۔''اس کے بے تکلف انداز پر طغرل کا قہقہہ ماحول میں گونج اٹھا تھا۔

وہی ایک لمحہ زیست کا

فاخرہ گل

نہ قحطِ آب کا ڈر تھا نہ سیلِ آب کا خوف
رتیں ہی ایسی تھیں بادل ہی یوں برستے تھے
بس اتنا یاد ہے کچھ لوگ بک رہے تھے ظفرؔ
خبر نہیں کہ وہ مہنگے یا کہ سستے تھے

آج کا دن بھی باقی دنوں سے ہرگز مختلف نہ تھا' اسی ڈھب سے رات گزری تھی اور ہمیشہ کی طرح اسی انداز میں اب صبح ہونے کو تھی۔ چار دیواری کے اندر رہائش پذیر لوگوں کی خواہشات کل بھی وہی تھیں اور تمنائیں آج بھی کچھ مختلف نہ تھیں۔ سورج کی نرم اور تروتازہ کرنوں نے بڑے مدھم طریقے سے دھرتی کے کشادہ سینے پر اپنا لمس ثبت کیا اور پھر ڈھیر سے ڈھیر سے دات بھر کی جدائی کا احوال کہنے لگیں۔

ناجی نے بھی حسب معمول جاگنے کے بعد آڑے ترچھے سوئے ہوئے نوشے اور طاقو کو اپنی کراری آواز میں پکارنا شروع کیا۔ فیکا بھی جاگ تو گیا تھا مگر یوں ہی دیوار کی طرف منہ کیے صحن میں بان کی چارپائی پر لیٹے ہوئے شاید ان بدرنگ چھوٹی بڑی اینٹوں کو گننے میں مصروف تھا جو محض دو گھروں کو علیحدہ کرنے کی نشان دہی کیا کرتی تھیں۔

نوشے اور طاقو کے کسمسا کر پھر سے کروٹ لے لینے کے بعد ناجی نے ایک مرتبہ پھر ان دونوں کو جھنجوڑا مگر اسی دوران چپ چاپ خاموش نظروں سے دیوار کو تکتے فیکے کو دیکھتے ہی اسے سارے جسم کا بوجھ دل پر پڑتا محسوس ہوا۔

"تجھے کتنی مرتبہ کہا ہے فیکے یوں چپ ہوکر نہ لیٹا کر تو گھر میں ہوتے ہوئے بھی خاموش ہو تو میرا جی بڑا گھبراتا ہے۔"

اس کی ٹانگوں کو پرے ہٹاتے وہ خود ادوائن پر ہی ٹک گئی تھی جہاں پوری چارپائی کے برعکس پھٹی ہوئی دری کو اس خیال سے ڈالا گیا تھا کہ چبھن سے بچا جاسکے اور یہ خاص انتظام بھی اس لیے تھا کیونکہ وہ ناجی کا مجازی خدا تھا اور جس سے وہ اسی طرح محبت کرتی تھی جس طرح کوئی دیہاڑی دار اپنے سارے دن کی کمائی سے کرتا ہو۔ اس کے مخاطب کرنے پر فیکے نے محض کروٹ بدلی اور رخ اس کی طرف کرکے بس اسے دیکھے ہی گیا۔ گہرے سانولی رنگت' فربہی کی طرف مائل جسم' پتلی سی چپٹی' گلابی سے سرمئی ہوتے ہونٹ' بڑی بڑی سفید بے رونق آنکھیں......

یہ تھی ناجی جس کے لیے آج سے چند سال پہلے فیکے نے قبیلے کے سب لوگوں سے ٹکر لی تھی اور آخر ریلوے اسٹیشن پر پہلی ملاقات کے بعد اس کے دل کو سکون تب ملا جب وہ اسے کالج سے سرخ چوڑیاں پہنائے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں پر تیز سرخ رنگ کی نیل پالش اور ہونٹوں پر گہرے نارنجی رنگ کی لپ اسٹک لگائے دلہن کے روپ میں اپنی بستی میں لے آیا۔ نیل پالش کے ننھے ننھے نشانات کے اترنے تک اس نے خود کو دلہن سمجھا مگر دس روپے کی کچی نیل پالش بھلا کتنے دنوں تک اس کے دلہناپے کو برقرار رکھتی سو جیسے ہی نیل پالش چھلکے کی مانند اتری وہ بھی فیکے کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی نظر آئی۔ نہ تو اس نے اپنے وجود کے اندر سانس لیتی ننھی سی جان کی پروا کی اور نہ ہی شادی کے ابتدائی مہینوں کی خوب صورتی کی۔

یوں بھی یہ چونچلے وہیں پورے ہوسکتے ہیں جہاں رزق روز فلک پر نکلتے سورج کی طرح لازمی ملتا ہو' اس کے برعکس جہاں مسئلہ دیہاڑی کا ہو وہاں شادی کے روز بھی دہاڑی ہاتھ نہ آنے کا غم لاحق رہتا ہے۔ سو ایسی صورت میں اس نے فیکے کے کندھوں کا بوجھ بٹانے کی خاطر وقت ضائع کرنے کے بجائے فوراً میدان عمل میں اترنے کا ارادہ کیا تھا اور دن بھر

یوں اس کے ساتھ پھرکی کی طرح لگی رہتی کہ پہلے فیکے کے مخالف لوگ اب اس کے اس اقدام کو سراہتے۔

"خیر تو ہے ناں' اٹھنا نہیں ہے...... طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" وہ ایک دم پریشان ہوگئی تھی کیونکہ عموماً اس وقت وہ ناشتے کے لیے دودھ وغیرہ کا بندوبست کرنے گیا ہوتا آج اسے یوں کسل مندی سے لیٹے دیکھا تو اس کا گھبرانا لازمی تھا۔

"ارے میں تو بس یونہی لیٹ گیا تھا' تو کیوں پریشان ہو رہی ہے؟" ناجی کی تشویش دیکھتے ہوئے اب وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

"کل بھی اس وقت حفیظ کی دکان بند تھی اس لیے میں نے سوچا تھوڑی دیر رک جاؤں' آج بھی دیکھو دودھ ملتا ہے کہ نہیں۔" فیکے نے اٹھ کر سلیپرز پہنے۔

"شادی اس کی ہوئی ہے تو ہماری بلا سے۔ از کم گاہکوں کو وقت پر سودا تو دے پھر کرلے جا کر کمرہ بند۔" ناجی کل بھی گھر سے بغیر ناشتے کے نکلنے پر بڑی بدمزہ ہوئی تھی جبھی ترخ کر بولی۔

"ہاں بھئی قسمت والا ہے۔" فیکے نے آگے بڑھتے ہوئے ناجی پر جھکتے ہوئے کہا تو وہ یوں اچانک اس کا موڈ بدلنے پر حیران آنکھوں سے مسکراتے ہوئے یوں پیچھے ہٹی کہ اس کے پاؤں تو زمین کو چھو رہے تھے مگر پشت ادوائن سے جا لگی تھی۔ اور اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی پیش قدمی کرتا ناجی نے ابرو اٹھا کر آنکھوں کو دائیں سمت گھماتے ہوئے دروازے کی چوکھٹ کی سمت دیکھا جہاں جانی آنکھیں ملنا بھول کر ان ہی دونوں کو دیکھ رہا تھا جب کہ پینو بھی ٹھنڈے چولہے کے پاس چائے کے انتظار میں بیٹھی کن اکھیوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ جس کا ذہن گوکہ کچا ضرور تھا مگر اس پر بننے والے خاکے بڑے واضح اور ٹھوس تھے۔ نظریں ملنے پر جانی نے آنکھوں کو آخری حد تک پھیلاتے ہوئے اپنے غصے کا اظہار لازمی سمجھا تھا۔

"لے آ گئی فوج بیرکوں سے باہر' ہر وقت سر پر کھڑا انگرائی کرتا رہتا ہے۔ ہونہہ...... کانسٹیبل نہ ہو تو......" جانی کی آمد پر فیکے کے موڈ کا یوں ستیاناس ہوا کہ دانتوں تلے ریت آتی محسوس ہوئی جبھی بکتا جھکتا گھر سے نکل گیا۔

فیکے کے موڈ کو دیکھ کر پینو نے خوامخواہ سر جھکا لیا جبکہ ناجی نے بغیر کوئی نوٹس لیے ایک بار پھر نوشے اور طاقو کو زور سے جھنجوڑا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے کیونکہ جانتے تھے کہ اس کے بعد ناجی کی زبان نہیں چپل چلے گی۔

"چل ناں' اب جا بھی۔ کھڑا کھڑا منہ کیا دیکھ رہا ہے۔" ناجی نے جانی کو غسل خانے کی طرف دھکیلا کہ اس کے بعد پھر نوشے اور طاقو کی باری تھی مگر جانی نے جھٹکے سے اپنا کندھا چھڑا لیا اور گردن کو جھٹکا دیتے ہوئے غسل خانے کی طرف بڑھ گیا جس کے دروازے کے نام پر ناجی کا دوپٹہ ہوا سے یہاں وہاں لہراتا اس بات کا اعلان کررہا تھا کہ غسل خانہ خالی ہے۔ جونہی کوئی اندر جاتا دوپٹے کے زمین تک آتے پلو پر اینٹ رکھ کر اسے اڑنے سے روکنا اور یوں دروازہ بند ہوجایا کرتا۔

یوں بھی جانی اب کوئی بچہ نہ تھا' لڑکپن کی دہلیز پار کرنے کے بعد اب جوانی کی چوکھٹ پر پاؤں رکھ رہا تھا ویسے بھی وہ جس ماحول کا حصہ تھا وہاں بچپن کی بہاریں دبے پاؤں کب گزر جاتی ہیں پتا نہیں چلتا۔ کئی بار اس نے سوچا کہ وہ ناجی سے کم از کم پینو کے سامنے فیکے سے بے تکلف ہونے میں احتیاط برتنے کا کہے لیکن یہ سب وہ صرف سوچ ہی سکتا تھا۔ کہنے کی نہ تو اسے اجازت تھی نہ ہمت' جس کی بنیادی وجہ فیکے کا خوف تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ فیکے اور ناجی کو ایک دوسرے کے یوں قریب دیکھ کر اس کے اندر ہمیشہ کی طرح چڑچڑاہٹ اور بے زاری بڑے دلیرانہ انداز میں اپنے قدم جما چکی تھی۔

فیکا دودھ لے کر آیا تو وہ سب مٹی کے تیل کے چولہے کے اردگرد نیم دائرہ بنائے قہوے پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔

"یہ لے پکڑ' دوسرے محلے سے لایا ہوں۔ حفیظ خود تو عیش کررہا ہے اور ہمیں مصیبت میں ڈالا ہوا ہے۔" فیکے نے دودھ ناجی کو پکڑایا اور پاپوں کا چھوٹا پیکٹ امید بھری نظروں سے دیکھتے بچوں کو پکڑانے کے بجائے مٹی کے کچے فرش پر پٹخ دیا۔

"فیکے تُو مجھے ایک بات تو بتا کہ غصہ تجھے دوسرے محلے جانے پہ آرہا ہے یا حفیظ کے عیش کرنے پر۔" تا جی نے دودھ قہوے میں ڈال کر جیسے جلے کے دل پھپھولے ہی پھوڑ ڈالے تھے۔

"بکواس بند کر اپنی...... ہونہہ عیش!" فیکے نے چٹختے لہجے میں کہا اور نظریں ایک دم جانی سے جا ملیں تو اس نے گھبرا کر فوراً سر گھٹنوں میں دے دیا۔

چائے سے فارغ ہو کر جلدی جلدی سب نے اپنے دھندے کے کپڑے پہنے' ٹین کے سیاہ بکس کے ساتھ قطار سے موجود ٹوٹے اور گھسے ہوئے تلوے والے ربر کے سلیپر پہنے تو گویا اپنے اصل میں آگئے کہ اب دن بھر انہیں اسی حلیے میں رہنا تھا۔ تا جی نے سب سے پہلا سر کے گرد دوپٹہ باندھ کر کندھے سے دوسرا پلّو لٹکائے کشکول نما انداز میں گرہ لگائی۔

جانی ایک طرف کھڑا لوشے' طاقو اور پینو اور رانی کو دیکھ رہا تھا جو باپ کی ڈانٹ سے بچنے کے لیے فٹافٹ تیار ہو کر کھڑے تھے جب کہ خود فیکا بغیر قمیص کے بڑی بے پروائی سے صحن کے بیچوں بیچ کھڑا تا جی کی توجہ کا منتظر تھا۔ گڈی ہنوز فرش پر پڑی سو رہی تھی۔

تا جی نے فیکے کو اپنا منتظر پایا تو کمال پھرتی سے دو ٹوٹے ہوئے ازار بند جوڑ کر بنائی جانے والی رسّی اس کے بائیں بازو اور پیٹ کے اردگرد گھما کر اسے دائیں طرف گرہ لگائی اور پھر سامنے رکھی قمیص پہنا دی تو وہ ظاہراً ایک بازو سے معذور دکھنے لگا۔

"پینو! جا اب گڈی کو لے آ۔"

تا جی کے کہنے کی دیر تھی پینو تیزی سے فرش پر سوئی ہوئی گڈی کو گود میں اٹھا لائی تو ہاتھ میں دو رسّی بھی پکڑے ہوئے تھی جو کہ گڈی کا ہی حصہ تھے اور وہ چونکہ روزانہ کے اس عمل کی عادی تھی جبھی نیند میں خلل پڑنے کے باوجود نہ روئی اور نہ ہی کسمسائی۔ مُندی مُندی آنکھوں سے محض ان سب کو ایک مرتبہ دیکھا اور دوبارہ سو گئی اور ویسے بھی اس وقت کی نیند تو یوں بھی اس کی من پسند تھی جبھی ساری رات فرش چبھنے کے بعد ماں کی نرم گرم آغوش میسر آتی تو وہ بھوکی ہونے کے باوجود بڑے مزے سے سویا کرتی البتہ تیز دھوپ کی چبھن کے باعث اسے کچھ دیر بعد ہی جاگنا پڑتا تو وہ منہ بسورتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا رس (Rusk) کھانے لگتی۔

نکلنے سے پہلے فیکے نے ایک نظر ان سب کو دیکھا مطمئن ہو کر رنگ برنگے کپڑے کی ٹکڑیوں سے بنی ٹوپی سر پر رکھی اور دائیں ہاتھ سے ریڑھی کو دھکیل کر گھر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا جبکہ ریڑھی کی بائیں ہتھی پینو کے ہاتھ میں تھی۔ وہ سب نکلنے لگے تو جانی نے بھی اپنا تھیلا کندھے پر رکھا اور اللہ تعالیٰ کی اس وسیع زمین سے اپنے حصے کا رزق تلاش کرنے کی کوشش میں اپنا حصہ ڈالنے لگا۔

بالکل اسی طرح جیسے شاہین اپنی فضاؤں میں اڑا کرتے ہیں مگر دیکھا جائے تو ان ہی فضاؤں میں ان کے الگ الگ جہاں آباد ہیں۔ عادات و خصائل کے لحاظ سے بھی اور خصوصیات کے لحاظ سے بھی۔ اسی طرح گھر سے تو وہ سبھی لوگ نکلے تھے مگر جانی کی نیت حق حلال اور محنت کی کمائی حاصل کرنے کی تھی جبکہ فیکے سمیت گھر کے باقی لوگ روپوں کے عوض دعائیں بیچنے کا کام کیا کرتے تھے۔

❁......❁......❁
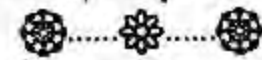
عبدالواثق کو دنیا سے گئے آخرکار چالیس روز بھی بیت گئے تھے' زندگی کے کام البتہ ان چالیس دنوں کے بعد بھی نہ بدلے تھے اور اسی رفتار سے جاری و ساری تھے کہ یہی تو قانونِ قدرت ہے کہ جن کے بنا ایک پل زندہ رہنے کا تصور محال ہوتا ہے ان کے دنیا سے چلے جانے' کبھی واپس نہ آنے اور نہ ملنے کے یقین کے باوجود اپنے ہاتھوں سے اپنے پیاروں کو زمین کی چادر اوڑھا کر کچھ ہی عرصے بعد زندگی کے جھمیلوں میں یوں گرفتار ہو جاتا ہے کہ بے شک دل سے ان کی یاد محو نہ بھی ہو مگر انہیں پڑھ کر بخشنے کا وقت بھی اکثر دنیا داری کی طرف کھینچ لے جاتی ہے مگر ان سب باتوں کے باوجود خدا کی رحمت بے قرار دلوں کو کچھ ایسی محبت سے تھپکتی ہے کہ چین آ ہی جاتا ہے۔

قرآن شریف بند کر کے جزدان میں رکھنے کے بعد نبیلہ

نے کتابِ مقدس کو بوسہ دیا تو پلکیں بند ہونے کے ساتھ ہی کئی آنسو اس میں جذب ہو کر گم ہونے لگے۔ کچھ دیر بے آواز رونے کے بعد آخر نبیلہ نے قرآن کریم رحل پر رکھا اور اپنے مجازی خدا کے لیے ہاتھ اٹھا کر بخشش کی دعا کرنے لگی کہ چند دن پہلے تک وہ عبدالواثق کی بیوی تھی مگر اب بیوہ کہلانے لگی تھی۔

"اے باری تعالیٰ! رحم فرمانا میرے مالک' تمام مسلمانوں پر اور ان سب کے وسیلے میرے سر کے تاج پر جن کا نام اب بھی میرے لیے باعثِ احترام ہے۔ رحم فرمانا مالک! سب مسلمانوں کے وسیلے ان پر بھی جنہوں نے ہمیں زندگی بھر کوئی غم سہنے نہ دیا۔ تیرے دیئے ہوئے رزق سے ہماری تمام ضروریات پوری کرتے رہے' تیری طرف سے عائد کیے گئے تمام فرائض پورے کرنے کی ہمیشہ کوشش کی۔ اے ربِ کریم! تُو بھی ان پر رحم فرما ان کے اعمال کے حساب سے نہیں اپنی رحمت کے حساب سے' ان کے ساتھ وہ معاملہ کر جو تیری رحمت کے شایانِ شان ہو وہ حساب نہ کر جو ان کے اعمال کی بنیاد پر ہو۔ پروردگار مجھے حوصلہ اور ہمت دے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے ان کے بغیر بھی تیرے احکامات کی پابندی کر سکوں۔" دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے آخر وہ بلک بلک کر رونے لگی تھیں کہ جوانی کی دہلیز کو چھوتی بیٹی اور عمر میں اس سے چند قدم پیچھے بیٹے کے ساتھ دنیا کے بازار میں اپنا آپ بچا کر چلنا اب ان کے لیے ایک مشکل مرحلہ تھا جسے انہیں سر کرنا تھا لیکن کسی بھی مدد اور سہارے کے بغیر۔

❁......❁......❁
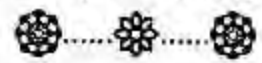
"یہ لے استاد۔"

جانی نے دن بھر تھیلا کندھے پر ڈال کر مختلف جگہوں سے شیشہ اور ربر وغیرہ جمع کیا تھا اور اب حسبِ معمول گھر جانے سے پہلے کباڑیے کو دے کر اپنی محنت وصول کر رہا تھا۔ فیکے کے ساتھ بھیک مانگنے کے دوران سنائی جانے والی گالیوں سے اکتا کر اس نے مختلف چھوٹے موٹے کام کرنے کی کوشش تو بہت کی مگر ہر طرف سے ہونے والی ناکامی سے اکتا کر آخرکار اب وہ اپنے مطلب کی چیزیں ڈھونڈ کر کباڑیے کے ہاتھ بیچا کرتا اور مطمئن ہوتا کہ وہ رزق حلال لے کر گھر جا رہا ہے۔

"لے پکڑ اپنے ستائیس روپے۔" استاد نے پہلے خالی تھیلا اس کی طرف اچھالا اور پھر چند نوٹ اور سکے اس کی طرف بڑھائے۔

"لیکن استاد! اتنے کم پیسے؟ آج تو سامان بھی پہلے سے زیادہ تھا۔"

جانی جو کچھ دیر پہلے تک خوش تھا کہ اگر آج اس کے کندھے زیادہ بوجھ اٹھا رہے ہیں تو شام کو جیب بھی یقیناً اس بوجھ کو روپوں یا سکوں کی صورت اٹھا کر خوش ہو گی لیکن یہاں تو معاملہ بالکل ہی متضاد نکلا تھا سو جانی نے پہلے تو کھسیا کر ان لڑکوں کی طرف دیکھا جو استاد کو سامنے موجود پا کر محض اپنی کارکردگی دکھانے کی غرض سے بڑی پھرتی سے لائے گئے سامان میں سے ربڑ' شیشہ' لوہا اور دوسری چیزیں الگ کر کے متعلقہ ڈھیریوں کا حجم بڑھاتے جا رہے تھے۔

"کم......؟" استاد نے اپنی موٹی موٹی بھنویں سکیڑ کر ناک چڑھاتے ہوئے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "ارے تو کیا یہ صندوقچی تیرے حوالے کر دوں' پھر ہو گا تو خوش۔" استاد نے ہاتھوں سے لوہے کی صندوقچی بجاتے ہوئے کہا۔ "ابے اوئے ایک بات کان کھول کر سن لے بازار میں کسی اور کے پاس سامان لے کر جاتا ناں تو اتنے بھی نہ ملتے۔ یہ بھی ترس کھا کر دے رہا ہوں ورنہ لایا کیا ہے تُو؟" پھر سے وہی ترس کا لفظ سننے کو ملا تھا جس سے جانی کو اب تک چڑ تھی اسی لفظ کی گردان سے وہ اس حد تک تنگ آچکا تھا کہ اب محنت کی کمائی کرنا چاہتا تھا۔ بجائے اس کے کہ ترس سے رقم اکٹھی کرتا۔

"استاد ایک موبائل ہے' لو گے کرو گے سودا؟"

ابھی وہ استاد سے مزید بات کرنے کی ہمت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ سیاہ سے سفید ہوتی گھسی کالر کی شرٹ پہنے اور سر پر رکھی ٹوپی کا چھجا کانوں پر کیے ایک لڑکا دکان میں داخل ہوا اور آتے ہی بغیر سلام دعا کے ماچس کی جلی ہوئی تیلی کو زبان کی مدد سے دانتوں میں یہاں وہاں گھماتے ہوئے بولا تو استاد فوراً للچاتے ہوئے اس کی طرف

لیکا۔ جانی بھی اپنی بات بھول کر ان دونوں کو دلچسپی سے دیکھنے لگا تھا۔

”نیا ماڈل ہے استاد! اس دفعہ کم میں بات نہیں ہوگی۔“ موبائل استاد کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے ایک پاؤں سامنے رکھی کرسی پر رکھا اور گلے میں باندھا سرخ چیک کا چھوٹا سا مفلر کھول کر گردن کی پچھلی طرف گھمانے لگا۔

”کتنے لو گے؟“ استاد بھی پیشہ ور تھا نئے ماڈل کا سیاہ چمچماتا موبائل دیکھ کر اس کی رال ٹپکنے لگی تھی لیکن وہ ایک گھاگ خریدار کی طرح اپنی دلچسپی ظاہر کرکے ہرگز ہلکا پڑنا نہیں چاہتا تھا اسی لیے اپنے لہجے کو حتی الامکان سرسری رکھا۔

”سات ہزار سے کم ہرگز نہیں۔“ مختصر سا جواب آیا۔

”سات ہزار؟“ استاد نے حیران ہونے کی بھرپور اداکاری کرتے ہوئے ابرو چڑھائے تو آنکھیں خود بخود پھیل گئیں حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس ماڈل کی قیمت بیس ہزار سے کسی طور کم نہ تھی۔

”ارے اس کے تو کوئی پانچ بھی نہیں دے گا جاؤ دوسرے کباڑیے بھی بیٹھے ہیں پوچھ لو سب سے جاکر۔“

”لیکن استاد......؟“ منہ میں حرکت کرتی تیلی داڑھ پر جا کر رک گئی تھی۔

”ارے سب جانتا ہوں میں بڑا آیا چوری کے مال پر دام لگانے والا۔ تین ہزار لینے ہیں تو بول ورنہ تیری مرضی۔“ استاد نے اوپری دل سے موبائل واپس کیا تھا۔

”چل ٹھیک ہے استاد ہے تو یہ زیادتی مگر جو تیری مرضی۔“ لڑکے نے ہار مانتے ہوئے موبائل دوبارہ استاد کی طرف بڑھایا تو اس سے پہلے کہ استاد نوٹ نکالتا اس کی نظر جانی پر پڑی جو بڑی حیرت سے دونوں کی بات چیت سن رہا تھا۔

”ابے تُو ابھی تک یہیں کھڑا ہے؟“ گرجتا لہجہ گم صم کھڑے جانی کا تو خون ہی خشک کرگیا۔ ”چل فوراً پھوٹ یہاں سے۔“ استاد نے چٹکی بجاتے ہوئے اسے باہر کا رستہ دکھایا تو وہ اس کی ابلتی ہوئی آنکھوں کے مزید پھیلنے سے سہم کر پیسوں کی درخواست کرنا بھول کر اپنا تھیلا اٹھانے کے بعد باہر بھاگا۔

یوں بھی جانی کو استاد کی آنکھوں سے بے حد خوف آتا تھا لیکن مجبوری روزانہ اسے وہیں لے جاتی تھی۔

❁......❁......❁

فیکا اور ناجی اپنی بیٹیوں کے ساتھ کسی ایک ٹھکانے پر بھیک نہیں مانگتے تھے بلکہ محرم، رمضان شریف اور دوسرے مواقعوں کی نسبت سے ان کی جگہیں اکثر تبدیل بھی ہوا کرتی تھیں۔ چند دن پہلے تک ان کے رزق کا بسیرا ایک میٹرنٹی ہوم کے آہنی گیٹ کے عین بائیں طرف بیٹھے چوکیدار سے چند ہاتھ فاصلے پر تھا جہاں آنے والی خواتین نئی خوش خبری اور اللہ کو راضی رکھنے کے شوق میں کشکول میں جھنکار پیدا کرنے کا باعث بنتیں تو بعض اوقات اولاد حاصل کرنے والے جوڑے صدقہ وخیرات کرتے۔

یہ جگہ یوں بھی انہیں بڑی موافق آئی تھی کہ اسپتالوں کے باہر بیٹھے سائلوں کو عموماً آتے جاتے مریض اور ان کے رشتہ دار اس لیے بھی کچھ روپے پیسے دے دیا کرتے ہیں کہ شاید ان کے منہ سے نکلی دعا ربّ تعالیٰ کے حضور ان کے شفا اور خوشیوں کا باعث بن جائے مگر پیشہ ور فقیر اکثر ان روپوں کو اپنی دعاؤں کے معاوضے کے طور پر بھی وصول کرتے ہیں مگر جو بھی ہے اور جیسا بھی ہے دینے والا ضرور اس دی گئی رقم کا فکس ڈپازٹ کئی گنا منافع کے ساتھ وصول کرنے کے لیے اللہ کے پاس جمع کروا دیتا ہے اور ان معاوضہ کی گئی دعاؤں کا نہ سہی مگر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر دنیاوی صورت میں بھی ظاہر ہو کر رہتا ہے۔

فیکے اور ناجی کا بس چلتا تو اسی جگہ کو اپنا مستقل ٹھکانہ بنا لیتے لیکن ایک شام بستی واپسی پر جب فیکا قمیص کے اندر چھپایا اور باندھا گیا بازو باہر نکال کر باقاعدہ دونوں ہاتھوں سے سڑک کے ایک طرف بنے کیبن سے بیڑی خرید رہا تھا تو میٹرنٹی ہوم کی مالکن نے نہ صرف اسے دیکھ لیا بلکہ اسی وقت گاڑی سے نکل کر اس کی بے عزتی بھی کردی اور آئندہ نظر آنے کی صورت میں پولیس کو بلانے کی دھمکی بھی دے ڈالی۔ سو آج کل وہ لوگ یوں ہی کبھی اِدھر کبھی اُدھر کسی اور منافع بخش ٹھکانے کی تلاش میں تھے کہ ہر ماہ کرائے پر حاصل کی جانے والی ریڑھی کا کرایہ بھرنا ان کے پیٹ بھرنے سے کہیں زیادہ اہم تھا۔

❁......❁......❁

”اچھا اماں! اللہ حافظ۔“ بابر نے صبح سویرے کام پر جانے سے پہلے ماں کو الوداعی کلمات کہتے ہوئے ان کے سامنے سر کو ہلکا سا خم دیا تو وہ پیار سے اس کی کمر تھپک کر ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے مسکرادیں۔

”اللہ تیرا نگہبان ہے میرے بچے! جا اللہ کے سپرد اللہ کی امان۔“ اتنی خوب صورت دعا محبت بھرے لہجے اور ماما کے لمس نے بابر کے اندر ایک انجانی طاقت سی بھر دی تھی۔

”اور ہاں بیٹا! اونچ نیچ تو ہر جگہ ہوتی رہتی ہے مگر برداشت کرنے میں ہی بہتری ہے جب سیٹھ کوئی ایسی ویسی بات کردے تو بس صبر سے کام لیا کر۔“ وہ رات کو بھی کافی دیر اسے سمجھاتی رہی تھیں اور اب خلاصے کے طور پر یاددہانی کے طور پر دہرائے جانے پر جملے بھی گزشتہ سے پیوستہ تھے۔

”یہی تو مجھ سے نہیں ہوتا ناں اماں! آخر ہم بھی تو انسان ہیں اگر ذرا سی غلطی ہوجائے تو انہیں بھی لحاظ کرنا چاہیے۔ یہ کیا کہ چھانپڑ لگانے لگتا ہے وہ ٹھیکیدار۔“ بابر کے لہجے میں بے بسی تھی۔

”بس بیٹا! نوکروں کو نخرہ جچتا نہیں ناں اس لیے تو اوپر والے پر اپنا معاملہ چھوڑ کر ایمانداری سے بس کام کرتا جا پھر اوپر والا جانے اور نیچے والے۔ وہ بڑا بے نیاز ہے پر رسّی بھی بے رُسّی ڈھیلی کرتا ہی جاتا ہے آخری وقت تک وہ یہی چاہتا ہے کہ ہم سدھر جائیں اور گرفت مضبوط نہ کرنی پڑے۔ پر ہم......ہم انسان بھی تو ضدی ہیں جب تک خود آگ سے ہاتھ نہ جلالیں یقین نہیں کرتے کہ یہ زرد اور نارنجی سی شے ہمیں جلا کر سیاہ راکھ کا ڈھیر بھی کرسکتی ہے پر تب یقین کرنے کا کیا فائدہ بھلا۔“ نبیلہ جانتی تھیں کہ جوان خون ہے جو عموماً مصلحتوں کا شکار کم ہی ہوتا ہے جس کے لیے عزت نفس اس کی عزیز ترین چیز ہوتی ہے اور جو ہر بات اور عمل کو توازن پر رکھ کر تولتا ہے۔

”اسے دیکھ کر مجھے آپ کی یہی باتیں تو یاد آجاتی ہیں اور میں چپ ہوجاتا ہوں ورنہ اماں دل تو چاہتا ہے کہ ایک گھونسہ اس کے منہ پر مار کر چلا آؤں۔ محنت ہی کرنی ہے ناں کسی اور جگہ جاکر کرلوں۔“ ٹھیکیدار کا ناروا سلوک برداشت کرتے کرتے اب وہ زچ ہوگیا تھا جب ہی نرم لفظوں میں ماں کے سامنے اپنا ارادہ ظاہر کرکے اس کا ردعمل جاننے کی کوشش کی تھی۔

”کوئی ضرورت نہیں جھگڑا فساد کرنے کی، سمجھے؟“ نبیلہ نے پیار بھری خفگی سے کہا۔

”اور اب جاؤ دیر ہورہی ہے۔“ بات کرنے کے ساتھ ہی نبیلہ نے دروازہ کھول دیا تو وہ ان کے ہاتھوں پر بوسہ دے کر رفتہ رفتہ ہجوم میں گم ہونے لگا۔

”نبیلہ اسی طرح ایک ہاتھ سے دروازہ پکڑے وہیں کھڑی اس کی پشت دیکھتی رہیں۔“

”مجھے ڈر لگتا ہے بابر کسی دن......“

کسی بھی قسم کے خدشے کو زبان پر آنے سے روکنے کے لیے زینب چپ چاپ بس نبیلہ کو دیکھے گئی جس کے چہرے پر عبدالواثق کے دنیا چھوڑ جانے سے کس قدر جھریاں در آئی تھیں۔

”ہاں اندیشہ تو ہے پر اللہ کرے ایسا نہ ہو، ہمارا واحد سہارا بعد از خدا اب بابر ہی تو ہے۔“ وسوسوں کو سلاتے ہوئے بھی نبیلہ نے زینب کے خدشات کی تردید نہیں کی تھی گوکہ واہموں کے ناگ پھن پھیلائے کئی دنوں سے ان کے سامنے رقص کررہے تھے۔

”جذباتی تو وہ پہلے سے ہے مگر ابا کے جانے کے بعد سے اس کی برداشت تو جیسے بالکل ہی جواب دے گئی ہے۔“ دروازہ بند کرکے پیچھے مڑتے ہوئے وہ بولی مگر نبیلہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی دوبارہ دروازہ بجا اور ہاتھوں میں سپارہ لیے چند بچے اندر داخل ہوئے۔

انہیں اور محلے کے باقی بچوں کو بھی نبیلہ بڑی نیک نیتی سے نہ صرف سپارہ پڑھایا کرتی بلکہ رموزِ اوقاف تک ذہن نشین کرواتے ہوئے نیکی کی چھوٹی چھوٹی باتیں بتانا بھی انہوں نے اپنا معمول بنا رکھا تھا۔

عبدالواثق کی وفات کے بعد کبھی کبھار آس پڑوس کے لوگ ان کی مدد کرنا چاہتے تھے مگر نبیلہ نے اپنی خودداری بچاتے ہوئے سب کو بڑی سہولت سے منع کردیا یوں بھی ان کے نزدیک بیٹھ کر یا کسی کے آگے ہاتھ پھیلا کر مانگ کر کھانا رزقِ آتش کے برابر تھا اور اپنے ہاتھ سے کی گئی محنت کی کمائی سے تمام دن میں چند نوالے کھا کر پانی پی لینا ان کے نزدیک بہتر تھا بہ نسبت کسی خیرات میں بخشی ہوئی روٹی سے تین وقت سیر ہو کر کھانا۔

❁......❁......❁

"ہاں بھئی کہاں ہے تیری حق حلال کی کمائی؟" شام کو گھر پر اکٹھا ہونے کے بعد فیکا آلتی پالتی مارے چارپائی پر بیٹھا آج کمائے جانے والے پیسوں کا حساب کررہا تھا' باری باری سب سے دیہاڑی وصولنے کے بعد حسبِ معمول آخر میں جانی کی باری آنے پر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ابا آج تو......" اس نے بڑی بے چارگی سے ڈرتے ڈرتے دونوں خالی ہتھیلیاں اس کے سامنے پھیلا دیں۔

"ہونہہ! یہ ہے بھئی اس کی محنت کا انعام۔" فیکے نے طنز کیا۔

"یہ دیکھ چھوٹے ہیں تجھ سے نوشا اور طاقو' اور یہ دیکھ......" فیکے نے سلور کا کٹورا ہوا میں لہراتے ہوئے فخر سے پہلے چھوٹے بیٹوں کو دیکھا اور ملال بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے کٹورا عین اس کے سامنے کیا تاکہ اسے وہ پیسے نظر آسکیں جو ابھی ابھی اس نے گن کر رکھے تھے۔

"دیکھ لے جانی' دونوں کتنے پیسے لے کر آئے ہیں آج پھر اور تو محنت کی' حق حلال کی کمائی...... ہونہہ!" فیکے نے چہرے کے نقوش بگاڑ کر کہا تو تاجی نے بھی لفظوں کی مار میں اپنا حصہ ڈالنا مناسب اور ضروری خیال کیا۔

"اور کیا...... بلکہ نکڑ والے تندور سے دونوں نے روٹیاں کھائیں اور اکٹھی کر کے ہمارے لیے بھی لے آئے۔" تاجی نے محبت بھری نظروں سے نوشے اور طاقو کو دیکھتے ہوئے جہاں ان کی کارکردگی کو سراہا تھا وہیں اسے وقت ضائع کرنے پر طنز اور غصیلی نظروں سے بھی دیکھا تھا۔ اسی لمحے جانی کو اپنا آپ بے حد خالی لگنے لگا تھا۔

ذہن پر زور ڈالنے کی اس نے کوشش تو بہت کی مگر کوئی ایسا لمحہ خیال کی گرفت میں نہ آسکا جس میں تاجی نے اسے بھی ماں ہونے کا احساس دلاتے ہوئے سب کے بیچ یا تنہائی میں سراہا ہو' ممتا بھری نظروں سے دیکھا ہو' محبت سے اس کی کمر پر بھی تھپکی دے کر اس کے بال سنوارے ہوں' اس معاملے میں تو اس کے ذہن کی سلیٹ کوری تھی اور ایسا کوئی بھی نقش وہاں اس کی ممتا کا ثبوت دینے کو حاضر نہ ہوا تھا۔

"ابا! میں نے خود بھائی کو آرام سے فٹ پاتھ پر بیٹھ کر گاڑیاں گنتے دیکھا تھا۔" نوشے نے فیکے کے سامنے نمبر بڑھانے کی غرض سے کہا تو وہ جیسے جانی پر پل ہی پڑا۔

"اچھا تو ہمیں کہتا ہے محنت کرتا ہوں ایک چکر میں دو تین کرچیاں چُن کر چند سکے میرے منہ پر دے مارتا ہے اور کہتا ہے حلال کماؤں گا' ہونہہ! ادی تو کبھی دمڑی بھی نہیں' گھر سے باہر جا کر بیٹھا رہتا ہے لفنگے!" طیش میں آکر فیکے نے دو ہاتھ اس کی کمر پر جڑ دیئے تھے۔

"ہم تو الو ہیں ناں' سارا دن گالیاں بھی سنتے ہیں اور خوار بھی ہوتے ہیں۔" فیکے کے منہ سے غصے کے مارے کف بہنے لگا تھا جانی کی آرام طلبی کی رپورٹ اسے جلا ہی تو گئی تھی۔

پینو چپ چاپ گود میں سر رکھ کر لیٹی رانی کے بال انگلیوں سے سلجھاتے ہوئے ہونٹ کاٹتی رہی۔

"جانی! پیسے کما کر نہیں لائے گا تو تیرے پیٹ کا دوزخ بتا کون بھرے گا اور...... اور میں تو کہتی ہوں یہ روز روز کی بہانے بازیاں چھوڑ اور ہمارے ساتھ دھندے پر جایا کر' نہ کیا کر باپ کو تنگ۔" تاجی نے دوپہر کو نوشے اور طاقو کی حاصل کردہ روٹیوں کو لمحہ بھر کے لیے پانی میں بھگو کر دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھنے کے بعد ہلکے ہاتھ سے دبایا اور معمولی سا گھی لگے توے پر ڈال کر الٹ پلٹ کرنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں سفید روٹی کی جگہ مدھم سنہری پراٹھا بن چکا تھا اور آج چونکہ دیہاڑی اچھی لگ گئی تھی اور روٹیاں بھی موجود تھیں سو آتے ہوئے فیکا حفیظ کی دکان سے گھی کا ایک ساشہ بھی خرید لایا تھا۔

مار کھانے اور مغلظات سننے کے بعد جانی گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھ گیا تھا' تاجی نے روٹیوں کو پراٹھے میں بدلنے کے بعد سب سے پہلے فیکے کو دی اور پھر نوشے اور طاقو کو دینے کے بعد باری باری پینو' رانی اور گڈی کو جو حیرت آمیز نظروں سے توے کو دیکھتیں شاید اس مہک کو اپنے اندر محفوظ کرلینا چاہتی تھیں کہ ایسی عیاشیاں بھلا روز روز تھوڑا ہی ہوتی ہیں۔

فیکا کھانے سے فارغ ہو کر ماچس کی تیلی دانتوں میں دباتے ہوئے حفیظ کی دکان سے بیڑی لینے گیا جس کے بعد اسے کھلے میدان میں موجود اپنے سنگی ساتھیوں کے ساتھ گپیں بھی ہانکنا تھیں۔

یوں بھی یہ فقیروں کی بستی نہ تھی اور نہ ہی یہاں کے تمام باسی گداگر تھے بلکہ کچھ ایسے بھی تھے جو مختلف طریقوں سے خود محنت کر کے کماتے۔ فخرو کی بیوی اور بیٹیاں اسے پکوڑے آلو کی ٹکیاں اور پودینے کی چٹنی بنا کر دیتیں اور وہ سر پر رکھ کر سارا دن تپتی دھوپ میں گلی گلی پھرتا' پہلی ترجیح اس کی اسکول کے گیٹ ہوا کرتے تھے لیکن پھر بھی بعض اوقات سامان بچ جاتا۔ سردیوں میں اکثر اسے مغرب کے بعد عشاء تک ابلے ہوئے انڈے بیچتے دیکھا جاتا۔ اسی طرح دینو چھریاں' چاقو تیز کر کے گزر بسر کرتا تو ماجھا اسپتال میں دو وقت جھاڑو پونچھا کرتا۔ اسی طرح بھکاریوں کے چند گھرانے بھی اسی بستی کا حصہ تھے۔

جب گھر کے سبھی افراد اپنے اپنے حصے کی روٹی کھا کر فارغ ہوگئے تو جانی نے بھی چند لقموں کی آس میں آہستگی سے چولہے کی طرف کھسک کر تھوڑی گھٹنوں پر ٹکا دی۔

"جا اٹھ کے چلا جا' کچھ نہیں ہے تیرے لیے۔ سارا سارا دن باہر سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے کے بعد گھر آجاتا ہے' ہم تو پاگل ہیں ناں صبح سے شام تک بہروپ بنائے جھولیاں پھیلا کر دنیا والوں کی گالیاں سنتے رہتے ہیں۔" تاجی نے انتہائی غصے میں ناک پھلاتے ہوئے کہا اور تیل کی بوتل اور چولہا اٹھا کر ایک طرف رکھا اور اپنی روٹی لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جانی کے حصے کی روٹی البتہ وہ پہلے ہی نوشے اور طاقو کو انعام کے طور پر دے چکی تھی جو کہ جانی کے لیے یقیناً سزا تھی۔

"اماں بس...... بس تھوڑی سی۔" بھوکا رہنا اس کے لیے کوئی نیا تجربہ نہ تھا بلکہ وہ تو اس مشق کا عادی تھا لیکن کیا کرتا گھی کی اڑتی ہوئی اشتہا انگیز اور بھوک بڑھاتی خوشبو نے اسے نفس کے ہاتھوں مجبور کردیا تھا سو بول ہی پڑا۔ تھوڑی ہنوز گھٹنوں پر جبکہ آنکھیں تاجی کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"ایک لقمہ نہیں دوں گی تجھے۔ آج بھوکا سوئے گا ناں تو کل خود بخود کچھ لائے گا' اگر آج میں نے کھلا دیا تو تیری نکمی عادتیں میری آس پر پکی ہوجائیں گی۔" وہیں آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے تاجی روٹی کھانے لگی۔

"کیا یہ میری سگی ماں ہے؟" جانی نے دلگرفتی سے سوچتے ہوئے دوبارہ اپنی پیشانی گھٹنوں پر ٹکا دی۔ روٹی کھاتی تاجی نے ایک نظر اسے دیکھا اور "ہونہہ" کہہ کر دوبارہ چھوٹی چھوٹی برفیاں پانی سمیت حلق سے اتارنے لگی تاکہ ذائقہ دیر تک برقرار رہے۔

تاجی روٹی کھانے کے بعد چارپائی پر جا لیٹی تو پینو نے ماں سے نظر بچا کر سونے کے لیے لیٹ جانے والے جانی کے سامنے اپنی آدھی روٹی لے جا کر رکھ دی جو اس نے خاص طور پر اسی کے لیے بچا کے رکھی تھی۔ جانی نے تشکر آمیز ممنون نظروں سے پینو کی طرف دیکھا تو آنکھیں بھر آئیں۔

ہمیشہ سے جانی کو اپنی یہ پیاری سی بہن باقی سب کے مقابلے میں اپنے دل کے بہت قریب معلوم ہوا کرتی تھی' تاجی کے بجائے وہ اس کا یوں خیال رکھا کرتی جیسے گڈی کی عمر کا ہو۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا پینو نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا کہا اور سلور کے گلاس میں پانی ڈال کر اس کے حوالے کرنے کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔

گوکہ وہ سبھی ابھی بچے ہی تھے' انہیں ایک دوجے کا احساس اس طرح تک نہیں تھا جتنا ہونا چاہیے تھا۔ بچپن کی دہلیز عبور کرتے جوانی کی چوکھٹ کو چھوتے ان سب میں سے باقی بہن بھائی اپنی جگہ لیکن جو انسیت پینو کو جانی اور جانی کو پینو سے تھی وہ دوسرے بہن بھائیوں میں سے کسی میں نہیں تھی۔ یہ چند نوالے آج جانی کو مرغ مسلم کا مزہ دے گئے تھے سو پانی پی کر صبح کچرا چھاننے کے لیے مزید دور جانے

کا سوچ گراں ہی خیالات کا تانا بانا بننے لگا۔

آنکھ کھلی تو تب جب رات کے کسی پہر ایک مرتبہ پھر اسے بھوک نے آلیا' کروٹ بدل کر ابھی لیٹا ہی تھا کہ دن کی تپش اور حبس کے برعکس خراماں خراماں چلتی ہوا اسے شاد کرگئی تھی' فرش پر سونے کی وجہ سے بے تحاشا پسینہ تو ضرور آیا تھا لیکن پسینے سے شرابور گیلے جسم کو چھوتے ہوا کے سبک جھونکوں نے عجیب سرور کی سی کیفیت پیدا کردی تھی۔

یوں بھی شاید رُت ہی کچھ ایسی تھی کہ دن چاہے جیسے بھی ہوں لیکن راتیں اکثر خوشگوار ہوجایا کرتیں جبھی وقت کا اندازہ کرنے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھنا چاہا تو صحن میں بچھی چارپائی پر ناجی اور فیکے کو دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے جو اس نے مخالف سمت کی طرف گردن موڑی تو وہاں لیٹی پینو پر نظر ٹھہر سی گئی' چند لمحے آنکھیں پھیلا کر غور سے دیکھنے پر اسے اندازہ ہوا کہ وہ تو ابھی جاگا ہے لیکن پینو جانے کب سے ماتھے پر بازو رکھے آنکھوں کو ڈھانپنے کے باوجود پلکوں کی جھریوں سے انہی دونوں کو دیکھ رہی ہے۔

اس لمحے جانی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کس طرح اپنے ماں باپ کو اس مدہوشی سے نکالے یوں بھی وہ اب توتلی زبان میں باتیں کرتا بچہ نہ تھا اور خصوصاً پینو شعور کی جس سیڑھی پر قدم رکھ چکی تھی وہ عمر والدین کے لیے امتحان کی ہوتی ہے۔ بعض اوقات والدین' اولاد اور خصوصاً بچیوں کو چار دیواری سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتے۔ بہت زیادہ دوستیاں کرنا بھی معیوب سمجھتے ہیں مگر گھر کے ماحول کو ان کی بڑھتی عمر کے لحاظ سے ڈھالنا اکثر نظر انداز کرجاتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ جانی ان دونوں کو مخاطب کرکے کچھ کہتا فیکے نے سفید مومی لفافے سے خاکی کاغذ میں لپٹی برفی کی واحد ڈلی نکالی جس پر لپٹا ورق چاندنی رات میں خوب چمک رہا تھا۔ شاپر خالی ہوجانے پر اسے ادوائن میں ٹھونسنے کے بعد ٹکڑا پہلے ناجی کے منہ میں ڈالا اور پھر ناجی نے فیکے کے منہ میں...... یہ منظر دیکھ کر جانی کے دل میں تو گویا کانٹے سے چبھنے لگے تھے یوں لگا جیسے کوئی زہر سے بجھی انی اس کے سینے میں آرپار بڑی بے دردی سے کیے جارہا ہے۔

"کیا انہیں ایک لمحے کے لیے بھی ہم میں سے کسی کا خیال نہیں آیا؟ جو حلوائی کی دکان سے گزرنے کے بعد بھی مڑ مڑ کر اس وقت تک مٹھائیوں کو دیکھتے ہی چلے جاتے ہیں جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوجائیں اور پھر میں جو صبح سے بھوکا تھا۔" وہ چپ چاپ سوچے گیا اور جانے کب تک یونہی سوچتا کہ ناجی کی ہلکی سی ہنسی سرگوشی بن کر اس کی سماعتوں میں سیسہ پگھلاتی محسوس ہوئی۔

ایک دم اسے پینو کے بھی جاگنے کا خیال آیا تو کچھ سوچ کر فیکے کی موجودگی کے باعث ہمت کرکے بولا۔

"اماں...... او اماں! بھوک لگ رہی ہے مجھے۔" اس نے سابقہ حالت میں لیٹے پشت ان کی طرف کرنے کے بعد کہا اور وہ بھی یوں کہ جیسے نہ کچھ دیکھا نہ سنا۔ ان دونوں میں سے کسی کے بھی بولنے سے پہلے خالی کاغذ کے کھڑ کھڑانے کی آواز البتہ جانی نے خوب سنی تھی۔

"زندگی اجیرن کردی ہے اس لڑکے نے۔" فیکے نے بے زاری سے گالیاں دیتے ہوئے کہا۔

"بھوک لگ رہی ہے تو مجھے کھالے ہڈ حرام! اس وقت کچھ نہیں ہے میرے پاس' دفع ہو' سوجا۔" ناجی نے فیکے کے برعکس رات کا لحاظ رکھتے ہوئے آواز دباتے ہوئے کہا جانی کو قطعاً کوئی غرض نہ تھی وہ تو بس کسی طرح یہ منظر بدلنا چاہتا تھا جس میں سو فیصد کامیاب بھی رہا تھا۔ ہلکا سا رخ موڑ کر اس نے پینو کو دیکھا جو اَب کروٹ لے چکی تھی سو گہری سانس لے کر اپنے ماں باپ کے رویے پر غور کرتا آہستہ آہستہ ایک بار پھر سوگیا۔

❁......❁......❁

"کتنی مرتبہ سمجھایا ہے تجھے برداشت سے کام لیا کر' ٹھیکے دار کچھ بھی کہے بس یہی سمجھ کہ تجھ سے پیچھے کوئی اور لڑکا کھڑا ہے جس سے وہ بات کررہا ہے لیکن تُو نے......" بہتے آنسوؤں نے نبیلہ کو مزید کچھ بھی بولنے سے روک دیا تو وہ خاموشی سے مالکِ مکان سے مستعار لی گئی استری سے اپنا چارتہہ میں کیا گیا دوپٹہ گرم کرکے بابر کے چہرے اور بازوؤں پر ٹکور کرنے لگی جو سیاہی مائل سرخ ہوچکے تھے اس کے علاوہ چہرے پر جابجا پڑنے والے نیل سے جلد کی ہیئت ہی تبدیل ہوکر رہ گئی تھی۔

"اماں وہ......" کراہتی آواز میں بابر نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن زینب نے روک دیا۔

"بس اب خاموشی سے لیٹے رہو' بولنے سے تمہیں تکلیف ہوگی جو ہوا یہ ہونا ہی تھا اس لیے دل پر مزید بوجھ نہ ڈالو۔" زینب نے گرم استری دوپٹے پر اچھی طرح رگڑنے کے بعد ماں کو پکڑاتے ہوئے نرمی سے بابر کو خاموش کروایا اور ماں سے مخاطب ہوئی۔

"اماں! آپ یوں رو رو کر خود کو ہلکان نہ کریں' اللہ کا یہی احسان کیا کم ہے کہ اس کی جان بچ گئی خود سوچیں اگر خدانخواستہ اسے کچھ ہوجاتا پھر......" ماں اور بھائی کو حوصلہ دیتے دیتے وہ خود رونے لگی تھی۔ نبیلہ نے جو اسے یوں روتے دیکھا تو میری بچی کہہ کر فوراً سینے سے لگالیا کچھ دیر تو بابر بڑے ضبط کے ساتھ یہ سب دیکھتا رہا پھر بالآخر بول پڑا۔

"اماں! میں کبھی اس کو اینٹ نہ مارتا بلکہ اینٹ تو کیا جواب تک نہ دیتا لیکن اماں......" جب سے وہ زخمی حالت میں گھر آیا تھا انہوں نے اس سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں پوچھی تھی بلکہ اس اچانک افتاد پر بوکھلا کر رہ گئی تھیں اب جو بابر خود سے کچھ بتانے لگا تو دونوں اس کی بات سننے لگیں۔

"میں بھٹے سے تیار ہونے والی اینٹیں بڑے دھیان سے گدھا گاڑی میں رکھ رہا تھا کہ موٹر سائیکل پر بیٹھا فدا روز کی طرح مجھ پر آوازیں کسنے لگا' لمحے بھر کو میں نے نظر اٹھا کر دیکھا ہی تھا کہ نہ جانے کیسے اینٹیں نیچے جاگریں۔ ٹھیکیدار نے دیکھا تو گالیاں دینے لگا' میں پھر بھی چپ چاپ سنتا رہتا لیکن......" بات کرتے کرتے اس کی اپنی آنکھیں بھی نم ہونے لگی تھیں۔

"لیکن اماں! جب اس نے ماں بہن کی گالیاں دینی شروع کیں تو پھر مجھ سے برداشت نہ ہوا اور میں نے اینٹ اٹھا کر ٹھیکیدار کے سر پر دے ماری۔" نبیلہ اور زینب کی سرخ آنکھیں آنسوؤں سے لبریز اور دل بے بسی کے احساس سے شکستہ ضرور تھا لیکن سر فخر سے بلند ضرور ہوگیا تھا۔

"جواب میں فدا اور اکرم نے مجھے مارا لیکن میں مطمئن ہوں کہ میں نے مصلحت کے ہاتھوں اپنی غیرت کا سودا نہیں کیا۔"

"اللہ تجھے لمبی عمر اور صحت دے میرے بچے! تجھے طاقت دے کہ تو اپنا فرض نبھا سکے۔" آن کی آن میں آنسو تھم سے گئے تھے ان کے لیے یہ احساس بھلا کیا کم تھا کہ ان کی حفاظت کے لیے ان کے پاس بابر ایک غیرت مند بھائی اور احساس ذمہ داری رکھنے والے بیٹے کی صورت میں موجود تھا۔ ایک مرتبہ پھر آنکھیں جل تھل ہونے لگیں مگر اس دفعہ آنسو شکر کے تھے۔

جبھی ٹکور کی نیت سے ہاتھ میں پکڑے جانے والا دوپٹہ زینب کو تھما کر وہ باورچی خانے کی طرف چلی آئیں جہاں آٹے کا خالی کنستر کسی بھکاری کی طرح راہ دیکھ رہا تھا۔ بھٹے کا مالک ہفتے کے ہفتے پیسے دیا کرتا تھا اور آج بابر کو ملنے والے پیسوں سے ہی آٹا بھی منگوایا جانا تھا جو کہ اب ظاہر ہے کہ منگوایا نہ جاسکتا اور محلے میں کسی سے مانگنا نبیلہ کو کبھی گوارا نہ ہوتا جبھی تین روٹیوں کے گندھے ہوئے آٹے سے روٹیاں بناتے ہوئے چہرے پر کرب اور تکلیف کے تاثرات بھی سجا لیے کیونکہ یہی واحد طریقہ تھا جس سے وہ بابر اور زینب کو پیٹ میں درد کا کہہ کر کھانا کھلا سکتی تھی۔ شام کو کھانے میں کیا ہوگا یا ہوگا بھی کہ نہیں...... یہ سوال بھی اپنی جگہ قائم تھا اسی لیے وہ چاہتی تھی کہ اس وقت جتنا میسر ہے وہ تو کم از کم دونوں شکم سیر ہوکر کھائیں۔ رہی بات نبیلہ کے پیٹ کے درد کی...... تو وہ تو اکثر ہوتا ہی تھا۔

❁......❁......❁

دن خزاں میں جھڑنے والے پتوں کی مانند وقت کا ساتھ چھوڑتے جارہے تھے اکثر دیہاڑی نہ لانے کے باعث ناجی اور فیکے کے نامناسب رویے نے جانی کو بددل کردیا تھا۔ آج کل یوں بھی ان سب کا دھندہ بھی سرد پڑ گیا تھا جبھی فیکے نے یہ طریقہ نکالا کہ روزانہ طاقو کے ماتھے اور بازو پر پانی ملی ہلدی مل کر اوپر سفید پٹی یوں باندھتا کہ چوٹ کا گمان ہوتا اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے جاکر کہانی یوں

بیان کی جاتی کہ "جناب ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے پٹی تو ہم نے کروالی لیکن دوادارو کے لیے پیسے چاہئیں" اور یہ کر کافی حد تک کامیاب بھی رہا تھا جبکہ ناجی' گڈی کو افیم چٹا کر بے سدھ بچی کو اسپتال کے گیٹ کے سامنے ہاتھوں پر ڈالے پھرتی اور ساتھ ہی ڈاکٹرز کی سنگ دلی کا رونا روتی کہ روپوں کے بغیر کوئی بھی ڈاکٹر اسے ہوش میں لانے کو تیار نہیں' اس لیے خدارا اس کی چند روپوں سے مدد کی جائے۔

جانی کے پاس آج کباڑیے کو دینے کو کچھ بھی نہیں تھا کسی وزیر کی متوقع آمد کے باعث سارا کچرا گاڑیوں کی مدد سے اٹھا کر ایسی جگہ منتقل کیا جارہا تھا جو وزیر صاحب کے آنے والے رستے سے نہ ٹکراتی ہو کو کہ یہ ان کا اپنا حلقہ تھا اور وہ الیکشن نزدیک ہونے کی وجہ سے علاقے کے بہت بڑے تاجر کی مزاج پرسی کے لیے آرہے تھے سواداروں نے اپنی کارکردگی دکھانے کی غرض سے سارا کوڑا کرکٹ ہٹوا کر سڑک کے دونوں اطراف سفید چونے کی لائنیں لگوادیں کیونکہ ان کے ساتھ کیمروں اور صحافی حضرات کا ہونا بھی خارج از امکان نہ تھا اور پھر بعض اوقات بندہ کام کرنے کے بجائے فارغ رہنے سے بھی تھک جاتا ہے' اسی طرح تھیلا کندھے پر ڈالے جانی بھی یوں ہی اِدھر اُدھر گھومتے گھومتے تھک گیا تھا۔

بھوک محسوس ہوئی تو وہ ایک ہوٹل کے سامنے جا کھڑا ہوا اور بڑی دلچسپی سے وہاں پر موجود چیزوں کو دیکھنے لگا' لکڑی کے کاؤنٹر پر شیشے کے مختلف قسم کے مرتبانوں میں کیک رس' پیسٹریاں اور مختلف انواع بسکٹ موجود تھے جنہیں گاہک اپنی پسند کے مطابق آرڈر کیا کرتے' دائیں طرف بنیان پہنے اکڑوں بیٹھا شخص گدی کی مدد سے جھک کر ایک کے بعد ایک روٹی تنور میں لگاتا اور نکالتا جارہا تھا۔ ساتھ ہی مختلف دیگچیوں میں تین چار قسم کے سالن تھے۔ ہوٹل چونکہ بس اسٹاپ پر تھا اس لیے خوب چلتا تھا اور اکثر ڈرائیور حضرات اور مسافر یہیں کھانا کھایا کرتے تھے۔

جانی حسرت بھری نظروں سے سامنے موجود تمام چیزوں کو دیکھ رہا تھا اور قریب تھا کہ حاصل کرنے کی تمنا اس کے دل ہی میں دم توڑ دیتی مگر اس کے سامنے غیر متوازن میز پر موجود ایک شخص کے ہاتھ میں پکڑا نوالہ گاہکوں کے آرام کی خاطر لگائے گئے شامیانے پر جانے کب سے تاک میں بیٹھا کوا یوں جھپٹ کر لے اڑا کہ وہ شخص بس دیکھتا ہی رہ گیا کیونکہ وہ تو شامیانے میں اس لیے عین فرشی پنکھے کے سامنے بیٹھا تھا تاکہ اندر کے حبس سے بچ جائے لیکن...... اس شخص نے مسکراتے ہوئے گردن کو جھٹکا دیا اور دوبارہ کھانے میں مشغول ہوگیا مگر جانی کے دماغ سے وہ منظر اب تک نہیں نکل پایا تھا۔ ایک خیال بجلی کی مانند اس کے ذہن میں کوندا تھا جس نے اس کے تمام حواس جگا کر رکھ دیے تھے۔

"لیکن یہ سب کیا ٹھیک ہوگا؟" اس نے سوچنا تو چاہا مگر کوئی بھی تدبیر اس وقت قابلِ قبول نہ لگی۔ جانی کے لیے اس کی زیست کا وہ ایک لمحہ ہی شاید سب کچھ تھا۔ کندھے پر رکھا تھیلا اسی پل بارِ گراں لگنے لگا تھا۔

"حیرت ہے وہ کم عقل کوا ہر کام کرسکتا ہے تو میں کیوں نہیں اور کیا میں اتنا بدھو ہوں کہ آج پھر بھوکا سوؤں؟"

جونہی اس نے اس نظریے سے سوچا تو ایک بار پھر فیکے اور ناجی کا رویہ سامنے آگیا جن کے نزدیک مفت میں بچوں کو کھلانے سے کام کرنے کی لگن پیدا نہیں ہوتی اور واقعی ان کے اس طرزِ عمل سے اس کے اندر بھی کام کرنے کی لگن پیدا تو ضرور ہوئی تھی اور بڑی شدت سے ہوئی تھی مگر انداز کچھ مختلف بھی تھا اور منفرد بھی......

تبھی اب اس کے قدم اس ٹھیلے والے کی طرف بڑی تیزی سے بڑھنے لگے جو بڑے سے گول سیاہ توے پر چھوٹی چھوٹی ٹکیاں سجائے چمٹے کی مدد سے انہیں ہلکا ہلکا دباتے ہوئے بڑی پھرتی سے گاہکوں کو نمٹانے میں مصروف تھا۔

❁......❁......❁

"لو بھئی آگیا سب سے زیادہ کمائی والا۔"

پہلے کی نسبت آج وہ ذرا دیر سے گھر پہنچا تھا' گھر کے بھی افراد موجود تھے اور فیکا تمام حساب کتاب نمٹا چکا تھا۔ پینو نے چونک کر بڑی سہمی نظروں سے اسے دیکھا جبکہ ناجی نوٹ اور طاقو کے ماتھے اور ہاتھ پر لگی پٹیاں اتارتے ہوئے لمحہ بھر کو رکی اور پھر مصروف ہوگئی۔

"کاش ان دونوں کی طرح اماں مجھے بھی کبھی اتنے پیار سے بٹھائے۔"

ناجی کو دیکھ کر محبت کے بجائے ایک حسرت سی سردیوں میں سہ پہر کی دھوپ کی طرح اداسی بن کر اس کے دل میں پھیل جاتی اور پھر آج تو وہ تھا بھی بے حد خوف زدہ۔ جتنا ڈر اسے اس وقت اماں ابا کے سامنے لگ رہا تھا اتنا تو اس ٹھیلے والے سے نہیں لگا تھا جہاں سے وہ دل مضبوط کرکے یہ ٹکیاں اٹھا لایا تھا۔ اس سارے معاملے کی خبر فیکے کو ہونے پر جو مار اسے پڑتی اور ناجی سے جو گالیاں سننے کو ملتیں اس تصور سے ہی اس کا دل بیٹھا جارہا تھا۔

"اس سے تو بہتر تھا کہ میں خالی ہاتھ چلا آتا کم از کم دل کی اس دھڑ دھڑ سے تو بچتا۔" جانی نے کن انکھیوں سے فیکے اور ناجی کو دیکھا۔

"او فیکے! ذرا بات تو سن۔" باہر سے آتی ماجھے کی آواز پر فیکا کھوجتی نظروں سے اس کا چہرہ ٹٹولتا باہر نکل گیا جیسے کہتا ہو"آ کر پوچھتا ہوں تجھے۔" بھی چونکہ کما کر لائے تھے اس لیے چولہے کے گرد بیٹھے روٹی کا انتظار کررہے تھے' رانی اور گڈی بھی پینو کے ساتھ لگی بیٹھی تھیں

"ملا کوئی کنکر پتھر آج بھی کہ نہیں؟"

پودینہ پیستی ناجی طنزیہ مسکراہٹ سے بولی تو اس نے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے اپنا کندھے پر لٹکائے جانے والا تھیلا دیوار کے ساتھ رکھا اور اس میں سے ٹکیاں نکال کر کانپتے ہاتھوں سے ناجی کے آگے کردیں تو وہ ناسمجھی کی کیفیت میں جانی کا منہ دیکھنے لگی۔ دوسروں کی کیفیت بھی کم و بیش ایسی ہی تھی۔

"ناجی......" رانی نے پینو کو کہنی مار کر آنکھوں ہی آنکھوں میں ٹکیا مانگی۔

"اوں ہوں۔" پینو نے ناک چڑھاتے ہوئے رانی کو منع کیا تھا۔

"کیا ہے یہ؟" ناجی نے ٹکیا ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا تو دوسرے بہن بھائیوں سے نظریں چراتے ہوئے اس نے مختصراً تمام روداد ماں کے گوش گزار کردی۔ جانی کی توقع کے برعکس وہ پودینہ چھوڑ کر فوراً اس سے لپٹ گئی اور جانے کتنے ہی عرصہ بعد اس کے ماتھے پر اپنا بھرپور بوسہ دیا کہ سالوں بعد ہی سہی مگر جانی کی روح سیراب ہوگئی۔

پینو نے انتہائی کرب سے جانی کو دیکھا جو ماں کا والہانہ پیار پاکر لمحے بھر میں کھل سا گیا تھا' چند ثانیے پہلے چہرے پر چھائی پژمردگی' تھکن' اداسی ایک ہی پل میں اڑن چھو ہوگئی تھی۔

"آج میرا جانی بیٹا جوان ہوگیا ہے۔" خوشی ناجی کے سیاہی مائل ہونٹوں سے بے قابو ہوکر اب اس کے پچکے ہوئے رخساروں پر پھیلنے لگی تھی اور خود جانی اسے تو یاد بھی نہ تھا کہ آج سے پہلے کبھی اسے ماں کی طرف سے اتنا پیار ملا ہو۔"

محنت کی کمائی کا مذاق اڑایا گیا تھا اور بس......

پینو کو حکم دینے کے بجائے ناجی نے قیمے کی ٹکیاں ایک طرف رکھیں اور خود اٹھ کر گھڑونچی سے سلور کے گلاس میں پانی لاکر اسے دینے کے بعد بڑی محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ پھیرنے لگی اور جانی جو چوری کی ٹکیا گھر لانے پر انتہائی خوف زدہ تھا اس غیر متوقع عمل پر حیران سا کبھی ماں کو دیکھتا اور کبھی باقی سب کو۔ جو ماں کی اس کایا پلٹ پر آنکھیں پھاڑے یہ سب دیکھے جارہے تھے' پینو سے البتہ وہ نظریں چرانے پر مجبور تھا۔

"تُو بیٹھ میں فیکے کو بلا کر لاتی ہوں' بڑی فکر کرتا ہے وہ تیری' شکر ہے اب تو سیانا ہوگیا ہے تو وہ بھی سکھ کا سانس لے گا۔" وہ اس خوشی میں فیکے کو بھی شریک کرنا چاہتی تھی اس لیے فوراً اٹھ کر اسے بلانے چل دی تو پینو اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آبیٹھی۔

"اگر تُو نے چوری چکاری ہی کرنی تھی تو پھر اس سے بہتر تھا فقیر بن جاتا ہماری طرح' کم از کم لوگ دیتے تو مرضی سے ہیں ناں۔" بھائی کے اس نئے روپ نے پینو کو بُری طرح دھچکا لگایا تھا' ایک نظر چھوٹے دونوں بھائیوں کو ٹکیوں کی نگرانی کرتے دیکھ کر اس نے ان کی طرف کمر کرلی تھی۔ جواب میں جانی کی وہی ایک چپ تھی' آخر کہتا بھی تو کیا۔

"میں دل میں خوش تھی کہ میرا بھائی محنت مزدوری کرتا

ہے روٹی ہی تو تھی ناں جو ہم دونوں آدھی آدھی کھا لیتے تھے پھر یہ...... یہ دو روٹیاں کھانے کی خواہش کب جاگی تیرے اندر؟" وہ روروی تھی بے آواز۔

تھی تو وہ جانی سے چھوٹی لیکن اس گھر میں سب ایک دوسرے کو اپنا ہم عمر ہی خیال کرتے۔

"مم...... مم...... میں نے تو صرف اماں اور ابا کو خوش کرنے کی خاطر یہ قدم اٹھایا ورنہ......" وہ شاید کچھ اور بھی کہتا لیکن فیکے نے آتے ہی دونوں بازو وا کر کے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

"واہ بھئی واہ...... اب لگیں گی دیہاڑیاں۔" فیکے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا تو چند لمحے خاموش رہ کر حیرت سے اسے دیکھنے کے بعد آخر جانی نے تائید کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

❁......❁......❁

بابر کے زخم تقریباً مندمل ہو چکے تھے البتہ بازو دو مرتبہ ہڈی جوڑ سے چڑھوانے کے باوجود ٹھیک نہیں ہو پا رہا تھا۔ ان لوگوں نے اسے اس قدر بے دردی سے مارا تھا کہ ہڈی ہی ٹوٹ گئی تھی اور پھر گھر میں بھی چار روز سے فاقے ہو رہے تھے۔ نبیلہ نے آخرکار تلاش معاش کے سلسلے میں خود گھر سے باہر نکلنے کا سوچا تھا اور مختلف بنگلوں میں اطلاعی گھنٹی بجا کر ان سے اپنا مدعا بیان کیا لیکن حالات کے باعث بغیر ضمانت کے کوئی بھی کام کاج کروانے کو راضی نہ ہوا تو وہ تقریباً خود کو گھسیٹتے ہوئے واپس جانے لگیں۔ خالی پیٹ، چلچلاتی دھوپ اور کام نہ ملنے پر اندھیرا آنکھوں کے سامنے پھیلنے لگا تھا وہ خود کو لاکھ سنبھالنے کے کسی کی دور سے آتی گاڑی کو نیم وا آنکھوں سے دیکھتی وہیں ڈھیر ہو گئی۔

❁......❁......❁

متوازن رفتار سے چلتے چلتے بعض اوقات زندگی یوں رستہ بدلتی ہے کہ خود چلنے والا حیران ہو کر رہ جاتا ہے کچھ یہی معاملہ جانی کے ساتھ ہوا تھا کچرا چننے والا تھیلا کہاں رکھا ہے؟ اردگرد کے باسی عموماً کس وقت کچرا پھینکتے ہیں؟ اب اسے ان تمام فکروں سے کوئی غرض نہ تھی کیونکہ اس کی زندگی کی ٹرین غیر محسوس طریقے سے پٹڑی بدل کر اب سابقہ منزل کے برعکس مخالف سمت کی جانب رواں دواں تھی۔ چند ہی دنوں میں اس کے جسم پر ملگجے شلوار قمیص کی جگہ لنڈے کی پتلون اور شرٹ نظر آنے لگی تھی کہ اس نئے کام میں حلیے کا بڑا دخل تھا۔ سابقہ حلیے میں لوگ اسے دیکھتے ہی دھتکار دیا کرتے تھے مگر اب صورتِ حال مختلف تھی اور اب اس کے ساتھ بھی اٹھائی گیرے یا بھیک منگے کے بجائے عام شہریوں کا سا رویہ روا رکھا جاتا۔

چھوٹی موٹی چیزیں چوری کرتے وقت جو تپش اس کے جسم میں خون کے ساتھ دوڑا کرتی اس کا مزہ جانی کو اس کام میں بھرپور متحرک بنا جاتا۔ گو وہ چند ایک بار مار بھی کھا چکا تھا لیکن اب اسے ان چیزوں کی کوئی پروا نہ تھی البتہ چوری شدہ مال بیچنے کی نوبت آتی تو اسی کے استاد کے پاس جا کر بلاجھجک دام کھرے کر لیتا جس کے پاس پہلے کبھی شیشہ، پلاسٹک یا ربڑ وغیرہ بیچا کرتا تھا۔

وقت سبک رفتاری سے رواں دواں تھا جب انہیں پتا چلا کہ قریب ہی موجود ایک مزار پر سالانہ عرس کی تقریبات شروع ہونے والی ہیں تو طے یہ پایا کہ فیکا دونوں چھوٹے بیٹوں کے ساتھ تین دن تک وہیں قیام کرے گا کہ اس طرح کے مواقع گداگروں کے لیے عید کا پیغام ہوتے ہیں البتہ رانی چونکہ بخار میں پھنک رہی تھی اس لیے سوچا یہ گیا کہ زیادہ بیمار ہو جانے کی صورت میں کیے جانے والے خرچے سے بہتر ہے کہ وہ تینوں گھر پر رہیں تاکہ ناجی گڈی کے ساتھ کام پر چلی بھی جائے تو رانی کے پاس پپو موجود ہے۔

❁......❁......❁

"میں کہاں ہوں اور یہ گھر......" ہوش میں آتے ہی نبیلہ نے آنکھیں کھولیں اور نظر چھت پر لگے آرائشی فانوس پر پڑی تو کہنیوں پر زور ڈال کر اٹھ بیٹھیں۔

"تم بے ہوش ہو کر کوٹھی کے سامنے گر گئی تھیں، اتنے میں فروابی بی کی گاڑی آئی تو وہ تمہیں اندر لے آئیں اور ڈرپ بھی لگا دی۔" وہ شاید اس گھر کی ملازمہ تھی جس نے بنیادی تفصیل بتا کر نبیلہ کی فطری حیرت میں کچھ کمی کی۔

"بی بی نے کہا تھا جب تم بہتر محسوس کرو تو ان سے مل لینا۔"

"ہاں ہاں اب تو میں بالکل ٹھیک ہوں۔" نرم گرم بستر چھوڑ کر پاؤں نیچے رکھے تو دبیز قالین میں پاؤں اندر دھنستے محسوس ہونے لگے۔ کمرے میں ائرکنڈیشنڈ کی ہلکی ہلکی خنکی کے باعث بستر سے نکلتے ہی جیسے کپکپی کا احساس ہوا تھا اور پھر لان کے گھسے ہوئے جوڑے میں ٹھنڈ کا احساس بھی بڑھنے لگا۔

"تمہارے جوتے اُدھر پائیدان پر رکھے ہیں۔" ملازمہ نے اسے یوں کھڑے دیکھا تو اپنے تئیں اس کی مشکل آسان کی۔

نبیلہ نے بڑے میکانکی انداز میں دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے ساتھ رکھے ڈسٹ بن کو دیکھا جس میں ڈرپ کے ساتھ کچھ خالی انجکشنز بھی پڑے تھے ساتھ ہی کہنی کی اگلی طرف معمولی سی چبھن کا بھی احساس ہوا اور اسی دوران وہ ملازمہ کی ہمراہی میں لاؤنج میں آ گئی جہاں چالیس پینتالیس سالہ خاتون بڑے مصروف انداز میں دو کتابوں سے باری باری کچھ دیکھتیں اور پھر ایک صفحے پر لکھتی جارہی تھیں' صوفے پر ان کے قریب ہی لیپ ٹاپ بھی موجود تھا۔

"بی بی! یہ جاگ گئی ہے۔" ملازمہ نے اس کی توجہ ہاجرہ کی طرف مبذول کروائی جو ہونق بنی اس کے دائیں طرف کھڑی تھی۔

"اچھا..... آؤ آؤ بیٹھو۔" فوراً کتابیں بند کرتے ہوئے فروا نے کہا تو نبیلہ چند لمحے تذبذب کا شکار رہنے کے بعد آخر مخملیں کارپٹ پر بیٹھ گئی۔

"میں نے تمہیں باہر سے اٹھایا تھا لیکن پھر بھی میں ضرور جاننا چاہتی ہوں کہ خودکشی کی اس کوشش کے پس پشت ایسے کون سے عوامل اور لوگ ہیں جنہوں نے تمہیں اس فعل قبیح پر مجبور کیا۔" فروا نے اندازے سے سوال کیا تھا لیکن جواب میں نبیلہ کی زبانی تمام ماجرا سن کر اپنی رائے بدلنی پڑی۔

"اوہ..... ویری سیڈ۔" ہاتھ میں لیے پین کا پچھلا حصہ دانتوں تلے دباتے ہوئے انہوں نے کچھ سوچا۔

"ایسا کرو اسے ایک ہزار روپے اور دو تین جوڑے کپڑوں کے دے دو اور جانے سے پہلے کھانا بھی کھلا دینا۔" کتابیں کھولتے ہوئے انہوں نے ملازمہ کو ہدایت کی جو یقیناً ان کی معتمدِ خاص تھی۔

"معاف کیجیے گا بی بی! مگر میں خیرات نہیں لیتی لیکن ہاں آپ کا یہ احسان یقیناً مجھ پر رہے گا کہ آپ نے میری مدد کی اور ان شاء اللہ آپ کو اس کا اجر ضرور ملے گا۔" نبیلہ کسی طور اپنی خودداری کو ٹھیس لگنے نہیں دینا چاہتی تھیں۔

"کیا.....؟" کتابیں کھولتے ہاتھ وہیں رک گئے تھے۔

"بی بی! بغیر محنت کے دام وصول کرنا جبکہ میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں۔ میں حرام سمجھتی ہوں۔"

"ہوں....." پُرخیال نظریں نبیلہ کے چہرے پر ٹک گئی تھیں۔

"اچھا ٹھیک ہے تم کل سے کام پر آ جانا اور اپنی بیٹی کو بھی لے آنا وہ رومی بابا کو سنبھال لے گی اور تم گھر کا کام کاج دیکھ لینا' کھانا بھی ملے گا اور تنخواہ بھی اور ہاں اپنے بیٹے کو بھی کہنا کہ سرکاری اسپتال میں' میں چار سے چھ بجے تک بیٹھتی ہوں' پرچی لے کر آ جائے تو میں اسے ہڈی والے ڈاکٹر کے پاس بھیج دوں گی۔" فروا نے دو منٹ میں سارے مسائل گویا سلجھا کے رکھ دیے تھے۔

نبیلہ نے بے اختیار اللہ کا شکر ادا کیا اور کل آنے کا وقت پوچھ کر ہواؤں کے سنگ زینب اور بابر تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگی۔

❀.....❀.....❀

کتنے ہی عرصے بعد پینو آج گھر پر موجود تھی رانی سوئی ہوئی تھی اور بستی کی خاموشی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ سب اپنے اپنے کاموں پر جاچکے ہیں۔ گھر سے باہر نکلنے کی اسے اجازت نہیں تھی ورنہ باہر گھوم پھر کر وقت پاس کر لیتی لیکن تاجی نے اسے نہ تو کبھی دوسری لڑکیوں کے ساتھ گھلنے ملنے دیا تھا اور نہ ہی اکیلے باہر نکلنے کی اجازت تھی۔ صبح سے شام تک تاجی اور فیکے کے ساتھ بھیک مانگتی اور شام کو گھر آ کر چھوٹی بہنوں کو سنبھالتی۔ باہر کی دنیا سے

اسے کوئی واسطہ یا تعلق نہ تھا۔

وہ تاجی جو فیکے کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہوئے پینو کی موجودگی میں کوئی احتیاط یا لحاظ روا نہ رکھتی اسے دوسری لڑکیوں سے صرف اس لیے ملنے جلنے نہ دیتی کہ ان کا ماحول تاجی کی نظر میں ٹھیک نہ تھا۔

کافی دیر یونہی گھر میں بور ہونے کے بعد آخر وہ مختلف طریقوں سے خود ہی رانی کو جگانے کی کوشش کرنے لگی مگر بے سود.....! جسم بخار کی حدت سے دہک رہا تھا اور پیلی رنگت مزید سرسوں کا پھول بن گئی تھی' تھی تو پینو بھی بچی ہی مگر پھر بھی ذہن نے اتنا کام ضرور کیا کہ اسے کندھے پر ڈال کر حفیظ کی دکان پر جا پہنچی یوں تو وہ اپنی ہی بستی کے راستوں سے کوئی خاص واقف نہ تھی مگر یہ دکان چونکہ ان کے معمول کے رستے میں آتی تھی اس لیے سیدھی وہیں چلی آئی اور پہلی دفعہ دکان کو اندر سے دیکھ کر مزید حیران رہ گئی۔

روزمرہ کے سودا سلف کے علاوہ محدود تعداد میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹس' مختلف ادویات' دہی کی خالی پراتیں اور دودھ کے دھلے دھلائے ڈرم بھی رکھے تھے جن میں شام کو نزدیکی گاؤں سے آنے والے گوالے سے دودھ لے کر ڈالا جاتا تھا۔

حفیظ سر جھکائے دکان پر ختم ہونے والے سودے کی لسٹ بنا رہا تھا جب پینو ہانپتی ہوئی رانی کو اٹھائے اندر داخل ہوئی' آہٹ پر اس نے چونک کر پہلے تو اس کی طرف دیکھا پھر سانولے سلونے چہرے پر نظریں جمائے پین اور کاپی سائیڈ پر رکھ کر کھڑا ہو گیا جبکہ پینو اس کے یوں گھورنے پر ایک دم گھبرا سی گئی تھی جب ہی فوراً رانی کی کمر پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرتے ہوئے اپنی آمد کی وضاحت کرنے لگی۔

"بخار ہو گیا ہے اسے' پتا نہیں کیوں اب تو..... اب تو آنکھیں بھی نہیں کھول رہی۔ میں آئی تھی کہ اگر کوئی دوا ہو تو....." اس کے دیکھنے کے انداز سے پینو کی زبان گوشت کے لوتھڑے کے بجائے برف کے ٹکڑے میں بدل رہی تھی' جب ہی الفاظ کی ادائیگی جتنی مشکل اسے آج لگی پہلے کبھی محسوس نہ ہوئی تھی ورنہ وہ تو پینٹ کوٹ پہنے بابوؤں سے بھی ہاتھ پھیلا کر یوں مانگتی کہ انہیں بھی جان چھڑانے کے لیے کچھ دیتے ہی بنتی لیکن آج گھٹنوں سے بھی اوپر گہری فیروزی قمیص اور ڈیڑھ بالشت پائنچوں کی شلوار میں ملبوس حفیظ کے سامنے وہ تو ہکلا ہی گئی تھی۔

"آنکھیں تو میرا خیال ہے تیری بھی ابھی نہیں کھلیں۔" دراز میں رکھی پلاسٹک کی پڑیا سے ربڑ ہٹا کر اس نے انگشتِ شہادت اور انگوٹھے کی مدد سے چٹکی میں نسوار بھری اور نچلے ہونٹ اور مسوڑھوں کے درمیان بھر کر کاؤنٹر چھوڑتے ہوئے اس کی طرف بڑھا تو وہ اس کے دور ہونے کے باوجود بدک کر مزید پیچھے ہٹ گئی۔

"وہ میں تو رانی....."

دھان پان سی پینو اتنی دیر سے رانی کا بے حس و حرکت وجود اٹھائے شل ہو رہی تھی۔

"ہاں پگلی! میں بھی تو اس کی ہی آنکھیں کھولوں گا ناں' تو پتا نہیں کیا سمجھ رہی ہے۔" مسکراتے ہوئے حفیظ نے اس کے قریب آ کر دائیں طرف سے تین فٹ کا لکڑی کا ڈبہ اٹھایا تو عطر کی تیز خوشبو پینو کے اردگرد پھیل گئی۔ وہیں پر موجود لکڑی کے چھوٹے سے بنچ پر ڈبا کھول کر اس نے پہلے سفید رنگ کے پاؤڈر کو پانی میں حل کر کے محلول کی شکل دی اور پھر چنے کی دال کے برابر ہلکی گلابی سی گولی پاؤڈر بنا کر اس میں دو قطرے پانی ڈالا اور رانی کے تالو سے چٹا دی۔

پینو جو کہ کچھ دیر پہلے تک ہراساں تھی اب بڑی دلچسپی سے یہ سارا عمل دیکھ رہی تھی' دوا کے اندر جاتے ہی رانی نے رونا شروع کیا تو حفیظ نے بڑی سرعت سے یکے بعد دیگرے دو چمچ سیرپ اس کے حلق میں انڈیل دیا جو کہ یقیناً میٹھا تھا۔ اسی لیے گولی کے برعکس سیرپ منہ میں جانے پر رانی کے رونے کی رفتار میں وہ تیزی نہیں رہی تھی مگر اس کے باوجود اس نے اسے چپ کروانے کی غرض سے بڑے پیار سے پینو کی گود سے لیا اور کندھے سے لگا کر بہلانے لگا۔

اس دوران پینو دکان میں موجود مختلف فلموں کے چسپاں پوسٹرز کا جائزہ لینے لگی تو حفیظ نے کاؤنٹر میں موجود دراز سے نسوار کی پڑیا کے ساتھ رکھی افیم کی معمولی مقدار روتی ہوئی رانی

کے منہ میں ڈال دی وہ چونکہ ویسے روزمرہ کی روٹین میں بھی افیم کھا کر سونے کی عادی تھی سو چند ہی لمحوں میں خاموش ہو کر سوگئی۔ حفیظ نے آہستگی سے اسے دیوار کے ساتھ لگی چارپائی پر لیٹا دیا جس کی ٹوٹی ہوئی رسیاں بوڑھے برگد کی شاخوں کی طرح زمین کو چھو رہی تھیں' پینو نے رانی کو سکون سے سوتے دیکھا تو اطمینان بھرا سانس لیا۔

"کتنے پیسے ہیں دوا کے؟" پینو نے دوپٹے کے کونے سے بندھی گرہ کھول کر اس میں موجود معمولی ریزگاری نکالنا چاہی لیکن حفیظ نے اس کی ہرنی سی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پینو کو پل بھر میں تمام جسم میں شرارے سے جلتے محسوس ہونے لگے تھے۔

"پیسے تو تجھے میں دوں گا۔" دائیں کندھے پر رکھے سفید رومال سے چہرہ صاف کرکے ایک طرف اچھالتے ہوئے وہ ذومعنی انداز میں مسکرایا تھا۔

"تُو دے گا؟" پینو نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

"لیکن کیوں؟" کچھ سمجھ اور ناسمجھی کی کیفیت کا شکار ہوتی پینو نے غائب دماغی سے پوچھا' ذہن کے پردے میں ورق لگی برفی کھلاتے فیکے کا چہرہ جھلملایا تھا۔ جواب دینے کے بجائے اس کے بھاری ہاتھ کا بڑھتا دباؤ اور آنکھوں میں ہلکورے لیتا سوال کچی عمر کی زرخیز زمین پر پہلی بارش بن کر ابھرا تو حفیظ کی طرف سے کی گئی چند ہی چکنی چپڑی باتوں کے جواب میں پینو نے بھی خود کو تصور میں چمکتی کئی چاندنی راتوں کے مسافر بنے ناجی اور فیکے کے ساتھ شریکِ سفر سمجھ لیا۔

جبکہ حقیقتاً اس وقت کی تپتی جھلستی سنسان دوپہر میں ننھی معصوم چڑیا نے بس یوں ہی پریشان ہو کر اپنے بچوں پر پَر پھیلا کر انہیں خود سے قریب کرلیا اور اس روز جب وہ اپنی عمر کا اہم ترین دور گزار کر واپس جانے لگی تب بھی اس کے دل میں کسی قسم کی پشیمانی تھی ملامت اور نہ ہی ندامت اور آخر اس طرح کے جذبات ہوتے بھی تو کیوں؟ کہ یہ سب تو اس کے نزدیک قابلِ گرفت تھا ہی نہیں' ہاں البتہ ایک احساس ضرور تھا کہ وہ آج خود کمائی کر لائی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ جس دلدل میں وہ پاؤں رکھ آئی ہے وہ نہایت بدبودار ہے اور وہاں سے واپسی نہایت مشکل۔

وہ تو بس یہ جانتی تھی کہ کچھ بھی ایسا انہونا نہیں ہوا تھا کہ یہ سب کچھ تو وہ دیکھتی آرہی تھی اور دوسرے تمام بچوں کی طرح وہ بھی اپنے اماں ابا کے کیے گئے ہر کام کو درست ہی خیال کرتی تھی' جب ہی بہت سے تعلقات' رشتے اور اعمال اگر جائز ہونے اور حلال ہونے کے باوجود پردے کے متقاضی ہوا کرتے ہیں تو اس فعل کی بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

"ابا نے تو اماں کو کبھی پیسے نہیں دیے بلکہ ساری دیہاڑی بھی لے لیتا ہے اور حفیظ کتنا اچھا ہے اس نے تو مجھے پیسے بھی دیے۔ رانی کا علاج بھی کیا اور ستر روپے کلو ملنے والا دودھ بھی مفت میں دے دیا تاکہ رانی جلدی سے ٹھیک ہوسکے۔" کچے گھر کی گلی مڑتے ہوئے سے اس نے سوچا۔

ستم تو یہ تھا کہ اسے اس بات کا احساس تک نہیں ہو پارہا تھا کہ وہ کچھ غلط کرچکی ہے بلکہ وہ تو اسی لٹیرے کو اپنا محسن بھی مان چکی تھی جو اس کی متاع چند نوٹوں کے عوض مٹی میں رول گیا تھا۔ کندھے پر کسمساتی رانی نے سوتے میں کچھ کہا تو پینو نے اپنی رفتار تیز کردی کہ رانی کا بخار کم ہونے اور خود کما کر لانے کی خبر سنا کر وہ جلد از جلد ناجی کی آنکھوں میں اترتے ڈھیر سارے جگنو دیکھنا چاہتی تھی۔

❁……❁……❁

جب سے نبیلہ نے نوکری شروع کی تھی گھر میں سکون کی لہر دوڑ گئی تھی' ان کے بتائے ہوئے ٹائم کے مطابق وہ اور زینب بنگلے پر آجاتیں' زینب کا کام ننھے رومی کو سنبھالنا تھا جبکہ دوسرا کام نبیلہ اور دوسری ملازمہ مل جل کر بڑے احسن طریقے سے نمٹا لیتیں۔ بابر کا بازو بھی ہڈیوں کے ماہر ڈاکٹر کی زیرنگرانی ہونے والے علاج کے باعث اب بہتر تھا لیکن پھر بھی نبیلہ نے اسے مزید چند روز گھر میں ہی رہنے کا کہا تھا کہ ٹھیکیدار کے بندے اب تک اسے ڈھونڈ رہے تھے کیونکہ ان کے خیال میں اسے غلطی کے برابر سزا نہیں مل پائی تھی اور اگر

اس کا ٹھیک ٹھاک انتظام نہ کیا گیا تو کوئی بعید نہیں کہ بھٹے کے دوسرے ملازم بھی ٹھیکیدار کے آگے زبان کھولیں۔

آج فروا کے شوہر تین ہفتوں بعد دبئی سے واپس آرہے تھے اس لیے کھانے میں خاص طور پر اہتمام کیا گیا تھا فروا بھی اپنے روٹین کے ٹائم سے پہلے گھر میں موجود تھیں اور بڑی بے چینی سے انتظار کرنے کے ساتھ یوں ہدایات دے رہی تھیں گویا گھر میں ایک نہیں دس لوگ آرہے ہیں۔ خدا خدا کرکے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور ڈرائیور کے دیے گئے ہارن کے ساتھ ہی فروا اپنی ساڑھی سنبھالے باہر نکل کر استقبال کرنے لگیں تو بوا نے گھبرائی ہوئی آواز میں نبیلہ کو مخاطب کیا۔

"فراز صاحب کے سامنے کسی قسم کی کوئی ایسی بات نہ کردینا جو انہیں بُری لگ جائے۔"

"میں سمجھی نہیں بوا!" بوا کی سرگوشی اور بوکھلاہٹ سے نبیلہ نے مزید گھبرا کر زینب کی طرف دیکھا جو رومی کے ساتھ کھیلتے ہوئے بھی ان کی طرف متوجہ تھی۔

"سمجھ جاؤ گی اور اگر نہ سمجھیں تو موقع دیکھ کر خود تمہیں سمجھا دوں گی۔" ان کی بات کے ختم ہوتے ہی فروا اور فراز ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اندر داخل ہوئے تو نبیلہ اور زینب ٹھٹک کر رہ گئیں۔

"کہاں چالیس پینتالیس سالہ ڈاکٹر فروا اور کہاں وہ بیس پچیس سالہ لڑکا۔" نظریں ان سے ہوتی ہوئی ایک دم بوا سے جا ملیں تو انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں سلام کرنے کا اشارہ کر ڈالا۔

"اسلام علیکم صاحب!" زینب اور نبیلہ کے سلام کرنے پر وہ جو پہلے ہی رومی کو پیار کرنے کے ساتھ ساتھ ان دونوں کا جائزہ لے رہا تھا فروا کی طرف رخ موڑ کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"انہیں میں نے کام کے لیے رکھا ہے' ہیں تو غریب مگر بلا کی خودداری ہے اور اسی چیز نے مجھے بے حد امپریس کیا۔" بوا کی لائی گئی ٹرالی سے فریش جوس گلاس میں منتقل کرتے ہوئے فروا نے جواب دیا اور چھوٹے چھوٹے قدم لے کر فراز کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"اوہ گریٹ!" سلام کا جواب دینے کے تکلف کیے بغیر اس نے ہونٹ سکیڑے اور گہری نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

"بوا! آپ کھانے کا انتظام کریں تب تک صاحب بھی فریش ہوجائیں گے۔" فروا نے فراز کے ساتھ بیڈ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو بوا اور نبیلہ اثبات میں سر ہلاتی کچن کی طرف اور زینب رومی کو لیے اس کے کھلونوں سے بھرے پلے روم کی جانب چل دی۔

❁……❁……❁
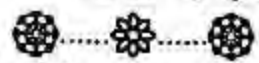
شام کو وقتِ مقررہ پر ناجی نے آکر گدڑی کو گود سے اتارا' کپڑے کا تھیلا چارپائی پر رکھا' نائلون کی پیلی تار پر ٹنگے کپڑے اتار کر قدرے بہتر حالت والے کپڑے پہنے' زنگ لگی بالٹی میں جمع شدہ گدلے پانی کے محدود استعمال سے ہاتھ منہ دھویا اور چارپائی پر آبیٹھی۔

"جانی ابھی تک نہیں آیا ناں آج۔" محض بات کرنے کی غرض سے پینو نے تمہید کے طور پر آغاز کیا۔

"ہاں' کہہ رہا تھا دوپہر کے بجائے شام ڈھلے آئے گا دھندہ زیادہ زور پکڑتا ہے اس لیے شاید دیر سے آئے۔" فیکے کے بغیر آج وہ پیدل گئی تھی اور پہلے تو چونکہ وہ سارا دن ریڑھی میں بیٹھ کر مانگنے کی عادی تھی' اسی لیے آج بے حد تھک گئی تھی سونڈھال سی جیسے آکر بیٹھی تھی وہیں آڑھی ترچھی ہو کر لیٹ گئی۔

"آئے ہائے' آج تو بڑا ہی مشکل دن گزرا ہے فیکے کے بغیر' اوپر سے مرد ساتھ نہ ہو تو پولیس والے بھی اپنا ریٹ بڑھا دیتے ہیں اور اگر بولو کہ دیہاڑی نہیں لگی تو بھی ہماری محنت پر یوں ہاتھ صاف کر جاتے ہیں جیسے ان کے باپ کا مال ہو۔" پولیس والوں کو گالیوں سے نوازتی ناجی چت لیٹی چھت نہیں آسمان سے محو کلام تھی پینو سے اسے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

اور حقیقتاً وہ کچھ سمجھنا بھی نہیں چاہتی تھی کیونکہ صبح وہ جس حال میں رانی کو چھوڑ کر گئی تھی اس پر پینو کا خیال تھا کہ ناجی جانے کیسے دن تو گزار لے گی مگر شام کو گھر آتے ہی سب

ٹوٹا ہوا تارا

سمیرا شریف طور

نے پہلے رانی کو اٹھائے گی پیار کرے گی اس کا حال پوچھ کر شاید دوا دارو کا انتظام تو نہیں مگر فکر ضرور کرے گی لیکن...... یہاں تو ایسا کچھ بھی نہ تھا۔ نہ تو رانی کا حال پوچھا گیا اور نہ ہی دوا دارو کی کوئی بات ہوئی بلکہ خود اس نے پینو کو رانی کو گود سے نکال کر اپنی ٹانگیں دبانے کو کہا کیونکہ اسے تو شاید ابھی تک یاد بھی نہیں رہا تھا کہ صبح رانی بخار میں تپ رہی تھی۔

''اماں کو تو بس ابا کی فکر لگی ہوئی ہے جو بھلا چنگا ہے اور میلی (عرس) میں گیا ہوا ہے اور یہ رانی جو موت کے منہ سے نکل کر آئی ہے اس کا تو حال تک بھی نہیں پوچھا' وہ حفیظ ہی تھا جس نے اسے اپنا سمجھ کر اس کا علاج کیا اور وہ بھی مفت۔'' ناجی کی ٹانگیں دباتے ہوئے پینو نے رانی کو دیکھتے ہوئے سوچا جو ماں کے آنے کے بعد کچھ کھانے کی منتظر پہلے سے سلور کا کٹورا ہاتھ میں لیے نقاہت کے باعث فرش پر دراز ہو چکی تھی جبکہ گڈی' طاقو اور نوشے کو ادھر اُدھر ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔

''دن تو چلو آج گزر ہی گیا فیکے بغیر' مگر رات کیسے کٹے گی؟'' بایاں بازو سر کے نیچے رکھ کر لیٹی کسی سوچ میں گم ناجی نے کہا تو کئی چاندنی راتیں چھن سے پینو کے من آنگن میں رقص کرنے لگیں۔

فیکے اور جانی کی غیر موجودگی میں جوان ہوتی بیٹی کے ہمراہ رات گزارنا ناجی کو مشکل لگ رہا تھا کیونکہ سبھی جانتے تھے کہ فیکا آج کل گھر سے باہر اور جانی بھی اپنے کام کی نوعیت کی وجہ سے اکثر راتوں کو گھر سے غائب رہتا ہے ایسے میں اگر ناجی نے یہ جملہ ادا کیا تھا تو محض غیر محفوظ ہونے کی نیت سے کیونکہ پینو کی جسامت اب اس کی حقیقی عمر کو بڑے دھڑلے سے جھٹلانے پر تلی تھی' اب یہ الگ بات ہے کہ پینو نے یہ جملہ کسی اور ہی طریقے سے سوچا تھا۔

''باجی روٹی دے ناں۔'' رانی اور گڈی دونوں ہی ماں سے زیادہ پینو سے مانوس تھیں سو اسی کو پکارا تو پینو سوالیہ نظروں سے ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

''کچھ نہیں ملا آج' جو تھا وہ ریڑھی کا کرایہ ادا کر کے استاد کو دے آئی ہوں مگر کرایہ پھر بھی پورا نہیں بنا۔ ریڑھی بے شک گھر پر تھی مگر کرایہ تو دینا تھا ناں' چل جا سلا دے ان دونوں کو۔'' دھیرے سے بات شروع کرنے کے بعد آخر میں اس نے جھڑکتے ہوئے بات ختم کر کے خود دوبارہ کروٹ لے لی تو پینو جو بات کرنے کے لیے راہ ڈھونڈ رہی تھی بددلی سے چھوٹی بہنوں کو بہلانے لگی' ناجی نے دیوار کی طرف کروٹ لیتے ہوئے رانی کو کٹورا پکڑے دیکھا تو سکون کا سانس لیا کہ کم از کم اب اس کی حالت بہتر تھی۔

''چلو اچھا ہے جو پیسے اس کی دوا میں لگتے وہ اب کچھ کھانے میں کام آ جائیں گے۔'' دکھتی پنڈلیوں اور مسلسل سارا دن معمول کے برعکس چلتے رہنے کے باعث درد کرتے پاؤں پسارے ہوئے اس نے گھر کی خاموشی کو بے طرح محسوس کیا۔

فیکے کے بغیر گھر کتنا سونا لگ رہا تھا' نہ نوشا تھا طاقو نہ ہی جانی...... ململ کے دوپٹے سے اچھی طرح سر باندھنے کے بعد وہ چپ سادھ کر لیٹ گئی تھی۔

رانی اور گڈی کو بہلانا پینو کی ذمہ داری تھی اور اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ناجی سے کہے کہ ''اماں ناشتے کے لیے بے شک پیسے نہ بچا جو ہیں ان کا کچھ لے آ اور ناشتا میرے پیسوں سے کر لیں گے۔''

مگر بعض اوقات صورتِ حال ایسی ہوتی ہے کہ وہی عام سے الفاظ جو ہم کتنی ہی دفعہ عام زندگی میں بولتے اور سنتے رہتے ہیں انہیں ادا کرنا ہمارے لیے اس قدر مشکل ہو جاتا ہے کہ کتنی ہی دفعہ الفاظ ہونٹوں تک آنے کے باوجود مایوس سائل کی طرح پھر سے واپس لوٹ جاتے ہیں اور لفظوں کی اصل طاقت کا اندازہ درحقیقت ہمیں اسی وقت ہوتا ہے جب ہمیں خود اپنے کہے جانے والے لفظوں سے بے طرح خوف محسوس ہوتا ہے۔

پینو بھی آج اسی کشمکش کا شکار تھی مگر ظاہر ہے کب تک؟ آخر بات تو کرنا ہی تھی!

(دوسرا حصہ آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

چھونے سے قبل رنگ کے پیکر پگھل گئے
مٹھی میں آ نہ پائے کہ جگنو نکل گئے
پھیلے ہوئے تھے جاگتی نیندوں کے سلسلے
آنکھیں کھلیں تو رات کے منظر بدل گئے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شہوار کے لاکھ انکار کے باوجود لائبہ بھابی اور مصطفیٰ کے کہنے پر اسے مہندی کے فنکشن میں شریک ہونا پڑا یہاں آ کر اسے پتا چلا کہ انا کی منگنی ولید سے ہورہی ہے۔ جبکہ دوسری طرف مصطفیٰ بھی ولید سے خاصی برہمی کا اظہار کرتا ہے کہ اس نے اسے تمام بات سے آگاہ نہیں کیا جبکہ ولید اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے اسے منالیتا ہے۔ ولید کا لیا دیا رویہ انا کو خدشات میں مبتلا کیے رکھتا ہے۔ فنکشن کے ختم ہونے پر وہ سر درد کا کہہ کر وہاں سے ہٹ جاتا ہے جبکہ انا اس کے رویے کو اس کی ناپسندیدگی پر محمول کرتی ہے۔ دریہ شہوار اور مصطفیٰ کے نکاح کو لے کر شدید حیرت ہوتی ہے اور وہ مصطفیٰ کے سامنے واضح الفاظ میں اس کا اقرار کرتی ہے جبکہ دوسری طرف شہوار بھی اپنی تذلیل محسوس کرتے وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔ دریہ کی باتوں پر مصطفیٰ شہوار کو سمجھانے اور اسے قائل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ خودترسی کا شکار ہوتے اپنی ذات کی تضحیک پر مصطفیٰ کی ایک بھی نہیں سنتی۔ دوسری طرف مصطفیٰ بوجھل دل ہے وہاں سے پلٹ آتا ہے۔ رابعہ آفس سے لوٹتی ہے تو عادلہ کو اپنا منتظر پاتی ہے۔ وہ رابعہ کو اپنی مظلومیت کی داستان اور اپنے بچے کی علیحدگی کے قصے سنا کر اس سے اپنے غلط رویوں کی معافی مانگتی ہے۔ ساتھ ہی عباس سے خلع لینے کا ذکر بھی کرتی ہے جس پر رابعہ ان کی حقیقت جان کر شدید حیرت کا شکار ہوتی ہے اور نا صرف عادلہ کو معاف کر دیتی ہے بلکہ اس سے ہمدردی کا نرم گوشہ بھی اس کے دل میں پیدا ہوجاتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف عادلہ اپنی چال میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ بابا صاحب کے خوابوں کے متعلق تابندہ بوا انہیں سائیکاٹرسٹ سے ملنے کا مشورہ دیتی ہیں لیکن وہ ان خوابوں کو اپنے گناہوں پر محمول کر کے ٹال جاتے ہیں۔ ولید کے چہرے میں انہیں ایک خاص کشش نظر آتی ہے اور تابندہ بوا سے یہ سن کر کہ آج کل مصطفیٰ کے اس دوست کے ہاں شادی کا فنکشن ہے وہ فوراً ہی شہر جانے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ روشانے اور احسن کی شادی کی تقریب میں جہاں انا خوش ہوتی ہے وہیں ولید کو کاشفہ کے ہمراہ دیکھ کر اس کا دل کسی انہونی کے خوف سے لرز اٹھتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀......◉......❀

"شرم کرو دو تین دن سے تم مجھ سے ایک لاکھ تک نکلوا چکی ہو۔ ابھی تم بہن بنی ہوئی ہو پھر ایک دم پینترا بدل کر سالی کا کردار ادا کرنے لگ جاتی ہو۔ میں تو پھنس گیا یہ شادی کروا کر۔" احسن منہ بنا رہا تھا انا نے گھورا۔

"بھابی بھی تو اتنی اچھی دے رہی ہوں آپ کو۔"

"محترمہ یہ مجھ پر میرے اللہ کا کرم ہوا ہے ورنہ تم ڈھونڈتی تو اب تک مجھے کنگال کر دیتی۔" احسن نے کہا۔

"شرم کریں آپ کی اکلوتی بہن ہوں شادی تو زندگی میں ایک بار ہی ہوتی ہے اتنی کنجوسی کیوں کر رہے ہیں۔" اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"جلدی کریں پہلے ہی بہت رات ہوگئی ہے جتنی تاخیر کریں گے آپ کا ہی نقصان ہوگا۔" احسن نے کلائی میں بندھی گھڑی دیکھی پونے تین ہو رہے تھے۔

"اب کیا لینا ہے تم نے۔" احسن نے گھورا۔

"جو دل چاہے دے دیں۔" انا نے فراخ دلی دکھائی تو احسن نے منہ بناتے ہوئے پاکٹ میں ہاتھ ڈالا۔

"یہ لو بھوکی کہیں کی۔" احسن نے منہ بنا کر بند مٹھی اس کے سامنے کی تھی۔

"اس میں کیا ہے، خالی تو نہیں ہے؟" اس نے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"دیکھ لو۔" احسن مسکرایا اور بند مٹھی انا کی طرف کی تھی انا نے مشکوک نظروں سے ہاتھ بڑھایا تھا احسن نے مسکراتے ہوئے مٹھی کھول دی۔ انا نے چیخ مارتے ہوئے اپنا ہاتھ پیچھے کیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے چھپکلی نیچے فرش پر گرگئی تھی۔

"احسن بھائی۔" اس نے خوفزدہ نظروں سے چھپکلی کو دیکھا تھا احسن ایک دم کمرے میں گھس گیا۔

"ارے یہ تو پلاسٹک کی ہے۔" شہوار چھپکلی کو بے حس و حرکت دیکھ کر بولی۔

"احسن بھائی......" انا تاؤ کھاتے کمرے کی طرف لپکی مگر احسن نے فوراً دروازہ بند کرلیا تھا۔

"بھائی یہ فاؤل ہے۔" وہ چیخی تھی۔

"آپ مجھے میرا نیگ دیے بغیر دروازہ بند نہیں کرسکتے۔" اس نے دروازے پر ہاتھ مارا جبکہ شہوار کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔

"تم کل سے مجھے اتنا تنگ کرچکی ہو بس ایک پائی بھی نہیں دینی میں نے اور اب یہ دروازہ تو صبح ہی کھلے گا۔" اندر سے احسن نے کہا تو انا نے بند دروازے کو گھورا۔

"یہ اچھی رہی، احسن بھائی کو علم تھا کہ تم "جگا ٹیکس" لیے بغیر نہیں ہٹو گی سو یہ انتظام کر کے آئے تھے۔" شہوار نے چھپکلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"معاف تو اب ان کو نہیں کروں گی دیکھنا صبح کیسے بدلہ لیتی ہوں۔" بند دروازے کو گھورتے وہ شہوار کے ساتھ اس کے کمرے کی طرف بڑھیں مگر لاؤنج سے ولید کو نکلتے دیکھ کر رک گئیں۔

"روشی ٹھیک ہے نا؟" روشی نکاح اور رخصتی کے وقت دونوں بار بہت روئی تھی سو وہ اسی بارے میں پوچھ رہا تھا۔

"جی۔" انا نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ کدھر تھے؟"

"میں اور بابا ابھی ہوٹل سے لوٹے ہیں۔ سب مہمانوں کے جانے کے بعد وہاں کے باقی معاملات دیکھنے رک گئے تھے ہم لوگ۔" ولید کافی تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

"ماموں ٹھیک ہیں نا؟" بیٹی کو رخصت کرتے ماموں کا بی پی شوٹ کرگیا تھا۔

"ہوں...... ان کو کمرے میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ وہ لیٹ گئے ہیں مجھے ایک کپ چائے چاہیے کسی سے کہہ کر بنوا دو۔" ولید نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"اور سنائیں شہوار آپ ٹھیک ہیں، فنکشن کو انجوائے کیا؟" اس نے انا کے پاس کھڑی شہوار سے پوچھا تو وہ مسکرادی۔

"جی بہت زیادہ۔ قطعی احساس نہیں ہوا کہ آپ لوگوں سے پہلی بار مل رہی ہوں۔ ذرا بھی اجنبیت محسوس نہ ہوئی۔"

"مصطفیٰ سب فیملی کو لے کر آیا مجھے بہت خوشی ہوئی۔ ویسے آپ بتادیں آپ کو کیا کہوں۔ مصطفیٰ کے حوالے سے بھابی یا انا کے حوالے سے سسٹر۔" ولید نے مسکرا کر پوچھا تو شہوار کے چہرے پر گلال سا نکھر گیا۔

"جو آپ کا دل چاہے ویسے سسٹر مناسب رہے گا۔"

"یعنی مصطفیٰ کا حوالہ پسند نہیں۔" ولید نے چھیڑا تو نہ چاہنے کے باوجود بھی وہ شرمندہ ہوگئی۔

"اب ایسا بھی نہیں کہا۔" ولید مسکرایا۔

"اوکے..... آپ اپنی دوست کے ساتھ انجوائے کریں انا چائے بن جائے تو روم میں بھجوا دینا۔" ولید کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔

"ولید بھائی کو دیکھتی ہوں تو مجھے تمہاری قسمت پر رشک آنے لگتا ہے۔ ریئلی یو آر سو لکی یار۔" کچن کی طرف آتے اس نے کہا تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

نجانے کیوں وہ ولید کے حوالے سے ان دیکھے خدشات کا شکار تھی جو اسے دل سے خوش نہیں ہونے دے رہے تھے۔ کچن میں آ کر اس نے چائے والا برتن چولہے پر رکھا۔ تبھی شہوار کے ہاتھ میں پکڑا موبائل بجنے لگا تھا۔ لائبہ بھابی کا نام دیکھ کر اس نے کال ریسیو کرلی۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔"

"خیریت سے ہو۔" بھابی نے پوچھا۔

"جی بالکل بلکہ انا کے ہاں بہت مزے سے ہوں۔" وہ واقعی دل سے ایک عرصہ بعد خوش ہوئی تھی سو اس کا اظہار بھی کررہی تھی انا اسے خوش دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"ٹھیک ہے ماں جی کتنی بار کہہ چکی تھیں کہ تمہیں کال کرکے تمہاری خیریت پوچھ لوں۔ بہر حال انا سے تمہاری جتنی بھی دوستی ہو مگر ہیں تو یہ اجنبی لوگ نا۔ مصطفیٰ مطمئن تھا بار بار ماں جی کو مطمئن کررہا تھا مگر ان کی تاکید تھی کہ پھر بھی تم سے ایک بار کال کرکے کنفرم کرلوں۔" شہوار ماں جی کی اس قدر محبت پر مسکرادی۔

"بھابی آنٹی جی کو کہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے قطعی فیل نہیں ہورہا کہ میں اجنبی لوگوں میں ہوں بلکہ ایسے لگ رہا ہے کہ جیسے میں اپنوں میں رہ رہی ہوں۔ آپ ان کو اطمینان دلائیں میں خوش ہوں اور صبح گھر آؤں گی۔ وہیں سے پھر ولیمہ میں شامل ہوں گی۔"

"چلو شکر ہے اور ہاں یاد آیا آج ہمارے گھر آنے سے پہلے حویلی سے بابا صاحب شہر آئے ہوئے تھے وہ بھی تمہارا پوچھ رہے تھے۔"

"اچھا..... زبردست، پھر امی بھی ساتھ آئی ہیں کیا؟" وہ بابا صاحب کا سن کر ایک دم پرجوش ہوئی تھی۔

"نہیں بوا جی تو نہیں آئیں۔" بابا صاحب ڈرائیور کے ساتھ ہی آئے ہیں۔ ان کی طبیعت پچھلے چند دن سے ٹھیک نہ تھی ماموں نے ہی بلوایا ہے ان کو۔"

"اوہ اچھا۔" بھابی نے اس سے چند ایک باتیں کرنے کے بعد کال بند کردی تھی۔ اس دوران چائے بھی بن گئی تھی۔

"ملازمائیں تو سب سونے جاچکی ہیں ولی کو چائے کون دینے جائے گا؟" رات کے تین بج رہے تھے۔ مہمان سب سونے جاچکے تھے اس وقت یہ دونوں ہی جاگ رہی تھیں۔

"تم خود چلی جاؤ۔"

"نہیں، پہلے اور بات تھی مگر اب مناسب نہیں لگتا۔" انا نے جھجکتے ہوئے کہا تو شہوار ہنس دی۔ اسے انا کی یہ بات بہت اچھی لگی تھی۔

"اچھا چلو میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں تم چائے دے کر آجانا میں باہر ہی رکوں گی۔" شہوار نے کہا تو انا مان گئی۔

وہ ولید کے کمرے کی طرف آئی تو شہوار باہر ہی رک گئی تھی جبکہ انا نے دروازے پر دستک دی تھی۔

"آجاؤ۔" ولید نے کہا تو وہ اندر چلی گئی۔ ولید لباس بدل چکا تھا۔ انا کو دیکھ کر بستر سے اٹھ بیٹھا۔

"تم نے خوامخواہ زحمت کی کسی ملازمہ کو کہہ دیتی۔" چھوٹی ٹرے میں چائے کا مگ دیکھ کر اس نے کہا تو انا مسکرادی۔

"ملازمہ اور باقی سب لوگ سونے جاچکے تھے ویسے مجھے اور شہوار کو بھی چائے کی طلب ہورہی تھی اتفاقاً آپ نے بھی کہہ دیا۔"

"تھینکس۔" ولید نے اس کے ہاتھ سے ٹرے لے لی تھی۔

"شکریہ۔" ولید نے مسکرا کر کہا۔

"ویلکم۔" وہ جانے کے لیے پلٹی۔

"انا....." ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر ولید نے پکارا تو وہ رکی۔ ولید اس کے سامنے آ ٹھہرا۔

"کیا بات ہے پریشان ہو؟" وہ پوچھ رہا تھا انا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کوئی بات ہے کوئی مسئلہ ہے کیا؟" اس نے مزید پوچھا۔

انا کا جی چاہا کہ کہہ دے کہ ہاں مسئلہ ہے اسے کہہ دے کہ اس کا یہ رویہ اور اس کی اس چپ نے اس کے اندر ایک طوفان برپا کر رکھا ہے اور وہ کاشفہ اس نے اسے جب سے دیکھا تھا وہ خود کو ہر پل ہر لمحے گیلی لکڑی کی طرح سلگتا محسوس کررہی تھی۔ مگر انا نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"میں چلتی ہوں شہوار انتظار کررہی ہوگی۔" جب وہ اس کو اس حد تک سمجھ رہا تھا کہ اس کو اس کی پریشانی تک نظر آرہی تھی تو وہ بھلا اس کے جذبات واحساسات سے کیسے نظر بچا سکتا تھا؟ وہ اس سے ایک دم خفا سی ہوئی تھی۔ ولید پر ایک خفا سی نظر ڈال کر تیزی سے وہاں سے نکل آئی تھی۔ شہوار باہر کھڑی تھی اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"بڑی جلدی آگئیں تم مجھے تو گمان تھا کہ شاید ولید بھائی تمہیں روکیں گے۔" اس نے شرارت سے کہا مگر انا قصداً بھی اس کی شرارت پر مسکرا نہ سکی تھی۔

"کیا ہوا ولید بھائی نے کچھ کہہ دیا کیا؟" اس کی خاموشی پر شہوار نے پوچھا تو وہ ایک گہرا سانس لے کر مسکرادی۔

"نہیں۔ بس ویسے ہی۔" اس نے کہا تو شہوار نے بغور دیکھا۔ کچھ کہنا چاہا مگر پھر اسے اس وقت انا کو چھیڑنا مناسب نہ لگا اسے انا بہت زیادہ ڈسٹرب محسوس ہوئی تھی۔

❁ ..... ◉ ..... ❁

اگلے دن ولیمے کی تقریب تھی انا نے شہوار کو گھر جانے نہیں دیا تھا بلکہ ڈرائیور کو بھیج کر ولیمہ پر پہنا جانے والا شہوار کا لباس بھی منگوالیا تھا۔ کل والے ہوٹل میں ہی انتظام تھا۔ روشی برات والے دن کی طرح ولیمہ پر بھی بہت خوب صورت لگ رہی تھی اور خوش بھی۔ احسن کی طرف سے اسے لاکٹ منہ دکھائی میں ملا تھا۔ انا احسن سے اس کی رات والی شرارت پر خوب لڑی تھی پہلے تو وہ اسے خوب تنگ کرتا رہا تھا مگر جب وہ خفا ہونے لگی تو اس نے اسے بہت ہی خوب صورت سا لاکٹ گفٹ کیا تھا انا ایک دم خوش ہوگئی تھی۔ وہ سارا وقت شہوار اور روشی کے ساتھ ہی رہی تھی۔

مصطفیٰ ولیمہ پر کچھ لیٹ ہی پہنچا تھا۔ اس کے ساتھ بابا صاحب اور عباس بھائی بھی آئے تھے جبکہ لائبہ بھابی خراب

طبیعت کے سبب گھر پر ہی رک گئی تھیں۔ شہوار بابا صاحب سے ملی اس کے بعد مصطفیٰ ان کو لے کر باقی لوگوں سے ملوانے لگا۔

"بابا صاحب یہ ولید کے والد ہیں ضیاء انکل۔" آج جب مصطفیٰ اور عباس ولیمہ میں آنے کے لیے تیار ہو رہے تھے تو بابا صاحب نے خود ساتھ چلنے کا کہا تو مصطفیٰ بہت خوش ہوا فوراً ساتھ لے آیا تھا اور اب ضیاء انکل سے ملوا رہا تھا۔

"السلام علیکم!" ضیاء صاحب بہت احترام سے ملے تھے۔ بابا صاحب نے انہیں بغور دیکھا اور پھر ان کی آنکھوں میں ناامیدی سی پھیل گئی۔

"وعلیکم السلام!" بابا صاحب نے ضیاء صاحب کا کندھا تھپکا ہاتھ ملایا۔

ولید بھی پاس ہی تھا وہ بار بار دونوں کو دیکھ رہا تھا مگر ان کے اندر موجود بے چینی ایک دم بڑھ سی گئی تھی۔

"بہت پیارا بیٹا ہے آپ کا ماشاء اللہ۔" انہوں نے ولید کو دیکھ کر کہا تو ضیاء صاحب نے بہت محبت سے ولید کو دیکھا۔

"جی اس میں کوئی شک نہیں۔"

"آپ لوگوں کا خاندان کس جگہ سے ہے؟" بابا صاحب نے مزید پوچھا۔

"جی ہمارے والدین کا تعلق کسی گاؤں سے تھا وہ لوگ شہر منتقل ہو گئے تھے ہم لوگ اسی شہر میں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے ہیں۔" ضیاء صاحب نے بتایا۔

"کس گاؤں سے؟" وہ پوچھ رہے تھے ضیاء صاحب نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"علم نہیں۔ اصل میں کبھی بڑوں سے پوچھنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئے تھے۔

"اور آپ کی بیگم؟" بابا صاحب نے مزید پوچھا۔

"ہماری والدہ کا ہماری کم عمری میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔" جواب ضیاء صاحب کے بجائے ولید نے دیا۔

"کتنے بہن بھائی ہو آپ؟" انہوں نے پھر پوچھا۔

"ایک ہی بہن ہے، جس کے ولیمہ میں آپ موجود ہیں۔" ولید نے مسکرا کر بتایا۔

"مصطفیٰ بابا صاحب کو ادھر بٹھاؤ بیٹا، یہ تو ہمارے خصوصی مہمان ہیں۔" اس سے پہلے کہ بابا صاحب مزید سوال در جواب کرتے ضیاء انکل نے کہا۔

"آپ ادھر تشریف رکھیں بابا صاحب ہم ذرا باقی مہمانوں کو دیکھ لیں۔ آؤ ولید۔" وہ ولید کو لے کر چلے گئے۔ بابا صاحب نے ولید کو ضیاء صاحب کے ساتھ جاتے اور مہمانوں سے سلام دعا کرتے کافی دیر تک دیکھتے رہے تھے۔

❁......◉......❁
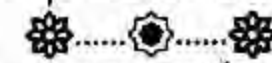
کھانا کھاتے ہی وہ لوگ بابا صاحب کی وجہ سے نکل آئے تھے۔ بابا صاحب، وقار صاحب اور صبوحی دونوں سے ملے تھے۔ عباس بھائی نے شہوار سے اس کا پروگرام پوچھا تو اس نے بھی ساتھ چلنے کو ترجیح دی۔ وہ انا اور صبوحی سے مل کر باہر آئی تو بابا صاحب اور عباس بھائی مصطفیٰ کی گاڑی میں پچھلی سیٹ پر موجود تھے جبکہ مصطفیٰ ولید کے ساتھ باہر کھڑا تھا۔

"شہوار آپ آگے ہی بیٹھ جائیں۔" وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول رہی تھی جب عباس نے کہا۔

وہ خاموشی سے اگلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے بیٹھتے ہی مصطفیٰ بھی ولید سے ہاتھ ملاتا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ مصطفیٰ نے ساتھ بیٹھی شہوار پر ایک نظر ڈالی اور پھر گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

"اچھے لوگ تھے یہ۔" بابا صاحب نے بات چھیڑی۔

"جی، اور بہت بااخلاق اور پرخلوص بھی۔" عباس بھائی ان کے رویوں سے کافی متاثر ہوئے تھے۔ ورنہ وہ اتنی جلدی لوگوں سے متاثر ہونے والے انسان نہ تھے۔

"ولید اور اس کے والد دونوں میں کافی فرق دکھائی دے رہا تھا۔" بابا صاحب نے کہا۔

"خیر ایسی بھی بات نہیں بس یہ کہہ لیں کہ ولید ان سے پیچ نہیں کرتا۔" مصطفیٰ نے کہا۔

"ولید کی جو والدہ تھی ان کی وفات کیسے ہوئی۔"

"علم نہیں۔ اصل میں ولید سے لاکھ بے تکلف سہی مگر اس قدر پرسنل معاملے پر گفتگو کا موقع کبھی نہیں ملا اور نہ ہی ولید نے خود اس موضوع پر بات کی۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہوں......" بابا صاحب کھڑکی سے باہر دیکھنے لگے۔

مصطفیٰ بیک ویو مرر سے انہیں دیکھنے لگا۔ بابا صاحب اسے کچھ الجھے الجھے سے لگے۔

"کیا ہوا بابا صاحب خیریت تو ہے نا؟" مصطفیٰ نے پوچھا تو بابا صاحب نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں خیریت ہی ہے۔" وہ کہہ کر دوبارہ کھڑکی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"بابا صاحب آپ امی کو بھی ساتھ لے آتے۔" شہوار نے کہا تو بابا صاحب مسکرائے۔

"میرا تو اچانک پروگرام بنا تھا۔ میں نے تمہاری والدہ کو کہا تھا مگر وہ کہنے لگیں کہ اگر وہ بھی آ گئیں تو پھر حویلی اور دیگر معاملات کو کون دیکھے گا۔"

"میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں ایک دو دن کے لیے حویلی کا چکر لگا لوں۔" اسے یاد آ رہا تھا کہ وہ کس طرح بری طرح ان سے خفا ہو کر حویلی سے آئی تھی۔ یہاں آ کر اس کا غصہ اترا اور خفگی بھی ختم ہوئی تھی سو موبائل پر ان سے بات تو کر لیتی تھی مگر دل میں اپنے برے رویوں کے متعلق ایک گلٹ تو برقرار تھا اس لیے وہ سوچ رہی تھی کہ ایک بار جا کر ان سے مل آئے۔ اس کی بات پر مصطفیٰ نے اسے دیکھا۔

"ہاں میں ایک دو دن میں واپس چلوں گا تو تم بھی ساتھ چلنا۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہو ویسے بھی اب سنجیدگی سے پڑھائی پر توجہ دو۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو شہوار نے اسے دیکھا۔

"اور دو دن جانے سے میری پڑھائی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" مصطفیٰ کی مداخلت اسے بڑی ناگوار گزری تھی۔

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں، واپسی پر میرے ساتھ ہی چلنا۔ دریہ بھی ساتھ چلنے کا کہہ رہی تھی۔ دونوں ہی چلنا اسے بھی حویلی میں کوئی ساتھی مل جائے گا۔" بابا صاحب نے ازحد شفقت سے کہا تو دریہ کے نام پر اس کے چہرے کے عضلات کھنچ گئے۔ جواباً وہ خاموش ہو گئی تھی۔

"نواز کی فیملی بہت بدل گئی ہے۔ دریہ کو دیکھ کر مجھے بڑی مایوسی ہوئی ہے۔ ساری زندگی انگلینڈ میں گزارنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ انسان اپنی اقدار اپنی تہذیب ہی بھول جائے۔" بابا صاحب کو دریہ کے نام سے کچھ اور بھی یاد آیا تو انہوں نے مایوسی سے کہا۔

"بس بابا صاحب ہر انسان کی زندگی کو برتنے کی اپنی ایک سوچ ہے۔ ہم کسی پر کوئی زبردستی نہیں کر سکتے۔ ویسے بھی وقت بہت بدل چکا ہے نواز انکل کی فیملی نے ساری عمر جس ملک میں گزاری اب اسی کے تحت زندگی گزار رہے ہیں اس میں پریشانی کیا؟" عباس بھائی نے کہا تو بابا صاحب نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہے ہو تم ہر انسان کو اپنی سوچ اور خواہشات کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ملنا چاہیے۔ بعض اوقات ہم بوڑھے اپنی برسوں کی قائم کردہ اقدار اور اپنے نام نہاد اصولوں کی وجہ سے اولاد کے ساتھ بڑی زیادتی کر جاتے ہیں اسی لیے میں نے اپنی ساری اولاد کو ان کی سوچ اور خواہشات کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیا تھا کبھی کسی پر اپنے فیصلے کی تلوار نہیں چلائی اور نہ ہی کسی کو مجبور کیا۔ بہر حال اس معاملے میں میرا ضمیر مطمئن ہے۔" بابا صاحب کے لہجے میں

آزردگی سی تھی۔ شہوار نے ان کو دیکھا وہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے کسی اور ہی خیال میں گم محسوس ہوئے تھے۔

"آپ کیوں ٹینشن لے رہے ہیں اس بات کی۔ دریہ اپنے ہر عمل کی جوابدہ اپنے والدین کو ہے اس کی تعلیم و تربیت جس ماحول اور سوسائٹی میں ہوئی ہے ایسے میں آپ اس سے ہماری اقدار کی پاسداری کی توقع کریں گے تو غلط ہوگا۔ وہ جو بھی ہے اور جیسی بھی ہے اپنے ماحول کے مطابق درست ہے۔" سو اس پر تنقید کرنا یا اسے کچھ سمجھانا قطعی فضول ہے۔" عباس بھائی نے ہمیشہ والا دوٹوک انداز اختیار کیا تھا۔

"ہوں۔" بابا صاحب نے ہنکارا ابھرا۔

مصطفیٰ نے پرسوچ نظروں سے انہیں دیکھا اور پھر ساری توجہ ڈرائیونگ کی طرف مبذول کردی تھی۔

❁......◉......❁
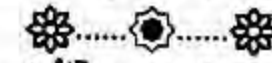
وہ لوگ گھر آئے تو عباس بھائی نے اسے چائے کا کہہ دیا۔ وہ چینج کیے بغیر ہی کچن میں آ گئی۔ اس وقت سبھی جاگ رہے تھے اور لاؤنج میں موجود تھے۔ سو اس نے سب کے لیے چائے بنائی۔

"تم نے چینج نہیں کیا۔" لائبہ بھابی بھی ادھر آ گئی تھیں اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

"چائے بنالوں تو پھر کرتی ہوں۔"

"کیسا رہا آج کا فنکشن انجوائے تو خوب کیا ہوگا تم نے؟" انہوں نے پوچھا۔

"بالکل بہت مزہ آیا ہمارے اور ان کے لیونگ اسٹائل میں بہت فرق ہے مگر اس کے باوجود ان کے گھر میں ایک رات گزارنا کافی اچھا لگا۔ قطعی اجنبیت کا احساس نہ ہوا۔"

"ہوں...... ماں جی تو سارا وقت پریشان ہی ہوتی رہیں کہ نجانے کیسے لوگ ہیں وہ تو تم سے رات بات کے بعد اور مصطفیٰ کے سمجھانے پر انہیں کچھ تسلی ہوئی۔"

"بہت اچھے لوگ ہیں۔ ان کی والدہ اور ماموں بھی بہت سلجھے ہیں۔" شہوار ان سے کافی متاثر ہوئی تھی سو بلا جھجک کہا۔

"اچھا ایک بات کہوں؟" بھابی کا انداز ایک دم دھیما ہوا تو اس کے قریب ہوکر پوچھا تو چائے میں دودھ ڈالتے اس نے سر گھما کر انہیں دیکھا۔

"جی...... خیریت؟"

"یہ جو اپنی دریہ ہے نا اس پر نظر رکھو۔" ان کا انداز مزید دھیما تھا۔ وہ حیران ہوئی۔

"وہ کیوں بھئی؟"

"جب سے آئی ہے مصطفیٰ کے پیچھے پھر رہی ہے۔" بھابی نے جل کر کہا تو وہ چونکی۔

"مطلب؟"

"خود ذرا دھیان سے دیکھنا تو مطلب صاف نظر آئے گا۔" بھابی نے کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"مجھے اس چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کون، کیوں اور کس کے آگے پیچھے پھر رہا ہے۔" چائے میں چینی ملاتے اس کا انداز ایک دم بے گانہ ہوگیا تھا۔

"بے وقوف لڑکی، اختلافات ایک طرف مصطفیٰ تمہارا شوہر ہے باقاعدہ نکاح ہوا ہے تمہارا اس سے۔" بھابی کو اس کا انداز ذرا بھی نہ بھایا تھا کچھ غصے سے کہا۔

"رشتے دل سے ماننے اور قبول کرنے سے بنتے ہیں اور ایک بات تحریک چاہے کتنی ہی جاندار کیوں نہ ہو جب تک

انسان خود بھٹکنا نہ چاہے دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے اس کے محور سے ہلا نہیں سکتی۔ بہتر ہے کہ آپ میری بجائے دوسری طرف سمجھانے کا کام سرانجام دیں۔ مجھے دریہ یا کسی بھی ایکس وائی زیڈ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اب کے شہوار نے تیکھی سے کہا تو بھابی نے انتہائی تعجب سے اسے دیکھا۔ پہلے انہیں شہوار اور مصطفیٰ کے درمیان جھگڑے کی نوعیت کا علم نہیں تھا مگر شہوار کے تیوروں سے ایک دم الجھ گئی تھیں۔

"شہوار واقعی مصطفیٰ کے ساتھ نے تمہارے دل میں کوئی جگہ نہیں بنائی۔" لائبہ حیران ہوکر پوچھ رہی تھیں شہوار ابلتی چائے کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"شہوار بولو نا؟"

"میرے اور آپ کے اس خاندان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ لوگوں نے مجھے اس خاندان کا حصہ بنالیا تھا نہیں اس کو آپ لوگوں کی بلند ظرفی کہوں خود سے برتی جانے والی ہمدری یا پھر کیا کہوں مگر یہ سچ ہے کہ اس رشتے نے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں بنائی اور سب سے اہم بات اگر دل آمادہ ہو بھی جاتا دنیا کے لالچ میں آ کر ان محبتوں، ان رشتوں کو برتنے پر آمادہ ہو بھی جاتی اگر دل میں گنجائش محسوس کرتی تو......!" چائے بن گئی تھی وہ کہہ کر کپ نکال کر ٹرے میں رکھنے لگی۔

بھابی نے ازحد حیرت سے اسے دیکھا۔

"مصطفیٰ جیسا جیون ساتھی قسمت والیوں کو ملتا ہے شہوار۔" لائبہ نے ٹوکا۔

"کاش میں خود کو اتنی قسمت والی سمجھ کر فخر کرسکتی؟" اس نے استہزائیہ کہتے ٹرے سیٹ کی تھی۔

"پہلے جو بھی اختلافات تھے مگر اب تو ایک رشتہ بن گیا ہے۔" بھابی نے کہا تو وہ خاموش رہی۔ خاموشی سے کپوں میں چائے ڈالنے لگی۔

"پھر بھی میں تمہیں یہی کہوں گی کہ دریہ پر نظر رکھو ابھی اسے یہاں آئے صرف دو دن ہوئے ہیں اور اس کے لائف اسٹائل اور باتوں سے مجھے اس کے انداز بالکل اچھے نہیں لگے۔ ماں جی نے ابھی توجہ نہیں دی مگر وہ جس طرح مصطفیٰ کے گھر آتے ہی اس کے آگے پیچھے پھر رہی ہے مجھے وہ سب مناسب نہیں لگ رہا۔" شہوار کپوں میں چائے انڈیل چکی تھی مسکرا کر بھابی کو دیکھا ان کے چہرے پر تشویش تھی۔

"تو پھر کیا کروں جاکر دریہ کو منع کردوں یا مصطفیٰ کو؟" بھابی نے غصے سے گھورا۔

"کچھ نہیں کرو بس دریہ کے بجائے خود مصطفیٰ کے آگے پیچھے پھرنا شروع کردو۔" ان کی بات پر شہوار کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ناممکن بات...... آپ جانتی ہیں کہ میں یہ کبھی نہیں کرنے والی۔ میری تربیت، میری سوچ اور میری خودداری مجھے ایسا کبھی بھی نہیں کرنے دے گی اور نہ ہی میں ایسا کروں گی۔" ٹرے اٹھا کر وہ کچن سے باہر نکلی تو بھابی بھی ساتھ ہولیں۔

"میں تمہیں آگاہ کررہی ہوں ابھی سے توجہ دو ورنہ پچھتاؤ گی۔"

"مصطفیٰ کو سمجھائیں ان پر شاید آپ کی یہ نصیحتیں اثر کر جائیں مگر مجھ پر فضول میں ٹائم ضائع کررہی ہیں۔" شہوار کا انداز چھیڑنے والا تھا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک کہا تم نے مصطفیٰ اتنا کم عقل تو نہیں کہ گھاٹے کا سودا کرے۔ مگر دریہ جیسی لڑکیوں کا کچھ بھروسہ بھی نہیں۔ اس میں مجھے عادلہ بھابی کی سی فطرت دکھائی دیتی ہے۔ سو ڈرتی ہوں کہ کہیں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔" شہوار مسکرا دی۔

وہ لاؤنج میں آئی تو ماں جی، بابا صاحب اور شاہزیب تینوں ایک ہی صوفے پر تھے جبکہ سجاد بھائی اور عباس بھائی ایک

ساتھ بیٹھے ہوئے تھے دوسری طرف مصطفیٰ قالین پر بیٹھا ہوا تھا اور عقب کے صوفے پر دریہ تھی۔ جو بظاہر ٹی وی دیکھ رہی تھی مگر عباس، سجاد اور مصطفیٰ کے ساتھ باتوں میں بھی مگن تھی۔
"دیکھا کیسے وہ سب کے ساتھ باتوں میں لگی ہوئی ہے۔" بھابی نے پھر اس کے کان میں سرگوشی کی شہوار مسکرا دی۔ اس نے ٹرے سینٹرل ٹیبل پر رکھی اور سب کو کپ تھمانے لگی۔ بھابی بھی سجاد بھائی کے ساتھ آ بیٹھی تھیں۔
"تو تھینکس میں رات میں چائے نہیں پیتی۔ تم مجھے کافی بنادو پلیز۔" شہوار نے جیسے ہی مصطفیٰ کو کپ تھما کر دریہ کو تھمایا تو اس نے کہا۔
"اوکے میں بنادیتی ہوں۔" دریہ والا کپ واپس ٹرے میں رکھتے اس نے کہا تو لائبہ کو کافی ناگوار گزرا۔
"کافی ختم ہوگئی ہے تم چائے ہی پی لو۔" بھابی نے کہا تو شہوار نے انہیں دیکھا۔ لائبہ کے چہرے کے زاویے بدلے ہوئے تھے۔
"اوہ نو...... مگر میں اس وقت چائے نہیں پیتی۔" دریہ نے بڑے نخریلے انداز میں کہا۔ شہوار کے ہونٹوں پر ایک دم مسکراہٹ سمٹ آئی جسے چھپانے کو وہ ایک دم پلٹی مگر مصطفیٰ تو اپنی جانب متوجہ پا کر شپٹائی۔
"مگر مجبوری ہے پی لو آج۔ کل کافی کا انتظام کر رکھوں گی۔" بھابی کہہ رہی تھیں شہوار اپنا اور لائبہ کا کپ لیے ان کے پاس آ بیٹھی تھی۔
"کیا ضرورت تھی جھوٹ بولنے کی؟ میں کافی بنادیتی۔" اس نے کپ انہیں تھما کر دھیمے سے کہا۔
"تم اس کی ملازمہ نہیں ہو، اتنی طلب ہو رہی ہے تو خود جا کر بنالے سب چائے پی رہے ہیں تو وہ بھی چائے ہی پیئے گی۔ کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اس طرح رات گئے تم اس کی فرمائش پوری کرتی پھرو۔" بھابی کا ناراض انداز تھا وہ ہنس دی۔
"بعض اوقات بعض لوگ تلخ ہی سہی مگر حقیقت واضح کر دیتے ہیں۔ وہ اگر ملازمہ سمجھ کر حکم چلا لیتی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔"
"شہوار مجھ سے تم بری طرح سے پٹ جاؤ گی۔" بھابی نے گھورا تو وہ سر جھٹک گئی۔
"شہوار بیٹے کیا پروگرام ہے میں کل واپس جا رہا ہوں ساتھ چلو گی پھر؟" بابا صاحب نے پوچھا تو اس نے ان کو دیکھا۔
"جیسا آپ کہیں؟"
"آپ ابھی نہیں جا رہے۔ دو تین دن رکیں میں نے ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ لے رکھا ہے وہاں سے چکر لگالیں پھر میں خود چھوڑ آؤں گا۔" شاہزیب صاحب نے فوراً کہا تو وہ مسکرائے۔
"میں تو اچانک یونہی بغیر اطلاع کے چلا آیا ڈاکٹر کے پاس جانے کا کوئی فائدہ نہیں اچھا بھلا ہوں میں۔" بابا صاحب کا انداز ٹالنے والا تھا۔
"جو بھی ہے مگر آپ کو اس بار ڈاکٹر سے ضرور چیک اپ کروانا ہوگا۔" شاہزیب صاحب کا انداز دوٹوک تھا۔
"تم ناحق ضد کر رہے ہو۔"
"اگر یہ ضد ہے تو پھر آپ میری ضد کے سامنے ہتھیار کیوں نہیں ڈال دیتے۔ میں آپ کو بالکل نارمل اور صحت مند دیکھنا چاہتا ہوں۔" شاہزیب صاحب کے لہجے میں باپ کے لیے فکرمندی اور محبت تھی وہ مسکرائے۔
"جیتے رہو مگر تم جانتے ہو کہ ان ڈاکٹروں کے پاس اچھا بھلا بندہ بھی جا کر خود کو پاگل محسوس کرنے لگتا ہے۔ مجھے تو بڑا خوف آتا ہے ایسے لوگوں سے خوامخواہ ہماری سیدھی سادی باتوں کو بھی ہمارا پاگل پن سمجھنے لگتے ہیں۔" بابا صاحب نے کہا تو شہوار مسکرا دی۔

"بابا صاحب یہ سائیکاٹرسٹ ہوتے ہیں انسانی دماغ میں موجود گرہوں کو کھولنے کا کام کرتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ یہ صرف پاگلوں کا علاج کریں ہمارے جیسے بالکل نارمل لوگوں کو بھی اکثر اوقات ان ڈاکٹروں کی ضرورت پڑتی ہی جاتی ہے۔" شہوار نے کہا تو بابا صاحب مسکرائے۔
"مگر میں ان میں سے کسی کے بھی پاس نہیں جانا چاہتا میں اپنی زندگی سے مطمئن ہوں بیٹا۔"
"مگر اس خوابوں کے سلسلے کی بھی تو کوئی وجہ ہوگی نا؟" مصطفیٰ نے بھی کہا تو ان کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔
"آپ کچھ بھی کہہ لیں بابا صاحب مگر یہ طے ہے کہ اس بار آپ کو ہماری بات ماننا ہوگی۔ ہم کل آپ کو سائیکاٹرسٹ کے پاس لے کر جا رہے ہیں اور یہ فائنل ہے بس۔" شاہزیب صاحب کا انداز دوٹوک تھا انہوں نے گہرا سانس لیا۔
"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔" انہوں نے بھی گویا ہتھیار ڈال دیے۔
"میں تھک گیا ہوں چلتا ہوں اب نیند آ رہی ہے۔" بابا صاحب چائے ختم کر کے کپ شاہزیب کو تھما کر اٹھ کھڑے ہوئے تو مہرالنساء نے انہیں سہارا دیا۔
"آئیں میں آپ کو کمرے میں لے جاتا ہوں۔" کپ ٹیبل پر رکھ کر شاہزیب صاحب ان کا ہاتھ تھام کر چل دیے۔
"بابا صاحب کو کیا پرابلم ہے۔ سائیکاٹرسٹ کے پاس کیوں لے جا رہے ہیں آپ لوگ؟" دریہ نے پوچھا۔
"کیوں آپ لوگوں کو نہیں علم کہ ان کو کیا پرابلم ہے؟" لائبہ نے تیکھے انداز میں پوچھا۔
"نہیں، ہمارے ہاں کبھی اس ٹاپک پر بات ہی نہیں ہوئی۔ یہ تو ادھر آ کر علم ہو رہا ہے کہ ان کو کوئی مینٹلی پرابلم ہے۔" دریہ نے کہا۔
"ان کو کوئی مینٹلی پرابلم نہیں ہے بس کچھ خوابوں کا سلسلہ ہے جس کی وجہ سے وہ اکثر رات میں سوتے میں ڈر جاتے ہیں اور کتنے دن تک گم صم اور بیمار رہتے ہیں بس اسی لیے سائیکاٹرسٹ کے پاس لے جانے کی بات کی اور وہ جانے سے انکاری ہیں۔" شہوار کو دریہ کی مینٹلی پرابلم والی بات اچھی نہیں لگی تھی سو اس نے فوراً کہا۔
"اوہ......" دریہ نے ہونٹ سکیڑے۔
"چلو خواب ہی سہی مگر ہے تو یہ بھی مینٹلی پرابلم ہی۔"
"اللہ نہ کرے کہ بابا صاحب کو کوئی ذہنی مسئلہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے ماضی کا کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ ہو جس نے انہیں الجھا کر رکھ دیا ہو اور وقت کے ساتھ ساتھ وہ اذیت بڑھتی چلی گئی ہو۔" شہوار نے کہا تو دریہ نے کندھے اچکا دیے۔
"مے بی۔"
"مگر جو بھی پس منظر ہے مجھے لگتا ہے کہ بابا صاحب ان سے اچھی طرح واقف ہیں اور ہم میں سے کسی سے ذکر نہیں کرتے مگر اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ واقعات خوابوں کا سلسلہ اختیار کرتے ان کے لاشعور میں اب بھی زندہ ہیں۔" عباس بھائی نے بھی پرسوچ انداز اختیار کیا تو لائبہ بھابی نے سر ہلا دیا۔
"ہاں...... مجھے بھی یہی لگتا ہے مگر جب بھی بابا صاحب سے ذکر کیا جائے تو ٹال جاتے ہیں کسی سے دل کی بات کرتے بھی تو نہیں۔"
"ہوں۔" ماں جی نے بھی سر ہلایا۔
"اچھا اس ٹاپک کو اب یہیں رہنے دو۔ کوئی ضرورت نہیں اس پر بحث کرنے کی۔ کل تمہارے والد لے کر تو جا رہے ہیں سائیکاٹرسٹ کے پاس اللہ کرے کہ کوئی مثبت پہلو ہی نکلے۔" ماں جی نے کہا تو سبھی نے سر ہلا دیا۔
"شہوار بیٹے شادی میں پھر خوب انجوائے کیا تم نے؟"

"جی۔" اس نے کہا تو مصطفیٰ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ سی گرین لباس میں ہلکے پھلکے میک اپ میں سر پر سوٹ کے ہم رنگ دوپٹا ڈالے وہ اچھی خاصی جاذب نظر لگ رہی تھی۔

"سبھی بہت اچھے تھے انا کی والدہ بہت ہی نائس خاتون ہیں وہاں قطعی اجنبیت کا احساس نہ ہوا۔ پھر انا ہر پل ساتھ رہی تھی۔ اس طرح پہلی بار شادی اٹینڈ کرنے کا موقع ملا تو وہ کافی اچھا بھی لگا۔" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ مصطفیٰ نے محسوس کیا کہ اس کا انداز بہت پر اعتماد تھا۔

"ہاں مجھے بھی بارات والے دن وہ لوگ بہت اچھے لگے تھے مگر تمہارے ان کے ہاں رک جانے پر مجھے کچھ پریشانی بھی تھی بار بار مصطفیٰ کو بھی کہہ رہی تھی مگر ولید کو یہ اچھی طرح جانتا تھا ہر بار تسلی دی اور جب مجھ سے رہا نہ گیا تو لائبہ کو کہہ کر فون کروایا۔" ماں جی کی محبت پر وہ ہنس دی۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ ان کے ساتھ گزرا وقت بہت اچھا تھا۔ سب ہی بہت اچھے تھے۔ ولید اور احسن بھائی دونوں ہی بہت سلجھے ہوئے ہیں ان کے والد صاحب سے تو کم ہی سامنا ہوا مگر یقیناً وہ لوگ بھی اچھے ہی ہوں گے۔"

"روشانے تو دلہن بنی بہت پیاری لگ رہی تھی یقیناً آج بھی اچھی لگ رہی ہوگی۔" لائبہ بھابی نے پوچھا۔

"ہاں میں نے موبائل میں کافی ساری تصاویر کھینچی تھیں موبائل بیگ میں ہے صبح دکھاؤں گی۔"

"تمہاری والدہ سے میں نے بھی تمہاری اور مصطفیٰ کی رخصتی کی بات کی ہے دیکھیں کب تک ہمیں مثبت جواب ملتا ہے۔" ماں جی نے مسکرا کر کہا تو شہوار کا مسکراتا چہرہ ایک دم بجھا۔

"نکاح ہو چکا ہے اب اس کو لٹکانا کیا؟ ویسے بھی میں شروع سے ہی تمہاری شادی کے حق میں تھی مگر پھر تمہاری پڑھائی کا بھی سوچنا پڑا۔" شہوار ایک دم سنجیدہ ہوگئی تھی۔

اس کی ماں سے بات ہوئی تھی انہوں نے ایسی کسی بات کا ذکر نہیں کیا تھا وہ جو ابھی تک اس نکاح کو قبول نہیں کر پا رہی تھی ایک دم اس رخصتی کو کیسے قبول کر لیتی وہ ایک دم اٹھی تھی۔

"میں چینج کر لوں۔ پھر نماز بھی پڑھنی ہے۔" وہ تیزی سے کہہ کر وہاں سے نکلی تھی۔

"شہوار کا رویہ رخصتی کا سن کر کچھ عجیب سا نہیں ہوگیا۔" دریہ جو اسے ہی دیکھ رہی تھی اچھی طرح نوٹ کرتے اس نے پوچھا تھا۔

"جی نہیں جناب وہ ایک مشرقی لڑکی ہے اور مشرقی لڑکیاں سب کے سامنے اپنی شادی بیاہ کی بات پر اسی طرح ری ایکٹ کرتی ہیں۔ تم نے تو ساری زندگی باہر کے ملک میں گزاری ہے تم کیا جانو کہ مشرقی لڑکیاں کیسی ہوتی ہیں۔" لائبہ بھابی نے مسکرا کر کہا تھا انہیں دریہ کے الفاظ پسند نہیں آئے تھے۔ دریہ کے چہرے کے اعصاب کشیدہ ہوئے۔

"میں نے بھلے ساری زندگی باہر گزاری ہے مگر چہرہ پڑھنے کا فن مجھے بھی آتا ہے۔"

"ارے تم دونوں کس بحث میں الجھ گئی ہو۔ مصطفیٰ تم بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے رخصتی کے بارے میں۔" ماں جی نے فوراً بات پلٹی۔ لائبہ دریہ کو دیکھ کر استہزائیہ مسکرائی تھی۔ نجانے کیوں انہیں اپنی یہ ماموں زاد قطعی پسند نہیں تھی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے شہوار ابھی پڑھ رہی ہے۔ اتنے ٹف شیڈول میں میرڈ لائف کو بھی دیکھنا وہ مینج کر لے گی۔" وہ سنجیدہ تھا۔ ماں جی ہنس دیں۔

"جب رخصتی ہوگی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ ابھی اس ٹاپک کو رہنے دیں بعد میں بات ہوگی۔" مصطفیٰ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہیں یہ کیا، پہلے تمہاری زوجہ محترمہ منظر سے غائب ہوئی ہیں اب تم بھاگ رہے ہو۔" اسے بھاگتے دیکھ کر سجاد بھائی نے کہا اور پھر بازو پکڑ کے کر اسے بٹھا لیا۔

"بیٹھو آرام سے ماں جی آپ بتائیں کب شادی کر رہی ہیں پھر اس کی۔" مصطفیٰ نے سجاد کو گھورا مگر اس نے توجہ نہیں دی۔

"جس طرح ان دونوں کے رویے ہیں میرا تو بس چلے کہ کل کے بجائے آج ہی رخصتی کروا ڈالوں۔ مصطفیٰ صاف صاف بتاؤ شہوار کے ساتھ کیا جھگڑا ہے تمہارا۔" ماں جی ایک دم سنجیدہ ہوئی تھیں۔ مصطفیٰ نے حیران ہو کر انہیں دیکھا۔

"میرا تو کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔" مصطفیٰ نے ناراضی سے کہا۔

"میں کسی کی نہیں تمہاری بیوی کی بات کر رہی ہوں۔"

"اسے بلوا لیں اور خود ہی پوچھ لیں میرا تو کوئی جھگڑا نہیں۔"

"اسے بھی میں پوچھ لوں گی بلکہ اچھی طرح خبر لوں گی زندگی کوئی بچوں کا کھیل ہے میں سب سے بات کر چکی ہوں اور جس طرح کے تم لوگوں کے رویے ہیں اب نکاح کے بعد رخصتی ہو جانا ہی بہتر ہے۔" ماں جی کا انداز بہت سنجیدہ تھا۔

"مگر میں ابھی ایسا کوئی بھی دردسر قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں اور میرا خیال ہے کہ وہ بھی تیار نہیں ہوگی۔" مصطفیٰ بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"اور پلیز اس ٹاپک کو ابھی مت چھیڑیں۔ آپ لوگوں کا جو بھی ارادہ ہے فی الحال اس کو ملتوی ہی سمجھیں۔ میں ابھی رخصتی کے جھنجٹ میں پڑنے کو تیار نہیں ہوں۔" مصطفیٰ کہہ کر پھر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ماں جی نے بغور دیکھا۔

"وجہ بتا دو تو زیادہ بہتر ہے تاکہ جب تمہارے والد صاحب کو انکار بتاؤں تو تمہارے انکار کی وجہ بھی ان کے علم میں ضرور ہونی چاہیے۔" ان کا لب ولہجہ کافی سنجیدہ تھا مصطفیٰ نے ایک نظر سب کو دیکھا اور پھر دریہ کو۔ وہ بڑی توجہ سے سب کچھ سن رہی تھی۔ اس کے سامنے اتنی پرسنل گفتگو ہونا مصطفیٰ کو کافی عجیب لگ رہا تھا۔

"اس وقت تو تھکن ہو رہی ہے پھر کبھی اس پر بات کر لیجیے گا میں کہیں بھاگا نہیں جا رہا اور نہ ہی کسی بھی رشتے سے انکاری ہوں۔ فی الحال تو جانے دیں۔" وہ کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔

"کیا مصطفیٰ اس رشتے پر راضی نہ تھا؟" دریہ ساری گفتگو سے یہی سمجھ پائی تھی اس نے پوچھا تو لائبہ کو برا لگا۔

"اللہ نہ کرے وہ تو بہت خوش تھا بس شہوار کی پڑھائی کو لے کر ابھی رخصتی پر راضی نہیں ہو رہا۔"

"مگر شہوار کے تیور بھی کچھ اچھے نہیں تھے۔ مجھے تو وہ بھی اس رشتے سے خوش نہیں لگی۔" دریہ کا انداز کھوج لگانے والا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔" بھابی نے ضبط سے کہا تو مہر النساء خاتون اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں نے بھی بہت اچھی طرح سوچ لیا ہے اب جلد از جلد رخصتی کروا لینی ہے تابندہ سے بات کر چکی ہوں رہ گئے مصطفیٰ اور شہوار جب تک تاریخ طے ہوگی تو خود ہی مان جائیں گے۔" ماں جی کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی تھیں۔ دریہ نے انہیں وہاں سے جاتے بغور دیکھا تھا۔

❀......◉......❀

میرج ہال سے واپسی پر سبھی تھکے ہوئے تھے مگر اپنے کمروں میں جانے کے بجائے سبھی لاؤنج میں آ بیٹھے تھے صغراں سب کو چائے بنا کر دے رہی تھی روشانے بھی لباس بدل کر انا کے ساتھ لاؤنج میں ہی آ گئی تھی۔

"شکر ہے اللہ کا سب کچھ خیر خیریت سے ہوگیا۔" ماموں کی کسی بات پر صبوحی بیگم نے کہا تھا۔ انا ماموں کے ساتھ آ بیٹھی تھی اور اس کے ساتھ روشی۔

"تو اور کیا، ایک عرصہ باہر گزار کر آنے کے بعد یہاں کے طور طریقوں کو جیسے بھول ہی گیا تھا میں۔ بس یہی فکر تھی کہ

کوئی کمی نہ رہ جائے۔" چائے پیتے ضیاء ماموں نے بھی کہا جو ساتھ والے صوفے پر براجمان تھے۔

"ماما سارے فنکشن میں چند ایک دور پرے کے رشتہ داروں کے علاوہ نزدیکی کوئی بھی رشتہ دار انوائٹ نہیں تھا بس دوست احباب ہی اکٹھے تھے۔ کیا واقعی کوئی ہمارا نزدیکی رشتہ دار موجود نہیں ہے۔" انا نے جو بات سارے فنکشن میں شدت سے محسوس کی تھی اس نے کہہ ڈالی تھی۔ ضیاء صاحب نے ایک دم چونک کر اسے دیکھا۔ وہ صبوحی کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی جبکہ باقی لوگ متوجہ نہیں تھے۔

"تمہیں اتنی بار رشتہ داروں کے متعلق تفصیل سے بتا تو چکی ہوں اب مزید کیا کہوں، جن کو انوائٹ کیا تھا وہ لوگ آ گئے تھے اور جو چند ایک اس شہر میں موجود تھے وہ نہیں آئے اور دور کے شہروں میں رہنے والوں کو ہم نے بلایا ہی نہیں۔" ماما نے کچھ اکتا کر کہا تو ان کی آواز دھیمی تھی۔

"کیوں آپ انوائٹ کرتے ایسے ہی مواقع ہوتے ہیں اپنے رشتہ داروں سے متعارف ہونے کے۔ مجھے تو بڑا شوق ہے کہ میرے بھی یہ ڈھیر سارے رشتہ دار ہوتے مصطفیٰ بھائی لوگوں کی بہت بڑی فیملی ہے۔ ان کے نکاح پر اتنی رونق تھی کہ حد نہیں اور ایک ہمارے ہاں رونق تو تھی مگر پرائے لوگوں سے۔ اپنا تو کوئی بھی نہیں تھا کہ جس سے اپنائیت کا احساس ہوتا۔" انا نے کہا تو صبوحی نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ اکثر انا کے ان بے موقع سوال و جواب سے اکتا جاتی تھیں۔

"اب تمہارے کہنے پر ڈھیر سارے رشتہ دار ڈھونڈ کر لانے سے تو رہی اور جو ہیں ان ہی پر گزارا کرو۔ ہر وقت مجھ سے ایسے بے موقع سوال کر کے مجھے پریشان مت کیا کرو۔" ماما نے کچھ تخی سے کہا تو سبھی نے چونک کر ان دونوں کو دیکھا۔

"کیا ہوا؟" ولید اور احسن قدرے فاصلے پر اپنی ہی باتوں میں مصروف تھے دونوں نے دیکھا انا کا منہ بن گیا تھا احسن نے ماں سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ہوا؟"

"بچی ہے اس کے ذہن میں ایسے سوال تو آئیں گے ہی نا۔ تم آرام سے سمجھا دو۔" ماموں نے دھیمے سے کہا تو صبوحی نے لب دانت تلے دبا لیے۔

"ولید، مصطفیٰ کے والد فنکشن میں شامل نہیں ہوئے کیا؟" ماموں نے موضوع بدلا۔

"نہیں وہ کافی بزی تھے۔ باقی لوگ بھی آئے تھے دونوں دن۔"

"ہوں...... کافی سلجھی ہوئی فیملی ہے ان کی۔ دونوں بھائی ملے تھے اور اس کے دادا بھی۔" انہوں نے کہا تو ولید مسکرا دیا۔

"ہوں...... اس کے دادا بھی کافی انسپائر کرنے والی شخصیت رکھتے ہیں مجھ سے بھی کافی اچھے انداز میں ملے تھے۔" احسن بھائی نے بھی کہا۔

"مجھے تو بہت اُلجھے اُلجھے سے لگے تھے۔ ہر ایک کو چونک چونک کر دیکھتے رہے تھے۔" وقار صاحب نے بھی اظہار خیال کیا تو ضیاء صاحب چونکے۔

"وہ شاید بیمار ہیں۔ مصطفیٰ کے والد صاحب نے یہاں بلوالیا تھا اور مصطفیٰ اور اس کے بھائی آتے ہوئے انہیں بھی ساتھ لے آئے تھے میرے ساتھ تو کافی اچھے انداز میں ملے تھے۔" ولید نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں تمہاری شخصیت کا تیر جوان پر چل گیا ہے یاد ہے وہ مصطفیٰ کے نکاح پر ہونے والی ملاقات۔" احسن نے ہنس کر کہا تو ولید بھی ہنس دیا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں انہیں اچھے لوگوں کی پہچان ہے ورنہ تم بھی تو وہیں تھے۔" ولید نے چھیڑا تو احسن نے مصنوعی

غصے سے اسے گھورا۔

وہ لوگ بات کو مزاح کے رخ پر لے گئے تھے ضیاء صاحب نے گہرا سانس لیا۔ جب سے انہوں نے مصطفیٰ کے داوا کو دیکھا تھا ان کے اندر ایک عجیب سی ان کہی سی بے چینی تھی جسے وہ کوئی نام نہیں دے سکے تھے۔ اب بھی بے چین ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بہت تھکن ہوگئی ہے چلتا ہوں۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

"کل کا کیا شیڈول ہے؟" وقار صاحب نے بیگم سے پوچھا۔

"اہم فنکشنز تو نبٹ گئے اب باقی کا کیا سوال؟"

"بچوں سے پوچھ لو گھومنے پھرنے کہاں جانے کا ارادہ ہے؟" وقار صاحب نے روشانے کو دیکھ کر کہا تو وہ مسکرادی۔

"یہ تو ان دونوں نے ہی ڈیسائیڈ کرنا ہے ان ہی سے پوچھیں۔" ماما نے محبت سے روشانے کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ شرمیلی مسکراہٹ لیے سر جھکا گئی۔

احسن اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ نیا نیا رشتہ سب کے سامنے آتے ہوئے بھی وہ گھبرا رہی تھی مگر انا زبردستی اسے یہاں لے آئی تھی۔

"بھئی مجھے تو شمالی علاقہ جات دیکھنے جانا ہے۔ روشی نے پاکستان آنے کے بعد بھلا کہاں کوئی ایسی جگہ دیکھی ہے۔ کیوں روشی؟" احسن نے فوراً کہا تو وہ جھینپ گئی۔

"چلو ٹھیک ہے پھر تم دونوں مل کر ڈیسائیڈ کرلو پھر گھوم آؤ بعد میں کاروبار میں لگ گئے تو پھر وقت نہیں ملنا۔" وقار صاحب بھی کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ احسن نے سر ہلایا۔ وہ وہاں سے گئے تو ماما بھی ان کے پیچھے چلی گئی۔

"ماما کس بات پر ڈانٹ رہی تھیں۔" انا کی خاموشی اور سنجیدگی محسوس کرتے احسن نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے اکتا کر کہا اور ریموٹ اٹھا کر ٹی وی پر چینل سرچ کرنے لگی۔ احسن نے سوالیہ نظروں سے روشی کو دیکھا۔

"یہ فنکشن میں رشتہ داروں کی غیر موجودگی کی بات کررہی تھی جس پر پھپو نے ڈانٹ دیا۔" روشی نے دھیمے سے کہا۔

"اوہ اچھا۔" احسن قدرے پرسکون ہوا وہ رشتہ داروں سے متعلق انا کے سوال وجواب سے باخبر تھا سو مطمئن ہوگیا تھا۔

ولید نے انا کو دیکھا وہ چینل پر چینل بدل رہی تھی پاؤں اضطراری انداز میں مسلسل ہل رہا تھا اور لب بھینچ رکھے تھے۔ وہ اسے دن بدن چڑچڑی اور تلخ ہوتی محسوس ہورہی تھی۔

"کیا یہ ایسی صرف میری وجہ سے ہورہی ہے۔" ولید کے اندر اس سوال نے سر اٹھایا تو وہ سر جھٹکتے اٹھ کھڑا ہوا تبھی اس کا موبائل بجنے لگا۔

"بیٹھو یار کہاں چل دیے۔" احسن نے کہا تو ولید نے پاکٹ سے موبائل نکال کر دیکھا جانا پہچانا نمبر تھا۔ اس نے کال کاٹ دی۔

"تھکن ہورہی ہے کل سے واپس پرانی روٹین پر آ جانا ہے۔ تم تو لیو پر ہوں گے مجھے ہی اب سب دیکھنا ہے۔" ولید نے کہا تو اس کا موبائل پھر بجنے لگا تو انا نے ولید کو دیکھا جو ہاتھ میں پکڑے موبائل کو دیکھ رہا تھا۔

"کس کی کال ہے؟" احسن نے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس ایک دوست ہے۔"

"تو سن لو۔" احسن نے کہا تو ولید سر ہلاتا یس کا بٹن دبا کر موبائل کان سے لگائے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ انا اسے بغور

دیکھ رہی تھی۔

"ہیلو۔"

"سوری میں فیملی کے ساتھ بزی تھا۔" وہ کہہ رہا تھا اس کے بعد وہ باہر نکل آیا تھا انا نے ٹی وی کی طرف دیکھا۔ وہاں کوئی ٹاک شو چل رہا تھا۔

وہ خالی الذہنی کیفیت لیے اسے دیکھنے لگی۔

"کس کی کال ہوسکتی ہے؟" اس کا ذہن الجھنے لگا۔

"کیتھی کی یا کسی اور کی؟" اس کی سوچ بھٹکنے لگی۔ دل ایک دم ہر چیز سے اچاٹ ہوا تو اس نے ٹی وی بند کر کے ریموٹ صوفے پر ڈال دیا۔

"آپ بیٹھیں میں چلتی ہوں اور روشی کسی چیز کی ضرورت ہو تو کہہ دینا میں بھیج دوں گی۔" اٹھتے ہوئے اس نے کہا تو روشی مسکرائی۔

وہ کمرے میں جانے کی بجائے باہر اندرونی دروازہ کھول کر لان کی طرف آ گئی۔ وہ وہاں سیڑھیوں پر بیٹھی تو چونک گئی۔ اپنے کمرے کے ٹیرس پر ٹہلتا ولید فون پر ابھی بھی بات کر رہا تھا کمرے کی روشنی ٹیرس پر پڑ رہی تھی اور سیڑھیوں سے ٹیرس کا فاصلہ بہت زیادہ نہ تھا اس کی آواز (اگرچہ کچھ تو جدیتی تو) صاف سنائی دے رہی تھی۔

"میری فیملی کنزرویٹو نہیں ہے، ہم ایک عرصہ باہر گزار کر آئے ہیں تو پھپو کی فیملی کے ساتھ ہی اب رہ رہے ہیں اور روشی کی شادی بھی پھپو کے بیٹے سے کی ہے۔ ہمارے بابا نے بے شک ایک عرصہ باہر گزارا ہے مگر وہ اندر سے وہی ٹپیکل پاکستانی ہیں اور ہم لوگوں کی تربیت بھی اسی ماحول میں ہوئی ہے۔" ولید نجانے کس سے کہہ رہا تھا اس نے بغور سبھی کچھ سنا تھا۔

"ارے وہ، اچھا انا کی بات کررہی ہو؟" اگلے الفاظ پر وہ چونک اٹھی۔

"وہ میری پھپو کی بیٹی ہے میڈیکل کی اسٹوڈنٹ۔"

نجانے کون تھی؟ کسے بتا رہا تھا وہ اس کے اندر کی بے چینی بڑھنے لگی تھی۔

"نہیں تمہارے حوالے سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔ اصل میں سبھی بہت بزی رہے ہیں تو کسی نے بطور خاص ذکر نہیں کیا۔ ویسے بھی تمہیں میں نے انوائٹ کیا تھا تم میری گیسٹ تھیں اور سب نے تمہیں گیسٹ کے طور پر ہی ٹریٹ کیا تھا۔" ولید کے الفاظ پر انا نے ایک گہرا سانس لیا۔ اسے بارات والے دن ولید کے ساتھ کھڑی وہ لڑکی شدت سے یاد آئی۔ وہ کچھ دیر ہی ہال میں رکی تھی شاید ایک گھنٹہ اور پھر ولید سے مل کر اور روشی کو دیکھ کر چلی گئی تھی۔ وہ جب واپس گئی تھی تب روشی اسٹیج پر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ خود شہوار کے ساتھ برائیڈل روم میں تھی۔ بعد میں ماما نے ہی اسے بتایا تھا کہ کاشفہ نامی لڑکی ولید اور روشی سے مل کر واپس چلی گئی ہے تب اس نے بے اختیار پرسکون سانس لیا تھا اور اب...... اسے لگا اس کے اندر جذبات کے گہرے طوفان نے سر اٹھالیا ہے۔

"ولید کا اس لڑکی سے بھلا کیا تعلق ہوسکتا ہے؟" اس کی سوچیں بھٹکنے لگیں۔

"اس کا ایکسیڈنٹ ہوا ولید نے اس کی مدد کی بس سلسلہ ختم تو پھر یہ دوستی اس قدر کیسے بڑھ گئی کہ نہ صرف وہ فنکشن میں انوائٹ تھی بلکہ اس وقت وہ ولید سے رات کے اس پہر موبائل پر بات بھی کررہی تھی۔" انا نے دیکھا ولید ٹہلتے ٹہلتے کمرے میں واپس چلا گیا تھا۔ انا کے اندر حبس ایک دم بڑھنے لگا تو اس کا جی چاہا کہ وہ شدت سے پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ اس نے خود پر ضبط کرتے مٹھیاں بھینچ لیں تبھی وہ بائیں ہاتھ کی انگلی میں موجود رنگ میں الجھی۔ اس کے اندر کی

جذباتیت بڑھنے لگی۔

"ولید یہ رشتہ میری مجبوری مت بنانا' میں اپنے جذبوں سے ہار کر تمہارا نام اپنے مقدر میں لکھوانے کے جنوں میں ہوں۔ اگر کبھی تم نے دامن چھڑا لیا تو میں جیتے جی مر جاؤں گی۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ میں اپنے جذبوں کے سامنے بالکل بے بس ہو چکی ہوں ورنہ پتا یوں اس طرح نظر انداز کیا جانا کوئی بھی لڑکی برداشت نہ کر پاتی۔" وہ گھٹنوں میں سر رکھ کر شدت سے سسک اٹھی تھی۔

❀ ...... ◉ ...... ❀
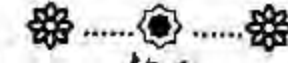
وہ شاہزیب کے آفس سے نکل کر اوپر اپنے کیبن میں آ کر بیٹھی تو اس کا موبائل بجنے لگا۔ انجان نمبر تھا' اس نے کال پک کرلی۔

"ہیلو......" دوسری طرف کوئی خاتون تھیں۔

"جی کون؟"

"رابعہ بول رہی ہو؟"

"جی بول رہی ہوں مگر آپ؟"

"میں عادلہ بات کر رہی ہوں۔" ایک لمحے کو تو رابعہ خاموش ہوگئی تھی۔ عادلہ کل اس سے اس کا موبائل نمبر لے کر واپس گئی تھی۔ وہ اس کے آنسوؤں کو دیکھتی تو اسے لگتا تھا کہ یہ لوگ غلط ہیں مگر یہاں کام کرتے ان کے رویوں کو دیکھتی تو اسے یہ لوگ کہیں سے بھی ظالم نہیں لگ رہے تھے۔

"کیسی ہو' کیا کر رہی تھی؟" عادلہ نے بے تکلفی سے پوچھا۔

"میں آفس میں ہوں اور ظاہر ہے کام ہی کر رہی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا ایک بات تو بتاؤ عباس کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟" عادلہ نے پوچھا۔

"ویسا ہی ہے جیسا باس کا اپنے ایمپلائر کے ساتھ ہوتا ہے۔" رابعہ نے الجھ کر کہا۔

کل تو وہ اس کے آنسوؤں سے نرم پڑ گئی تھی مگر یہاں آ کر صبح سے وہ شدید ذہنی ٹینشن کا شکار ہو رہی تھی۔ ایک پل کو جی چاہا کہ ہادیہ سے بات کرلے۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ کس کی بات پر یقین کرے' عادلہ کی یا ہادیہ کی۔

"تم عباس کی ظاہری شخصیت پر مت جانا' میں اس کے ساتھ وقت گزار کر آئی ہوں اور میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ خواتین کے معاملے میں کس قدر گھٹیا سوچ کا مالک ہے۔" عادلہ مزید کہہ رہی تھی وہ چونک گئی۔

"مطلب؟"

"تم سے میں نے ایک دو بار بدتمیزی کی اور پھر مجھے اس بات کا گلٹ رہا کہ ناحق میں نے تمہاری دل شکنی کی ہے سو تم سے معافی مانگنے تمہارے گھر چلی آئی۔ اب تم مجھے بہت اچھی لگی ہو' معصوم سی۔ اسی لیے تمہارے بھلے کے لیے تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ عباس اچھا انسان نہیں ہے وہ اوپر سے جو نظر آتا ہے ایسا کچھ بھی نہیں سو اس کے آفس میں آتے جاتے اس سے بات کرتے کیئرفل رہنا۔ وہ قطعی قابل بھروسہ انسان نہیں ہے۔" عادلہ کے الفاظ پر وہ ایک دم شاکڈ رہ گئی۔

"آپ کیا کہہ رہی ہیں' میں اتنے دنوں سے ان لوگوں کے ساتھ ہوں' میں نے ان لوگوں میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔ مجھے تو یہ لوگ عورت کو بہت زیادہ عزت دینے والے ہی لگے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"سب دکھاوا ہے' ابھی تم نئی ہو' چند دن گزر جانے دو وہ شخص اپنی اصلیت پر آ جائے گا۔ میرے کہنے پر عمل کرو گی تو فائدے میں رہو گی۔" عادلہ نے کہا تو وہ گم صم ہوگئی۔

"اگر ایسی بات ہے تو میں یہ جاب ہی چھوڑ دوں گی۔" اس نے ایک دم کہا تو دوسری طرف موجود عادلہ فوراً گھبرا گئی تھی۔

"ارے...... ایسا مت کرنا۔ بس تم ذرا دھیان سے رہنا' ڈرنے ورنے کی کوئی ضرورت نہیں' میں تمہارے ساتھ ہوں بس تم اس کی ہر بات مجھے بتانا۔ پھر دیکھنا کیسا سیدھا کروں گی اسے۔" عادلہ نے کہا تو وہ خاموش ہوگئی۔

"آپ بھلا کیا کریں گی' بقول آپ کے آپ کا بیٹا انہوں نے چھین کر گھر سے نکال دیا ہے اور طلاق تک دینے کو تیار نہیں بھائی آپ کا جیل میں ہے۔" رابعہ نے قدرے ٹھہر کر کہا۔

"میں صرف اپنے باپ کی وجہ سے خاموش ہوں ورنہ مجھ میں اتنی صلاحیت موجود ہے کہ اسے بتا سکوں میں کس حد تک جا سکتی ہوں۔" عادلہ کا انداز ایک دم زہریلا ہوگیا تھا۔

"مجھے آپ کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی' سچی بات تو یہ ہے کہ عباس صاحب کے متعلق یہ بات ماننے کو دل آمادہ ہی نہیں ہو رہا۔ خیر پھر بات ہوگی میں ابھی مصروف ہوں۔" ایک دم عادلہ کے رویوں سے اکتا اس نے کال کاٹ دی۔

رابعہ نے سر تھام لیا۔ وہ عادلہ کی باتوں پر یقین کرنے پر آمادہ نہ تھی مگر اس کے اندر بے چینی پیدا ہونے لگی تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی عادلہ کی تمام باتوں کو سوچنے لگی۔ کرنے کو بہت سارا کام تھا وہ کام کرتے ہوئے بھی الجھ رہی تبھی کچھ دیر بعد اس کا انٹرکام بج اٹھا۔

"مس رابعہ! آصف گروپ والوں کی فائل لے کر آئیں۔" عباس نے کہہ کر انٹرکام رکھ دیا تو وہ اپنی جگہ ساکت سی ہوگئی۔

"کیا کروں' جاؤں کہ نہیں؟" وہ شش و پنج میں پڑ گئی۔ کچھ پل سوچنے کے بعد اس نے حوصلہ کیا۔ وہ فائل لے کر ان کے روم میں آ گئی' عباس لیپ ٹاپ پر بزی تھا۔

"بیٹھیں۔" اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ رابعہ نے نفی میں سر ہلا کر فائل اس کی طرف بڑھائی۔

"یہ فائل لے لیں۔" عباس نے فائل تھام لی۔

"آپ بیٹھیں' مجھے اس فائل پر کچھ پوائنٹس کے سلسلے میں ڈسکس کرنا ہے۔" عباس نے کہا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کرسی پر ٹک گئی۔ انداز ایسا تھا کہ گویا ابھی بھاگ جائے گی۔

"آصف گروپ کے ساتھ جو اس ویک میں ڈیل ہوئی تھی اس کے پیپرز اٹیچ ہیں اس میں۔" فائل کھول کر دیکھتے ہوئے عباس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جی سر۔" اس نے سر ہلایا۔

"گڈ۔" عباس سر ہلاتے چند اور پیپرز بھی دیکھے۔

"اوکے یہ دونوں فائلز اپنے سامنے اوپن کرلیں میں کچھ پوائنٹس ادھر سے دہراؤں گا آپ نوٹ کرتی جائیں' دونوں فائلز میں سے جس میں بھی فگرز کی اغلاط ہیں ان کو انڈر لائن کرتی جائیں۔" اپنے پاس رکھی دوسری فائل اٹھا کر اسے تھمائی تو اس نے لب دانتوں تلے دبا لیے تھے۔ اس نے دونوں فائلز اپنے سامنے کھول لی تھیں جبکہ عباس نے لیپ ٹاپ سامنے کرلیا تھا۔ اور وہ خالی الذہنی کیفیت لیے بس فائلز کو گھور رہی تھی جبکہ دل و دماغ میں عادلہ کے الفاظ گونج رہے تھے۔

"کیا بات ہے آپ نوٹ نہیں کر رہیں۔" اسی طرح خاموش دیکھ کر عباس نے ٹوکا تو اس نے فوراً عباس کو دیکھا۔

"اس فائل میں یہ پوائنٹس نوٹ کریں۔" عباس نے اس کے سامنے رکھی فائل پر انگلی رکھ کر کہا' وہ قدرے ٹیبل پر آگے کی طرف جھک آیا تھا۔

رابعہ نے عباس کے صاف ستھرے ہاتھ کو دیکھا اس نے کف فولڈ کیے ہوئے تھے وہ اچھا خاصا ہینڈسم انسان تھا کہیں سے بھی شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ نہیں لگتا تھا۔

"کیا بات ہے آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" اسے اسی طرح خاموش دیکھ کر عباس نے پوچھا تو اس نے فوراً سر اٹھا کر عباس کو دیکھا وہ مکمل طور پر متوجہ تھا۔

"جی سر۔" اس نے خود کو سنبھالنا چاہا۔ عباس نے اسے بغور دیکھا اس کے چہرے سے ہوائیاں اڑتی محسوس ہوئی تھیں۔

"مگر آپ کے چہرے سے تو نہیں لگ رہا۔"

"بس وہ سر میں درد ہو رہا تھا تو......" اسے بروقت بہانہ سوجھا تو عباس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"او کے ٹھیک ہے آپ جائیں اور باہر سے کسی ورکر کو بھیج دیں مجھے ان فائلز کو آج کی تاریخ میں ری چیک کر کے فائل کرنا ہے۔" عباس نے کہا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اگر زیادہ طبیعت خراب ہے تو آپ گھر جا سکتی ہیں۔" عباس نے مزید کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"اٹس او کے سر! میں ٹھیک ہوں۔"

"او کے جیسے آپ کی مرضی۔" عباس نے کندھے اچکائے تو وہ تیزی سے وہاں سے نکل آئی تھی۔ اپنی چیئر پر آ کر بیٹھی تو دل ٹھکانے آنے لگا۔

"کیا مصیبت ہے؟ اچھی بھلی میں یہاں سیٹ ہو رہی تھی اور اب اس عورت نے یہ ٹینشن پال دی ہے نجانے کون سچ ہے اور کون جھوٹ؟ اگر عباس صاحب کرداری لحاظ سے ایسے ہی کرپٹ انسان ہوتے تو کم از کم کوئی اور ورکر تو ذکر کرتا۔" وہ سوچ سوچ کر الجھنے لگی تھی۔

❁......◉......❁
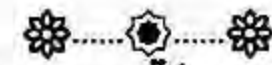
وہ کسی کام سے کہیں آیا ہوا تھا جب امجد خان کی کال آئی تھی اس نے ریسیو کی تو وہ سلام دعا کے بعد بتانے لگا۔

"سر یہ ایاز کی ضمانت کے آرڈر آ گئے ہیں اس کے والد اس وقت میرے پاس دفتر میں موجود ہیں آپ بتائیں کیا کروں۔" امجد پوچھ رہا تھا مصطفیٰ ایک پل کو خاموش ہو گیا۔

"تو آخر کار انہوں نے ضمانت کروالی۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"بابا کو بتایا؟" اس نے مزید پوچھا۔

"جی سر! ابھی ان کو بھی کال کی تھی۔"

"پھر؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"وہ کہہ رہے ہیں کہ جانے دوں۔ سر میں مزید ان کو نہیں روک سکتا ضمانت کے تمام پیپرز لے کر یہ لوگ آئے ہیں۔"

"ہوں۔" مصطفیٰ نے ہنکارا بھرا۔

"تو پھر جانے دو پیپرز کلیئر کروالو۔ باقی کیا کرنا ہے بعد میں سوچیں گے۔"

"او کے سر۔" امجد نے کال بند کر دی تھی۔ مصطفیٰ نے کچھ دیر سوچا اور پھر شاہزیب صاحب کو کال ملائی تھی۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام۔"

"آپ کدھر ہیں؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"میں بابا صاحب کو لے کر ڈاکٹر کے پاس آیا ہوا ہوں بابا صاحب ڈاکٹر کے پاس ہیں اور میں ویٹنگ روم میں ہوں۔"

"ہوں امجد نے آپ کو کال کی۔" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"ہاں ابھی کال کی تھی بتا رہا تھا کہ ایاز کی ضمانت ہو گئی ہے اس کا باپ اور وکیل کاغذات لے کر اس کو لینے آئے تھے۔"

"اس کی ضمانت کیسے ہو گئی جبکہ آپ نے خود کہا تھا کہ آپ ضمانت نہیں ہونے دیں گے۔" مصطفیٰ کا انداز ایک دم تیز ہوا تھا۔

"بعض اوقات تعلقات سے زیادہ پیسہ کام کر جاتا ہے تم ٹینشن مت لو۔ اس کی صرف ضمانت ہوئی ہے ہم اس پر مکمل نگاہ رکھیں گے اس کی تمام سرگرمیوں کا ریکارڈ بھی۔ تم جانتے ہو اس پر ہاتھ ڈالنا مشکل کام نہیں ہے مگر اس طرح ہاتھ ڈالو کہ تمہاری مکمل تیاری ہو اور پھر وہ بھی ضمانت پر رہا بھی نہ ہو سکے۔"

"وہ تو بعد کی باتیں ہیں آپ کی وجہ سے میں اس کو کچھ نہیں کہہ رہا تھا ورنہ اس کا وہ حشر کرتا کہ اس کی سات پشتیں یاد رکھتیں کہ اس نے کس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔" مصطفیٰ کا انداز ایک دم پتھریلا تھا۔

"مصطفیٰ تمہارے اسی جذباتی انداز سے مجھے خوف آتا ہے اس نے ہماری خواتین پر ہاتھ اٹھایا تھا یہ ہم بھی نہیں بھولے مگر اس طرح ملزم کو سزا دو کہ ہمارے ہاتھ بالکل صاف رہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ کرو امجد خان کو ہدایات دے دو کہ ایاز پر کڑی نگاہ رکھی جائے اور ہاں تم نے اس کے پیچھے جو لڑکی چھوڑی تھی اس کو پھر سے اس کے پیچھے لگا دو۔ اس کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کرواور کوئی موقع دیکھ کر گرفت سخت کر لو۔ مگر ابھی جانے دو۔" بابا نے سمجھایا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اور اگر اس نے پھر کوئی بدتمیزی کی شہوار کالج جا رہی ہے اگر اسے پھر کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو......؟" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تو تب ہم بھی کوئی حتمی کارروائی کریں گے مگر ہمارا پہلا اقدام شہوار کو سیکورٹی دینا ہے۔ گھر آؤ گے تو اس ٹاپک پر تفصیلی بات ہو گی اس وقت تو مجھے ڈاکٹر صاحب بلا رہے ہیں آفس سے سیدھا گھر جا کر بابا صاحب کو لے کر ادھر آیا ہوں اب پھر واپس گھر جاؤں گا او کے۔" انہوں نے کہہ کر کال بند کر دی۔ مصطفیٰ نے چند پل کچھ سوچا اور پھر ایک نمبر ملایا۔

"السلام علیکم سر!" کال ریسیو ہوتے ہی کہا گیا۔

"وعلیکم السلام! کدھر ہیں آپ؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"سر آفس میں۔"

"آپ ابھی شہوار کے کالج پہنچیں ایاز کی ضمانت ہو گئی ہے امجد خان کو میں بریفنگ دے دوں گا۔ وہ آپ کو باقی سب کچھ سمجھا دیں گے۔ دھیان سے رہنا ہے اور اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ اس معاملے میں میں کوئی کوتاہی پسند نہیں کروں گا۔" مصطفیٰ کا انداز دوٹوک تھا۔

"یس سر۔"

"او کے ٹیک کیئر۔" مصطفیٰ نے کال بند کر دی۔ وہ اب شہوار کا نمبر ملا رہا تھا۔ کتنی بیلز ہو چکی تھیں مگر وہ کال ریسیو نہیں کر رہی تھی مصطفیٰ کے اندر ایک دم شدید غصے کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔

"اُف یہ لڑکی......" اس نے پھر کال ملائی اور پھر کچھ بیلز کے بعد کال ریسیو کر لی گئی۔

"کیا پرابلم ہے آپ کو؟" دوسری طرف شہوار کا انداز بھی کافی غصیلا تھا۔

"تمیز سے بات کریں۔" مصطفیٰ نے سختی سے ٹوکا۔

"میں ادھر وارڈ کی طرف آئی ہوئی ہوں' اتنا اہم راؤنڈ ہے ہمارا جب میں کال ریسیو نہیں کررہی تو اس کا مطلب ہے کہ میں بات نہیں کرنا چاہ رہی اور اس لیے نہیں چاہ رہی کہ میں اس وقت راؤنڈ کی وجہ سے بزی ہوں۔" مصطفیٰ کے سخت انداز پر اس نے بھی سختی سے کہا۔

"میرا دماغ پہلے ہی بہت خراب ہورہا ہے اگر مزید ایک لفظ بھی کہا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔" مصطفیٰ نے اس کے الفاظ پر سختی سے جھڑکا تھا۔

"آئندہ جب بھی میں کال کروں تو آپ کہیں بھی ہوں کیسی بھی بزی ہوں فوراً کال ریسیو کریں گی۔" مصطفیٰ نے حتمی انداز میں کہا تو دوسری طرف شہوار اس شاہی فرمان پر جل کررہ گئی۔

"ہاں آپ پرنس چارمنگ جو ٹھہرے۔" اس نے جل کر کہا۔

"شٹ اپ۔"

"کال کیوں کی؟ فٹافٹ بتائیں میری فیلوز مجھے بلارہی ہیں' ٹائم ویسٹ ہورہا ہے میرا۔" اس نے اکتا کر کہا۔

"ایاز کی ضمانت ہوگئی ہے۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے بتایا۔

"کیا؟" دوسری طرف وہ ایک دم حیران ہوئی تھی۔ "کب؟" کچھ توقف کے بعد اس نے پھر پوچھا۔

"آج ہی' بس یہی اطلاع دینا تھی میں نے اور ایک اہم بات' بہت دھیان سے رہنا ہے اب' تنہا کہیں بھی نہیں نکلنا' ہسپتال کی طرف آتے ہوئے بھی دوستوں کو ساتھ رکھنا ہے' سمجھ رہی ہیں نا میری بات؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"جی۔" شہوار ایک دم سارا غصہ بھول بھال کر نئی فکر میں مبتلا ہوگئی تھی۔

"اور کالج سے واپسی پر مجھے یا بابا کو کال کرنی ہے' ہم ہی پک کریں گے' او کے۔"

"ہوں۔"

"بس یہی بتانا تھا مجھے۔" مصطفیٰ نے کہہ کر کال کاٹ دی۔

موبائل پاکٹ میں ڈالے وہ کچھ دیر سوچتا رہا تھا اور سر ہلاتا وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔

❁......◉......❁

وہ اس وقت بھی ایاز کے ہمراہ اپنے گھر میں موجود تھے' وکیل صاحب ابھی رخصت ہوئے تھے' مام اسے دیکھ دیکھ کر نہال ہورہی تھیں۔ اس کی صحت کافی ڈاؤن تھی وہ صوفے پر لیٹا ہوا تھا اور سر مام کی گود میں تھا۔

"اب دھیان سے کان کھول کر سن لو لاکھوں ادا کیے ہیں میں نے تمہاری ضمانت کے لیے۔ اب کوئی سرگرمی نہیں ہوگی' دوستوں کے ساتھ کوئی ایکٹیویٹی بھی نہیں ہوگی۔ لڑکیوں سے دوستی کلب جانا اور دیگر تمام سرگرمیاں کینسل۔" عبدالقیوم کا انداز بہت حتمی اور دوٹوک تھا۔ ایاز نے بُرا سا منہ بنایا۔

"میں کوئی بچہ نہیں ہوں جو آپ مجھے یوں ڈکٹیٹ کررہے ہیں' میں سمجھ سکتا ہوں سب میٹرز۔"

"اگر سمجھ سکتے تو یہ نوبت ہی کیوں آتی؟" عبدالقیوم نے غصے سے کہا۔

"اچھا بس کریں نا اور کتنا ڈانٹیں گے۔ بتا تو چکا ہے یہ ساری بات آپ کو جھوٹا کیس ڈالا تھا میرے بیٹے پر اور صحت دیکھیں اتنا سا منہ نکل آیا ہے' مجھے تو وہ حالت نہیں بھولتی جو سلاخوں کے پیچھے دیکھ کر آئی تھی۔" مام نے فوراً اس کی طرف داری کی۔

"بس تمہاری انہی طرفداریوں کی وجہ سے مجھے آج یہ دن دیکھنا پڑرہے ہیں۔" عبدالقیوم صاحب نے اب

بیگم کو گھورا تھا۔

"او ڈیڈ لیو دس ٹاپک۔" کاشفہ نے اکتا کر کہا۔

"میں چھوڑوں گا تو نہیں اس سالی کو اور اس کے اس ہیرو کو بھی۔ بس ایک بار مجھے دوبارہ فارم میں آلینے دیں وہ مزہ چکھاؤں گا کہ ساری عمر یاد رکھیں گے یہ لوگ۔" ایاز نے اپنے ارادوں کا اظہار کیا۔

"سن لیں اس کی باتیں' اس کی انہی جذباتی حرکتوں کا خمیازہ میں آئے دن بھگتتا رہتا ہوں۔ ایاز یہ وہ لوگ نہیں کہ جن کا منہ میں پیسوں سے بھر دیتا تھا تو کوئی تمہارے خلاف بولتا نہیں تھا' یہ سب قانون قاعدے جاننے والے لوگ ہیں تمہارا کیا خیال ہے تمہاری ضمانت ان لوگوں نے آرام سے قبول کرلی ہوگی؟ ہرگز نہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں وہ کس طرح تمہاری انکوائری کریں گے' تم پر نظر رکھیں گے۔ عادلہ اس کو سمجھاؤ میں اب کوئی رسک نہیں لے سکتا اگر کوئی ثبوت ان لوگوں کے ہاتھ لگ گیا تو پھر اس کی ضمانت بھی نہیں ہوپائے گی۔" عبدالقیوم نے خاموش بیٹھی عادلہ کو بھی کہا تو اس نے گہرا سانس لیا۔

"ڈیڈ ٹھیک کہہ رہے ہیں ایاز! تمہیں اب بہت سوچ سمجھ کر رہنا ہوگا' اس وقت تک جب تک ڈیڈ یہ کیس ختم نہیں کروا لیتے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تم شہوار یا مصطفیٰ کو چھوڑ دینا' جس طرح مصطفیٰ نے تمہاری حالت کی تھی میرا تو اپنا خون کھولتا ہے مگر اب جذباتی اقدامات کی بجائے دماغ کا استعمال کرو' ان کو ایسی تکلیف دو کہ اپنے زخم چاٹنے پر مجبور ہوجائیں مگر ابھی نہیں ابھی صبر و سکون سے حالات کا جائزہ لو اور جب صورت حال تمہارے حق میں موافق ہو تم بغیر کسی کو شک میں ڈالے اپنا کام کر جانا۔" عادلہ نے سمجھایا تو مام نے بھی سر ہلایا۔

"عادلہ ٹھیک کہہ رہی ہے' ابھی کوئی ضرورت نہیں خود کو عذاب میں ڈالنے کی۔ اپنے ڈیڈ کے ساتھ ان کا بزنس دیکھو' دوستوں میں جاؤ مگر پرانی تمام سرگرمیوں کو چھوڑ دو۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کچھ ہو۔"

"اُف..... آپ سب نے تو ان لوگوں کو ہوا بنالیا ہے' میں نہیں ڈرتا کسی سے میرے اندر ایک آگ جل رہی ہے' جی تو چاہتا ہے کہ ابھی سب کچھ تہس نہس کر ڈالوں۔" وہ غصے سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

"دیکھا تم نے۔" عبدالقیوم نے بیگم کو گھورا۔

"ابھی واپس آیا ہے کچھ سکون لینے دیں پھر سمجھا لیجیے گا۔" بیگم بھی غصے سے کہتی وہاں سے چلی گئی تھیں انہوں نے عادلہ کو دیکھا۔

"ڈونٹ وری ڈیڈ' میں اس کو سمجھالوں گی۔ کچھ نہیں کرے گا وہ۔" اس نے تسلی دی تو عبدالقیوم نے تشکر سے سر ہلا دیا۔

❁......◉......❁

وہ ساری رات نہیں سو سکی تھی اور پھر اگلے دن وہ ناشتا کرکے کمرہ لاک کرکے سوئی تو نجانے کتنے گھنٹوں تک سوتی رہی۔ اتنے دنوں کی بھاگ دوڑ اور تھکن اور سب سے بڑھ کر ذہنی اذیت وہ ایک بھرپور نیند لے کر 2 بجے کے قریب اٹھی تھی۔ حیرت کی بات تھی کہ اسے کسی نے ڈسٹرب بھی نہیں کیا تھا۔ فریش ہوکر اس نے موبائل کی طرف توجہ دی' شہوار کی کئی کالز اور میسجز تھے۔

"میں اسپتال میں ہوں آج' ادھر کا وزٹ تھا' تمہیں بہت مس کررہی ہوں۔" شہوار کا میسج پڑھ کر وہ مسکرائی۔

"میں ابھی سو کر اٹھی ہوں' میں بھی کالج اور تم سب کو بہت مس کررہی ہوں۔ کل سے ان شاء اللہ تم سب کو جوائن کرتی ہوں دوبارہ۔" کال کی بجائے اس نے بھی میسج سینڈ کیا اور پھر موبائل لے کر وہ کچن میں آگئی' فریج میں سے جوس نکال کر اس نے پیا اور پھر پیٹ پوجا کے لیے دیگر چیزوں کا جائزہ لینے لگی۔ تازہ بریانی موجود تھی' اس نے پلیٹ میں نکال لی' فریج

میں سے سلاد اور رائتہ بھی مل گیا تھا۔ وہ ٹرے میں نکال کر لاؤنج میں آ گئی تھی۔
وہاں ماما' ماموں اور روشی موجود تھے روشی تیار خوب صورت لباس میں ملبوس تھی وہ اسے دیکھ کر رکی تھی۔
"کہاں کی تیاری ہے۔" ٹرے ٹیبل پر رکھتے اس نے پوچھا۔
"احسن باہر گھومنے جانے کا کہہ رہے تھے۔" روشی نے بتایا۔
"اس وقت؟"
"ہاں رات میں ان کے کسی دوست نے ڈنر پرائیوٹ کر لیا ہے تو وہ کہہ رہے تھے کہ اس وقت چلتے ہیں شام میں واپس آ کر پھر ادھر چلے جائیں گے۔"
"زبردست...... لذیذ لگ۔" وہ مسکراتی ہوئی کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔
"تم بہت دیر تک سوئیں' میں کئی بار تمہارے کمرے میں گئی مگر تمہیں سوتا دیکھ کر واپس آ گئی۔ احسن بھی دس بجے سو گئے تھے میں باقی سارا وقت بور ہوتی رہی' ایک بجے اٹھے تھے وہ۔"
"ہاں بس رات نیند نہ آئی اور اتنے دنوں کی تھکن میں آنکھ ہی نہ کھلی' ویسے تم کیوں بور ہوئیں؟ ماما' ماموں بھی لوگ گھر پر ہی تھے۔"
"کہاں' صرف بابا گھر پر تھے' ولید اور انکل آفس چلے گئے تھے۔ پھپھو بھی دس بجے بوتیک کے لیے نکل گئی تھیں' احسن سو گئے اور بابا بھی۔" روشی بوریت سے اچھی خاصی اکتائی ہوئی تھی وہ ہنس دی۔
"احسن بھائی نظر نہیں آ رہے؟"
"تیار ہو رہے ہیں۔" روشی نے کہا تو تبھی احسن اندر داخل ہوا تھا۔
"میں تیار ہو چکا ہوں' جناب!" انا نے احسن کو دیکھا وہ ٹک سک سا تیار تھا' وہ مسکرا دی۔
"انا تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔" روشی نے کہا تو اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔
"آپ لوگ جائیں مجھے کباب میں ہڈی بننے کا کوئی شوق نہیں۔" اس نے ہنس کر کہا تو سبھی ہنس دیے روشی نے گھورا۔
"ویسے جا کہاں رہے ہو تم دونوں؟" ماما نے بھی پوچھا۔
"بس لانگ ڈرائیو کا موڈ ہو رہا ہے پھر کسی اچھی جگہ لنچ کریں گے۔" احسن نے کہا۔
"چلیں پھر۔" احسن نے کہا۔
"پھپھو جائیں ہم۔" روشا نے ماما سے پوچھا تو انہوں نے سر ہلا دیا۔
"ضرور بیٹا!" انہوں نے اٹھ کر روشی کی پیشانی چومتے اجازت دی تھی۔
وہ دونوں وہاں سے نکلے تو کچھ دیر بعد انا کھانا مکمل کر کے برتن لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
"انا......" ماما نے بلایا تو وہ رکی۔
"جی ماما......"
"بیٹا! ولید صبح کہہ رہا تھا کہ اس کا کمرہ بے ترتیب ہو رہا ہے اس کی ڈسٹنگ کی ضرورت ہے' صغراں سے میں نے گھر کی صفائی کروائی ہے' تمہیں ڈسٹرب نہ کیا کہ تم تھکی ہوئی ہو گی۔ اب فریش ہو تو تم صغراں سے خود ولید اور بھائی صاحب والے کمروں کی صفائی کروالو۔" ماما نے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔
برتن سینک میں رکھ کر اس نے صغراں کو بلوالیا تھا پہلے اس نے ماموں کے کمرے کی صفائی کروائی پھر پردے وغیرہ خود

تبدیل کیے تھے ولید کے کمرے میں آئی وہاں واقعی چیزوں پر جگہ جگہ ڈسٹ دکھائی دی۔
"تم ڈسٹنگ کرو میں باقی کام دیکھ لیتی ہوں۔" اس نے صغراں کو کہا اور خود چیزیں سمیٹنے اور ان کی جگہ پر ترتیب سے رکھنے لگی تھی' شادی کی تیاریوں میں ماموں والے اس حصے کی ٹھیک سے صفائی نہیں ہو پائی تھی۔ ان دونوں کا کافی وقت لگا تھا کمرے کی صفائی میں۔ کمرہ صاف کر کے صغراں تو باقی حصے کی صفائی میں جت گئی تھی جبکہ وہ فرنیچر کے کورز تبدیل کرنے لگ گئی تھی تبھی ولید کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تو وہ چونکی۔ ولید آج جلدی آ گیا تھا۔ وہ کھڑکیوں کے پردے تبدیل کر رہی تھی جب ولید نے کمرے میں قدم رکھا تھا اور اسے دیکھ کر چونکا تھا وہ اسٹول رکھے کھڑکیوں کے ہک میں پردہ لٹکا رہی تھی۔
"السلام علیکم!" ولید نے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔
"صغراں کو کہتیں وہ یہ سب کر لیتیں۔" ولید نے لیپ ٹاپ اور ہاتھ میں پکڑی فائلز ٹیبل پر رکھیں۔
"صغراں ساتھ ہی تھی۔" وہ اب باہر کے کاموں میں لگ گئی ہے۔" وہ کہہ کر پھر پردے کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ہک میں پردہ لٹکاتے اس کا توازن بے قابو ہوا تھا۔
"سنبھل کے۔" وہ جو گرنے والی تھی ولید نے ایک دم آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
"میں ٹھیک ہوں۔" وہ فوراً خود کو سنبھال گئی تھی' اسٹول سے اتر کر اس نے ولید سے ہاتھ چھڑوایا اس کے انداز میں الجھن تھی ولید چونکا۔
"پیچھے ہٹو میں کر دیتا ہوں۔" ولید نے کہا۔
"نہیں میں صغراں کو کہتی ہوں وہ کر لے گی۔" وہ پیچھے ہٹ کر بیڈ کی طرف آ کر بیڈ شیٹ بدلنے لگی تھی۔ ولید نے اس کی پشت کو دیکھا وہ اسے کافی سنجیدہ لگی۔ بیڈ شیٹ بچھا کر وہ سرہانے اور تکیے کے کور بدلنے لگی تھی۔
"کیا بات ہے اتنی سنجیدہ کیوں ہو؟" ولید نے اس کے پاس آ کر اس کے ہاتھ سے سرہانہ کھینچ لیا تھا۔
انا نے چونک کر حیرت سے ولید کو دیکھا وہ ازحد سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔
"میں جو بھی ہوں آپ سے مطلب؟" اس نے خفگی سے کہہ کر ولید کے ہاتھ سے دوبارہ سرہانہ کھینچ لیا۔ ولید نے بہت تحمل سے اسے دیکھا۔
"اس رویے کی وضاحت کرو پھر یہ کام کر لینا۔" ولید نے اس کے ہاتھ سے کور کھینچ کر دور پھینک دیا۔
"میں بالکل ٹھیک ہوں نہ ہی میرا رویہ بدلا ہے اور نہ ہی انداز البتہ آپ کے اندر ہونے والی تبدیلیوں سے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔" اس نے غصے سے کہہ کر سرہانہ بستر پر پھینکا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔
"آئندہ میرے ساتھ اس قسم کے رویے کی قطعی ضرورت نہیں' مجھے یہاں ماما نے بھیجا تھا' اس لیے مجھے میرا کام کرنے دیں۔" وہ ولید کو دیکھ کر بہت خفگی سے کہہ رہی تھی۔
"کس بات پر ناراض ہو؟" ولید نے ایک گہرا سانس خارج کرتے ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔
"میری آپ سے کوئی خفگی نہیں۔" انا اندر ہی اندر چیخنے لگی تھی سو بہت غصے سے کہا۔
"تو پھر اس غصے کا مقصد؟" ولید نے سینے پر ہاتھ باندھ کر اسے بغور دیکھتے پوچھا۔
"دماغ خراب ہے میرا؟" وہ غصے سے کہہ کر وہاں سے جانے لگی تھی کہ ولید نے اس کے سامنے آ کر اس کا رستہ ایک دم روکا۔
"وہ تو میں بھی ایک عرصے سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا دماغ اچھا خاصا خراب ہو چکا ہے اور اب تو زیادہ ہی خراب لگ رہا

ہے۔ ویسے یہ بتاؤ کہ آج کس وجہ سے مطلع ابر آلود ہے؟" ولید کا انداز استہزائیہ تھا انا کو ایک دم شدید ہتک کا احساس ہوا اسے لگا کہ در پردہ ولید اسے اس کے احساسات و جذبات کے متعلق طعنہ دے رہا ہے۔

"مطلب کیا ہے آپ کا اس بات سے؟" وہ ایک دم چیخی۔

"یہ تو تم بتاؤ کہ کس وجہ سے موڈ خراب ہے اور یہ بات تو پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سارا نزلہ میری ذات پر ہی گرنے والا ہے۔" ولید نے کہا تو اس نے لب بھینچ لیے سر جھکا ہوا تھا۔

"آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کررہے ہیں؟" وہ خود پر ضبط نہ کرپائی تھی ایک دم سر اٹھا کر ولید کو دیکھا۔

"کیا کررہا ہوں میں؟" ولید کا انداز ازحد سنجیدگی لیے مطمئن تھا۔ انا کے اندر ایک سرد کیفیت سی ابھری۔

وہ اس کے سب جذبات و احساسات کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا اس کے مزاج کے بھی رنگوں سے آشنا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے مزاج کی برہمی اور خفگی تک سے باخبر تھا اور اب اس کے سامنے اس طرح انجان بن رہا تھا تو پھر وہ کیوں اس کے سامنے اپنی نسوانیت پامال کرے؟ وہ کیوں اسے بتائے کہ وہ اس کے لیے کس شدت انگیز محبت میں مبتلا ہے۔ وہ کیوں بتائے وہ اندر ہی اندر سسک اٹھی تھی۔ وہ لب بھینچ کر ایک دم سائیڈ سے نکل کر دروازے کی طرف لپکی تھی اس کی آنکھوں میں ڈھیروں ڈھیر نمکین پانی نے ڈیرہ جمایا تھا۔

"انا......" وہ پیچھے لپکا تھا۔

"یار کیا ہوگیا ہے رکو تو سہی۔" وہ ایک بار پھر اس کے سامنے آ گیا تھا۔

"سامنے سے ہٹیں۔" آنسو انا کے رخساروں پر بہہ نکلے تھے اس نے بغیر سر اٹھائے رندھی آواز میں کہا۔

"ایم سوری۔" ولید نے جھک کر کہا وہ شدت سے رودی۔

وہ اس کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی پر قطعی قابو نہ رہا تھا۔ وہ اسے ایک دوسری لڑکی سے بات کرتے سن کر ساری رات روئی تھی۔ گزشتہ ساری رات اس نے کانٹوں پر چلتے، سلگتے اور سسکتے گزاری تھی اور اب......؟ ولید کا وہی انداز تھا نجانے وہ ایسا کیوں کررہا تھا؟

"انا...... یار کیا بات ہے؟" وہ ایک دم اس کے یوں شدت سے رونے سے گھبرا گیا تھا۔

"مجھے جانے دیں۔" انا کسی بھی طور اپنے آنسوؤں کو نہ روک پائی تو غصے سے کہا۔

"اوکے، مگر اس خفگی کی کوئی وجہ تو بتاؤ؟" وہ قطعی پریشان ہوچکا تھا۔ انا نے دوپٹے سے چہرہ صاف کرتے ولید کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر سنجیدگی کے ساتھ ساتھ تفکر بھی تھا۔

"جب آپ کو میرے پل پل بدلتے موڈ کا اچھی طرح پتا چل رہا ہے میں خفا ہوں، پریشان ہوں، تکلیف میں ہوں ہر چیز ہر کیفیت کا اندازہ لگارہے ہیں آپ تو پھر ان کے اسباب اور وجہ سے بھی بے خبر نہیں ہوں گے آپ؟ آپ میرے منہ سے کیا سننا چاہتے ہیں یہ کہ میں آپ کو......" وہ جذباتی ہوتے کچھ کہتے کہتے ایک دم رکی تھی، وہ ایک دم نڈھال ہوگئی تھی۔ ولید اس کے اس ردعمل سے ایک دم ہڑبڑایا تھا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر تیزی سے وہاں سے نکلی تھی، ولید نے بے بسی سے اسے وہاں سے جاتے دیکھا تھا۔ اسے پتا تھا کہ وہ اس سے شدید خفا ہوگئی ہے۔

❁......۞......❁

وہ اس کے بعد ولید کے سامنے نہیں آئی تھی، روشی اور احسن گھر آ کر تیار ہوکر دعوت میں چلے گئے تھے۔ رات گئے وہ لوگ واپس آئے تھے روشی گھر آتے ہی ولید کے کمرے کی طرف آئی تھی، ولید لیپ ٹاپ کھولے مصروف تھا اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"کیا بات ہے کیوں بار بار کال کررہے تھے؟ میں پریشان ہوگئی تھی اس کے بعد وہاں مجھ سے رکا بھی نہیں گیا۔" وہ بستر پر آ بیٹھی، اسکن کلر کی فراک میں ملبوس، ہلکے پھلکے میک اپ اور زیورات میں وہ کافی پیاری لگ رہی تھی۔

"مجھے انا کے بارے میں بات کرنی ہے۔" ولید نے لیپ ٹاپ ایک طرف کردیا تھا۔

"کیا؟" وہ حیران ہوئی۔

"تم نے انا سے کوئی بات کی میرے حوالے سے اس رشتے کو لے کر یا پھر کوئی بھی بات؟" روشی نے حیران ہوکر دیکھا ولید کچھ الجھا ہوا تھا۔

"کب؟"

"آج کل یا پھر ان دو تین دنوں میں؟"

"نہیں بس رشتے کا بتایا تھا تب جب آپ سے بھی بات کی تھی، کیا ہوا کسی نے کچھ کہا؟"

"نہیں مگر انا کا رویہ بہت بدلا ہوا ہے میرے ساتھ۔"

"کیسے؟" ولید نے بہن کو دیکھا کچھ کہنا چاہا پھر سر جھٹک دیا۔

"نہیں کچھ بھی نہیں، مجھے وہم ہوسکتا ہے۔"

"کیا انا نے کچھ کہا ہے آپ سے؟" ولید نے نفی میں سر ہلایا۔

"پہلے وہ صرف مجھ سے بھاگ رہی تھی میں نے سمجھا کہ وہ اس منگنی کو لے کر ایسا کررہی ہے مگر اب مجھے اندازہ ہوا ہے کہ وہ مجھ سے اچھی خاصی خفا اور بدگمان بھی ہے۔" ولید نے کہا۔ روشانے نے بغور بھائی کو دیکھا۔

"ایک بات بتائیں ولی بھائی؟" ولید نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"انا آپ کی زندگی میں کس مقام پر ہے؟" ولید خاموش ہوگیا تھا۔

"وہ آپ کے بارے میں کیا سوچتی ہے، کیسے جذبات رکھتی ہے آپ بے خبر نہیں مگر آپ کے نزدیک وہ کس مقام پر ہے یہ جاننا ضروری ہے میرے لیے۔ سچ سچ بتائیں آپ اس کو پسند کرتے ہیں نا؟" وہ پوچھ رہی تھی۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیا، وہ بستر سے اتر کر کھڑکی کے پاس جارکا۔

"وہ ہماری کزن ہے اس لحاظ سے وہ میرے لیے اہم ہے۔" روشی نے بھائی کی پشت کو گھورا۔

"اور فیانسی کی حیثیت سے؟"

"میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا یہ پاپا کا فیصلہ تھا اور بس۔" ولید کا انداز ایک دم دوٹوک تھا تو روشی نے بھائی کو گھورا۔

"اب تو وہ آپ کی زندگی میں شامل ہوچکی ہے نا اب تو آپ کو اس کی طرف متوجہ ہونا ہی پڑے گا۔ اچھا یہ بتائیں آپ کسی اور کو پسند کرتے ہیں کیا؟"

"میں اس کا جواب دینا پسند نہیں کرتا۔" ولید نے ایک دم سختی سے کہا تو روشانے حیرت زدہ رہ گئی۔

"کیا واقعی ولید کی زندگی میں کوئی اور لڑکی بھی تھی۔" وہ لرز کر گئی۔

"بھائی انا بہت ہی حساس اور شدت پسند لڑکی ہے، اگر کوئی ایسی بات ہے تو ابھی کلیئر کردیں۔ ابھی اس کا بہت نقصان نہیں ہوا مگر بعد میں وہ آپ کی طرف سے ایسی کوئی بھی زیادتی سہہ نہیں پائے گی۔" اس کا انداز ایک دم کڑوا ہوا تھا۔

"تم بھی نا، جس بات کے لیے میں نے تمہیں بلوایا ہے وہ پتا کرکے بتاؤ کہ وہ اب کس بات پر مجھ سے خفا ہے۔"

"میں کیوں پتا کروں، آپ کا اپنا مسئلہ ہے آپ خود ہینڈل کریں اور ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ اگر انا کے ساتھ ذرا سی بھی زیادتی ہوئی تو میں قطعی لحاظ نہیں رکھوں گی کہ میں آپ کی بہن ہوں۔" روشی نے بڑی بدلحاظی سے کہا تو

ولید نے اسے گھورا۔

"تم خواتین بس عقل سے پیدل ہو۔اس سے کوئی بات مت کرنا' میں خود دیکھ لوں گا۔" ولید نے جھنجلا کر کہا اور کھڑکی میں جھک گیا مگر پھر ایک دم چونکا۔ انا لان میں بیٹھی ہوئی تھی وہ اس کے بعد اب دکھائی دے رہی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے نا' ہم خواتین عقل سے پیدل ٹھہریں اور آپ لوگ عقل مند ترین مخلوق۔ بہتر ہے خود ہی اس سے بات کریں' اگر خفا ہے تو وجہ پوچھیں میں درمیان میں نہیں آؤں گی۔ ویسے بھی میرا اور اس کا رشتہ اب ایسا ہے کہ میں آپ کے حوالے سے اس سے کوئی بات نہیں کروں گی۔" روشانے کہہ رہی تھی وہ توجہ دیئے بغیر کھڑکی میں مزید جھک گیا تھا۔

وہ چیئر پر پاؤں اوپر کیے بیٹھی ہوئی تھی' لان کے بلب کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ وہ ایک دم کھڑکی سے ہٹ کر دروازے کی طرف لپکا۔

"کدھر؟" روشی حیران ہوئی۔

"تم جا کر آرام کرو اگر وہ میری وجہ سے پریشان یا خفا ہے تو میں خود ہی دیکھ لوں گا۔" وہ اس کو کہہ کر کمرے سے نکل آ گیا اور پھر تیزی سے راہداری کراس کرتے دوسرے پورشن میں آ کر وہ لان میں نکل آیا تھا۔ انا ابھی تک اسی پوزیشن میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"اگر اس طرح کمرہ بند کر کے یا افسردہ بیٹھ کر رونے سے مسئلے حل ہوتے تو ساری دنیا اس فارمولے پر عمل کرتی۔" اس نے اس کے عقب میں آ کر کہا تو انا حیران ہو کر پلٹی اور پھر اسے موجود پا کر اس کے چہرے کے زاویے تن گئے تھے۔ ولید اس کے عقب سے سامنے آ گیا تھا۔

انا نے لب بھینچ لیے وہ ٹانگیں نیچی کر کے جوتا پہننے لگی تھی۔ تبھی ولید نے اس کے ساتھ ہی بیٹھتے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"ناراضی' غصہ' خفگی بھی بہت اچھی چیزیں ہیں مگر ساتھ ہی سیکنڈ پارٹی کو پتا بھی تو چلے کہ کوئی اس سے خفا ہے اس کے لیے رو رہا ہے تو کیوں رو رہا ہے؟" ولید نے مسکرا کر کہا۔ انا نے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا تو ولید نے دباؤ ڈالتے مزاحمت سے روکنے کی کوشش کی تھی۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" ولید کو سامنے دیکھ کر اس کی آواز پھر رندھ گئی تھی۔

"تو مت کرو میں تم سے کر لیتا ہوں۔" ولید نے مسکرا کر کہا تو اس نے ولید کو دیکھا اس کی مسکراہٹ بڑی اٹریکٹو تھی' دل کو کھینچ لینے والی۔

ایک دفعہ پھر اسے اپنا دل اپنے بس سے باہر ہوتا محسوس ہوا۔ ولید نے ہاتھ میں تھاما اس کا ہاتھ اپنے سامنے کیا' اس کے ہاتھ کی تیسری انگلی میں جگمگاتی انگوٹھی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ انا دوسرے ہاتھ کی پشت سے آنکھوں میں در آنے والی نمی صاف کر رہی تھی۔

"بابا کی چوائس بڑی لاجواب ہے۔" ولید نے کہا تو اس نے چونک کر ولید کو دیکھا وہ اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ کھینچنا چاہا تو اس نے گرفت مزید سخت کر دی۔ ولید نے دوسرے ہاتھ سے اس کی انگوٹھی کو چھوا تھا۔

"جب بابا نے مجھے یہ انگوٹھی دکھائی تھی تو مجھے کوئی خاص اچھی نہ لگی تھی مگر اب یہ تمہارے ہاتھ میں آ کر سج سی گئی ہے۔" اس کے الفاظ پر انا ساری ناراضی بھول کر گھبرا سی گئی تھی۔

"ناراضی کے لیے کسی سبب کا ہونا ضروری ہوتا ہے مائی ڈیئر! اب جلدی سے بولو کہ یہ سارا نزلہ مجھ پر کیوں گر رہا ہے۔" ولید نے اگلے ہی پل سنجیدگی اختیار کی تھی۔

"آپ کو اس سے کیا میں ناراض ہوں' کیوں ہوں' کیا وجہ ہے آپ سے مطلب؟" ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"سچ کہتے ہیں کہ کسی بھی عورت کو راضی کرنا زندگی کا مشکل ترین کام ہے۔"

"آپ نے مجھے راضی کیا ہی کب ہے؟" اس نے خفگی سے کہا۔

"چلو اب خود چل کر آیا ہوں تمہارے پاس' تم سے معافی مانگنے' کہو کیا لوگی راضی ہونے کا؟ کہو تو تمہارے قدموں میں جھک کر معافی مانگ لوں۔" بہت زیادہ سنجیدگی سے کہا تھا' انا حیرت سے دیکھنے لگی۔

ولید کی گرفت میں اب بھی اس کا ہاتھ تھا جو وہ بہت آہستگی سے سہلا رہا تھا۔ وہ ایک دم موم کی طرح پگھلنے لگی۔ پلکوں کی جھالر عارضوں پر جھکی تو چہرے پر ایک دم حیا کی اداسی سی چھا گئی۔ ولید ایک دم حیرت زدہ رہ گیا' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے بغور تکتا چلا گیا تھا۔ ایک فسوں تھا جو اس رات کی خاموشی اور اردگرد کی تنہائی نے دونوں کے گرد پھیلا دیا تھا۔

"انا بعض اوقات جو دکھائی دیتا ہے وہ قطعی سچ نہیں ہوتا۔ تم بہت اچھی ہو اتنی کہ کبھی کبھار مجھے لگتا ہے کہ......" ولید بھی ایک لمحے کو اس فسوں کا شکار ہو گیا تھا وہ نجانے کیا کہنا چاہ رہا تھا مگر پھر سنبھل گیا۔

اس نے انا کو دیکھا' اس کا حسن خیرہ کن تھا' اس کا وجود مثل ماہتاب تھا۔ اس کی پلکوں کی جھالر اس کی حیا کی گواہی دے رہی تھی۔ اس کے عارضوں کی لالی اس کے اندر کے موسم کا پتا دے رہی تھی اس کے ہاتھ کی لرزش اس کی کمزوری سب دکھا رہی تھی۔ ولید نے اس کا ہاتھ ایک دم چھوڑ دیا تو وہ چونکی۔

"آ...... آپ......" اس نے کچھ کہنا چاہا تو ولید اٹھ کھڑا ہوا۔

"بہرحال جو بھی ہے مگر تمہاری ناراضی' تمہاری خاموشی مجھے تکلیف دیتی ہے۔" ولید ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر اس کی طرف سے پشت کیے کہہ رہا تھا۔ وہ حیرت زدہ تھی۔

"آؤ ذرا ٹہلتے ہیں' بڑے دن گزرے تم سے کوئی تفصیلی بات ہی نہیں کی۔" اس کی طرف چہرہ کرتے ولید نے مسکرا کر کہا تو وہ ایک دم سر ہلا گئی۔ ولی کی اتنی سی توجہ سے ہی وہ کھل اٹھی تھی۔ ولید کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتے وہ خود کو ہر قدم پر معتبر سی محسوس کر رہی تھی۔

"انا......" چند قدم چلنے کے بعد ولید نے پکارا تو وہ رک گئی۔

"تم زندگی میں میرے ساتھ کس حد تک چلو گی؟" ولید اب اس کے سامنے آ رکا تھا۔ ولید کے پوچھنے پر وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ کیسا سوال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اگر کبھی میں تمہیں کہوں کہ ان سب کو چھوڑ کر میرے ساتھ چلو تو چلو گی؟" وہ ساکن رہ گئی تھی۔ وہ ایسا کیوں پوچھ رہا تھا۔ کیا چل رہا تھا اس کے دماغ میں۔

"بولو دو گی ساتھ میرا۔" وہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ انا نے دونوں مٹھیاں بھینچ لیں۔

"آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟" وہ ایک دم سنجیدہ ہوئی۔

ولید نے چند پل اسے بغور دیکھا اور پھر ایک گہرا سانس لیا۔

"چھوڑو...... میں مذاق کر رہا تھا۔" یہ کہہ کر اس نے پھر سے چلنا شروع کر دیا تھا۔ جبکہ انا ابھی بھی حیرت زدہ اسی جگہ ساکن کھڑی تھی...... اس نے ایسا کیوں کہا تھا؟ وہ اسے کیا سمجھ رہا تھا؟

"ولی......" اس نے پکارا تو ولید رک گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا وہ ابھی بھی اسی جگہ کھڑی تھی۔ وہ پلٹا اور پھر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"آپ نے ایسا مذاق کیوں کیا؟" وہ سنجیدہ تھی ولید مسکرا دیا۔

اعتبار محبت

ناہید فاطمہ رضوی

"چھوڑو کہا نا صرف مذاق تھا...... بس یونہی اوٹ پٹانگ باتیں اکثر دماغ میں آسماتی ہیں۔ جن کا کوئی واضح مطلب نہیں ہوتا۔"

"جب کوئی واضح مطلب نہیں ہوتا تو پھر ایسی باتیں دماغ میں سماتی ہی کیوں ہیں؟" وہ ابھی بھی پریشان تھی۔ ولید نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما اور چلنا شروع کردیا۔

"رات آپ کس سے بات کر رہے تھے؟" چلتے چلتے اچانک اس نے پوچھا تو ولید ٹھٹک کر رکا۔

"کب؟" اس نے انا کو دیکھا وہ اردگرد دیکھتے اس سے نظر بچا رہی تھی۔

"رات میں...... آپ ادھر ٹیرس پر تھے میں لان کی سیڑھیوں پر تھی۔"

"اوہ......" ولید نے اسے بغور دیکھا۔ "کاشفہ تھی۔"

"اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا پھر آپ نے اس کی مدد کی مگر اب آپ دونوں کی دوستی کیسے ہوگئی؟" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی یہ سوال کر گئی تھی۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"دوستی ہونے کے لیے کیا کسی خاص وجہ کی ضرورت ہوتی ہے؟" ولید نے پوچھا۔

"ہوسکتا ہے، جس طرح کی وہ لڑکی ہے میں نہیں سمجھتی کہ آپ خود چل کر اس سے دوستی کرنے گئے ہوں گے۔"

"وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔" ولید نے ٹالا۔

"مگر مجھے وہ اچھی نہیں لگی، بالکل بھی نہیں۔" انا نے کہا تو ولید مسکرا دیا۔

"اب بتاؤ ناراض کیوں تھیں؟" ولید نے قطعی مختلف بات کی تھی۔ انا کو لگا کہ جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔ اس کے چہرے پر ایک دم سرخی سی چھا گئی تھی۔

"میں کوئی ناراض وراض نہیں تھی۔" وہ کہہ کر پھر چلنے لگی تو ولید بھی ہم قدم ہوا۔

"او کے تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں مگر مجھے لگتا ہے کہ وہ شام سے پہلے تمہارا ہم شکل کوئی بھوت ووت تھا جو آنسو بہاتا وہاں سے نکلا تھا۔" ولید کے انداز میں شوخی تھی، وہ شرمندگی سے سر جھکا گئی۔ اسے اپنی جذباتیت پر غصہ بھی آنے لگا۔ خوامخواہ اس کے سامنے جذباتیت دکھانے کی ضرورت کیا تھی۔

"چلو اب تو یقین دہانی کروا دو کہ محترمہ اب ناراض نہیں ہیں نا؟" وہ ساتھ چلتے تسلی چاہ رہا تھا۔ وہ ہنس دی۔ یہ پہلی بار بے اختیار ہر تکلیف واذیت سے آزاد ہنسی تھی جو اس کے ہونٹوں پر آئی تھی۔ ولید نے ٹھہر کر اسے دیکھا۔

"نہیں میں آپ سے ناراض نہیں تھی اور اب بھی نہیں ہوں۔"

"اور اگر کبھی ہوگئیں تو؟"

"تو مجھے منانا کون سا مشکل ہے آپ منا لیجیے گا نا۔" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی ولید بس اسے دیکھنے گیا۔

دل پر پڑا بوجھ پتا نہیں کم ہوا تھا یا مزید بڑھ گیا تھا، ولید کو کچھ سمجھ نہ آئی تو وہ لب بھینچ گیا اور پھر انا کے ساتھ قدم ملانے لگا تھا مگر اب کی بار اس کا رخ اندر کی جانب تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

انتہا کوئی نہیں ہے ابتدا ہونے کے بعد
عشق کیا ہے جان لو گے مبتلا ہونے کے بعد
بس اسی امید پر پیش فنا خاموش ہیں
اک جہاں تعمیر ہوگا سب فنا ہونے کے بعد

''بس اماں میں نے کہہ دیا کہ اگر مناہل نے مریم کی منگنی میں شرکت کی تو پھر میں ہرگز نہیں آؤں جاؤں گی، آپ کیا چاہتی ہیں کہ میں اپنی بہن کی خوشیوں میں شریک ہونے کے چکر میں اپنا گھر اور خوشیوں کو ہی برباد کر ڈالوں؟ نا بھئی نا! میں ایسی حماقت ہرگز نہیں کرنے والی۔'' آپا انتہائی جوش و جذبات میں بولتیں اماں کو اچھا خاصا پریشان کرگئیں۔

''ارے تو پھر کیا کروں میں! مناہل کو کسی کنوئیں میں دھکیل آؤں یا پھر چھت پر لے جاکر اسے دھکا دے دوں۔'' قریب ہی پلنگ پر بیٹھی کیری کھانے میں مصروف مناہل کو اماں نے ناگواری سے دیکھ کر کہا جسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔ انتہائی مگن انداز میں کیری کی پھانکیں نمک سے لگا لگا کر منہ میں ڈال رہی تھی۔ جیسے یہ بات کسی اور کے لیے کہی جارہی ہے۔

''اماں آپ خود ہی سوچیے اگر میں منگنی میں آئی تو عمران پھر مناہل کو دیکھ کر بدحواس ہوجائیں گے، کتنی مشکلوں سے میں نے اپنے گھر کو بچا رکھا ہے ورنہ اس مناہل بی بی کی وجہ سے میری زندگی ہی برباد ہوجاتی۔'' اب آپا باقاعدہ رونے کی تیاری کررہی تھیں۔

''ارے انیلا تو اس قدر جذباتی کیوں ہورہی ہے آخر کب تک تو میکے نہیں آئے گی؟ اور مریم اس کے سسرال والے ان سے کیا کہوں گی میں ہر بار تیرا پوچھتے ہیں کہ بڑی بہن سے ملاقات نہیں ہوئی ہماری۔'' اماں سمجھانے والے انداز میں بولیں۔

''اماں میرا تو خود دل چاہ رہا ہے آپ سب سے ملنے کا چھ ماہ پہلے رخصت ہوکر نواب شاہ آئی ہوں تو ایک بار بھی اپنے شہر اور گھر آنا نصیب نہیں ہوا۔'' انیلا صاحبہ اب باقاعدہ چہکوں سے روتے ہوئے بول رہی تھیں۔

''اب تو ہی بتا انیلا میں کہاں اس مناہل کو دفعان کروں۔'' اماں مناہل کو کھا جانے والی نگاہوں سے گھورتے ہوئے انتہائی چڑ کر بولیں تو اس بار مناہل اماں کی جانب متوجہ ہوہی گئی۔

''اماں اس میں میرا کیا قصور؟ مجھے تو دکھ ہے کہ عمران بھائی اتنے ہلکے کردار کے انسان ہیں آپا جیسی بیوی کے وہ ہرگز لائق نہیں ہیں۔'' مناہل برامان کر بولی تو اماں نے جلدی سے ٹیلی فون بند کردیا کہ کہیں انیلا نہ سن لے ورنہ قیامت ہی آجائے گی۔

''ارے بے حیا لڑکی اپنے بہنوئی کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے تجھے شرم نہیں آرہی! جنم جلی کلموہی عمران تیرے بڑے بھائی جیسا ہے۔'' اماں اسے بے نقط سناتے ہوئے بولیں۔

''اماں عمران بھائی کو خود رشتوں کا احترام نہیں ہے آپ مجھے کیوں قصور وار سمجھتی ہیں۔'' مناہل ہنوز کافی چڑے ہوئے لہجے میں بولی تو اماں کو جیسے پتنگے ہی لگ گئے؟ جب ہی مریم نے درمیان میں آکر مداخلت کی۔

''خدا کے واسطے مناہل اپنی زبان کو بند رکھو اور اماں آپ بھی غصہ تھوک دیں اور یہاں بیٹھیں۔'' مریم اماں کو بازوؤں سے تھام کر تخت کی جانب لے آئی۔

''آپا بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں مناہل کو دیکھ کر عمران بھائی نے پھر سے الٹی سیدھی حرکتیں شروع کردیں تو ہوسکتا ہے اس بار آپ اور آپا انہیں سنبھالنے میں ناکام رہیں۔''

''تو کیا کروں میں! بیٹی اور داماد تیری منگنی میں نہ آئیں یہ کیسے گوارا کرلوں میں......! اور...... تیری سسرال والے کتنی باتیں بنائیں گے یااللہ میں کروں بھی تو کیا کروں۔'' آخر میں اماں سر تھامے روہانسی ہوکر بولیں تو مناہل نے انتہائی خاموش نگاہوں سے اماں کو دیکھا اور چپکے سے لاؤنج سے باہر نکل آئی۔

''اماں میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے جس کی بدولت آپا اور عمران بھائی منگنی میں شرکت کرسکتے ہیں مگر......!'' پرسوچ انداز میں بولتے بولتے اچانک مریم نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑا تو اماں نے انتہائی بے تابانہ انداز میں مریم کے ہاتھوں کو تھام کر استفسار کیا۔

''مگر کیا مریم؟''

''اماں اگر ہم مناہل کو حمیدہ پھپھو کے گھر ان کے گاؤں بھیج دیں تو پھر آپا یقیناً یہاں آنے کو راضی ہوجائیں گی۔'' مریم نے اپنا جملہ پورا کیا۔

''ارے یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہیں آیا۔'' اماں جوش و مسرت کے ملے جلے جذبات سمیت بولیں۔

''یہ بالکل ٹھیک رہے گا مریم، حمیدہ بے چاری اکیلی رہتی ہے۔ ایک ہی بیٹی ہے جو لاہور شہر میں بیاہ کر چلی گئی۔ حمیدہ بھی خوش ہوجائے گی اور ہمارا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔''

''مگر اماں مناہل راضی ہوجائے گی خانیوال جانے کے لیے۔'' مریم نے استفسار کیا۔

''ارے کیوں نہیں ہوگی راضی! وہ تو ہے ہی سیر سپاٹوں کی شوقین، ابن بطوطہ کی جانشین۔ دیکھنا سر کے بل جائے گی۔'' اماں جوش و مسرت سے بولیں تو مریم نے بھی مطمئن ہوکر ایک گہری سانس فضا میں خارج کی۔

❀......❀......❀

بس اڈے پر بھانت بھانت کے لوگ تھے اور اماں پچھلے آدھے گھنٹے سے مناہل کو نصیحت کیے جارہی تھیں۔

''خبردار جو تو نے اپنے برقعے کا پردہ اٹھایا اور ہاں سفر میں کسی سے بھی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' جب اماں نے یہی جملہ ساتویں بار دہرایا تو مناہل اچھی خاصی چڑ گئی۔

''اماں ایک تو اتنی شدید گرمی میں آپ نے مجھے یہ کالا برقع پہنا دیا اور تو اور یہ منہ کے آگے اتنا بڑا شامیانہ بھی ڈلوا دیا اور پھر اوپر سے اتنی گرم گرم نصیحتیں کیے جارہی ہیں اب تو میرا بھیجہ سچ میں پگھلنا شروع ہوگیا ہے۔''

''اچھا اچھا ٹھیک ہے، دیکھو کنڈیکٹر آوازیں لگا رہا ہے جا...... جاکر بس میں بیٹھ جا۔'' اماں جلدی سے بولیں تو مناہل نے بس کی جانب چل دی اور کھڑکی کے برابر والی سیٹ پر براجمان ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد بس پوری طرح سے بھر گئی تو اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوگئی۔

......☆☆☆......

''ہوں تو تم یہ چھٹیاں گزارنے یقیناً ملائیشیا جارہے ہو؟ یا پھر علیشبہ کے ساتھ سنگاپور؟''

''واٹ ربش میں بھلا علیشبہ کے ساتھ سنگاپور کیوں جاؤں گا۔ میری ابھی اس سے شادی نہیں ہوئی ہے۔'' توقیر کی بات پر اشہد نے اپنے سامان کی پیکنگ کرتے کرتے بدمزہ ہوکر کہا تو توقیر نے انتہائی جاندار قہقہہ لگایا۔

''ابے میرا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ تو اور علیشبہ اکیلے سنگاپور میں رہو گے۔ غالباً تمہارے ماموں وہاں رہتے ہیں نا؟''

''نہیں یار میں سنگاپور یا ملائیشیا نہیں جاؤں گا اور کہاں جاؤں گا یہ فی الحال میں نے سوچا نہیں۔'' اشہد بے پروا لہجے میں بولا۔

''ویسے یار تو بڑا لکی ہے تیری فیانسی علیشبہ بہت ایجوکیٹڈ اور سمجھدار لڑکی ہے اور تیری اتنی اچھی انڈراسٹینڈنگ بھی ہے۔ بس میرے لیے دعا کرآج کل امی بڑے زور و شور سے میرے لیے لڑکیاں ڈھونڈ رہی ہیں بلکہ کل ہی فون پر وہ کسی لڑکی کا تذکرہ بھی کررہی تھیں،

کیا نام بتا رہی تھیں وہ۔'' بولتے بولتے آخر میں توقیر نے باقاعدہ اپنی کنپٹی پر انگشت شہادت مارتے ہوئے کہا۔

''تمہیں بھی یقیناً اچھی لڑکی مل ہی جائے گی۔ بس اللہ پر بھروسہ رکھو، میری جان۔'' اشہد اس کا کندھا تھپک کر بولا تو توقیر نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

❁......❁......❁

دروازے پر ہونے والی دستک پر حمیدہ پھپو اپنے گھٹنوں کو بمشکل سنبھالتی ہانپتی کانپتی دروازے تک پہنچیں۔

''ارے چھری تلے دم تو لے لو کیا دروازہ ہی توڑ ڈالو گے۔'' بولتے بولتے حمیدہ پھپو نے دروازہ کھولا اور جونہی نظر برقع پوش خاتون پر پڑی تو قدرے چونک گئیں۔

''پھپو آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔'' مناہل ہنوز برقع میں منہ چھپائے گویا ہوئی تو حمیدہ پھپو نے مانوس سی آواز پر قدرے الجھ کر اسے دیکھا اسی دم جونہی مناہل نے نقاب الٹا حمیدہ پھپو بے تحاشا خوش ہوگئیں۔

''ارے میری بچی مناہل تو......! تو یہاں اچانک کیسے آ جا میری دھی اندر آ جا۔'' حمیدہ پھپو کے پرتپاک استقبال پر مناہل خوشی سے اندر آ گئی اور جب حمیدہ پھپو کے استفسار پر مناہل نے انہیں اپنے یہاں آنے کا مقصد بتایا تو حمیدہ پھپو سوچ میں ڈوب گئیں۔

❁......❁......❁

میری بچی میری انیلا اتنے عرصے بعد تیری صورت دیکھنا نصیب ہوئی ہے، کتنی خوبصورت ہوگئی ہے تو۔'' اماں انیلا کو دیکھ کر بے تحاشا خوش ہو رہی تھیں جو آج ہی نواب شاہ سے پہنچی تھی جبکہ عمران کی متلاشی نظریں پورے گھر میں گھوم رہی تھیں۔

''میں بھی تو آپ لوگوں کو کتنے دنوں بعد دیکھ رہی ہوں اماں، مجھے اپنے ہاتھ کے پراٹھے تو کھلایئے میرا بہت دل چاہ رہا ہے کھانے کو۔'' انیلا لاڈ بھرے انداز میں بولی تو اماں نثار ہوگئیں۔

''کیوں نہیں میری بچی! کھانا تو ویسے بھی تیار ہے میں ابھی تم دونوں کے لیے پراٹھے بھی بنا دیتی ہوں۔ مریم تم عمران میاں اور بہن کو ان کے کمرے میں لے جاؤ تا کہ یہ دونوں منہ ہاتھ دھو لیں میں کچن میں جا رہی ہوں۔'' اماں مریم کو حکم صادر کر کے خود کچن کی جانب چل دیں تو ناچار عمران کو انیلا کے پیچھے وہاں سے اٹھنا پڑا۔

❁......❁......❁

خانیوال کی تحصیل میں واقع اس چھوٹے سے گاؤں میں مناہل انتہائی مگن ہوگئی تھی۔ وہ تھی ہی ایسی جہاں جاتی وہیں رچ بس جاتی۔ حمیدہ پھپو بھی مناہل کے آنے سے بہت خوش تھیں جو ان کے چچازاد بھائی کی بیٹی تھی۔

''پھپو وہ بھوری مرغی کسی طور میرے ہاتھ نہیں آ رہی، پورے صحن میں اٹکھیلیاں کرتی پھر رہی ہے۔ باقی ساری مرغیاں میں نے کابک میں ڈال کر بند کر دی ہیں۔'' سرخ و پسینے سے نم چہرہ لیے مناہل کمرے میں آئی اور تھکے تھکے انداز میں بولتی پلنگ پر ڈھے گئی۔

''ارے تمہیں کس نے کہا تھا مرغیوں کے پیچھے یوں ہلکان ہونے کو۔ ابھی شادو آ جاتی تو ساری مرغیاں کابک میں ڈال دیتی۔'' پھپو جائے نماز تہہ کرتے ہوئے حلاوت آمیز لہجے میں بولیں۔

''کوئی بات نہیں پھپو مجھے مرغیاں پکڑنے میں بڑا مزہ آ رہا تھا۔'' مناہل ہاتھ والا پنکھا خود پر جھلتے ہوئے بولی تو اسی دم شادو کمرے میں داخل ہوئی۔

''اماں جی یہ ساری مرغیاں کس نے بند کیں؟''

''اپنی مناہل نے بس' وہ بھوری والی مرغی اس کے ہاتھ نہیں آئی۔'' پھپو مسکرا کر مناہل کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

''اماں میں نے بھوری مرغی بھی بند کر دی ہے، ویسے یہ باجی تو مجھے شہر والی لگتی ہی نہیں! کل ٹیوب ویل پر میرے ساتھ جا کر پانی کے برتن بھی بھر کر لائی تھیں۔''

''پھپو آپ کا گاؤں کافی پسماندہ ہے بالکل پرانے زمانے کی طرح یہاں لوگ کنوؤں اور ٹیوب ویل سے پانی بھر کر لاتے ہیں مگر یہ ہے بہت خوبصورت، ایک سال پہلے جب میں یہاں آئی تھی تو میرا دل ہی نہیں

چاہ رہا تھا یہاں سے جانے کو مگر......'' اتنا کہہ کر وہ چپ ہوگئی ایک تکلیف دہ احساس پوری طرح اس کے ذہن میں بیدار ہوا تھا۔

''نلوں میں پانی تو آتا ہے مگر بہت قلیل مقدار میں اسی لیے لوگ پانی کی ضرورت کنوئیں اور ٹیوب ویل کے پانی سے پوری کرتے ہیں۔'' پھپو گھبرا کر بولیں کہ مبادا مناہل کے منہ سے کوئی بھولی بھٹکی بات نکل جائے جو قصہ پارینہ ہو چکی ہے جو ان کے ساتھ ساتھ مناہل کو بھی گہری اذیت میں مبتلا کر دے۔

''شادو جا کر مویشیوں کو چارہ ڈال کر آ ؤ ویسے بھی آج تم بہت دیر سے آئی ہو، ابھی بہت کام پڑے ہیں۔'' پھپو نے شادو کو مخاطب کیا تو وہ ''جی اچھا'' کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

''پھپو اس تمام قصے میں میرا تو قصور نہیں تھا نا۔'' مناہل کی مضمحل سی آواز ابھری تو انہوں نے اسے چونک کر دیکھا جو اس پل انہیں بہت بکھری بکھری لگی۔

''نہیں میری چندا، اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تھا اور یہ بات صرف ہم دونوں اور تمہاری فاخرہ خالہ جانتے ہیں مگر اب تم یہ سب بھول جاؤ اور غلطی سے بھی یہ بات دوبارہ زبان پر نہ لانا، کیوں کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔'' پھپو اسے سمجھاتے ہوئے بولیں تو مناہل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

❁......❁......❁

دروازے کی دستک پر پھپو نے جب دروازہ کھولا تو نووارد کو دیکھ کر چند ثانیے کے لیے ساکت و جامد رہ گئیں۔

''کیا ہوا ماسی میرے آنے کی خوشی نہیں ہوئی آپ کو؟'' اشہد کی آواز پر یکدم وہ چونک پڑیں جو دو دفعہ انہیں سلام کرنے اور جواب نہ پانے کے بعد قدرے الجھ کر ان سے سوال کر رہا تھا۔

''ارے...... نہیں نہیں میرے بچے بھلا ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔'' خود کو بمشکل سنبھال کر پھپو نے اسے گلے سے لگایا اور بڑی محبت سے اندر لے آئیں۔ مردانہ آواز سن کر مناہل کچن سے تجسس آمیز انداز میں باہر آئی تو ایک اجنبی کو دیکھ کر وہ اچھا خاصا چونک اٹھی یہ صورت اسے جانی پہچانی سی لگی اسی پل اشہد نے بھی مناہل کی جانب دیکھا اور اسی دم نجانے کیوں حمیدہ پھپو ٹپٹا گئی تھیں۔

''اشہد یہ میرے چچازاد بھائی کی بیٹی ہے مناہل! کچھ دن کے لیے میرے پاس رہنے ملتان سے آئی ہے۔ بڑی پیاری بچی ہے۔'' اشہد نے کافی گہری نگاہوں سے پرپل رنگ کے سوٹ میں ملبوس مناہل کو دیکھا جس کی سنہری رنگت پرپل سوٹ میں اور بھی زیادہ نمایاں ہو رہی تھی۔

❁......❁......❁

وہ بڑے زور و شور سے کپڑے دھونے میں مصروف تھی جب اشہد لال بھبوکا چہرہ لیے اس کے سر پر آ کھڑا ہوا۔

''یہ میرا موبائل تم نے توڑا ہے؟'' اشہد سیل فون اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے بولا تو مناہل نے انتہائی چونک کر اسے دیکھا پھر بات اس کی سمجھ میں آئی تو وہ اچھا خاصا تپ گئی۔

''میں کیوں توڑوں گی آپ کا موبائل میری آپ کے موبائل سے بھلا کیا دشمنی؟'' مناہل رکھائی سے بولی۔

''دیکھیے میڈم ابھی تھوڑی دیر پہلے جب میں نہانے گیا تھا تو یہ بالکل صحیح سالم تھا اور جب میں باہر آیا تو یہ مجھے دو ٹکڑوں میں ملا اور اس وقت آپ کے علاوہ گھر میں کوئی نہیں ہے۔'' اشہد انتہائی ٹھہر ٹھہر کر بولا تو مناہل نے اطمینان سے اپنی شرٹ کو بالٹی میں ڈالا اور بڑے سکون سے بولی۔

''اول تو میرا نام میڈم نہیں مناہل احمد ہے اور دوسرا یہ کہ جب میں آپ کے کمرے میں گئی ہی نہیں تو موبائل میں کیسے توڑ سکتی ہوں۔''

''تو کیا پھر کسی بھوت نے آ کر یہ موبائل توڑ دیا یا کوئی جن اس کی یہ حالت بنا گیا؟'' اس وقت اشہد انتہائی کوفت زدہ تھا اس کی بہت ضروری کال آنی تھی اور موبائل کی یہ حالت تھی جب کہ کوئی دوسرا فون بھی اس

کے پاس نہیں تھا۔

"ارے آپ کمال کررہے ہیں جب میں نے یہ موبائل نہیں توڑا تو کیوں آپ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں؟" مناہل چڑ کر بولی اور اسی دوران شادو چھت سے نیچے آئی۔

"باجی میں نے کبوتروں کو دانہ ڈال......" بولتے بولتے اچانک شادو کی نگاہ اشہد کے ہاتھ پر پڑی تو یکدم خاموش سی ہوگئی۔

"اگر آپ کو موبائل کی ضرورت ہے تو آپ میرا لے لیجیے، مجھے اس کی خاص ضرورت نہیں ہے۔" مناہل کچھ سوچتے ہوئے بولی پھر شادو سے کہا۔

"پھپو کے کمرے سے میرا موبائل لادو، ان کا موبائل نجانے کیسے ٹوٹ گیا ہے، ان کو ضرورت ہوگی۔"

"وہ...... وہ بھائی جی! مجھے معاف کردیجیے یہ آپ کا فون میرے ہاتھوں سے گر گیا تھا۔" شادو انتہائی شرمندہ ہو کر انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی تو اشہد بے پناہ شرمندہ ہوگیا خوامخواہ وہ مناہل پر الزام دھر رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ مناہل کی جانب دیکھا جو بالکل نارمل چہرے کے ساتھ دوبارہ کپڑے دھونے میں مگن ہوگئی تھی۔

"آیئے بھائی جی میں آپ کو باجی کا فون دے دیتی ہوں۔" شادو کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو اشہد یکدم چونک اٹھا پھر خاموشی سے شادو کے پیچھے چل دیا۔

❋......❋......❋

"ہوں اب بتا اشہد اتنے عرصے بعد تجھے مامی کی یاد کیسے آ گئی؟" کھانے سے فراغت کے بعد جب اشہد حمیدہ پھپو کے ساتھ تخت پر بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کررہا تھا جب اچانک ہی پھپو نے استفسار کیا۔ چند ثانیے اشہد خاموش رہا پھر دھیرے سے بولا۔

"بس یہاں چھٹیاں گزارنے چلا آیا۔"

"اچھا! تم کہتے ہو تو میں مان لیتی ہوں کہ صرف چھٹیاں گزارنے تم یہاں آئے ہو، یہ بتاؤ علیشبہ کیسی ہے؟ شادی کب تک کررہے ہو؟" حمیدہ پھپو نے قصداً ہی اس موضوع کو بدلا۔

"علیشبہ ٹھیک ہے، شادی تو فی الحال ابھی نہیں کررہا علیشبہ کی اسٹڈی بھی چل رہی ہے۔" اشہد بے پروائی سے بولا پھر اچانک اس کے ذہن میں کچھ در آیا تو وہ بے ساختہ بولا۔

"مامی یہ لڑکی مناہل یہاں کب تک رہے گی؟ مجھے تھوڑی سی عجیب لگتی ہے۔" اشہد نجانے کیوں مناہل سے الجھ رہا تھا۔ حالانکہ صرف دو یا تین بار ہی اس کی مناہل سے بہت مختصر بات ہوئی تھی۔

"ارے عجیب کیوں لگتی ہے تمہیں؟ اتنی پیاری تو ہے میری بیٹی۔" پھپو پیار بھرے لہجے میں بولیں۔ انہیں مناہل بہت عزیز تھی۔

"دراصل مناہل کے ساتھ ایک مسئلہ ہوگیا ہے اور وہ مسئلہ ہے اس کا بہنوئی عمران۔" حمیدہ پھپو سنجیدگی سے بولیں تو اشہد کے اندر تجسس نے سر ابھارا۔

"بہنوئی عمران وہ کیسے؟"

"ارے انیلا کی شادی سے چار دن پہلے ہی اچانک عمران نے مناہل سے شادی کرنے کی خواہش کردی، بھائی اور انیلا تو صدمے سے جیسے ادھ موئی ہوگئیں۔ جگ ہنسائی کا خوف اور پھر بیٹی کی بدنامی کے خدشات نے گویا بھائی کو زندہ درگور ہی کردیا، پھر عمران کے گھر کے بڑے بزرگوں نے عمران کو سمجھایا بجھایا اونچ نیچ سے آگاہ کیا تو عمران ناچار انیلا سے شادی پر رضامند ہوگیا اور شادی بھی ہوگئی، مگر انیلا کے دل میں یہ انی اتر گئی کہ مناہل کی وجہ سے اس کا گھر بسنے سے پہلے ہی اجڑنے والا تھا۔ شادی ہوتے ہی وہ نواب شاہ رخصت ہوگئی، اب اس کی بہن مریم کی منگنی کا سلسلہ چلا تو وہ صرف اسی شرط پر ملتان آئی کہ مناہل وہاں موجود نہ ہو۔ لہٰذا بھائی نے اسے یہاں بھیج دیا۔" پھپو پوری تفصیل سے گویا ہوئیں تو اشہد نے بے ساختہ پھپو کے کمرے کی جانب دیکھا جہاں وہ اندر موجود تھی۔

❋......❋......❋

موبائل کی زور و شور سے بجتی بیپ پر وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور بنا اسکرین پر نظر ڈالے یس کا بٹن دبایا تاکہ اس میوزک کا

گلا گھونٹ سکے۔

"حد ہوتی ہے اشہد بے پروائی اور غیر ذمہ داری کی۔ تم نے مجھے بتانے کی زحمت تک گوارا نہیں کی اور وہاں خانیوال جا کر بیٹھ گئے آئی ول کل یو اشہد۔"

"ایم سوری علیشبہ تم اپنے امتحانوں میں مصروف تھیں تو میں نے تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔" اشہد جلدی سے صفائی دینے والے انداز میں بولا تو علیشبہ مزید چڑ گئی۔

"تم مجھ سے اتنے فارمل کیوں رہتے ہو اشہد! تم مجھے کبھی بھی کسی وقت بھی ڈسٹرب کرسکتے ہو۔ میں کوئی غیر تو نہیں ہوں کچھ عرصے بعد ہماری شادی ہونے والی ہے۔"

"اوکے بابا آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ اب تم فون بند کرو میں فریش ہو کر ناشتا کرنے کے بعد تمہیں فون کرتا ہوں۔" اشہد نرمی سے بولا تو علیشبہ نے اللہ حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

❋......❋......❋

مناہل شادو کے ہمراہ کنویں سے پانی بھر کر لانے کے لیے گھر سے نکلی تو سامنے سے آتے اشہد سے ان کا ٹکراؤ ہوگیا جب شادو کی زبانی اسے معلوم ہوا کہ وہ پانی بھرنے جارہی ہیں تو وہ بھی ان کے ساتھ ہولیا۔

"تمہارا موبائل میں گھر جا کر لوٹا دوں گا اور سم تو اسی دن میں نے شادو کے ہاتھ تمہیں بھجوادی تھی۔ میں دراصل تم سے......!"

"میں نے آپ کو معاف کردیا۔" اچانک مناہل اس کا جملہ کاٹ کر انتہائی بے پروا انداز میں بولی تو اشہد حیرت سے اسے دیکھنے لگا، نجانے شادو کسی سے بات کرتے ہوئے پیچھے رہ گئی تھی۔ دونوں پگڈنڈی کی جانب آئے تو اشہد مناہل سے مخاطب ہوا جو لیمن کلر کے سوٹ میں اپنے منفرد انداز سمیت آج بھی بہت خاص لگ رہی تھی۔

"میں نے تم سے معافی کب مانگی؟" اشہد اسے نگاہوں کی گرفت میں پوری طرح لیتے ہوئے بولا۔

"نہیں مانگی مگر مانگنے والے تھے۔" مناہل اتنے پر یقین لہجے میں بولی کہ اشہد محض اسے دیکھتا رہ گیا پھر یکدم ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر در آئی۔

"ہوں کافی ذہین ہو تم! ویسے تمہاری ایجوکیشن کیا ہے؟"

"سائیکالوجی میں ماسٹرز کررہی ہوں۔" وہ انتہائی سادگی سے بولی تو اشہد متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔

"ویری نائس! ویسے لگتی تو تم کافی چھوٹی ہو۔ اس کا مطلب ہے عمر چور ہو۔" اشہد کو اس سے باتیں کرنے میں مزہ آ رہا تھا مناہل اسے کافی دلچسپ لگی، بے پروا اور خود میں مگن تھوڑی منفرد تھوڑی چھپی چھپی سی کسی راز کی مانند۔

"یہ آپ کی رائے ہے ورنہ سب مجھے بڑا ہی سمجھتے ہیں۔" مناہل کنوئیں کے قریب پہنچ کر رسانیت سے بولی پھر یونہی مناہل سے بات کرنے کی غرض سے بولا۔

"مامی کے پاس پہلی بار آئی ہو کیا؟"

"نہیں ایک سال پہلے بھی آئی تھی۔" اشہد کے اچانک استفسار پر مناہل بے ساختہ جواب دے گئی۔ اشہد نے بے تحاشا چونک کر اسے دیکھا اس پل نجانے کیوں مناہل اسے گھبرائی گھبرائی سی لگی۔

"مناہل تم اشعر سے ملی تھیں؟" اشہد کے اس جملے نے مناہل کو اچھا خاصا بدحواس کردیا۔ بے ساختہ اسٹیل کا مٹکا اس کے ہاتھوں سے پھسل کر زمین بوس ہوگیا۔

"کون اشعر میں کسی اشعر کو نہیں جانتی۔" مناہل قطعیت بھرے انداز میں بولی۔

"تم بتا رہی ہو کہ ایک سال پہلے تم یہاں آئی تھیں اور ایک سال پہلے اشعر بھی یہاں آیا تھا، حیرت ہے تم دونوں کی آپس میں ملاقات کیسے نہیں ہوئی؟" اشہد اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے نجانے کیا کھوجنے کی کوشش کررہا تھا۔

"میں کسی اشعر نامی انسان سے نہیں ملی ہوسکتا ہے وہ میرے جانے کے بعد یہاں آئے ہوں یا پھر میں ان کے جانے کے بعد۔" اس بار مناہل کافی خوداعتمادی سے بولی، انتہائی سرعت سے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا تھا۔

"یااللہ کیا پھر کوئی نئی مصیبت میری منتظر ہے۔" وہ بے ساختہ دل ہی دل میں بولی۔

"مجھے فوراً یہاں سے چلے جانا چاہیے ایسا نہ ہو کہ......"

"میں کل شام یہاں سے جارہا ہوں۔" اشہد کی آواز نے اس کی سوچوں کے تسلسل کو یکدم توڑا تو مناہل نے قدرے چونک کر اس کی جانب دیکھا مگر بولی کچھ نہیں۔

"تم سے ملاقات اچھی رہی اگر زندگی نے موقع دیا تو ہم پھر کبھی ضرور ملیں گے۔" اشہد جوش اخلاقی سے بولا تو مناہل نے محض اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"ویسے تو میری پوسٹنگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں ہوتی رہتی ہے مگر میرا گھر کراچی میں ہے' کبھی کراچی آنا ہو تو میرے گھر ضرور آنا۔" اشہد نرم لہجے میں بولا تو مناہل نے دلچسپی سے استفسار کیا۔

"اچھا آپ کراچی میں رہتے ہیں' مجھے کراچی دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ ویسے آپ کی جاب کیا ہے؟"

"میں پاکستان آرمی میں ہوں۔" اشہد نارمل لہجے میں بولا جب کہ مناہل فرط جوش سے اچھل پڑی۔

"واقعی آپ آرمی میں ہیں؟ مجھے تو معلوم ہی نہیں ہوسکا۔"

"کیوں آرمی والوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں یا پھر دم ہوتی ہے؟" اشہد اس کا اشتیاق اور مسرت دیکھ کر مسکرا کر بولا۔ تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"نہیں جناب! ایسا کچھ نہیں ہوتا' مگر پھر بھی کچھ تو ہوتا ہے۔"

"اچھا! کیا ہوتا ہے؟" اشہد کو مناہل سے باتیں کرکے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس نے انتہائی دلچسپی سے استفسار کیا۔

"جیسے وہ کافی اکھڑ مزاج اور سخت طبیعت کے حامل ہوتے ہیں اور بہت زیادہ بااصول بھی۔" مناہل مٹکا ایک طرف رکھ کر کنوئیں کی منڈیر کے دوسری جانب ٹکتے ہوئے بولی۔

"ہوں علیشبہ بھی یہی کہتی ہے اسے بھی آرمی والے بہت سخت مزاج لگتے ہیں کیونکہ اس کے پاپا میرے باس مطلب کرنل ہیں۔" اشہد سہولت سے بولا تو مناہل مسکرانے لگی۔

"آپ کی منگیتر ہیں نا علیشبہ؟" مناہل کے استفسار پر اشہد نے اثبات میں سر ہلایا کہ معاً اس کے ذہن میں کچھ آیا۔

"تمہیں آرمی کے لوگ پسند ہیں ناں' کہو تو تمہارا رشتہ دیکھوں؟" اشہد کی اس بات پر مناہل کو بے ساختہ زور کی ہنسی آ گئی۔

"ارے آپ تو بالکل رشتہ کرانے والی بوا کی طرح بات کررہے ہیں' نہیں جی آپ کا شکریہ۔"

"میں واقعی سیریس کہہ رہا ہوں مناہل! تمہیں بہت آسانی سے رشتہ مل سکتا ہے رنگی!" اشہد اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا تو مناہل اس کے بے باک تجزیے پر جھینپ سی گئی۔

"اشہد پلیز اب خاموش ہوجائیں۔" چہرے پر حیا کی بکھری سرخی اور آواز میں لجاجت کے انوکھے رنگ اس پل مناہل کو بہت خوبصورت بنارہے تھے اشہد اسے دیکھ کر مسکرانے لگا اور مزید اسے چھیڑنے کی غرض سے بولا۔

"میرے بیچ میں تین لڑکے اس وقت بالکل کنوارے ہیں' تم کہو تو میں بات چلاؤں۔"

"اُفوہ...... آپ کیوں عورتوں جیسی باتیں کرنے لگے۔" مناہل اچک کر منڈیر پر سے اترتے ہوئے بولی مگر اسی پل نجانے کیسے اس کا پاؤں زور سے مڑا بے ساختہ ایک چیخ اس کے ہونٹوں سے نکلی۔

"کیا ہوا مناہل!" اشہد جلدی سے اتر کر اس کے پاس جاکر فکرمندی سے بولا جو اس وقت پاؤں پکڑے تکلیف کی شدت کو برداشت کرنے میں بے حال ہوئے جارہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ تمہارے پیر میں موچ آ گئی ہے لاؤ مجھے دکھاؤ۔"

"نہیں پلیز پیر کو ہاتھ نہیں لگائیے گا مجھے بہت تکلیف ہورہی ہے۔" اشہد کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھ کر مناہل بے ساختہ بولی تھی۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر تیزی سے اس کے گالوں کو بھگورہے تھے۔

"اوہ کم آن مناہل بہادر بنو یہ کیا بچوں کی طرح رونے لگیں' مجھے پیر دکھاؤ۔" اشہد رعب سے بولا پھر جھک کر اس کا پاؤں اپنے ہاتھوں میں تھاما اور چند ہی سیکنڈ میں پاؤں کی موچ مہارت سے نکال دی' البتہ ایک زوردار چیخ ضرور فضاء میں بلند ہوئی۔ اشہد اطمینان سے ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر سہارا دے کر مناہل کو بھی اٹھایا۔

"آپ نے تو فوراً میرا پیر ٹھیک کردیا۔" وہ ممنون لہجے میں بولی۔

"میڈم آرمی کا بندہ ہوں' ہمیں ہر چیز کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔" اشہد شوخی سے بولا تو مناہل بھرپور انداز میں مسکرادی۔

❁......❁......❁

"اگلے دن کی شام جب اشہد نے رخت سفر باندھا تو مناہل سے اس کی بہت اچھی دوستی ہوچکی تھی۔ وہ دو دن مزید یہاں رہ کر واپس ملتان جانے والی تھی۔ جاتے وقت حمیدہ پھپھو نے اشہد کو سمجھایا تھا۔

"بیٹا ایک سال پہلے جو کچھ ہوا تھا وہ محض حادثہ تھا مشیت الٰہی تھی تم اس بات کو بھول جاؤ بچے۔"

"مامی کیا واقعی آپ اس لڑکی کو نہیں جانتیں؟" اشہد اپنے بازو سینے پہ رکھے انہیں جانچتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ حمیدہ پھپھو پہلے ہی اشہد کے سوال کے لیے خود کو تیار کرچکی تھیں وہ اشہد کے ذہن میں بکھری دھند اور کہر کو صاف کرنا چاہتی تھیں۔ ایک گہری سانس فضاء میں سپرد کرتے ہوئے نفی میں سر ہلا کر بولیں۔

"میں نہیں جانتی۔" کسی کے عیب پر پردہ ڈالنے اور ممکنہ فساد سے بچاؤ کے لیے بولا جانے والا جھوٹ' جھوٹ نہیں ہوتا۔ یہ جھوٹ بولتے ہوئے حمیدہ پھپھو اپنے آپ کو یہی سمجھا رہی تھیں۔

"مامی آپ تو جانتی ہیں نا کہ اس پوری دنیا میں اشعر کے علاوہ میرا کوئی نہیں تھا' امی ابو کی روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات کے بعد اشعر ہی میرے لیے سب کچھ تھا۔" اشہد صدمے کی کیفیت میں گھر کر بولا تو حمیدہ پھپھو نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں بچے میں جانتی ہوں' مگر اشعر بس اتنی ہی زندگی لکھوا کر آیا تھا یہ تقدیر کا فیصلہ تھا اور تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں' انہیں کوئی نہیں بدل سکتا۔" حمیدہ پھپھو انتہائی محبت و حلاوت سے اسے سمجھا رہی تھیں اور وہ خاموشی سے سن رہا تھا پھر مناہل اور حمیدہ پھپھو کو خدا حافظ کہہ کر اس نے کراچی کی راہ لی اور دو دن بعد مناہل بھی ملتان واپس آ گئی۔

❁......❁......❁

انیلا آپا واپس نواب شاہ جاچکی تھیں۔ مریم کی منگنی بخیر وعافیت انجام پا گئی تھی۔ اس نے بھی یونیورسٹی جانا شروع کردیا تھا ویسے بھی اتنی چھٹیوں کی بدولت پڑھائی کا کافی حرج ہوگیا تھا۔ ملتان آ کر وہ اپنی پڑھائی اور گھر کے کاموں میں بہت مصروف ہوگئی تھی مگر اتنی مصروفیت کے باوجود اشہد کا خیال اس کے ذہن کے دریچوں میں آ کر ضرور جھانک لیتا' کبھی کبھی وہ فرصت سے اشہد کے متعلق سوچتی تو لب آپ ہی آپ مسکرانے لگتے۔ دل جیسے جھوم جھوم اٹھتا اور سانسیں گویا مہک سی جاتیں۔ کوئی تو بات ہے اشہد کی شخصیت میں جو سحر انگیز ہے جو مسحور کن ہے اس کی مغرور بھنویں یا پھر وہ کھڑی ناک یا پھر اس کا سادہ بے پروا انداز' مناہل اشہد کی شخصیت کی خوبصورتی میں وہ پہلو ڈھونڈنے کی کوشش کرتی جو مناہل کو بہت اچھی لگتی تھی۔

آج وہ یونیورسٹی سے گھر آئی تو اماں کا موڈ حسب معمول ناگوار ہی دیکھا' نجانے مناہل سے وہ کیوں بیزار اور عاجز سی رہتی تھیں۔ اوپر سے جب سے عمران والا قصہ ہوا تھا اماں سمجھتی رہتی جیسے اس سارے معاملے میں قصور وار صرف وہ تھی۔

"اماں آج رات کے لیے کھانے کیا پکاؤں؟" مناہل

کپڑے چینج کرکے اماں کے پاس آ کر گویا ہوئی تو اماں کو جیسے پتنگے لگ گئے۔
''زہر پکا ڈال اور کھلا دے ہم سب کو تا کہ سارا قصہ ہی ختم ہوجائے۔'' اماں کے اتنے شدید ردعمل پر مناہل اپنی جگہ جم سی گئی۔
''کاش تیری جگہ اللہ نے مجھے بیٹا دیا ہوتا تو آج یہ دن مجھے نہ دیکھنے پڑتے۔'' کئی بار بولا جانے والا جملہ اماں نے پھر دہرایا جو اس کے لیے ہرگز نیا نہیں تھا جب سے ابا کا انتقال ہوا تھا اماں اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے یہی بات جتاتی رہتیں کہ تیسرے بچے کی پیدائش کے لیے ڈاکٹروں نے منع کر دیا تھا کہ آئندہ وہ ماں بننے سے گریز کریں مگر صرف بیٹے کی چاہت نے انہیں یہ خطرہ مول لینے پر مجبور کردیا تھا مگر جب انتہائی دعاؤں اور منتوں مرادوں کے باوجود ان کی گود میں لڑکی آئی تو نجانے کیوں اماں کو اس بچی سے چڑ سی ہوگئی۔ مناہل ان چاہی اولاد تھی البتہ اپنے ابا کی بے حد لاڈلی تھی مگر سات سال پہلے جب وہ دار فانی سے کوچ کر گئے تو وہ اماں کے سرد و گرم رویوں کی لپیٹ میں آ گئی تھی باقی دو بڑی بہنیں اماں کی انتہائی لاڈلی تھیں مگر مناہل کے ساتھ ان کا سلوک سوتیلی ماؤں والا تھا۔
''ہوا کیا ہے اماں...... کس بات پہ آپ کو اتنا غصہ آ رہا ہے؟'' مناہل نے انتہائی تحمل سے استفسار کیا۔
''ارے ہونا کیا ہے صرف تیری وجہ سے عمران میری انیلا کو خوش نہیں رکھ پا رہا۔ ارے جنم جلی ناس پیٹی ایسا کیا منتر پھونک دیا تو نے عمران پر جو تیرے لیے باؤلا ہو رہا ہے۔'' اماں کی بات پر مناہل نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ وہ انتہائی مضمحل انداز میں تھکے تھکے قدموں سے اپنے کمرے میں آئی اور بستر پر ڈھے گئی۔ اس پل اس کے اندر اتنی گھٹن بڑھی کہ اس کا دل چاہا کہ چیخ چیخ کر رونا شروع کر دے کہ معاً اس کا موبائل بج اٹھا اس نے چونک کر موبائل فون کی جانب دیکھا اور اسکرین پر جگمگاتے اجنبی نمبر کو دیکھ کر وہ سوچ میں پڑ گئی پھر بے دھیانی میں یس کا بٹن دبا کر کانوں سے لگایا۔
''ہیلو مناہل میں اشہد بات کر رہا ہوں۔'' اس دم مناہل کو لگا جیسے فضا یکدم گنگنا اٹھی ہو، ساری کثافت اور گھٹن سر پر پیر رکھ کر نجانے کہاں بھاگ گئی تھی۔ مناہل کے اندر جیسے زندگی سی جاگ اٹھی تھی۔
''ہیلو اشہد! آپ نے کیسے فون کر لیا؟'' وہ بمشکل اپنی خوشی پر قابو پا کر بولی۔
''تم سے دوستی کی ہے آخر تمہاری خیر خبر تو رکھنی پڑے گی نا۔'' وہ انتہائی فریش انداز میں بولا تو مناہل بے ساختہ مسکرا دی۔
''اچھا یہ دوست یاد ہے آپ کو! میں تو سمجھی تھی کہ کب کا مجھے بھول گئے ہوں گے۔'' بے ساختہ مناہل کے منہ سے اس کے دل کی بات نکل گئی۔
''اتنا بے وفا سمجھ لیا مجھے۔'' اشہد کی مسکراتی آواز فون سے ابھری تو بے اختیار اس نے سیل فون کی جانب دیکھا ایسا لگا جیسے اشہد اس کے قریب سے بولا ہو۔
''نہیں ایسی کوئی بات نہیں بس مجھے گمان نہیں تھا کہ آپ فون کریں گے۔'' مناہل صاف گوئی سے بولی پھر تقریباً اشہد نے آدھا گھنٹہ اس سے بات کی جو آج کل کھاریاں میں تھا آدھے گھنٹے بعد جب مناہل نے فون بند کیا تو اس پل وہ اپنے آپ کو کافی ہلکا پھلکا اور فریش محسوس کر رہی تھی۔

❀......❀......❀

''علیشبہ نہ صرف اشہد کی منگیتر تھی بلکہ اچھی دوست بھی تھی۔ وہ یہ بات واضح طور پر محسوس کر رہی تھی کہ اشہد کی باتوں میں آدھے سے زیادہ تذکرہ مناہل کا ہی ہوتا تھا اس بار وہ کراچی آیا تو علیشبہ نے کافی سوچ بچار کے بعد اس سے سوال کر ڈالا جسے سن کر اشہد چند ثانیے کے لیے خاموش سا ہوگیا۔
''اشہد یہ بات تمہیں معلوم ہے کہ ہم منگیتر ہونے سے پہلے ایک دوسرے کے بہت اچھے دوست ہیں تم مجھ سے اپنی فیلنگز شیئر کر سکتے ہو۔'' علیشبہ دوستانہ انداز میں گویا ہوئی تو اشہد نے ایک نگاہ علیشبہ پر ڈالی پھر ایک گہری

سانس بھر کر رہ گیا یہ درست تھا کہ علیشبہ کے ساتھ اس کی بہت اچھی ذہنی ہم آہنگی تھی وہ اس کے باس کی بیٹی تھی اور پچھلے پانچ سال سے دونوں دوستی کے بندھن میں بندھے ہوئے تھے مگر ''محبت!'' شاید دونوں ہی اس جذبے سے فی الحال ناآشنا تھے۔
''علیشبہ میرے خیال میں مناہل اچھی لڑکی ہے اور مجھے بھی وہ اچھی لگتی ہے مگر......'' بولتے بولتے وہ قدرے رکا تھا علیشبہ پوری توجہ سے اپنی تھوڑی ہتھیلی پر ٹکائے اسے سن رہی تھی۔
''محبت...... مجھے نہیں معلوم کہ میں مناہل سے محبت کرتا ہوں یا نہیں۔'' اشہد ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا پھر میز پر دھرا کافی کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا علیشبہ اور اشہد شہر کے مشہور کافی شاپ میں بیٹھے محو گفتگو تھے۔
''ہوں تو اس بات کا ادراک تمہیں نہیں ہے کہ مناہل صرف تمہاری پسند ہے یا پھر تم اس سے محبت کرنے لگے ہو؟'' علیشبہ نے بھی اپنا کپ اٹھا لیا تھا۔ اشہد نے اس پل علیشبہ کو فکر انگیز انداز میں دیکھا۔
''تم کو برا تو نہیں لگا نا؟''
''اوہ کم آن اشہد! تم جانتے ہو میری نیچر کو اگر تم یہ بھی کہتے کہ تمہیں مناہل سے محبت ہوگئی ہے میں تب بھی برا نہیں مانتی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے۔'' آخر میں علیشبہ مسکرا کر بولی۔
''تم تو جیسے میرے فراق میں ادھ موئی ہوئی جا رہی ہو نا۔'' اشہد طنزاً بولا تو علیشبہ نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔
''اگر تم آرمی میں نہ ہوتے تو شاید محبت ہو ہی جاتی۔'' وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولی تو اشہد بھی مسکرانے لگا۔

❀......❀......❀

دن یونہی ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہوئے گزرتے چلے گئے۔ مناہل فائنل ایئر میں آ گئی تھی۔ انیلا آپا نے دو ماہ پہلے ایک خوبصورت بیٹے کو جنم دیا تھا عمران اور انیلا ہر بات بھول کر قدرت کی اس نعمت پر نثار ہو رہے تھے۔ اماں پورے ایک ماہ نواب شاہ رہ کر آئی تھیں انیلا کی ازدواجی زندگی سے اب وہ کافی مطمئن تھیں۔ مریم کی شادی کی تاریخ طے ہو چکی تھی جو چھ ماہ بعد تھی اماں نے گاہے بگاہے مریم کے جہیز کی کافی تیاریاں کر لی تھیں لہٰذا کوئی افراتفری نہیں ہوئی۔ اشہد آٹھ ماہ پہلے ایک نہایت ہی اہم اور خفیہ مشن پر گیا ہوا تھا اور آٹھ ماہ سے اس نے مناہل سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ علیشبہ آج کل اپنی خالہ کے پاس امریکا گئی ہوئی تھی۔ مناہل یونیورسٹی سے گھر آئی تو ٹیلی فون کے پاس صوفے پر اماں کو مضمحل و پریشان سا بیٹھے دیکھا، وہ تیزی سے ان کے پاس چلی آئی۔
''سب ٹھیک تو ہے نا اماں آپ کافی پریشان لگ رہی ہیں۔'' مناہل نے فکرمندی سے استفسار کیا تو اماں نے ایک گہری سانس کھینچی۔
''تمہاری حمیدہ پھپھو بہت بیمار ہیں ابھی ان کی بیٹی شبانہ کا فون آیا تھا۔ وہ تمہیں بہت یاد کر رہی ہیں۔'' اماں کی زبانی پھپھو کی علالت کا سن کر مناہل از حد پریشان ہوگئی۔
''اماں پھر ہمیں کب چلنا ہے؟'' مناہل نے بے تابی سے استفسار کیا۔
''تجھے تو معلوم ہے کہ آتی سردیوں میں مجھے گھٹیا کی کس قدر تکلیف ہو جاتی ہے اور اکیلے میں گھر کا کیسے کام کاج کر سکتی ہوں لہٰذا مریم اور میرا جانا تو بے حد مشکل ہے۔ ایسا کر تو ہی چلی جا۔'' اماں کی بات پر اس نے تیزی سے اثبات میں سر ہلایا۔
''ہاں اماں میں چلی جاتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے اپنے کمرے کی جانب چل دی تا کہ جلد از جلد پیکنگ کر کے وہ گاؤں کے لیے رانہ ہو سکے۔

❀......❀......❀

''شکر ہے مناہل تم آ گئیں اماں تمہیں بہت یاد کر رہی تھیں۔'' شبانہ اسے گلے لگاتے ہوئے بولی تو مناہل شبانہ سے مل کر انتہائی عجلت میں پھپھو کے کمرے کی جانب بھاگی۔ حمیدہ پھپھو اسے بہت عزیز تھیں۔ حمیدہ پھپھو نے مناہل کو دیکھا تو جیسے کھل اٹھیں۔
''میری بچی تو کب آئی؟'' انتہائی کمزوری کے باوجود

اس پل ان کی آواز میں جوش و مسرت صاف محسوس کیا جاسکتا تھا۔

''یہ کیا حالت بنالی ہے پھپو آپ نے اپنی' بس آپ جلدی سے ٹھیک ہوجائیں ورنہ میں بے حد پریشان رہوں گی۔'' مناہل پھپو کے گلے لگتے ہوئے انتہائی فکر مندی سے گویا ہوئی تو پھپو پھیکی سی ہنسی ہنس دیں۔

''ارے پگلی جب اس رب نے دنیا میں بھیجا ہے تو دنیا سے جانے کا بلاوا بھی تو بھیجے گا ناں! میں کیا قیامت تک کے لیے جینے کے لیے آئی ہوں۔'' پھپو ہلکے پھلکے انداز میں بولیں تو مناہل تڑپ اٹھی۔

جب تک مناہل کے ابا زندہ رہے پھپو باقاعدگی سے وہاں آتی تھیں۔ مناہل سے انہیں خصوصی محبت و لگاؤ تھا یہی وجہ تھی کہ مناہل بھی حمیدہ پھپو سے بہت محبت کرتی تھی۔

''شبانہ باجی آپ لوگوں نے کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھایا۔'' شبانہ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر مناہل نے پوچھا۔

''ہاں مناہل میں اور تمہارے بہنوئی اماں کو یہاں کے سب سے اچھے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے تھے۔ تمہیں تو معلوم ہے ناں یہاں سے دس کلومیٹر دور ایک ہی ہوسپٹل ہے ڈاکٹر نے کہا کہ انہیں وہاں داخل کرادو مگر اماں تو ہوسپٹل کے نام سے ہی گھبرا جاتی ہیں۔'' شبانہ اسے تفصیل بتاتے ہوئے بولی تو مناہل سوچ میں پڑ گئی' حمیدہ پھپو کو ہاسپٹل کے نام سے کپکپی طاری ہوجاتی تھی' چاہے وہ کتنی ہی بیمار کیوں نہ ہوجائیں مگر ہاسپٹل جانے کو ہرگز تیار نہیں ہوتی تھیں اور انہیں اس بات کے لیے رضامند کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ اب ایک ہی شخص تھا جو انہیں ہاسپٹل میں داخل کرواسکتا تھا۔ مناہل نے اسی وقت حمیدہ پھپو سے چھپ کر اسے فون کرڈالا اور وہ جو چند دن پہلے ہی کھاریاں سے لوٹا تھا پھپو کی علالت کی خبر سن کر اسی شام وہاں آ پہنچا۔

''مامی آپ کو میری قسم ہسپتال چلیے' پلیز ضد مت کیجیے ہماری خاطر ہی مان جایئے۔'' اشہد کافی دیر سے انہیں منا رہا تھا مگر حمیدہ پھپو قطعاً انکاری تھیں۔

''نا بچے نا مجھے سکون سے گھر پر ہی مرنے دو' میں نہیں جانا چاہتی ہسپتال۔'' حمیدہ پھپو لجاجت سے بولیں تو اشہد نے مارے بے بسی کے سر تھام لیا۔ پھر اشہد' مناہل اور شبانہ نے فیصلہ کیا کہ شہر کے کسی اچھے ڈاکٹر کو گھر پر ہی بلالیا جائے۔ اشہد کے کئی نامور ڈاکٹروں سے بہت اچھے تعلقات تھے اس نے ڈاکٹر فرحان مرزا کو فون بھی کردیا تھا۔ جو کچھ ہی گھنٹوں میں پہنچنے والے تھے مگر ان کے آنے سے پہلے ہی موت کا بے رحم پنچھی پھپو کو لینے آن پہنچا تھا اور اپنے سنگ اڑا لے گیا تھا۔ شبانہ اور مناہل کو بے حد صدمہ تھا خود اشہد بھی کافی افسردہ تھا' حمیدہ بیگم محبت و شفقت کرنے والی عورت تھیں گو کہ شہر میں ان کے تمام رشتے دار تھے مگر اپنے شوہر کے سنگ جس گاؤں میں بیاہ کر آئی تھیں آخری دم تک وہیں رہی تھیں۔ حمیدہ پھپو کے سوئم کے بعد مناہل نے واپسی کے لیے رخت سفر باندھا تھا اب بھلا یہاں کون تھا جو وہ یہاں ٹھہرتی۔

''تو تم جارہی ہو؟'' وہ بیگ تیار کررہی تھی جب ہی اشہد کمرے میں داخل ہوا۔

''ہوں اب یہاں رک کر کرنا بھی کیا ہے حمیدہ پھپو کے دم سے ہی تو یہ گھر' گھر تھا اب تو یہاں مجھے وحشت ہورہی ہے۔'' مناہل بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولی تو اشہد اسے محض دیکھے گیا' وہ اسے کافی عرصے کے بعد دیکھ رہا تھا' جانا تو اسے بھی تھا مگر وہ یہ نہیں چاہ رہا تھا کہ مناہل ملتان چلی جائے۔ مناہل میں نجانے ایسی کون سی کشش تھی کہ اشہد کا دل چاہا کہ مناہل ہر وقت اس کی نگاہوں کے سامنے رہے اور وہ اس سے ڈھیر ساری باتیں کرے۔

''آپ کب تک جائیں گے۔'' مناہل کی آواز پر وہ اپنے دھیان سے چونکا۔

''ہوں میں سوچ رہا ہوں کہ آج ہی نکل جاؤں۔''

''تم ایسا کرو میرے ساتھ ہی چلو میں تمہیں ملتان چھوڑ کر آگے نکل جاؤں گا۔'' اشہد سہولت سے بولا تو مناہل سوچ میں پڑ گئی پھر قدرے توقف کے بولی۔

''آپ کو زحمت ہوگی پہلے اتنا دور جا کر مجھے چھوڑیں گے اور پھر......!'' اتنا کہہ کر وہ خاموش سی ہوگئی۔

''ارے تم یہ غیروں جیسی باتیں کیوں کررہی ہو؟ کیا تم یہ بھول تو نہیں گئی کہ ہم اچھے دوست ہیں۔'' اشہد برا مانتے ہوئے بولا تو وہ دھیرے سے مسکرادی۔

''او کے بابا جیسے آپ کی مرضی۔'' اشہد کمرے سے نکلا تو صحن میں شبانہ اپنے شوہر اور بچوں کے ہمراہ روانہ ہونے کو تیار کھڑی تھی۔ اشہد کو دیکھتے ہی اس کی جانب آئی۔

''اشہد میں اپنے گھر جارہی ہوں' یہاں زیادہ دن ٹھہر نہیں سکتی' بچوں کے بھی امتحان ہونے والے ہیں اور تمہارے بہنوئی کے آفس کا بھی حرج ہورہا ہے۔'' یہ کہہ کر شبانہ مناہل کو خدا حافظ کہنے کی غرض سے اس کے کمرے کی جانب بڑھ گئی جبکہ اشہد شبانہ کے شوہر کے ہمراہ سامان اٹھا گاڑی میں رکھنے لگا۔

''اچھا بھئی اشہد اب اجازت دو کبھی موقع ملے تو ہماری طرف ضرور آنا۔'' شبانہ کا شوہر سلیم اشہد سے بولا تو اشہد نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔ پھر اچانک کچھ یاد آنے پر سلیم گویا ہوا۔

''اشہد مجھے اشعر کی ناگہانی موت کا معلوم ہوا بہت افسوس ہوا یار۔'' اشعر کے نام پر اشہد یکدم اداس ہوگیا پھر معاً کوئی خیال ذہن میں در آیا تو وہ بے ساختہ بولا۔

''سلیم بھائی جب اشعر یہاں گاؤں آیا تھا تو یہاں کوئی لڑکی......'' بولتے بولتے وہ یکدم رکا پھر لفظوں کو ترتیب دے کر ایک بار پھر گویا ہوا۔

''میرا مطلب ہے اس گاؤں میں ان دنوں شہر سے کوئی لڑکی بھی آئی ہوئی تھی کیا؟''

''ہاں آئی ہوئی تھی ناں اپنی مناہل مجھ سے شبانہ نے تذکرہ کیا تھا۔''

''کیا......؟'' اشہد کو لگا جیسے پوری کائنات یکدم اس کی طرح ساکت ہوگئی ہو۔ وہ نام وہ لڑکی جس کو جاننے کے لیے وہ دن رات کسی ایسے پرندے کی مانند بے قرار تھا جسے اچانک ایک ایسے پنجرے میں ڈال دیا ہو جہاں سے وہ رہائی کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا رہا ہو۔ صحرا میں بھٹکے ایک ایسے شخص کی طرح ریگستانوں میں میلوں برہنہ پاؤں چل رہا ہو کہ کہیں سے پانی کا حصول ممکن ہوجائے اور سلیم بھائی نے کس قدر آسانی سے اس کی اتنی بڑی مشکل جو اب اسے کبھی حل ہوتی دکھائی نہیں دے رہی تھی نہایت سہولت سے دور کردی تھی۔ سلیم بھائی اشہد کو جواب دے کر گاڑی میں نجانے کیا تلاش کررہے تھے جبکہ اشہد کے بت بنے جسم میں آہستہ آہستہ جان آرہی تھی۔

''منا......ہل'' ہوش میں آتے ہی انتہائی خاموشی سے اس کے جامد لبوں سے بڑے دھیرے سے یہ نام نکلا پھر یکدم اس کا دل چاہا کہ وہ اپنے بالوں کو نوچ ڈالے اور پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کردے۔ وہ لڑکی جسے نجانے کیوں اپنے دل کے آس پاس محسوس کرنے لگا تھا وہ لڑکی جس سے باتیں کرکے نجانے کیوں اس کی روح میں طمانیت سی دوڑ جاتی تھی وہ لڑکی جسے دیکھ کر اس کا اداس دل مسکرانے پر آمادہ ہوجاتا تھا' اسی لڑکی کی خاطر آج اس کا جوان و کڑیل بھائی موت کے مہیب اندھیروں کو اپنے وجود سے لپیٹے منوں مٹی تلے سو رہا تھا۔

''واہ......! اشہد میاں تمہیں تمہارے بھائی کی موت کی ذمہ دار لڑکی اپنے آس پاس گھماتی رہی اور تمہیں خبر تک نہ ہوئی کہ یہ وہی لڑکی ہے اور میری حماقت کی انتہا کہ میں نے شبانہ باجی سے ہی نہیں پوچھا۔ اشہد نے دانت بھینچ کر خود سے کہا' یکدم اس کا دل چاہا کہ وہ مناہل کے پاس جائے اور اسے بری طرح جھنجوڑ ڈالے اور پوچھے کہ آخر تمہیں مردوں کو بے وقوف بنا کر کیا ملتا ہے آخر کس جذبے کی تسکین حاصل کرنا چاہتی ہو تم۔ پہلے اپنی بہن کا شوہر' پھر میرا بھائی اور اب شاید میں۔'' اشہد نے انتہائی تنفر سے سوچا مگر اس وقت اسے جوش سے نہیں بلکہ ہوش سے کام لینا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے اعصاب کو پرسکون کرنے کی سعی کرنے لگا۔

''ارے اشہد تم یہاں کھڑے ہو' میں تمہیں اندر ڈھونڈ

رہی تھی۔" اچانک شبانہ کی آواز عقب سے ابھری تو جلدی سے اشہد نے اپنے تاثرات کو نارمل کیا۔

"ہم تو جا رہے ہیں اشہد مگر پلیز تم دو گھنٹے بعد مناہل کو بس اڈے تک چھوڑ آنا اسے ملتان کے لیے بس پکڑنی ہے۔"

"جی آپ فکر نا کریں میں اسے چھوڑ دوں گا۔" شبانہ کی بات پر اشہد سہولت سے بولا پھر مزید گویا ہوا۔

"میں مناہل کو ڈراپ کر کے خود بھی نکل جاؤں گا۔"

"ہوں ٹھیک ہے' تم گھر لاک کر کے چابی برابر والی فاخرہ خالہ کو دے دینا اور مجھ سے ملنے آتے رہنا اماں تو چلی گئیں مگر اپنی بہن سے ملنے ضرور آیا کرنا۔" شبانہ محبت سے بولی تو اشہد نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا پھر دو گھنٹے بعد مناہل کو بس اسٹینڈ پر چھوڑ کر وہ خود کراچی کے لیے نکل گیا۔ اس تمام وقت میں اس نے مناہل سے بالکل سابقہ انداز میں بات چیت کی تھی' وہ یہ بات اس پر قطعاً ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ وہ اس کی حقیقت جان گیا ہے۔ اس وقت وہ انتہائی ریش ڈرائیونگ کر رہا تھا جب کہ تصور میں بار بار وہ اشعر اور مناہل کو ایک ساتھ دیکھ رہا تھا۔

❀......❀......❀

"اوہ تو میرا گمان سچ ثابت ہوا اشہد! تم" وہ ایک پل کو ٹھہری۔ "تم مناہل سے محبت کرنے لگے ہو نا۔" وہ دھیرے سے ہنسی۔ اس پل جیسے اشہد لفظوں کی دولت سے محروم ہو گیا ایک بھی لفظ اس کے ہونٹوں کے کشکول میں نہ رہا جسے وہ اس پل علیشبہ کے سامنے ادا کر سکتا وہ محض خاموش رہا البتہ نگاہیں احساس ندامت سے خود بخود جھک گئیں۔

"اشہد پلیز تم گلٹی فیل مت کرو بیلوی! مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے بلکہ مجھے تو خوشی ہے کہ میرے دوست کو بروقت اپنی محبت کا ادراک ہو گیا ورنہ احساس زیاں اسے ہمیشہ بے سکون رکھتا۔" علیشبہ نے کافی شاپ کی ٹیبل پر دھرے اشہد کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے پختہ لہجے میں کہا تو یکدم اشہد نے نگاہیں اٹھا کر علیشبہ کو ممنون نگاہوں سے دیکھا۔

"ایکچولی علیشبہ میں......" اتنا بول کر وہ خاموش ہو گیا۔

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اشہد! لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"شرط......!" لفظ شرط پر اشہد نے چونک کر اسے دیکھا۔

"وہ یہ کہ تم مناہل سے شادی کے بعد بھی میرے دوست رہو گے ہماری دوستی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اوکے۔" علیشبہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر مسکراتے ہوئے بولی تو اس پل اشہد بھرپور انداز میں مسکرا دیا اور پھر اس کی چھوٹی سی ناک کھینچ کر بولا۔

"آف کورس مائی ڈیئریسٹ فرینڈ...... یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔" اشہد کے جواب پر علیشبہ مطمئن انداز میں سر ہلا کر مسکرا دی۔

❀......❀......❀

وہ موبائل فون ہتھیلی میں تھامے ساکت سی بیٹھی رہ گئی۔ نجانے کتنے پل خاموشی سے گزرتے چلے گئے تو رفتہ رفتہ اس کے حواس واپس آنا شروع ہوئے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اشہد نے اس کے کانوں میں جو روح آفریں احساس پھونکا تھا اس نے اسے یکدم زمین سے اٹھا کر ساتویں آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ اسے ایسی کیف آفریں دنیا میں لے گیا تھا جس نے اس کو ہوش و خرد سے بیگانہ کر دیا تھا یہ کہہ کر کہ......

"مناہل میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں' میں نے علیشبہ سے بات کر لی ہے' وہ بخوشی مجھ سے دست بردار ہو گئی ہے۔"

اس نے تو اسے اپنی دعاؤں میں کبھی مانگا تک نہیں تھا' نا اس کی ہمسفری کا کوئی خواب دیکھا تھا۔ ہاں البتہ ایک آرزو دل میں ضرور جاگی تھی کہ کاش اسے یہ شخص چاہتا اس کے ساتھ کی خواہش کرتا' اسے اپنی پلکوں پہ بٹھاتا' وہ تو

یک طرفہ محبت کی خطا بنا سوچے سمجھے کر بیٹھی تھی بھلا محبت بھی سوچ بچار کر کی جاتی ہے چاہے یکطرفہ ہو یا دوطرفہ! اس نے اپنے خیالوں میں بھی اشہد پر حق جتانے کی کوشش نہیں کی تھی' کیونکہ وہ یہ بات بخوبی جانتی تھی کہ وہ کسی اور کا خواب کسی اور کا پیار ہے' کسی کی امانت ہے' اور خائن بننا اور کہلانا اسے ہرگز قبول نہیں تھا' مگر آج......! اتنے کٹھن اور ناممکن نظر آنے والے مراحل اشہد نے کس قدر آسانی سے طے کرلیے تھے' بس کچھ ہی دنوں میں وہ شبانہ باجی اور سلیم بھائی کے ہمراہ اس کی ماں سے اس کا ہاتھ مانگنے آنے والا تھا۔

''کہیں یہ سب جاگتی آنکھوں کا خواب تو نہیں۔'' مناہل چونک کر خود سے بولی پھر خود ہی شرما کر دھیرے سے مسکرادی۔

❀......❀......❀

اماں اور مریم اچھے خاصے حیران و متعجب تھے کہ اتنا بہترین اور اچانک رشتہ بھلا مناہل کا کیوں اور کیسے آگیا' اشہد نے انہیں نہایت سرسری انداز میں بتایا تھا کہ مناہل سے اس کی ملاقات حمیدہ پھپو کے گھر پر ہوئی تھی' مناہل اسے اچھی لگی تو اب وہ باقاعدہ اس کا ہاتھ مانگنے شبانہ باجی اور سلیم بھائی کے ہمراہ آیا ہے۔ اماں کو اشہد کی زبانی یہ باتیں جان کر اندر ہی اندر سخت ناگواری کا احساس ہوا تھا وہ سمجھ گئی تھیں کہ یقیناً ان دونوں کے درمیان پہلے سے ہی کوئی رشتہ استوار ہوگیا ہوگا' جس کی بنا پر اتنا ہینڈسم اور لائق لڑکا ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگنے کراچی سے ملتان آگیا۔ اماں نے خاموشی سے اشہد کو ہاں کردی تھی مگر مناہل سے ہمیشہ کی طرح متنفر بھی ہوگئی تھیں۔ اشہد اور شبانہ کے اصرار پر اماں نے ایک ماہ بعد کی تاریخ دے دی کہ وہ بھی مناہل کے فرض سے جلد بری ہوجانا چاہتی تھیں۔

❀......❀......❀
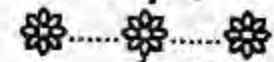
اشہد کے کہنے پر انتہائی سادگی سے ایک ماہ بعد مناہل اس کی دلہن بنادی گئی۔ انیلا آپا کی ساس بستر مرگ پر تھیں لہٰذا وہ شادی میں نہیں آئی تھیں صرف انتہائی قریبی لوگوں کے درمیان گھر ہی گھر میں مناہل کا نکاح اشہد کے ساتھ پڑھا دیا گیا اور تقریباً نکاح کے دو گھنٹے بعد اشہد کی ہدایت پر وہ بالکل عام سے حلیے میں اشہد کے ہمراہ ائرپورٹ جارہی تھی کیونکہ کچھ ہی دیر میں ان کی کراچی کی فلائٹ تھی وہ چاہتی تھی کہ آج اپنا پور پور وہ اشہد کے لیے سجائے سنوارے' سولہ سنگھار کرے' مگر اس وقت ایسا موقع بھی نہیں تھا اور اشہد نے اسے سادہ سے حلیے میں سفر پر جانے کی ہدایت کی تھی سو وہ اپنے دل کا ارمان خاموشی سے دبا گئی۔

کراچی ائرپورٹ سے گھر تک کا راستہ اشہد نے بہت خاموشی سے طے کیا جبکہ مناہل کو فطری شرم و حیا نے کچھ کہنے سے باز رکھا تھا۔ Cap ایک خوبصورت سے بنگلے کے سامنے رکی تو مناہل اشہد کی معیت میں ٹیکسی سے باہر آئی اور انتہائی اشتیاق بھری نگاہوں سے گھر کو دیکھ کر بے ساختہ بولی۔

''اشہد کیا یہ ہمارا گھر ہے؟'' جواباً اشہد نے مناہل کو جن نگاہوں سے دیکھا اس نے ایک ہی پل میں مناہل کے اندر برف ہی برف بھردی' اتنی بیگانہ' اجنبی اور سرد نگاہ' اسے اس لمحے یہ شدت سے احساس ہوا کہ یہ اس کا وہ اشہد نہیں ہے جسے وہ جانتی تھی' کچھ انہونی تو ضرور ہوگئی تھی اس بات کی گواہی اس کا دل شدت سے دے رہا تھا۔ اشہد بنا کچھ کہے خاموشی سے اندر چلا گیا جبکہ چوکیدار دروازہ کھولے اس کے اندر آنے کا منتظر تھا۔

''اشہد خدا کے لیے مجھے بے مول مت کرنا' تمہاری محبت تو نہیں دیکھی مگر میری محبت کی قسم جو مجھے تم سے ہے تمہاری بے اعتنائی مجھے جیتے جی مار ڈالے گی۔'' وہ خود سے بولی پھر ایک گہری سانس فضا کے سپرد کرکے کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوگئی۔

''مناہل یہ تمہارا کمرا ہے تم چاہو تو آرام کرو میں کام سے باہر جارہا ہوں۔'' ایک کمرے میں لاکر اشہد نے انتہائی رکھائی سے اس سے کہا تو مناہل سن سی رہ گئی۔

''تمہارا کمرا!'' وہ سرگوشی میں خود سے بولی مگر یہ الفاظ اشہد

کی تیز سماعت تک باآسانی جا پہنچے۔

''ہاں تمہارا کمرا......صرف تمہارا کمرا۔'' اشہد اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر صرف پر زور ڈال کر بولا۔

''کیونکہ میں ایک کمرے میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں رہ سکتا۔'' یہ کہہ کر وہ جونہی پلٹا مناہل نے بے ساختہ تیزی سے اس کا بازو پکڑا۔

''اشہد میرا قصور؟'' اشہد نے گردن موڑ کر مناہل کی جانب ایک نگاہ ڈالی اور دوسری نظر اپنے بازو پر دھرے مناہل کے موی ہاتھ پر۔

''ڈونٹ ٹرائی ٹو ٹچ می۔'' اس نے انتہائی تنفر سے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے جھٹکا جبکہ اہانت کے احساس نے مناہل کی آنکھوں میں مرچیں سی بھردی تھیں۔

''اشہد آپ مجھے اس سلوک کی وجہ بتایئے پلیز میرا قصور بتایئے۔''

''ہونہہ قصور! کتنی معصومیت اور بھولپن سے تم اپنے گناہ بلکہ سنگین گناہ کو قصور کہہ رہی ہو۔'' وہ جیسے پھنکارا۔ اس پل مناہل کے اعصاب بری طرح تن گئے تھے۔ اپنی ہستی اپنی کائنات اسے ریت کی مانند مٹھی سے پھسلتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔

''تم قاتل ہو مناہل' ایک ایسے انسان کی جسے جینے کی تمنا تھی' دنیا کو مسخر کرنے کی آرزو تھی جو زندہ رہنا چاہتا تھا جو زندگی سے پیار کرتا تھا موت سے اسے نفرت تھی وہ مرنا نہیں چاہتا تھا مگر تم نے......!'' کھوئے کھوئے انداز میں بولتے اچانک اشہد نے چونک کر اسے دیکھا اور اپنی انگشت شہادت اس کی جانب اٹھاتے ہوئے بولا۔

''تم نے اسے مار ڈالا' اسے بھیانک موت دے ڈالی' آئی ہیٹ یو مناہل! آئی رئیلی ہیٹ یو۔'' آخر میں وہ نفرت و تحقیر کے ملے جلے جذبات میں گھر کر بولا تو مناہل گویا پتھر کی ہوگئی۔ اشہد ایک قہر آلود نگاہ اس پر ڈال کر جانے کے لیے پلٹا پھر کچھ سوچ کر رخ اس کی جانب کرتے ہوئے گویا ہوا۔

''اشعر صرف میرا بھائی ہی نہیں میری دنیا تھا اور تم نے......!'' مناہل سے مزید ضبط نہ ہوسکا وہ گھٹنوں کے بل بیٹھتی چلی گئی جب کہ اشہد یہ جا وہ جا۔

☆☆☆......

اشہد نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ جو لڑکی اشعر کی موت کا باعث بنی وہ لڑکی مناہل ہوگی؟ مناہل جس کے اندر نجانے ایسی کون سی کشش تھی جو اشہد کو اپنی جانب کھینچتی ہوئی محسوس ہوتی تھی ہاں شاید اشعر بھی کسی ایسی ہی کشش کا شکار ہوا ہوگا اور رہی سہی کسر مناہل کی اداؤں اور باتوں نے پوری کردی ہوگی' اسے آج بھی اشعر کا وہ فون یاد تھا جب اس نے اشہد سے کہا تھا۔

''بھائی یہاں میری ملاقات جس لڑکی سے ہوئی ہے' اس نے میرے ہوش و حواس گم کردیے ہیں وہ بہت منفرد لڑکی ہے۔ مگر ہے بہت مغرور۔'' وہ بخوبی جانتا تھا کہ اس کا بھائی اشعر کافی حسن پرست واقع ہوا تھا۔ صنف نازک میں وہ خاصا مقبول بھی تھا اور اس کی دوستوں کی لسٹ میں لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے کئی گناہ زیادہ تھی مگر جس وقت اشعر اس لڑکی کے بارے میں اپنے جذبوں کا اظہار کررہا تھا اشہد کو لگا کہ یہ لڑکی اشعر کی زندگی میں کوئی خاص مقام حاصل کرچکی ہے اشہد نے اس سے اس لڑکی کا نام بھی نہیں پوچھا تھا کیونکہ درحقیقت اشہد کو اس ان دیکھی لڑکی کی ذات سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں تھی جو اشعر کے لیے بہت خاص بنتی جارہی تھی اور پھر اشعر اور اشہد کے درمیان ہونے والی آخری ٹیلی فونک گفتگو! اشہد نے اشعر کو کال کی تو اس پل اشعر انتہائی مشتعل تھا۔

''نجانے وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہے بھائی! اس نے میری مردانگی کی توہین کی ہے مجھے بری طرح دھتکارا ہے' مجھے ٹھکرایا ہے۔'' اشہد نے زندگی میں پہلی بار اشعر کو اتنا غصے میں دیکھا تھا' اس نے اشعر کو ٹھنڈا کرنا چاہا تھا مگر اس نے سخت طیش میں لائن ہی ڈسکنکٹ کردی تھی۔ اشہد نے سوچا کہ جب اشعر کا پارہ نیچے آجائے گا تو وہ اسے سمجھائے گا مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی' پورے دو گھنٹے بعد حمیدہ مامی کا روتے ہوئے فون آیا کہ اشعر کا بہت خطرناک

ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے یہ خبر اشہد کے حواسوں پر بجلی بن کر گری وہ سب چھوڑ چھاڑ کر گاؤں کے لیے روانہ ہوا مگر اشعر تو موقع پر ہی جاں بحق ہوگیا تھا۔ اشعر کی جواں مرگی نے اشہد کو گویا پاگل سا کردیا تھا اس نے حمیدہ مامی سے کئی بار پوچھا کہ یہاں ان کے گاؤں میں کوئی لڑکی شہر سے آئی تھی؟ جس سے اشعر کی ملاقات ہوئی تھی۔ مگر انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔ شبانہ اور سلیم بھائی ان دنوں دبئی گئے ہوئے تھے۔ اشہد نے پڑوس کی خالہ جن سے مامی کے بہت اچھے تعلقات تھے ان سے بھی استفسار کیا مگر انہیں بھی اس لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا اور باقی سب سے پوچھنے پر لوگوں نے کہا۔

''یہاں تو آئے دن شہر سے کوئی نہ کوئی مہمان آتا رہتا ہے آپ کس کے متعلق پوچھ رہے ہو بلکہ منشی کریم دین کے بیٹے کی پچھلے ماہ شادی ہوئی تھی اور ان کے گھر شہر سے کافی مہمان آئے تھے اب ہمیں کیا پتہ کہ آپ کس کو ڈھونڈ رہے ہو۔''

اس پل اشہد نے مارے بے بسی کے اپنے بالوں کو نوچ ڈالا تھا۔ کاش وہ اشعر سے نام ہی پوچھ لیتا یا وہ ہی بتا دیتا تو آج وہ اس لڑکی کو ایسا سبق سکھاتا کہ ساری زندگی یاد رکھتی جس کی بے اعتنائی نے اس کے بھائی کو زندگی جیسی نعمت سے محروم کردیا تھا۔ ساحل سمندر پر ٹہل ٹہل کر اس پل اشہد کی ٹانگیں شل ہونے لگی تھیں مگر اندر کی گھٹن کسی طور کم نہیں ہورہی تھی۔

❁......❁......❁
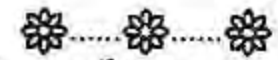
مناہل کے سامنے گویا ماضی کی فلم چل رہی تھی جب وہ چھٹیاں گزارنے حمیدہ پھپو کے گھر آئی تھی تب ہی اس کی ملاقات اشعر سے ہوئی خوبرو اسمارٹ اور دل پھینک سا اشعر اسے کچھ متاثر نہیں کرسکا اس کی وجہ اس کی نگاہوں کا گدلہ پن تھا جسے مناہل نے صاف محسوس کرلیا تھا وہ بات بے بات پھپو کے سامنے ہی مناہل سے فری ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ بہانے بہانے سے کبھی ہنستے کبھی باتیں کرتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتا تو کبھی اس کی کلائی تھام لیتا' مناہل کو اشعر کی یہ بے باکیاں بالکل اچھی نہیں لگتی تھیں اس کے بار بار ٹوکنے پر بھی وہ اس کی باتوں کو چٹکیوں میں اڑا دیتا تھا۔ وہ ہر وقت پروانے کی مانند اس کے آس پاس منڈلاتا رہتا تھا' یہ صورت حال مناہل اور پھپو دونوں کے لیے پریشان کن تھی۔

''پھپو مجھے لگتا ہے کہ میرا یہاں سے چلے جانا ہی ٹھیک ہوگا' اشعر کی بدتمیزیاں اب میری برداشت سے باہر ہوتی جارہی ہیں۔'' جواباً پھپو نے کہا۔

''صرف چار دن پہلے ہی تم یہاں آئی ہو بھلا تمہاری ماں کیا سوچے گی کہ پھپو نے جاتے ہی بھگا دیا! مگر بیٹا تم صحیح کہہ رہی ہو اس وقت تمہارا واپس چلے جانا ہی بہتر ہوگا' اشعر کے لوٹ جانے کے بعد میں تمہیں پھر بلالوں گی۔''

اور پھر وہ اسی دن ملتان کی بس کا ٹکٹ مناہل کے لیے آئیں اور یہ کہہ کر وہ پڑوس کی خالہ کے گھر چلی گئیں کہ ''بس کچھ دیر میں آتی ہوں۔'' اشعر تو جیسے گھات لگائے بیٹھا تھا۔ مناہل کو تنہا پا کر جب اس کی بے باکیاں اخلاقی حدود کی تمام حدیں پار کرنے لگیں تو مناہل نے ایک زبردست تھپڑ اشعر کے گال پر رسید کردیا۔ صد شکر کہ اس وقت پھپو گھر آگئیں ورنہ تھپڑ کھا کر اشعر مناہل کے ساتھ نجانے کیا سلوک کرتا جو اس وقت شدید مشتعل تھا۔ اسی حالت میں وہ دروازے پر ٹھوکر مارتے ہوئے باہر نکل گیا۔ جب کہ پھپو نے اسی وقت اسے اپنا سامان باندھنے کو کہا' وہ اسی دن ملتان چلی آئی اور پھر تین دن بعد حمیدہ پھپو نے بتایا کہ اس دن انتہائی طیش میں نکلتے اشعر کی گاڑی ایک موڑ پر زبردست حادثے کا شکار ہوئی اور وہ دار فانی سے کوچ کرگیا۔ اس خبر نے مناہل کو بالکل گم صم کردیا اور تقریباً ایک سال تک وہ پھپو کی ہدایت پر گاؤں نہیں آئی اور آج......! مناہل حال میں لوٹتے ہوئے جیسے چونکی۔

''کیا...... اشہد اشعر کا بھائی ہے؟ یا اللہ تقدیر نے میرے ساتھ یہ کیسا بھیانک مذاق کیا ہے اور پھپو نے بھی مجھے نہیں بتایا۔'' خود سے بولتے ہوئے مناہل اچانک بلک بلک کر رو دی۔

❁......❁......❁
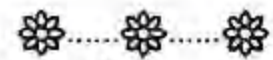
''اشہد پلیز میری بات سنیے مجھے آپ جو چاہیں سزا دیجیے مجھے قبول ہے مگر صرف ایک بار میری......!''

''کچھ نہیں سننا کچھ نہیں جاننا مجھے......!'' اشہد نے چلا کر اس کی بات کاٹی تو مناہل اپنی جگہ سہم سی گئی۔

''کیا سنانا چاہتی ہو مجھے۔ ہاں کون سا بہلاوا دینا چاہتی ہو بولو۔ کان کھول کر سن لو مناہل بیگم میں تمہاری کسی بات میں آنے والا نہیں ہوں' سمجھی۔'' فل آرمی کے یونیفارم میں ملبوس وہ اس پل قہر و غضب کی تصویر بنا ہوا تھا۔ مناہل کے اندر جیسے طغیانی سی اٹھنے لگی وہ اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں سے کاٹنے لگی۔ اشہد نے ایک نگاہ اس کو دیکھا پھر ہنوز اسی لہجے میں بولا۔

''ویسے تم کافی سمجھدار اور تیز ہو اب تک یہ بات جان چکی ہوگی کہ میں نے تم سے شادی تمہارے حسن سے متاثر ہوکر یا تمہاری محبت میں مبتلا ہوکر نہیں کی۔ میں اپنی فرینڈ علیشبہ سے کمیٹڈ تھا اور یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو تم سے شادی محض میری نفرت کا نتیجہ ہے جو اشعر کے حوالے سے میں تم سے کرتا ہوں۔''

''آپ مجھ سے اشعر کا بدلہ لینا چاہتے ہیں اور اس لیے میں آج آپ کی زندگی میں موجود ہوں ورنہ میری جگہ علیشبہ ہوتی۔'' مناہل ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں نم آواز سمیت بولی۔

''یہ سب واقعی میں جانتی ہوں' مگر اشہد...... آپ پلیز میری ایک بات کا جواب ضرور دیجیے۔'' اشہد اس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں تمہاری کسی بھی بات کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں مگر......! بولو کیا پوچھنا چاہتی ہو؟'' اشہد کے کہنے پر اس نے بڑی مشکلوں سے اپنی تمام ہمتوں کو مجتمع کیا پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر خود کو بولنے پر آمادہ کیا۔

''مم...... میں یہ جاننا چاہتی ہوں اشہد۔'' یہ کہہ کر وہ ایک پل کو رکی نگاہیں جھک سی گئیں' اس لمحے وہ اشہد کو بہت نروس دکھائی دی پرپل اور پنک رنگ کے امتزاج کے سوٹ میں انگلیاں مروڑتی وہ بہت منفرد بہت خاص لگ رہی تھی اس پل اشہد نے اپنے بہکتے خیالات کو یکدم جھٹکا اور اسے سرد نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

''جب آپ کو یہ حقیقت معلوم نہیں تھی کہ میں ہی وہ لڑکی تھی جو گاؤں میں اشعر کو ملی تھی تو اس سے پہلے......'' یہاں تک بولتے بولتے ایک بار پھر مناہل کی زبان اٹک گئی۔

''میں سمجھ گیا مناہل بیگم! تم کیا پوچھنا چاہتی ہو یہی نا کہ جس طرح تم نے اپنے معصوم حسن کا جال بچھا کر اشعر کو اپنا دیوانہ بنایا تھا اپنی زلف کا اسیر کرکے اسے بے بس کردیا تھا' کیا ایسے ہی تمہارا جادو میرے اوپر بھی چل سکا یا نہیں؟'' اشہد زہر خند لہجے میں بولا تو مناہل تڑپ گئی۔

''اشہد پلیز کیا آپ مجھے صفائی کا ایک بھی موقع بھی نہیں دیں گے۔'' وہ روہانسی ہوکر بولی۔

''نہیں......!''

''کیوں......!''

''کیوں کہ تم بھروسے کے قابل نہیں ہو۔''

''صرف ایک بار بھروسہ کریں۔''

''بھروسہ اور تم پر۔'' اشہد استہزائیہ انداز میں بولا۔ ''تم اشعر کی قاتل ہو مناہل۔''

''ٹھیک ہے اگر میں اشعر کی قاتل ہوں تو مجھے مار دیجیے ابھی اور اسی وقت۔'' مناہل اس کے بالکل مقابل آکر غصے سے بولی تو اشہد نے اسے بغور دیکھا پھر دو قدم کا فاصلہ طے کرکے بالکل اس کے قریب آگیا اتنا قریب کہ مناہل کے چہرے کو اشہد کی پر حدت سانسوں کی تپش نے جھلسانا شروع کردیا اس نے بے ساختہ قدم پیچھے ہٹانا چاہے مگر اشہد نے اس کا بازو پکڑ کر اس کی کوشش کو ناکام بنادیا۔

''اتنی آسانی سے تمہاری جان کیسے لے لوں۔'' وہ جیسے گھمبیر سرگوشی میں بولا پھر اس کی نازک سی گردن پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

''اتنی خوبصورت گردن کو ہاتھوں سے نہیں دباؤں گا۔

فکرمت کرو میں تمہیں موت بھی نہیں دوں گا۔“

”اشہد آپ مجھے تھوڑی تھوڑی اذیت دے کر مارنا چاہتے ہیں نا۔“ مناہل کی سرخ آنکھوں میں سرعت سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا اور تیزی سے گالوں پر بہنے لگا۔

”مگر میری موت کے لیے صرف یہ بات ہی کافی ہے کہ آپ مجھے اشعر کا قاتل سمجھتے ہیں۔ مجھے بدکردار گردانتے ہیں؛ مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے۔“ یہ کہہ کر وہ وہاں سے روتی ہوئی بھاگ گئی؛ جبکہ چند ثانیے اشہد بالکل خاموش کھڑا رہ گیا پھر اپنے ملازم سے کہہ کر اپنا سامان جیپ میں رکھوایا اور مناہل کے بارے میں کرم دین کو چند ہدایتیں دے کر جیپ اڑا لے گیا۔

❀......❀......❀

اشہد میس پہنچا تو سب نے اسے شادی کی مبارک باد دی؛ اس کے انچارج نے کہا کہ وہ اپنی وائف کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔ اسے رہائش وغیرہ سب مل جائے گی مگر اشہد نے یہ کہہ کر انہیں منع کردیا کہ فی الحال وہ اپنا پورا دھیان اپنی ٹریننگ کی طرف لگانا چاہتا ہے جو تین ماہ پر محیط تھی؛ کھاریاں آئے اسے ایک ماہ ہوچکا تھا مگر ایک بار بھی اس نے فون پر مناہل سے بات نہیں کی تھی البتہ اپنے پرانے ملازم اور گھر کے نگران کرم دین سے دو بار بات کی تھی مگر مناہل کی خود سے خیریت تک نہیں پوچھی تھی۔ اسی نے بتایا تھا کہ بیگم صاحبہ ٹھیک ہیں اور گھر کے کاموں میں مصروف رہتی ہیں۔ اشہد کا دوست توقیر تو دن رات اپنی بیوی کو یاد کرکے ٹھنڈی آہیں بھرتا تھا اس کی بھی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور وہ کچھ دنوں میں اسے اپنے پاس بلانے والا تھا۔ اس نے اشہد سے بہت حیرت سے دریافت کیا تھا کہ آخر علیشبہ کو چھوڑ کر اس نے کسی دوسری لڑکی سے شادی کیسے کرلی؟ اشہد نے یہ کہہ کر توقیر سے جان چھڑانی چاہی تھی کہ اسے مناہل بہت پسند آگئی تھی اور اس وقت سے ہی توقیر مناہل کو دیکھنے پر مصر ہوگیا تھا کہ آخر وہ لڑکی کیسی دکھائی دیتی ہے جس کی خاطر اشہد نے علیشبہ کو چھوڑ دیا۔ جبکہ علیشبہ آج کل ٹورنٹو اپنی خالہ کے پاس گئی ہوئی تھی۔

❀......❀......❀

بے مصرف کاموں سے فراغت کے بعد مناہل اپنے کمرے میں آئی تو ایک نامعلوم سی تھکن اس کے جسم و جاں میں اتر آئی وہ آہستہ سے چلتی ہوئی اپنے بیڈ پر آ گئی۔ آج اسے گئے ہوئے دو ماہ ہوچکے تھے اور اس دوران ایک بار بھی اشہد نے اسے فون نہیں کیا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر تکیے کے نیچے سے اپنا موبائل نکالا اور ایک بٹن دبا کر اس کی اسکرین کو خالی خالی نظروں سے گھورا جو ہمیشہ کی طرح خالی اس کا منہ چڑا رہی تھی ہر بار کی طرح مناہل نے اشہد کو میسج ٹائپ کیا اور Send کا بٹن دبانے کی بجائے Save کا بٹن دبادیا پھر ایک گہری سانس فضا میں خارج کی اور آنکھیں موند لیں؛ اشہد کے تصور میں کھوئے کھوئے وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

❀......❀......❀

اشہد نے گھر کا نمبر ملایا تو فون ڈیڈ ہونے کا اندازہ ہوا؛ اشہد نے ایک نگاہ اپنے موبائل فون کو دیکھا لمحہ بھر کے لیے خیال آیا کہ مناہل کو فون کرلے مگر دوسرے ہی پل اس نے فوراً اپنے خیال کو جھٹکا اور فون بستر پر رکھ کر شاور لینے کی غرض سے باتھ روم میں چلا گیا۔

آج تیسرا دن تھا مگر مناہل کا بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ کرم دین ایک سادہ لوح اور ہمدرد انسان تھا؛ وہ پندرہ سال سے یہاں ملازمت کررہا تھا۔ مناہل کے لیے ڈاکٹر بھی وہی لایا تھا؛ گھر کا فون چونکہ خراب تھا لہٰذا کرم دین کی اشہد سے بات نہیں ہوسکی تھی ورنہ اشہد گھر فون ضرور کرتا تھا۔

”بیگم صاحبہ! آپ نے اشہد میاں کو بتایا کہ آپ کی طبیعت خراب ہے۔“ کرم دین کے استفسار پر مناہل چپ رہ گئی پھر آہستگی سے بولی۔

”وہ وہاں مصروف ہوں گے خوامخواہ پریشان ہوجائیں گے؛ آپ فکر نہ کریں میں ٹھیک ہوجاؤں گی۔“ پندرہ دن تک مناہل بستر سے اٹھ نہیں سکی؛ اسے ٹائیفائیڈ ہوگیا تھا؛ کرم دین اس کا بہت خیال رکھ رہا تھا آج مناہل

بے تحاشا روئی تھی کیونکہ صبح اس کی ماں کا فون آیا تھا؛ پہلی بار مناہل نے اماں کے لہجے میں اپنے لیے محبت اور تڑپ محسوس کی تھی۔ مریم بھی اسے بہت یاد کررہی تھی۔ اپنوں کی آوازیں سن کر اس کے دل میں دھواں سا اٹھنے لگا تھا۔ اس کا بے پناہ دل چاہ رہا تھا کہ وہ اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر خوب آنسو بہائے جو اشہد نے اس کے ناکردہ گناہوں کے عوض اس کی آنکھوں میں بھر دیے ہیں مگر مناہل نے کمال مہارت سے انہیں یہ ظاہر کیا کہ وہ یہاں بہت خوش اور مگن ہے اور عنقریب ملتان آئے گی کیونکہ مریم کی شادی قریب تھی۔

❀......❀......❀

تین ماہ کی ٹریننگ مکمل کرکے اشہد نے کراچی کے لیے رخت سفر باندھا وہ جب گھر میں داخل ہوا تو پہلا قدم رکھتے ہی اسے خفیف سا جھٹکا لگا۔ اس کے گھر کا گارڈن اس پل انتہائی خوب صورت اور دلکش دکھائی دے رہا تھا جو یقیناً مناہل کی ہی محنت کا مظہر تھا۔ اندر بھی اسی طرح کا منظر نظر آیا؛ انتہائی نفاست اور سلیقے سے گھر کی ایک نئے انداز سے سیٹنگ کی گئی تھی۔ کچن سے باہر آتے کرم دین کی نظر جونہی اشہد پر پڑی اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔

”ارے اشہد میاں آپ آگئے۔“ یہ کہہ کر وہ اس کا سامان تھامنے کی غرض سے آگے بڑھا۔

”آپ اپنے کمرے میں جاکر فریش ہوجائیے جب تک میں چائے بناتا ہوں۔“ کرم دین کے کہنے پر وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا مگر اندر قدم رکھتے ہی احساس ہوا کہ وہ غیر ارادی طور پر مناہل کے کمرے میں آگیا ہے؛ اس نے بے ارادہ نگاہیں اٹھائیں تو سامنے بستر پر شاید مناہل کا وجود تھا جو اس پل چادر میں لپٹا ہوا تھا؛ وہ شاید سو رہی تھی؛ اشہد نے بے ساختہ گھڑی کی جانب دیکھا جو دن کا ایک بجا رہی تھی۔

”یہ کون سا وقت ہے سونے کا۔“ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا پھر آہستہ سے بستر کے قریب آیا مناہل دوسری جانب کروٹ لیے سو رہی تھی؛ اس کے بے ترتیب سے بالوں کی چٹیا اس کی کمر پر دھری تھی؛ وہ واپس پلٹنے ہی والا تھا کہ سائیڈ دراز کے اوپر دواؤں کی بوتلوں اور گولیوں کی بھرمار دیکھ کر ٹھٹک گیا پھر ایک نگاہ دواؤں پر ڈالی اور دوسری کروٹ لئے مناہل پر کچھ سوچ کر اس نے انتہائی آہستگی سے اس کے بازو پر ہاتھ دھرا اور دھیرے سے اس کا رخ اپنی جانب موڑا؛ یکدم مناہل کا چہرہ اس کی نگاہوں میں آیا تو اسے ایک زبردست جھٹکا لگا؛ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے سرسوں کے پھول کی مانند اس کا زرد کمزور چہرہ اور سفید ہونٹ اس کی بیماری کے غماز تھے۔

”مناہل......“ اس پل اشہد کا دل مناہل کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ وہ بے ساختہ اس کی جانب جھکا مگر مناہل بہت گہری نیند میں تھی پھر کچھ سوچ کر وہ سیدھا ہوا اور تیزی سے باہر نکل آیا۔

”کرم دین مناہل بیمار ہے اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں۔“ کچن میں آکر اشہد جھنجلا کر بولا۔

”معاف کیجیے گا اشہد میاں بیگم صاحبہ نے منع کردیا تھا کہ آپ پریشان ہوجائیں گے مگر میں آپ کو پھر بھی بتادیتا لیکن گھر کا فون ٹھیک نہیں تھا تو آپ کا فون بھی نہیں آسکا اور میرے پاس تو آپ کا نمبر بھی نہیں تھا۔“

”کیا ہوا ہے مناہل کو؟“ اشہد کرم دین کی بات کو نظر انداز کرکے بولا۔

”ٹائی فائیڈ ہوگیا تھا۔ میں باقاعدگی سے ڈاکٹر سراج سے بیگم صاحبہ کا چیک اپ کرارہا ہوں مگر اثر نہیں ہورہا۔“ کرم دین مؤدبانہ انداز میں بولا۔

”کب سے بیمار ہے؟“ وہ جلدی سے بولا۔

”جی تقریباً ایک ماہ ہوگیا۔“

”کیا ایک مہینہ مگر بخار کیوں نہیں اتر رہا۔“ اشہد حیرت و پریشانی سے بولا۔

”وہ جی ڈاکٹر سراج نے کچھ ٹیسٹ لکھ کردیے تھے مگر میرے لاکھ کہنے کے باوجود وہ ٹیسٹ نہیں کرارہی کہتی ہیں کہ میں خود ہی ٹھیک ہوجاؤں گی۔“ کرم دین کی بات پر اشہد کا موڈ بری طرح بگڑ گیا وہ وہاں سے پلٹ کر اپنے

کمرے میں آیا اور ادھر سے ادھر چکر لگانے لگا۔ عجیب سی بے قراری اسے بے چین کیے دے رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر مناہل کے کمرے میں داخل ہوا تو اس وقت وہ بیڈ کراؤن سے سر ٹکائے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی کھٹکے کی آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں' دروازے پر اشہد کو کھڑے چند ثانیے دیکھا پھر دوبارہ آنکھیں موند لیں اور دل کو بے پناہ سرزنش بھی کی' ہمیشہ یونہی اشہد کا خیال آ کر اسے پریشان کر دیتا تھا۔ اس پل نجانے کیوں اشہد بری طرح بھنا گیا۔ وہ تیزی سے اس کے قریب آیا اور چادر اس کے وجود سے ایک جھٹکے سے ہٹائی' مناہل نے بری طرح چونک کر آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"یہ میرا خیال نہیں۔" وہ اپنے دل میں بولی پھر آنکھیں پوری طرح کھول کر اسے دیکھنے گئی۔

"محترمہ کیا بیماری میں آپ کی بینائی بھی اتنی کمزور ہوگئی ہے کہ مجھ جیسا لمبا چوڑا انسان آپ کو نظر نہیں آ رہا۔" وہ جلے کٹے انداز میں بولا۔

"آپ..... آپ کب آئے؟" وہ حیرت سے بولی۔ پھر اپنی پوزیشن کا احساس ہوا تو اس نے جلدی جلدی نگاہیں دوڑا کر دوپٹہ تلاش کرنا چاہا جو اسے صوفے پر پڑا دکھائی دیا۔ دوپٹہ لینے کی غرض سے وہ بستر سے جونہی اٹھی ایک زبردست چکر نے اس کا توازن بگاڑ دیا۔ دوسرے پل وہ اشہد کے مضبوط بازوؤں میں قید تھی چند پل دونوں کے درمیان یونہی خاموشی سے گزر گئے مناہل اشہد کے سینے پر سر رکھے اپنی سانسوں کو ہموار کر رہی تھی جبکہ اشہد نجانے کیا سوچ رہا تھا۔ مناہل کے ذرا حواس بحال ہوئے تو وہ فوراً اشہد سے دور ہوئی۔ اسی پل دونوں کی نگاہیں بے ساختہ ایک دوسرے سے ٹکرائی تھیں مگر جلدی سے مناہل نے اپنی پرسوز آنکھوں پر پلکوں کا پردہ گرا لیا جبکہ اشہد خود سے یہ سوال کر رہا تھا کہ مناہل کی آنکھیں زیادہ خوبصورت ہیں یا ان آنکھوں میں بھری وہ چمک جو مقابل کو بے خود کر کے اسے اپنی جانب کھینچتی ہیں۔ مناہل اس کے پاس سے نکل کر دوپٹہ اوڑھ کر واپس صوفے پر خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔

"تم نے ٹیسٹ کیوں نہیں کروائے' چلو اٹھو اور چل کر ٹیسٹ کرواؤ۔" اشہد اپنے لہجے کو سرسری بنا کر بولا تو مناہل نے ضدی بچے کی مانند نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں اب ٹھیک ہوں مجھے کوئی ٹیسٹ نہیں کروانے' آپ ابھی ابھی آئے ہیں تھوڑا آرام کر لیں۔"

"مجھے کیا کرنا چاہیے کیا نہیں! یہ مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں اور ہاں مجھے بحث کرنے کی بالکل عادت نہیں ہے دو منٹ میں باہر آؤ میں گاڑی میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" یہ کہہ کر اشہد کمرے سے باہر چلا گیا تو ناچار مناہل فریش ہونے کی غرض سے واش روم میں چلی گئی۔

❊......❊......❊
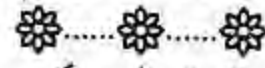
اشہد نے اس کے تمام ٹیسٹ کروائے اور ایک معروف ڈاکٹر سے مکمل چیک اپ کروایا۔ تقریباً ایک ہفتے میں وہ تیزی سے روبصحت ہوتی گئی۔ اس دوران اشہد کا انداز لیے دیئے رہا مگر وہ اس کی غذا اور دواؤں سے بے پروا نہیں رہا اور یہی بات مناہل کو صحت مند کرنے کا باعث بنی۔

"چاہے انسانیت کے ناطے ہی سہی اشہد آپ نے میرے دامن میں اپنی توجہ کے پھول تو ڈالے ان چند پھولوں سے ہی مجھے اپنا تن من مہکا مہکا لگ رہا ہے کاش میں اور زیادہ بیمار ہو جاتی تاکہ آپ میرا اور زیادہ خیال رکھتے' میرے آس پاس رہتے۔" وہ خود سے بولتی چلی گئی۔ دو دن بعد اشہد پھر اپنے میس جانے والا تھا اور یہ بات اسے اس وقت معلوم ہوئی جب اشہد کرم دین کو بتا رہا تھا وگرنہ وہ خود سے تو کبھی مناہل کو اپنے جانے کی بابت نہ بتاتا' اس کے جانے کا سن کر مناہل تڑپ سی گئی۔ اس کا دل چاہا کہ اشہد کے پیروں میں بیٹھ کر اسے جانے سے روک لے' اسے بتا دے کہ تمہارے چلے جانے کے بعد وہ بھٹکی ہوئی روح کی طرح اسے تلاش کرتی پھرتی ہے' اس سے کہہ دے کہ میرے ستم گر میرے صنم یوں خود سے قریب کر کے مجھے کوسوں دور نہ کرو۔ کبھی کبھی اس کا دل چاہتا کہ

وہ اشہد کو اپنے دل کی حکایت سے آگاہ کر دے' اسے بتا دے کہ وہ شدت کے ساتھ چاہتی ہے اس سے محبت کرتی ہے' مگر اشہد کا رویہ دیکھ کر وہ رک جاتی۔ ورنہ اسے اپنی انا کی پروا ہرگز نہیں تھی کیونکہ اسے معلوم تھا جہاں محبت ہو وہاں انا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ رات کو وہ اپنی تمام ہمتیں مجتمع کر کے اس کے کمرے کا دروازہ ناک کر کے اندر چلی آئی' وہ غالباً سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اپنے بیڈ کا تکیہ درست کرتے ہوئے اس نے مناہل کو استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔ سلیپنگ گاؤن میں بے ترتیب بالوں سمیت وہ بہت دلکش لگ رہا تھا۔ مناہل نے خود کو بولنے پر آمادہ کیا۔ آج وہ اس سے کھل کر بات کرنا چاہتی تھی۔

"آپ واپس جا رہے ہیں کیا؟" تکیہ اپنی جگہ رکھتے اشہد نے اسے بغور دیکھا پھر سپاٹ انداز میں بولا۔

"ظاہر ہے جاب ہے میری مجھے واپس تو جانا ہی ہوگا۔"

"مگر میں چاہتی ہوں اس بار آپ میری پوری بات سن کر جائیں۔" مناہل تحمل آمیز لہجے میں بولی حالانکہ اس کے اندر ایک اودھم سا مچ گیا تھا۔ اشہد یقیناً اسے ہرٹ کرنے والا تھا۔

"اشہد میں آپ کے بھائی اشعر کی قاتل نہیں ہوں۔ آپ پلیز میرا یقین کیجیے میں.....!"

"مجھے نیند آ رہی ہے تم اب جا سکتی ہو۔" اشہد نے حسب توقع انتہائی بے رخی سے اس کی بات کاٹ کر کہا تو چند ثانیے مناہل خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر انتہائی بھنا کر تیزی سے اس کے بیڈ پر آ کر ٹک گئی اور ہٹ دھرمی سے بولی۔

"میں بالکل نہیں جاؤں گی اشہد! آپ کو میری بات سننا ہوگی پھر چاہے آپ میرے ساتھ جو سلوک کریں وہ مجھے منظور ہوگا۔" اشہد نے اس پل مناہل کو خاموشی سے دیکھا تو اس نے موقع غنیمت جانا اور جلدی سے شروع ہوگئی اور پھر بولتی چلی گئی۔

"اشعر مجھ سے جس طرح کی دوستی کا خواستگار تھا وہ مجھے منظور نہیں تھا' جب میں نے انکار کیا تو اس بات کو اس نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا۔ اشعر کا جنون دیکھ کر میں اور حمیدہ پھپھو دونوں ہی سہم گئے تھے لہٰذا انہوں نے مجھے فوراً واپس ملتان جانے کو کہا اور اسی شام اشعر نے مجھ سے بدسلوکی کی کوشش......" مناہل قدرے رکی مگر دوسرے ہی پل اشہد کا مضبوط ہاتھ اس کے بازو میں پیوست ہو چکا تھا۔ اس نے حواس باختہ ہو کر اشہد کو دیکھا۔ جس کا چہرا مارے ضبط کے سرخ ہو چکا تھا' اشہد کی انگلیاں بری طرح اس کے بازو میں پیوست تھیں' اچانک مناہل کو تکلیف کی شدت کا احساس ہوا تو وہ بے ساختہ کراہ اٹھی اس نے ایک جھٹکے سے مناہل کو بیڈ سے اٹھایا اور دروازے کی جانب دھکیلا' بمشکل مناہل نے خود کو گرنے سے بچایا تھا۔

"اگر عورت پر ہاتھ اٹھانے کو میں مرد کی بزدلی نہ سمجھتا تو اس وقت میں تمہارا حشر بگاڑ دیتا۔" اشہد اسے شعلہ بار نگاہوں سے گھورتے ہوئے پھنکار کر بولا۔

"اگر آپ کو مجھ پر یقین نہیں ہے تو پھپھو کی پڑوسن فاخرہ خالہ سے پوچھ.....!"

"شٹ اپ....." وہ اتنی زور سے چلایا کہ مناہل کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔

"دفع ہو جاؤ میری نظروں سے ابھی اور اسی وقت اور آئندہ کبھی اپنا چہرہ لے کر میرے سامنے مت آنا۔"

مناہل نے اسے زخمی نگاہوں سے دیکھا..... دور کھڑی اس کی محبت اپنی ہار پر آنسو بہا رہی تھی اور بدگمانی قہقہے لگاتی اپنی جیت پر مسرور پورے کمرے میں ناچتی پھر رہی تھی سب کچھ ختم ہو چکا تھا' مناہل کو اس پل اپنے اندر خالی پن کا احساس شدت سے ہوا۔ اس نے ایک الوداعی نگاہ بغور اشہد کے چہرے پر ڈالی پھر خاموشی سے پلٹ کر دروازہ عبور کر گئی۔

❊......❊......❊

صبح ناشتے کی میز پر کرم دین نے بتایا کہ مناہل آج علی الصبح ہی ملتان کے لیے نکل گئی ہے' گویا ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے جا چکی ہے چند پل کے لیے اشہد گم صم

سا بیٹھا رہ گیا۔ مناہل سے شادی اس نے غصے و بدلے کی آگ میں آ کر کی تھی تا کہ وہ اس کے گرد زندگی کا گھیرا تنگ کردے مگر وہ ایسا کر نہیں پا رہا تھا' اشہد نے مضمحل انداز میں اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا پھر کچھ سوچ کر وہ اس کے کمرے میں آیا ہر چیز بڑے ترتیب اور سلیقے سے رکھی ہوئی تھی وہ خاموشی سے بیڈ کے قریب آیا اور دھیرے سے بیٹھ گیا کمرے میں چہار سو اس کی خوشبو بکھری ہوئی تھی مگر وہ کہیں نہیں تھی' یونہی بے ارادہ تکیے پر اس کا ہاتھ پڑا تو مناہل کا موبائل فون اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

''اوہ مناہل اپنا فون تو یہیں بھول گئی۔'' وہ خود سے بولا پھر بے ارادہ وہ اس کے massage کے option میں چلا گیا۔ دیکھتے دیکھتے وہ save میسج کی جانب آیا تو ڈھیروں Sms اس کے سامنے آ گئے اس نے ایک میسج یونہی کھولا اور پھر جلدی جلدی پڑھ کر ایک کے بعد دوسرا کھولتا چلا گیا۔

''کاش مجھے آپ سے محبت نہ ہوتی تو آپ کی یہ بے اعتنائی مجھے خون کے آنسو نہ رلاتی۔''

''اشہد کیا آپ کو اندازہ ہے کہ کوئی آپ کو کتنی شدتوں سے یاد کررہا ہے' اتنی شدت سے کہ ایسا لگ رہا ہے کہ ہر سانس کانٹوں سے بھر گئی ہو ہاں اشہد آپ کی دوری نے میرے اندر کانٹے بھر دیئے ہیں اور یہ کانٹے مجھے ہر آتی جاتی سانس میں تکلیف دیتے ہیں۔''

''دل چاہتا ہے کہ اس بیماری میں ہی موت آجائے مگر نہیں......! آپ کو دیکھے بناء میری روح جسم سے کبھی آزاد نہیں ہوگی۔''

''اشہد کاش آپ کو بھی مجھ سے محبت ہوتی تب آپ کو اندازہ ہوتا کہ محبوب کی بے رخی کتنا درد دیتی ہے کتنا رلاتی ہے۔''

اشہد نے موبائل بند کیا اس پل اس کے اندر ایک عجیب طوفان برپا تھا۔ اس نے اپنی انگلیوں سے اپنی کنپٹی کو سہلایا اور پھر اسی بیڈ پر ڈھے گیا۔

❁......❁......❁
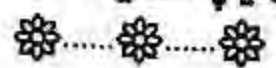
''ہاں پتر مناہل کا اس میں کوئی قصور نہیں تھا۔ میں نے خود کئی مرتبہ اشعر کو اس کے ساتھ بدتمیزی کرتے دیکھا تھا۔ مگر حمیدہ کے منع کرنے پر میں نے تمہیں کچھ نہیں بتایا کیونکہ یہ مناہل کی عزت کا معاملہ تھا' اور وہ میری دھی جیسی ہے۔'' فاخرہ خالہ نے من و عن وہی کہانی اپنی گواہی کے ساتھ اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ جو مناہل نے بتائی تھی۔ وہ یہ بات تو جانتا تھا کہ اشعر شوخ مزاج ہے صنف مخالف میں بہت دلچسپی لیتا ہے مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ......!

اشہد کے دماغ میں دھماکے سے ہونے لگے' بار بار مناہل کا بے بس و معصوم چہرہ اس کے سامنے آ رہا تھا۔

''مناہل میں بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں' جتنی تم! تمہیں یہ دعا کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مجھے بھی تم سے محبت ہوجائے مجھے تم سے محبت تھی' ہے اور آخری سانس تک رہے گی۔''

فاخرہ خالہ اس کے لیے چائے بنانے اٹھیں تو وہ خود سے بولا تھا بدگمانی کے بادل چھٹتے ہی محبت پورے آب و تاب سے اشہد کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔

❁......❁......❁

مناہل یونیورسٹی سے گھر لوٹی تو لاؤنج میں اشہد کو اماں کے پاس بیٹھے دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی۔ وہ آج اپنی ڈگری کے سلسلے میں یونیورسٹی گئی تھی۔

''لو بھئی تمہاری بیوی آ گئی۔'' امی خوشی سے بولیں' داماد کو اپنے گھر میں بیٹھا دیکھ کر وہ بہت نہال ہورہی تھیں' اشہد نے مناہل کو نارمل انداز سے دیکھا اور اس کے سلام کرنے پر سر ہلا کر جواب دیا۔

''اشہد بیٹا یہ تم نے بہت اچھا کیا کہ کچھ دنوں کے لیے مناہل کو ہمارے پاس بھیج دیا اس کی بہت یاد آ رہی تھی' اور مریم کی شادی بھی قریب ہے۔'' اماں پرشفیق لہجے میں بولیں تو مناہل پریشان سی ہوگئی اگر اشہد نے امی کے سامنے ان دونوں کی ناکام شادی شدہ زندگی کا بھانڈا پھوڑ دیا تو نجانے ان پر کیا گزرے گی۔

''تم دونوں باتیں کرو میں ذرا کچن میں مریم کو دیکھ

لوں کہ اس نے کھانا کچھ کیا یا نہیں۔'' اماں انہیں تنہائی فراہم کرکے وہاں سے اٹھ گئیں تو وہ اٹھ کر اشہد کے پاس تخت پر آ گئی' البتہ نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔

''تم بتائے بغیر وہاں سے کیوں چلی آئیں مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔'' فضا میں اشہد کی سنجیدہ و گھمبیر آواز ابھری تو بے ساختہ مناہل نے اسے شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا پھر ایک سانس فضا میں آزاد کرتے ہوئے بولی۔

''آپ کو مجھے کون سا روکنا تھا جو میں آپ کو بتاتی۔'' مناہل کے شکایتی انداز پر بے ساختہ اشہد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی جسے دیکھ کر مناہل اچھی خاصی حیران رہ گئی۔

''تم چاہتی تھیں کہ میں تمہیں روک لوں تمہیں جانے نہ دوں۔'' اشہد دلنشیں انداز میں بولا تو یکدم مناہل کو ٹھیک ٹھاک غصہ آ گیا۔

''میں کچھ نہیں چاہتی تھی اور ویسے بھی اب مجھے کسی بھی بات کی چاہت نہیں ہے اور آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟'' وہ کلس کر بولی ابھی اشہد کچھ کہتا کہ اماں اور مریم کچن سے باہر نکل آئیں اور کھانا کا عندیا دیا تو مناہل خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گئی۔

❁......❁......❁
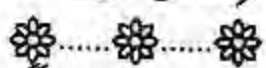
اشہد اماں اور مریم سے اس طرح گھل مل گیا جیسے یہاں وہ برسوں سے آتا ہو' مناہل سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اشہد یہاں کیوں آیا ہے؟ رات کو مناہل اپنے کمرے میں آنے سے بہت جھجک رہی تھی' کیونکہ امی نے اشہد کو مناہل کے کمرے میں بھیج دیا تھا۔ اب اگر مناہل مریم یا اماں کے پاس سوتی تو یقیناً یہ بات دونوں کو معلوم ہوجاتی کہ مناہل اور اشہد کے درمیان کوئی ناچاقی ہے' اور شاید اماں پھر اس سے نالاں ہوجاتیں۔ جی کڑا کرکے مناہل اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو اشہد کو بستر پر نیم دراز میگزین پڑھتے پایا۔ کھٹکے کی آواز پر اشہد نے میگزین سے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا پھر میگزین کی طرف متوجہ ہوگیا۔ یہ انداز مناہل کو جلا گیا وہ جھنجلا کر اشہد کے قریب آئی اور چڑ کر بولی۔

''آپ تو اپنے میس جانے والے تھے یہاں کیوں آ گئے؟'' مناہل کی آواز پر اشہد نے میگزین ایک طرف رکھا اور اپنی جیب سے اس کا موبائل فون نکال کر اس کے آگے لہرا کر بولا۔

''تمہارا فون گھر پر ہی رہ گیا تھا۔''

''آپ یہ فون واپس کرنے آئے ہیں۔'' حیرت سے بولتے بولتے اچانک مناہل کو کچھ یاد آیا تو وہ فون پر چیل کی مانند جھپٹی تھی مگر اشہد نے کمال سرعت سے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا تھا۔

''آپ میرا موبائل مجھے فوراً دیں ابھی اور اسی وقت۔''

''کیوں ایسا کیا ہے اس موبائل میں جسے حاصل کرنے کے لیے تم اتنی بے قرار ہورہی ہو۔'' وہ اس کی تلملاہٹ سے حظ اٹھاتے ہوئے بھنویں اچکا کر بولا تو مناہل بری طرح چڑ گئی اور ایک بار پھر اس کے ہاتھ سے موبائل چھیننے کے لیے لپکی مگر وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکی اور اشہد پر آ گری۔ اشہد نے اس کے نازک وجود کے گرد بڑی نرمی سے اپنے بازوؤں کا گھیرا تنگ کرلیا تو مناہل بری طرح ٹپٹا گئی۔

''اشہد چھوڑیے مجھے۔'' مناہل تقریباً ہکلا کر بولی اشہد کی سانسیں اس کے ہوش اڑا رہی تھی۔

''اب تمہیں زندگی بھر نہیں چھوڑوں گا جان اشہد۔'' مہکتا لہجہ پرکیف الفاظ اور اشہد کی جان لیوا قربت مناہل کو مدہوش کرنے لگی تھی۔

''اشہد پلیز۔'' وہ فقط اتنا ہی بول سکی تھی شاید اشہد کو اس کی حالت پر رحم آ گیا تھا تب ہی آہستگی سے اس نے اسے چھوڑا اور وہ جیسے طلسم کدے سے باہر آئی پھر تیزی سے خود کو سنبھال کر بیٹھی تبھی اپنا موبائل ہاتھ میں لے کر اس نے اشہد سے نگاہیں ملائے بغیر پوچھا۔

''آپ نے اسے آن تو نہیں کیا تھا۔'' اپنا آپ اشہد پر عیاں ہونے کا خدشہ اسے اندر ہی اندر کپکپائے دے رہا تھا۔

''ہاں کیا تھا' جو میسج تم نے مجھے کیے تھے وہ مجھ تک پہنچ گئے۔'' اشہد کی بات پر مناہل کا سر جھک گیا تھا۔ بے پناہ شرمندگی اور خجالت کے احساس نے اسے جیسے گونگا کردیا۔

''وہ میں...... دراصل اشہد۔'' بڑی دقتوں کے بعد وہ فقط اتنا ہی بول پائی۔ اس پل نادم نادم سی مناہل اشہد کو بے حد پیاری لگی۔

''تم تو یوں شرمندہ ہورہی ہو جیسے تم نے بہت بڑا جرم کیا ہے۔'' وہ اس کی ناک دباتے ہوئے مسکرا کر بولا تو مناہل نے سر اٹھا کر بے ساختہ کہا۔

''شاید جرم ہی کیا ہے۔'' یکدم اشہد بالکل خاموش ہوگیا' مناہل اسے چند ثانیے دیکھتی رہی۔

''آپ نے جو کچھ میسج میں پڑھا وہ سب سچ ہے مگر شاید آپ کو ان سب پر یقین نہ آئے کیونکہ......! آپ مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے۔'' مناہل کا یہ انداز اس کے دل پر چھری پھیر گیا وہ بے تحاشا نادم ہوگیا۔

''مناہل ایم سوری مجھ سے واقعی بہت بڑا قصور ہوگیا' اتنی بڑی غلط فہمی کا شکار رہا' تم سے بے انتہا بدگمان رہا اور تم سے محبت کرنے کے باوجود تمہیں دکھ و تکلیف سے دوچار کرتا رہا۔'' اشہد کے آخری جملے پر چونک کر مناہل نے اسے دیکھا۔

''ہاں مناہل یہ سچ ہے کہ علیشبہ میری بہت اچھی دوست ہے مگر مجھے کبھی اس کے لیے کوئی خاص جذبہ اتنے عرصے میں محسوس نہیں ہوا جو حمیدہ مامی کے گھر رہ کر صرف تین دن میں تمہارے لیے محسوس کیا تم سے باتیں کرنا مجھے اچھا لگتا تھا' شروع شروع میں' میں نے سوچا کہ میں صرف تمہیں پسند کرتا ہوں مگر یہ پسند کب محبت میں ڈھلی مجھے معلوم ہی نہیں ہوسکا......! مگر پھر جب......'' وہ قدرے ٹھہرا...... پھر گویا ہوا۔

''سلیم بھائی کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ تم ہی وہ لڑکی ہو جو اشعر کی زندگی میں آئی تھی تب میں اپنی محبت چاہت سب بھول گیا بس یاد رہا کہ تمہاری بدولت میرا بھائی زندگی ہار گیا۔''

''مگر اشہد......'' وہ تڑپ کر کچھ بولنا چاہتی تھی کہ یکدم مناہل کے ہونٹوں پر اس نے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''مجھے اور شرمندہ مت کرو مناہل مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔ فاخرہ خالہ نے مجھے سب کچھ بتادیا' میں بہت نادم ہوں کہ میں نے اپنی محبت پر بھروسہ نہیں کیا۔'' وہ ندامت سے چور لہجے میں بولا جب کہ مناہل کے چہار سو گویا گلاب سے کھل گئے۔ بے ساختہ اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''اچھا اب تمام پرانی باتوں کو بھول جائیں میں نے آپ کو معاف کردیا۔'' وہ کھنکتے لہجے میں بولی تو اشہد اندر ہی اندر اس کی اعلیٰ ظرفی کا قائل ہوگیا۔

''اچھا اتنا جلدی تم مان گئی! میں تو سمجھ رہا تھا کہ تمہیں منانے کے لیے نجانے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ تم سمجھدار ہو یقیناً یہی سوچ رہی ہوگی کہ ویسے ہی غلط فہمیوں میں اتنا وقت برباد ہوگیا ہے اب اس حسین رات کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔'' وہ والہانہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے رومانوی لہجے میں بولا تو مناہل شرم سے سرخ ہوگئی۔

''اف اتنی خوش فہمی ٹھیک ہے' میں ابھی بھی ناراض ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے اٹھی ہی تھی کہ اشہد نے سرعت سے اس کی کلائی کو تھام کر اپنے بازوؤں میں قید کرلیا جب کہ کھڑکی سے جھانکتے ٹمٹماتے ستاروں نے ان کے ملن پر مطمئن ہو کر اپنی روشنی کو کچھ اور بھی تیز کردیا' آج مناہل کو اشہد کی محبت اور اس کا اعتبار دونوں ہمیشہ کے لیے حاصل ہوگیا تھا۔

مجھے حکم اذاں ہے

ام مریم

خواب، خواہش، واہمہ ہے زندگی
ایک بھیانک حادثہ ہے زندگی
آج تک یہ مسئلہ سلجھا نہیں
میں خفا ہوں کہ خفا ہے زندگی

گزشتہ قسط کا خلاصہ

اپنے بیڈروم میں فاطمہ کو دیکھ کر عباس شدید اشتعال کا مظاہرہ کرتا ہے جب ہی احسان بابا اس کے ایکسیڈنٹ اور فاطمہ کی موجودگی کا سبب بتا کر اسے تمام حقیقت بتاتے ہیں۔ فاطمہ عباس کی جانب سے لگائے گئے الزام پر خود اپنی ہی نظروں میں گر جاتی ہے۔ ابراہیم احمد کی وطن واپسی شرجیل اس کی مرضی سے سمعیہ کا نکاح کروادیتا ہے۔ ابراہیم دراصل ایک فارنر ہے اور اپنے والد کی خودکشی کے بعد بہن کی جدائی اور تلاش میں بھٹکتا شخص ہے جو دین اسلام قبول کرتا ہے اور اب ایک مذہبی اسکالر کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ سمعیہ بھی اس کی ہمراہی میں انجانی خوشی محسوس کرتی ہے اور وہ دونوں زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔ فراز کے طلاق دینے کی خبر پر تاؤجی نہایت گرم ہوتے ہیں لیکن وہ انہیں اپنے معاملے میں دخل دینے سے صاف منع کردیتا ہے۔ اریبہ کی واپسی کے لیے وہ آفاق چاچو کے بیٹے کی تلاش اور اس کی حیثیت تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتا ہے جس پر تاؤجی مزید بھڑک اٹھتے ہیں۔ وہ خود ہی اریبہ کو گھر واپس لاتے ہیں جبکہ اریبہ بھی اپنے عمل پر نادم ہوتی ہے لیکن فراز کسی طور اسے معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اسامہ کی حالت بھرپور توجہ نہ ملنے کے باعث خراب ہوجاتی ہے تو احسان بابا فاطمہ کو گھر بلاتے ہیں لیکن اسی دوران عباس کی آمد پر فاطمہ بوکھلا جاتی ہے فاطمہ کی بچوں سے محبت کو دیکھتے عباس اسے اپنے بچوں کی گورنس کے طور پر گھر میں جگہ دیتا ہے لیکن جب زینب کے فون کا اسے پتا چلتا ہے تو سختی سے فاطمہ سے تمام حقیقت جاننا چاہتا ہے جس پر وہ اپنے مسلمان ہونے اور زینب سے متعلق ہر بات بتاتی ہے لیکن عباس ان باتوں کو جھوٹ سمجھتے اس پر ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتا جس پر فاطمہ ایک مرتبہ پھر ذلت کا شکار ہوتی ہے۔ لاریب کی بگڑتی حالت کو دیکھ کر اماں خوشگوار معنی اخذ کرتی ہیں۔ جس پر لاریب انہیں نہایت برا بھلا کہتی اور سب کے سامنے سکندر کی تحقیر کرتی ہے۔ ایسے میں سکندر کا ہاتھ اس پر اٹھ جاتا ہے۔ بابا یہ صورت حال دیکھ کر سکندر کو اصل حقائق سے آگاہ کرتے ہیں کہ وہ ان کے رشتہ دار کی مالک کی اولاد ہے اور حسب نسب میں لاریب سے کم نہیں۔ وہ تمام تصاویر اور فائل سکندر کے حوالے کرکے اسے اپنی شناخت حاصل کرنے کا کہتے ہیں جبکہ سکندر صرف لاریب کی غرض سے یہ سب کرنے پر تیار نہیں ہوتا پھر بابا جان کے سمجھانے پر وہ اپنی زندگی کے نئے سفر کا آغاز کرتا ہے لیکن اس میں بھی کامیابی کی اسے کوئی امید نظر نہیں آتی۔ وقت رخصت لاریب کا بے نیاز رویہ اس کے تمام حوصلوں کو پست کرڈالتا ہے۔ عباس اپنے سابقہ اعمال کا جائزہ بلال کے کہنے پر لیتا ہے عریشہ کے لیے اس نے کچھ نہ کیا تھا بچوں اور گھر سے لاتعلقی پر اسے بے اختیار خود پر شرمندگی ہوتی ہے وہ اپنے اندر بدلاؤ کا عزم لیے دل میں نیا عہد کرتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀......۞......❀

مشکل کیا ہے؟
قبر میں اترنا
اور مشکل تر؟
عمل کے بغیر اترنا

"میرے بھائیوں ابھی وقت ہمارے ہاتھ میں ہے یعنی مہلت گزری نہیں ہے۔"

عباس مبہوت محفل پر لاتعداد افراد کی موجودگی کے باوجود سکوت طاری تھا۔ بلال صاحب کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت سے خوب نواز رکھا تھا۔ وہ اس خوب صورتی سے سزاو جزا کے معاملے کو پیش کرتے کہ دل آپ ہی اس جانب مائل ہوتا چلا جاتا تھا۔ عباس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا اور یقیناً دیگر سامعین کے ساتھ بھی۔

"اور جن لوگوں نے ہدایت پائی (اللہ نے) انہیں اور زیادہ ہدایت دی اور انہیں عطا کی پرہیزگاری۔" (سورۃ محمد۔15)

ان کی آواز میں ایک تاثیر تھی ایک جذب تھا جو براہ راست دلوں کو مسخر کرتا تھا بلکہ یہ تاثیر کلام اللہ میں تھی جو دلوں کو ہمیشہ سے اپنے آگے جھکاتی آئی ہے۔ بلال صاحب اب ان آیات کی تفسیر بیان کررہے تھے۔ عباس کے سیل پر مسلسل وائبریشن ہونے لگی اس نے دانستہ توجہ نہیں دی۔ اس کا سارا دھیان بلال صاحب کی جانب تھا مگر فون کرنے والا بھی مستقل مزاج تھا۔ عباس کو سیل فون نکالنا پڑا۔ اسکرین پر احسان بابا کا نمبر روشن تھا۔ عباس اٹھ کر سائیڈ پر آ گیا۔

"خیریت احسان بابا؟" اس کے لہجے میں فکرمندی تھی۔ وہ جانتا تھا احسان بابا اسے خوامخواہ کال نہیں کرسکتے۔

"خیریت نہیں ہے صاحب' آپ جلدی گھر پہنچیں فاطمہ بی بی سیڑھیوں سے گرگئی ہیں سر پر شدید چوٹ آئی ہے۔" احسان بابا کے لہجے میں تشویش تھی۔ عباس کا موڈ البتہ خراب ہوگیا۔

"میں گھر آ کر کیا کروں گا بابا' آپ ڈاکٹر کو کال کریں یا اسے اسپتال لے جائیں۔" اسے غصہ آ رہا تھا۔ سیل فون جیب میں رکھتے وہ واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

اس بات پر مطلق دھیان دیے بغیر کہ اللہ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں حقوق العباد کو خود معاف کرنے کا بھی حکم نہیں سنایا۔ وہ فرماتا ہے جب تک میرے بندوں کے ذمہ تمہارے حقوق وہ خود معاف نہیں کریں گے میں بھی تم پر وہ حقوق معاف نہیں کروں گا۔ وہ علم کے سمندر میں اترنے' جنت پانے کا طلبگار ضرور تھا مگر یہ حقیقت تھی کہ اس سمندر کے نایاب جواہر حاصل کرنے میں قاصر تھا۔ ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے لیے آسان اور من پسند دین منتخب کرتے ہیں جو مشکل دشوار اور ناگوار محسوس ہوتا ہے اس سے چشم پوشی اختیار کرجاتے ہیں یہ چشم پوشی دانستہ گناہ ہے اور وہ اس کا مرتکب ہورہا تھا۔

❀......۞......❀

سورج کی کرنوں کی تپش آہستہ آہستہ کم ہورہی تھی۔ جب ٹہلتے ہوئے وقاص نے حویلی کے اندرونی حصے سے نکل کر پورچ کا رخ کیا اور گہرا سانس بھر کر پجارو کا دروازہ کھولا۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گنگناتے ہوئے اسے اسٹارٹ کی اور حویلی کے بلند آہنی گیٹ سے نکال لایا۔

"ہاں کمدار کیا رپورٹ ہے؟" جس وقت اس کے سیل فون پر گنگناہٹ ہوئی اس لمحے قریبی جامع مسجد سے بھی مغرب کی اذان کی پہلی پکار فضا میں گونجی تھی جس پر ہمیشہ کی طرح دھیان دیے بغیر وقاص اپنے من پسند مشغلوں میں گم رہا تھا۔

"اطلاع بالکل درست ہے چھوٹے سائیں' وہ واقعی گاؤں چھوڑ کر جاچکا ہے۔ چھوٹی بی بی وہیں اس گھر پر اس کے بوڑھے والدین کے ہمراہ ہوتی ہیں۔ اس بات کو بھی ایک ہفتہ سے زیادہ ہونے کو آیا۔ مزید خبر یہ بھی ہے کہ چھوٹی حویلی سے آپ کے چاچا سائیں بی بی کو لینے بھی آئے مگر وہ گئی نہیں۔"

"کیسے جاتی کمدار' اسے ہمارے کام جو آنا تھا۔" وقاص نے مکروہ شیطانی قہقہہ لگایا۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے سرکار؟"

"آج رات اسے عزت واحترام کے ساتھ ڈیرے پر لے آؤ کمدار' بس بہت کرلیا صبر مگر خیال رکھنا۔ رازداری

کے ساتھ احتیاط بہت ضروری ہے آگے میں خود سنبھال لوں گا میڈم صاحب کو۔" وہ مونچھوں کو تاؤ دیتا زہرخند ہوا۔

❀……◉……❀

اس نے درد سے پھٹتے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھاما اور آنکھیں سختی سے میچ لیں۔

"آپ کی طبیعت مجھے ابھی بھی ٹھیک نہیں لگتی فاطمہ بیٹے۔" احسان بابا کی نظر اس پر تھی۔

"نہیں احسان بابا میں ٹھیک ہوں' آپ پریشان نہ ہوں جا کر آرام کریں۔ دوا لے کر میں بھی سوتی ہوں۔" اس نے محض ان کے لیے کہا تھا ورنہ حقیقت یہ تھی کہ اس کی طبیعت واقعی بہتر نہیں تھی۔

"میرا خیال ہے فاطمہ بیٹے مجھے حاجراں کو آج یہاں آپ کے پاس بھیج دینا چاہیے۔ آج کی رات بچوں کو وہ دیکھ لے گی۔" ان کی متفکر نگاہ اس کے زرد چہرے پر تھی۔

"آپ انہیں زحمت نہیں دیجیے بابا بچوں کی وجہ سے مجھے مسئلہ نہیں ہوتا۔" اس نے نرمی سے کہتے بچوں پر پیار لٹاتی نظر ڈالی۔ احسان بابا کسی قدر مطمئن ہوتے اسے دوا کے ساتھ دودھ لینے کی تاکید کرتے باہر چلے گئے۔

فاطمہ نے دوا پانی کے ساتھ نگلی اور خود بھی لیٹ گئی۔ تب خیال آیا کہ احسان بابا کے جانے کے بعد اس نے دروازہ اندر سے لاک نہیں کیا حالانکہ وہ جاتے ہوئے تاکید بھی کر گئے تھے۔ دروازہ لاک کر کے واپس آتے اس کا دکھتا سر زور سے چکرایا تھا۔ بروقت بیڈ کا کونا تھام کر اس نے خود کو گرنے سے بچایا۔ تب اس کی نظر بچوں کے خالی فیڈر پر جا پڑی تو اس نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لیے۔ آج طبیعت کی خرابی کے باعث اس اہم کام پر وہ دھیان نہیں دے سکی تھی۔ خانسامہ اس وقت اپنا کام مکمل کر کے اپنے کمرے میں جا چکا ہوتا ہے۔ ناچار جیسے تیسے ہی اسے خود کچن میں آنا پڑا یہ الگ بات کہ وہ اس مختصر سے دورانیے میں دو سے تین مرتبہ چکرا کر گرتے بچی تھی۔

کچن کی لائٹ جلا کر دودھ گرم کرنے کے دوران ہی اس نے فیڈر دھولیا تھا۔ ٹرے میں تینوں چیزیں رکھ کر وہ جیسے ہی مڑی یکدم ہر سو اندھیرا چھا گیا۔ ٹرے چھوٹ کر فرش پر گری ساتھ ہی وہ خود بھی زمین بوس ہوتی اگر وہ مضبوط توانا بازو اسے بروقت نہ تھام لیتے۔ فاطمہ کے جب تک حواس بحال ہوئے عباس اسے چھوڑ کر فاصلے پر جا کھڑا ہوا تھا۔ کچھ غصیلا کچھ جھنجلایا ہوا انداز تھا۔

"اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں آپ؟" اس نے سٹپٹائی ہوئی فاطمہ کو قہر آلود نظروں سے دیکھتے کوفت بھرے انداز میں سوال کیا۔ فاطمہ کا پہلے سے فق ہوا رنگ اور بھی پیلا پڑنے لگا۔

"مم…… میں دودھ گرم کرنے آئی تھی مگر……!" اس نے خفت زدہ انداز میں فرش پر پھیلے دودھ اور برتنوں کو دیکھا اور ہاتھ مسلے۔

"اور نہیں ہے دودھ؟" عباس اس کی گھبراہٹ و شرمندگی سے یہی قیاس کر سکا۔ فاطمہ نے ہڑبڑا کر اسے ایک نظر دیکھا اور پھر تاب نہ لاتے ہوئے تیزی سے نگاہ جھکالی۔ وہ قریب تھا متوجہ تھا۔ تمام تر جاذبیت دلکشی اور سحر انگیزی کے ہمراہ۔ اس سے بڑھ کر بھی اوسان خطا کرنے کا باعث کوئی بات ہو سکتی تھی۔ اس کا وجود مہک اٹھا۔

"ہے…… اور میں کر لیتی ہوں گرم؟" وہ ہکلائی تو عباس نے بے اختیار ٹوک دیا۔

"رہنے دیں آپ جائیں کمرے میں طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کی؟" اس کے دوٹوک تحکمانہ لہجے و انداز پر فاطمہ کی کیا مجال تھی انکار کرتی۔ فاطمہ کمرے میں پہنچی تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا عباس خود ٹرے سمیت موجود ہوگا۔

"آ…… آ…… پ…… آپ نے کیوں زحمت کی…… میں خود……!"

"احسان بابا نے بتایا تھا چوٹ لگ گئی ہے آپ کو۔" اب کے اس کا لہجہ پرسان تھا۔ وہ خود کو یقین دلانا بھی چاہتی تو اس خوش بختی پر ایمان نہیں لا سکتی تھی کہ وہ اس ہمدردانہ انداز میں اس کی خیریت بھی دریافت کر سکتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں ایک جوت سی جلی۔

"آپ کو اپنا خیال رکھنا چاہیے مس نندنی۔" اس کے دل میں جل اٹھنے والی جوت نے اڑ کر اطراف میں ہر سو قندیلیں روشن کر دیں۔ اپنی جگہ وہ مسحور بیٹھی تھی۔ اس کا دل چاہا چیخ چیخ کر ساری دنیا کو اس خوشی میں شریک کرلے اور کہے۔

"لوگوں سنو
وہ ستم گر نہیں ہے
اسے میری پروا ہے
دیکھو آج اس نے مجھے انمول کر دیا ہے

اس نے آج پہلی بار میری خیریت دریافت کی ہے…… یکطرفہ محبت صرف ہجر و نارسائی بخشے ضروری تو نہیں…… یہ محبت دان بھی کرتی ہے اور انمول بھی وہ جیسے ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔ کیسی خوشی تھی جس نے تکلیف کا سارا احساس تمام کر دیا تھا۔

"لائیں اسامہ کو مجھے دے دیں آج آپ ایک بچے کو سنبھال لیں کافی ہے۔" عباس نے ہمدردی کے تاثر کے ساتھ جھک کر اسامہ کو اٹھایا۔ ایسا کرتے چند لمحوں کو ہی مگر وہ فاطمہ کے قریب تر آ گیا تھا۔ اس کے ملبوس سے اٹھتی اس کے وجود کی مسحور کن خوشبو فاطمہ کے حواسوں پر چھاتی چلی گئی۔ یہ لمحہ بھر کی بات تھی مگر وہ ان لمحوں کی گرفت میں صدیوں تک قید رہ سکتی تھی۔

عباس جا چکا تھا اس نے عباس کے الفاظ کو پوری جزئیات کے ساتھ از سر نو ذہن میں دہرایا اور مسکرا دی۔ اس کی بند مٹھیوں میں ان گنت ستارے اور خوب صورت لمحوں کی رنگین تتلیاں آ بسی تھیں۔ اس نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سامنے کیے خوش رنگ لمحے سرک کر دور چلے گئے تھے مگر اپنے پیچھے یادوں کے دلنشیں احساس اور خوشبو چھوڑ گئے تھے۔ جن کے آسرے وقت بہت آسانی سے کٹ سکتا تھا۔ اسے ایک بار پھر لگا اس نے غلط فیصلہ نہیں کیا تھا آسودگی و طمانیت کا بھرپور احساس اسے تھپک کر گہری نیند کی پرسکون وادیوں میں لے گیا۔

❀……◉……❀

لاریب نے ٹھٹک کر گردن موڑی' کمرے میں جامد خاموشی تھی اس نے مضطرب ہوتے کروٹ بدلی۔ سکندر کہیں نہیں تھا مگر ہر شے پر اس کی یاد کے نقش گہرے تھے۔ وہ حیران تھی اسے وہ یاد آ رہا تھا یا پھر وہ اس کی کمی محسوس کر رہی تھی۔ بے چینی کچھ اور بڑھی تو اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی۔ سردیاں مکمل طور پر رخصت ہو چکی تھیں مگر رات کے دوسرے پہر خنکی کا احساس بڑھ جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ صحن میں سونے کو ابھی ترجیح نہیں دی جاتی تھی۔

"فرض تو مجھے کچھ بھی نہیں کرنا چاہیے حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے مگر میرے دل کو ایک یقین لاحق ہے کہ ایک دن آپ کی زندگی میں ایسا ضرور آئے گا کہ اگر آپ کو مجھ سے محبت نہ بھی ہوئی تو میری کمی ضرور محسوس ہوگی لیکن یہ ضروری نہیں کہ آپ کی اس کیفیت سے میں بھی فیض یاب ہو سکوں۔" یہیں اسی پلر کے ساتھ ٹیک لگا کر سکندر نے یہ بات کتنے عجیب سے انداز میں کہی تھی۔ لاریب گم صم ہونے لگی۔ وہ جیسے خود سے بھاگ رہی تھی۔ جس پل وہ کمرے میں جانے کو مڑی اسی پل رات کے سناٹے میں ایک غیر مانوس آہٹ ابھری۔ لاریب نے ٹھٹک کر دیکھا اور اگلے لمحے جیسے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ چہرے کو نقاب میں چھپائے وہ کوئی لٹیرا تھا جو دیوار پھاند کر گھر میں گھسا تھا۔

"ک…… کون ہو تم……؟" اس نے چیخ کر کہنا چاہا مگر ہونٹوں پر مضبوط ہاتھ کی بے رحم گرفت نے اسے اتنی مہلت نہیں دی تھی اگلے چند لمحوں میں بے ہوشی کی دوا نے اثر دکھایا تھا اور اس کا مزاحمت کرتا وجود ریتلی دیوار کی مانند ڈھلتا جا رہا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے جس جگہ خود کو پایا وہ اس کے لیے قطعی غیر شناسا تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر قیامت اپنے نزدیک وقاص حیدر کی موجودگی تھی۔ وہ تڑپ اٹھنے کے انداز میں تیزی سے سیدھی ہوئی اور اپنا ڈھلک جانے والا دوپٹا اٹھایا۔ وقاص اس کی گھبراہٹ و سراسیمگی سے حظ اٹھاتا قہقہہ لگانے میں مصروف تھا۔ لاریب اس کی جرأت کے مظاہرے پر سکتے میں مبتلا جب یہ سکتہ ٹوٹا تو اس کے اندر غیض کا سمندر ابل پڑا تھا۔

"کچھ بولو گی نہیں؟" وہ اسے تمسخرانہ نظروں سے گھورتا

مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔
"تمہاری اس جرأت کا مطلب کیا ہے وقاص؟ جانتے ہو کیا کر چلے ہو اپنے ساتھ؟" بالآخر وہ ضبط کھو کر پھنکاری تھی۔ وقاص پھر قہقہہ لگانے لگا۔
"ہاں جانتا ہوں نیکی کر چکا ہوں اپنے ساتھ، حسرت نہیں بنایا کرتا اپنی کسی خواہش کو۔" وہ اس کی جانب لپکا اور اس کا چہرہ اپنے سخت فولادی ہاتھ میں دبوچ لیا۔ لاریب بن پانی کے مچھلی کی مانند تڑپی۔ پہلی بار خوف اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر بن کر دوڑا۔
"مجھے چھوڑ دو وقاص، تمہیں جو بھی کہنا ہے کہو میں سن رہی ہوں مگر......!"
"مگر کیا......؟ چھوڑوں گا نہیں آج سارے بدلے چکانے ہیں۔" وقاص نے اسے کسی پلاسٹک کی گڑیا کی طرح اٹھا کر جہازی سائز بیڈ پر دے مارا تھا۔ اگلے لمحے وہ ایک ہی جست میں اس کے مقابل تھا۔ لاریب کے حلق سے بے اختیار خوفزدہ چیخ نکلی۔ اس سے قبل کہ وقاص اس پر جھپٹتا لاریب اس کے قریب آنے سے قبل اٹھ کر اندھا دھند بھاگی تھی مگر زیادہ دور نہیں جا سکی وقاص نے پھر اسے قابو کر لیا تھا۔ اس نے جس درندگی اور وحشت سے اسے دبوچا تھا۔ لاریب کی قمیص کی آستین جو اس ہیجانی جھٹکے کے نتیجے میں دور تک چیرتی چلی گئی۔ لاریب نے ایک خوف کے عالم میں خود کو دیکھا اور شرم کے شدید احساس سمیت جیسے خود کو زمین میں گڑھتا محسوس کیا۔
یہ وہی لاریب تھی جس نے اپنے شوہر کو بھی اتنی جرأت نہیں دی تھی کہاں وہ ایک غیر محرم کے رحم و کرم پر آ گئی تھی۔ جب وقاص کی وحشت اور درندگی اسے نگلنے کو بے تاب تھی اس سنسان ویران جگہ پر جہاں کسی کی مدد کسی کی آمد کا کوئی امکان نہیں تھا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ دل کی تمام شدتوں کے ساتھ اپنے خالق و مالک سے رابطہ بحال کرے۔
"مجھے اس وحشی سے بچالے میرے مالک، اگر یہاں تو نے مجھے نہ بچایا تو مجھے یہ زندگی قبول نہیں ہوگی میں خودکشی کرلوں گی۔" وہ بری طرح سے بلک رہی تھی۔ اسے گھسیٹ کر بیڈ تک لے جاتا وقاص یکدم تھرا کر مڑا اور اگلے لمحے یکلخت ڈھیر ہوگیا۔ اس کا گرانڈیل وجود جس طرح تیورا کر گرا تھا اور جس شدت سے تڑپا تھا لاریب نے سناٹے میں آتے ہوئے اسے ٹھٹک کر دیکھا تو نگاہ اس کے پاس سے سرسرا کر گزرتے سانپ پر پڑی۔
وہ بے اختیار چیخی اور سرعت سے بیڈ پر چڑھ گئی۔ سانپ پلک جھپکتے میں غائب ہو چکا تھا۔ مگر لاریب کے وجود میں دہشت ہنوز پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے خود کو سنبھال کر ایک خوفزدہ نگاہ وقاص پر ڈالی جو بے کس اور جاں کنی کے عالم میں تھا۔ لاریب نے فی الفور نگاہ کا زاویہ بدلا اور اس امداد غیبی پر اس کا دل تشکر اور آنکھیں نمی سے بھرنے لگیں۔
اپنا دوپٹا سنبھالتی وہ ڈیرے سے باہر بھاگی۔ ماحول خوفناک سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اطراف میں لگے دیو قامت درخت خوفناک لگ رہے تھے۔ اسے کچھ فاصلے پر وقاص کی گاڑی نظر آئی۔ گاڑی کی چابی کی ہول میں لٹک رہی تھی۔ یعنی اللہ ہر جگہ اس کی مدد کر رہا تھا۔ اس کے اندر توانائیاں اور سکون بھرنے لگا۔ صبح ہونے میں ابھی بہت وقت تھا۔ اسے صبح ہونے سے قبل خود کو سیاہ بختی اور بدنامی کے اس غار سے نکالنا تھا۔ اس نے اندھا دھند گاڑی دوڑا دی۔ اسے یقین تھا جس رب نے اس کی یہاں اتنے خوب صورت انداز میں مدد کی ہے وہ آگے بھی اسے تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ اس کا یقین بے بنیاد بھی نہیں تھا۔

❁......❁......❁
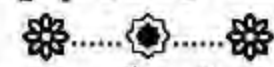
فراز نے ہاتھ بڑھا کر پہلے کیسٹ پلیئر کا والیوم بڑھایا پھر گاڑی کی رفتار بھی۔ مشہور و معروف شاہراہ پر رات کے اس پہر بھی ٹریفک کا اژدھام تھا۔ آج اس کا گھر جانے کا موڈ نہیں تھا بلکہ اس کی پچھلے کئی دنوں سے یہی روٹین تھی۔ جب سے اریبہ لوٹی تھی وہ گھر خاص طور پر بیڈ روم سے بھاگنے لگا تھا۔ تمام تر لاتعلقی اپنا لینے کے باوجود فراز کو اس کا وجود کھٹکتا رہتا۔ وجہ اس کی وہ تذلیل تھی جسے وہ جاننے کے باوجود بھلا نہیں پاتا تھا ورنہ کتنی بار معافی مانگ چکی تھی وہ

اس سے۔ معاً گاڑی کے ٹائر زور سے چرچرائے اگلے لمحے اسے یکدم بریک لگانی پڑی تھی۔ کوئی لمبا چوڑا وجود اس کی گاڑی سے ٹکرایا تھا۔
"اوہ شٹ......!" فراز بوکھلاتا ہوا تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکلا۔
"یار خودکشی کا اتنا شوق تھا تو میرے بھائی کسی اور گاڑی کا انتخاب کرتے۔ تمہیں میں ہی نظر آیا تھا تھانہ عدالتوں کے دھکے کھلوانے کو۔" وہ جھلاتا ہوا جا کر نوجوان پر جھکا جو سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چوڑی پیشانی سے بہتا خون اس کے چہرے کو بھرتا جا رہا تھا۔
"اُفوہ...... اتنا خون اچھی خاصی چوٹ لگ گئی ہے تمہیں۔" فراز نے گھبرا کر کہتے اپنے کوٹ کی جیب سے رومال نکال کر زخمی نوجوان کی پیشانی کو صاف کرنا چاہا تو اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ پیچھے کر دیا۔
"آ جاؤ گاڑی میں بیٹھو میں دیکھتا ہوں اگر قسمت سے کوئی کلینک کھلا مل گیا تو مرہم پٹی کرا دیتا ہوں تمہاری۔" اسے سہارا دیتے اٹھا کر وہ گاڑی کی جانب لانا چاہتا تھا کہ اس نے ایک بار پھر نرمی سے اس کا ہاتھ ہٹایا اور ٹوکتے ہوئے رسانیت سے گویا ہوا۔
"آپ گلٹی فیل نہ کریں جناب میں ٹھیک ہوں آپ جا سکتے ہیں۔" فراز نے کشادہ دلی و بے نیازی کے اس عظیم الشان مظاہرے پر بے حد حیرانی سے آنکھیں پھیلا کر اس خوش اور سانولے سلونے نوجوان کو دیکھا جس کے تیکھے مگر سبک نقوش میں انوکھی جاذبیت اور دلکشی کا احساس جھلکتا تھا۔
"مجھے بھی سوشل ورک کا شوق نہیں ہے محترم۔ مگر آپ میری وجہ سے زخمی ہوئے ہیں اب یہ اخلاقی فرض ہے میرا کہ آپ کی مدد کروں اور آپ کے ٹھکانے تک پہنچا دوں۔" فراز کے انداز میں کچھ ایسی بے ساختگی اور دوستانہ پن تھا کہ وہ اس کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھا۔
"کہاں سے بی لانگ کرتے ہیں نام ہی بتا دیں کم از کم اپنا۔" فراز اس کا اچھی طرح سرتاپا جائزہ لینے کے بعد اس سے کچھ مزید متاثر ہوا تھا مگر بات کرنے کا انداز وہی بے تکلفانہ تھا جواب میں وہ جس طرح جھینپ کر مسکرایا فراز کے لیے یہ ایک دلچسپ نظارہ ہی تھا۔
"مسافر ہوں اور نام سکندر حیات ہے۔"
"سکندر، یعنی فتح کر لینے والا، نام تو یونیک ہے سکندر اعظم صاحب اب تک کیا کچھ فتح کیا آپ نے؟" فراز کا مخصوص موڈ بیدار ہو چکا تھا۔ اس آدمی میں کچھ ایسا ضرور تھا کہ فراز کو وہ پہلی نظر میں ہی اپنا اپنا سا لگا تھا۔ جبھی وہ اس سے بے تکان انداز میں بات چیت کرتا چلا گیا۔ اس بات سے قطع نظر کہ اس کی گفتگو اس نے سکندر کے دل کو کس بے دردی سے جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے۔ چہرے پر لرزتے تاریک سائے کے ساتھ وہ آہستگی سے رخ پھیر کر کھڑکی سے باہر سڑک کے پار چمکتے سائن بورڈ کو تکنے لگا۔
"مبارک ہو ایک کلینک تو کھلا ملا آ جاؤ سکندر اعظم۔" فراز نے گاڑی کلینک کے سامنے روک کر اپنے مخصوص بے تکلف انداز میں کہا اور اپنی طرف کا دروازہ کھول کر نیچے اترا۔
"میں تمہیں اپنے گھر لے جاتا سکندر مگر میرا بھائی جو ڈاکٹر ہے نا آج اس کی نائٹ ڈیوٹی ہے اینی وے پھر کبھی ملاؤں گا تمہیں اس سے۔" وہ خود ہی بولے جا رہا تھا سکندر یوں خاموش تھا جیسے اب کبھی زبان نہیں کھولے گا۔
"کہاں جاؤ گے سکندر آؤ میں ڈراپ کر دوں کس ہوٹل میں رکے ہو؟" مرہم پٹی کروانے کے بعد جب فراز اس کے ہمراہ کلینک سے باہر آیا تو پرخلوص انداز میں گویا ہوا۔
"نہیں شکریہ، خود چلا جاؤں گا میں آپ کا ایک بار پھر شکریہ۔" سکندر نے سپاٹ انداز میں کہا اور قدموں کو مخالف سمت موڑ کر بے اعتنائی سے چل دیا۔ فراز تو اس کے انداز پر ہی ہَق دق رہ گیا تھا۔
"ارے...... بات تو سن یار میرا نام فراز علوی ہے شرافت میرے ماتھے پر لکھی ہے۔ ارے سچ مچ اغوا نہیں کروں گا۔ آ جاؤ کر دوں ڈراپ، کہاں آدھی رات کو کنوئیں کے لیے دھکے......!" وہ پکارتا رہ گیا مگر سکندر نے مڑ کر نہ دیکھنے کی قسم کھائی تھی جب ہی پلٹ کر دیکھنے والا پتھر کا ہو جاتا ہے۔ وہ یکدم ٹھٹک کر تھم گیا اور جھٹکا کھا کر تیزی

سے پلٹنا۔ دور بہت دور کھڑی گاڑی اپنی راہ لے چکی تھی۔ اس کی ہر لمحہ اندھیروں میں گم ہوتی ہیڈ لائٹس بھی بلآخر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

سکندر کو زمین آسمان گھومتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اس نے لرزتی ٹانگوں پر قابو پانے کو قریبی پول کا سہارا لیا اور وہیں فٹ پاتھ کے کنارے بیٹھ گیا۔ اس کا بیگ وہیں سیٹ پر دھرا رہ گیا تھا۔ وہ بیگ جس میں اس کی شناخت کے سبھی ثبوت تھے وہ خود کو ہواؤں میں ڈولتا محسوس کررہا تھا۔

❀......◉......❀

"مجھے تقریباً تمام اسلامی ممالک میں تبلیغی وزٹ پر جانے کا موقع میسر آیا ہے مگر جو اپنائیت و محبت مجھے پاکستان کے لوگوں سے ملی اس کا جواب نہیں۔ میں سمجھتا ہوں میرے قیام کے لیے بھی بہترین جگہ یہی ہوگی سعودیہ بھی مجھے پسند ہے اور امریکا تو خیر میرا جائے پیدائش ہے مگر شرجیل احمد ان دونوں جگہوں پر میں سمعیہ کو تنہا چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ تمہیں پتا ہے میں اکثر وزٹ پر ہوتا ہوں۔ پھر میری یہ بھی دلی خواہش ہے کہ میں ایک جامعہ تعمیر کراؤں۔ جہاں قرآن پاک کا علم دیا جاسکے۔ سمعیہ آپ بھی میرا ساتھ دیں گی نا اس کام میں؟" شرجیل سے بات کرتے ہوئے ابراہیم احمد نے اچانک ہی سمعیہ کو گفتگو میں شامل کرلیا تھا۔ جو اس وقت چائے لے کر آئی تھی۔ سمعیہ نے مسکرا کر پوری آمادگی سے سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"میں زندگی کے ہر قدم پر آپ کے ساتھ ہوں ابراہیم احمد مگر مجھے قرآن پاک کو تلفظ کے ساتھ پڑھنا نہیں آتا۔ مجھے انتہائی شرمندگی ہورہی ہے یہ بتاتے ہوئے کہ میں مذہب کے کبھی بھی اتنا قریب نہیں ہوسکی۔" شرجیل زارون کو دیکھنے کو اٹھا تو سمعیہ نے معصومیت سے کہا جواباً ابراہیم کی سنہری آنکھیں لودینے لگیں۔

"آپ نیت کریں سمعیہ اللہ مددگار ہوگا۔ ہمیں خدا کی زمین پر خدا کے دین کو پھیلانے کی کوشش کرنی ہے کہ یہی حکم خداوندی ہے۔ ہمیں صرف خود کو ہی نہیں سدھارنا ہمیں یہ سدھار خدا کے بندوں میں بھی پیدا کرنا ہے۔"

"ان شاء اللہ۔" سمعیہ نے مسکرا کر اس کی تائید کی تو شرجیل بھی پوری آمادگی سے سر ہلانے لگا۔

"ابراہیم احمد اگر تم لوگ پاکستان میں بلکہ میرے ساتھ یہاں رہو تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی اس طرح میں اپنی جاب جاری رکھنے کے ساتھ تمہارے اس مشن میں بھی شریک ہوسکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں، مجھے بھی خوشی ہوگی۔ سمعیہ بہتر ہے آپ آج سے ہی کسی اچھے جامعہ کو جوائن کرلیں شرجیل احمد تو میرے ساتھ ہوتے ہیں۔" ابراہیم احمد کے کہنے پر سمعیہ نے آمادگی ظاہر کرتے ہوئے شرجیل سے زارون کو لے لیا۔

"آپ چائے لیں پلیز، ٹھنڈی ہورہی ہے۔" سمعیہ پر نگاہ ڈالتے ہوئے ہر بار شرجیل کا دل خدا کے حضور سجدہ ریز ہوجاتا۔ جس نے اسے اس آزمائش میں سرخرو کردیا تھا۔

"ابراہیم احمد اس روز آپ کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ آپ کو آپ کی بہن ملی پھر......؟" شرجیل کسی خیال کے آنے پر چونک کر متوجہ ہوا ابراہیم احمد آہستگی سے مسکرایا۔

"میں تلاش میں ہوں۔ جب اللہ کا حکم ہوگا وہ مل جائے گی۔"

"آپ کی ممی نے بتایا کہ وہ پاکستان میں ہے؟" شرجیل کا انداز پرسوچ تھا۔ ابراہیم احمد نے کاندھے اچکائے۔

"مگر میرا دل نہیں مانتا کیتھی بہت ریزروڈ اور شائی گرل تھی۔ عام لڑکیوں سے یکسر مختلف۔ ممی اس کی شادی اپنے اسٹیپ سن ڈیو سے کرنے کی خواہش مند تھیں۔ ڈیو معقول انسان تھا مگر کیتھی اسے پسند نہیں کرتی۔"

"آپ کی مدر ہندو ہیں اور فادر کرسچن؟" شرجیل کو اچنبھا ہوا۔

"جی...... مگر میں الحمدللہ مسلمان۔ مجھے کیتھی کی بھی اسی لیے تلاش ہے میں اپنی بہن کو بھی اللہ کی پہچان دے کر بھٹکنے سے بچانے کا متمنی ہوں۔ میں نے ممی کو بھی قائل کرنے کی کوشش کی تھی مگر......؟" وہ خاموش ہوگیا اس کے خوبرو چہرے پر تکلیف دہ تاثر آگیا تھا۔ جب سریتا دیوی نے

اسے دعوت حق دینے پر دھتکارا تھا۔ ایسے ایسے کفریہ فقرے کہ ابراہیم کی روح تک اذیت سے چیخ گئی تھی۔ اس نے جانے کتنی بار اللہ سے معافی طلب کی تھی مگر دل کا بوجھ نہیں اترتا تھا۔ وہ ان کی محبت میں ان کی بہتری کا خواہاں تھا مگر سریتا دیوی جو اپنے دھرم کے متعلق بے حد پوزیسو تھیں بیٹے کو مسلمان پا کر ان کے اندر ایسا ہیجان اترا تھا کہ الاماں۔ انہوں نے بیٹے کو گالیاں کوسنے اور بددعائیں دیتے دھکے مار کر وہاں سے نکال کر کبھی شکل نہ دکھانے کا حکم بھی صادر کر ڈالا تھا۔ شرجیل بہت محبت سے ابراہیم احمد کو دیکھتا رہا۔

❀......◉......❀

"میں کیا کروں اب، وہ سکندر اعظم تو مجھے ملتے نہیں۔" آج مسلسل چوتھا دن تھا فراز کو بیگ سمیت شہر بھر کی سڑکوں کی خاک چھانتے روزانہ وہ کتنا پیٹرول پھونک ڈالتا تھا امانت دار تک اس کی امانت پہنچانے کی خواہش میں مگر وہ تو جیسے گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھا۔

"نہ اتا نہ پتا اور محترم اپنی زنبیل میرے پاس چھوڑ گئے۔" وہ بری طرح جھنجلایا تھا جب نبیل نے دستک دینے کے بعد اندر قدم رکھا۔

"آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی مگر آپ دستیاب ہی نہیں ہوتے۔" نبیل کے انداز میں شکوہ تھا۔ فراز نے سگریٹ سلگاتے اسے اچٹتی نگاہ سے نوازا۔

"ہاں بولو" اس نے بے نیازی سے کہا۔

"کیا بولوں؟ اگر آپ کو خود احساس نہیں ہے تو......!" نبیل کے انداز میں محسوس کیا جانے والا رنج و ملال تھا۔ فراز نے بھنوئیں اچکا کر اسے ناراض نظروں سے دیکھا۔

یاد ہو تو ایمان بھابی پر ہونے والے مظالم کے سب سے بڑے مخالف آپ ہی تھے۔ شرجی بھائی کو ان کی کوتاہی اور گھر کی بزرگ خواتین کو زیادتی کا احساس دلانے کی خاطر آپ نے جھگڑے بھی کیے تھے۔" نبیل کا لہجہ نا چاہتے ہوئے بھی سرد مہری اور طنز سمیٹ لایا۔ فراز کا ماتھا ٹھنکا اس نے کاٹ دار نظروں سے نبیل کو دیکھا۔

"تو......؟" اس کی نظروں کی طرح اس کا انداز بھی سرد تھا۔

"اطلاعاً عرض ہے ہمارے گھر میں تاریخ کو تیسری مرتبہ دہرایا جارہا ہے۔ آفاق چاچو کے بعد ایمان بھابی اور...... اور اب اریبہ بھابی کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک روا رکھا جارہا ہے۔ لیکن آپ کو تو میں خوامخواہ بتارہا ہوں آپ کی ہی تو ایماء پر ہورہا ہے یہ سب کچھ۔" اس کے لہجے میں طنز کی گہری کاٹ تھی۔ فراز کے چہرے کی سرد مہری اور نخوت نے نبیل کو دلی صدمے سے دوچار کیا تھا۔

"بھائی آپ کبھی بھی ایسے نہیں تھے۔" نبیل احتجاج کیے بغیر نہیں رہ سکا۔

"کسی دن گھر پر رک کر دیکھیں مما اور تائی ماں سمیت صالحہ بیگم بھی بھابی کو سارا دن کیسے ٹارچر کرتی ہیں۔ بات بات پر طنز و تشنیع اور ہتک کا نشانہ بننا پڑتا ہے انہیں۔ ایسا کون سا جرم سرزد ہوا ہے ان سے کہ آپ معاف کرنے پر آمادہ نہیں ہیں اور اگر معاف نہیں کرسکتے تو ٹھیک ہے پھر طلاق دے دیں انہیں کم از کم اس جہنم سے تو......!" اس کی بات ادھوری رہ گئی چھناکے کی آواز پر نبیل کے ساتھ فراز نے بھی چونکتے ہوئے پلٹ کر دیکھا تھا۔ اریبہ دروازے پر زرد چہرا لیے کھڑی تھی۔ چائے کے لوازمات سے سجی ٹرے زمیں بوس ہوچکی تھی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے آ گئی ہیں محترمہ ان سے پوچھ لو اگر یہ اس طرح نجات چاہتی ہیں تو میں ابھی......!"

"پلیز، فار گاڈ سیک...... فار گاڈ سیک نبیل بھائی۔" فراز کی بات قطع کرتے ہوئے وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر بلک اٹھی۔ جہاں فراز کے ہونٹوں پر جتلاتی ہوئی طنزیہ مسکان اتری تھی وہاں نبیل دہری اذیت کا شکار ہوگیا تھا۔

"کسی بھی شے کو بے دردی سے توڑنے کی عادت پرانی سہی مگر اب اسے بدل ڈالو۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گی سمجھیں۔" فراز نے دانت کچکچا کر اریبہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے فراز بھائی آپ کا جو روپ میں نے آج دیکھا اس سے تو میں کبھی آگاہ نہیں تھا۔ تھینکس اس بات کے لیے کہ آپ نے آج مجھے غلط فہمی سے نکال دیا۔ آج تک میں سمجھتا رہا علوی ہاؤس میں بسنے والے درندہ

صفت بے مہر انسانوں میں کوئی......!"

"نبیل......؟" فراز نے بے اختیار ٹوکا تو نبیل اسے اجنبی مگر دکھ بھری نظروں سے دیکھتا دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ یوں جیسے کسی وضاحت کی ضرورت نہ ہو کچھ سننے پہ آمادہ نہ ہو۔

"تم کچھ نہیں جانتے ہو نبیل۔ بہتر ہے اس معاملے میں انوالومت ہو۔" فراز کا لہجہ سخت تھا۔

"بے فکر رہیں میں آئندہ آپ کو کبھی کسی قسم کی تکلیف نہیں دوں گا۔ شرجی بھائی کو ٹھوکر کھا کر عقل تو آئی تھی مگر آپ کے بارے میں کیا کہوں؟" نبیل نے غصے سے پلٹ جانا چاہا مگر فراز نے اس کا ہاتھ دبوچ لیا۔

"میں نے کہا نا آنکھوں دیکھے پر ہی یقین نہیں کر لینا چاہیے پس پردہ حقائق کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں۔" فراز کے لہجے میں کچھ ایسا کرب تھا کہ نبیل چاہنے کے باوجود اس سے الگ نہیں ہو سکا۔ وہ اس کے کاندھے سے اپنی نم آنکھیں رگڑتے ہوئے اپنے درد کی ہر کیفیت اس پر آشکار کرتا چلا گیا کہ دل بے انتہا بوجھل تھا۔ شرجیل تھا نہیں کہ وہ اس سے کہہ لیتا۔

"اب بتاؤ گے میں کس حد تک قصوروار ہوں۔" نبیل نے سرد آہ بھر کر تھکے ہوئے انداز میں سر جھکا لیا۔

"مانتا ہوں بھابی نے حماقت کی مگر وہ اتنی قصوروار نہیں ہیں جتنی سزا......!"

"نبیل فی الحال اس کی فیورمت کرو میرے دل میں اس کے لیے ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں نکل رہی۔" فراز نے بے اختیار ٹوکا اور پھر سے سگریٹ سلگا لیا۔ پھر سکندر کے بیگ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"ایک اور مسئلہ ہے جان برادر۔" اس نے سکندر کے متعلق مختصراً بتایا۔

"یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے بھائی آپ اس زنبیل کو کھولیں کچھ نہ کچھ تو سکندر اعظم کا سراغ مل ہی جائے گا۔" نبیل نے صرف کہا نہیں بیگ اٹھا کر زپ کھولی اور اسے بیڈ پر الٹ دیا۔ ایک مردانہ سوٹ' ایک فائل اور کچھ دیگر اشیا فراز نے فائل کھولی تھی اگلے لمحے اس کے چہرے کے تاثرات بدلتے گئے۔ وہ حیران و ششدر آنکھیں پھاڑے اک کے بعد دوسرا صفحہ پلٹ رہا تھا۔

❁......◉......❁

"سن لیے بیٹے کے کرتوت؟" بابا جان نے اماں جان کو گھورتے ہوئے پھنکارتی ہوئی نظر وقاص حیدر کے چہرے پر ڈالی جو ہلدی کی طرح پیلا نظر آ رہا تھا۔

"عباس کو تو خوامخواہ ہی نکالا تھا میں نے آج احساس ہوا ہے میں اس کے ساتھ ناانصافی کا سلوک کرتا رہا ہوں ایسی شرمناک حرکتیں تو نہ کی تھیں اس نے۔ اس نے تو سر جھکا کر رکھ دیا ہے میرا۔" وہ اپنی چھڑی پر دباؤ ڈالتے غصے میں ٹہل رہے تھے۔

"جی تو چاہتا ہے اسے یہیں سڑتا رہنے دوں شکل نہ دیکھوں دوبارہ۔" وہ جیسے صحیح معنوں میں روہانسے ہوئے رہے تھے۔ اماں جان بس سر جھکائے آنسو بہا رہی تھیں۔ عجیب دوراہا تھا زندگی کا وہ لاچار بے بس ماں تھیں جو کچھ انہوں نے سنا اس پر انہیں یقین نہ آتا تھا مگر سارے کے سارے شواہد وقاص کے خلاف جاتے تھے۔ وہ خون کے آنسو روتی تھکتی نہ تھیں مگر پھر بھی درد کم نہیں ہوتا تھا۔ بابا جان کے فون کی گھنٹی نے کمرے کے خاموش ماحول میں ہلچل مچا دی۔

"ہاں وعلیکم السلام کیا بات ہے زلیخا؟" اماں جان بے دھیانی میں ان کی بھاری آواز سن رہی تھیں۔

"اوہ...... کب ہوئی طبیعت خراب اچھا تم ڈرائیور کے...... بلکہ رکو میں بتاتا ہوں تمہیں۔" انہوں نے رابطہ منقطع کیا پھر تیزی سے اماں جان کی جانب مڑے جو آنسو بھری آنکھوں سے وقاص کے چہرے کو تکے جا رہی تھیں۔

"امامہ کی طبیعت خراب ہے اسے اسپتال لے جانا پڑے گا۔ تمہیں وہاں پہنچنے میں تو ٹائم لگ سکتا ہے زلیخا سے کہو وہ ڈرائیور کے ساتھ اسپتال لے آئے ادھر سے ہم چلتے ہیں۔" بابا جان کے لہجے میں فکرمندی تھی۔ اماں جان نے ایک نظر انہیں دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا۔ بابا جان پھر سے فون پر مصروف ہوئے تھے۔

"ہاں زلیخا تم بچی کو گاڑی میں لے کر اسپتال روانہ ہو

ہم تمہیں وہیں ملتے ہیں امامہ کا خیال رکھنا۔" وہ زلیخا کو خصوصی تاکید کرنے میں مصروف تھے۔ دادا بننے کی متوقع خوشی ابھی سے ان کے چہرے پر جگمگاہٹ بکھیر رہی تھی۔

"چلو اٹھو۔" فون بند کر کے وہ فوری جانے کو تیار ہوئے اماں جز بز نظر آئیں۔

"آپ چلے جائیں میں یہیں ہوں وقاص کے پاس۔" ان کے انداز کی بے اعتنائی نے بابا جان کی بارعب کشادہ پیشانی پر بل ڈال دیے تھے۔

"یہ دودھ پیتا بچہ نہیں ہے بیگم صاحبہ اس وقت بچی کو آپ کی ضرورت ہے اٹھیں فوراً۔" ان کے لہجے میں مخصوص سختی تھی۔ وہی تحکمانہ انداز جس کے آگے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہوا کرتی تھی۔

"میں وقاص کو زخمی حالت میں کیسے چھوڑ کر چلی جاؤں۔" زندگی کا یہ دوسرا موقع تھا انہوں نے شریک حیات کے کسی حکم کے سامنے اطاعت کے علاوہ اپنی بات رکھنے کی جرأت کی تھی۔ اس سے قبل وہ عباس کی خاطر بھی لڑ چکی تھیں مگر اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوا تھا بابا جان نے بے حد جھلا کر خفا نظروں سے انہیں دیکھا مگر ان کے چہرے پر جو بے چارگی اور بے بسی رقم تھی اس نے ان کے اندر بھڑکتے الاؤ پر جیسے پانی کے چھینٹے ڈال دیے۔ کچھ دیر ہونٹ بھینچے کھڑے رہے پھر کچھ کہے بغیر پلٹ گئے۔ اماں جان نے بہتے آنسو دوپٹے کے پلو سے صاف کیے۔ پھر وقاص کی جانب متوجہ ہوئی۔ جس کے انداز میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔ ان کے دل کو دھچکا سا لگا۔

"وقاص حیدر کچھ دیر میں تم باپ بننے کی خبر سنو گے۔" اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لے کر انہوں نے نرمی سے کہا مقصد اس کی خاموشی کو توڑنا تھا۔ جس میں انہیں پھر ناکامی کا سامنا ہوا تو خود پر ضبط کھو کر بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔

"ایسے کیوں ہو گئے ہو میرے چاند۔ کچھ تو بولو؟ ماں کا کلیجہ پھٹتا ہے تمہیں اس طرح دیکھ کر تم مجھے اس طرح مت آزماؤ وقاص۔ ساری دنیا کچھ بھی کہے مجھے یقین نہیں میری نظروں میں تم آج بھی ویسے ہو بے عیب' بے داغ مجھ سے نظریں نہ چراؤ۔" وہ اس کے کشادہ سینے سے لگیں بلک رہی تھیں۔ وقاص کی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے پھوٹ نکلے۔ کون جانتا تھا بھلا ان آنسوؤں' ان آہوں کی اصل وجہ کیا تھی کیا خبر تھی کسی کو آج اس نے کیا سمجھا' کیا جانا کیا پایا تھا۔

❁......◉......❁

پودے اور درخت ساکت تھے۔ لاریب نے سرد آہ بھری اور اپنے کمرے میں آ گئی جس کی نیم تاریکی میں قدرے خنکی کا احساس تھا۔ مگر دل کی آنچ تک اس ٹھنڈک کی رسائی کہاں ممکن تھی۔ اس کی سماعتوں میں ایک جانی پہچانی آواز کی سرسراہٹ اترنے لگی۔

"محبت کی حدوں کا تعین کون کر سکتا ہے۔ آپ میری محبت نہیں سہہ سکیں تو میری جدائی کو ضرور سہہ جائیں گی۔" لاریب کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"میں نے تمہیں خود کھو دیا سکندر۔" اس نے نیچے بیٹھنے کے بعد دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹ لیے۔

"میں تمہیں کھو کر ہی تمہاری قدر جان سکی ہوں۔ میں ہمیشہ سے ایسی ہی ہوں بے پروا مگر تم نے کبھی میری حفاظت میری ذمہ داری سے ہاتھ نہیں کھینچا تھا...... تم مجھے کیسے تنہا چھوڑ سکتے ہو۔" وہ گھٹ گھٹ کر رونے لگی۔

"میں جانتا ہوں میں آپ کی زندگی کی کتاب کا ایسا دیباچہ ہوں جس کو اگر پھاڑ بھی دیا جائے تو کتاب کی کہانی پر فرق نہیں پڑتا۔ اثر کم ہوتا ہے نہ دلچسپی کا عنصر اسی لیے آج اس بے کار صفحے کو میں خود اپنے ہاتھوں سے پھاڑ رہا ہوں۔" اس نے جانے سے قبل کتنی مایوسی کے عالم میں کہا تھا۔

"میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں سکندر مجھے وہ کتاب کبھی اچھی نہیں لگی جس کا انتساب کسی کے نام نہ ہو۔ جس کا پیش لفظ نہ لکھا جائے۔ تم تو عمر بھر کے انتظار پر یقین رکھتے تھے نا سکندر اتنی جلدی کیسے ہمت ہار گئے؟" اس کے آنسوؤں میں دکھ اور کرب کے ساتھ احتجاج کا بھی رنگ تھا۔ اس نے بھلا سکندر کو اس قابل ہی کب سمجھا تھا کہ اس

سے محبت کا سوچتی، محبت تو اس نے عباس سے کی تھی پھر جو سکندر کے لیے محسوس کیا وہ کیا تھا؟ شروع میں وہ اس احساس کو کوئی نام دیے بغیر دھیان میں لائی۔

اسے لگتا یہ وہی تعلق ہے جسے وہ دوستی سے زیادہ اہمیت دینے کو تیار نہ تھی مگر دوستی میں وہ اس کی کمی بھلا کب محسوس کرتی تھی۔ اس کے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے اور سب سے بڑھ کر ثانیہ کے حوالے سے رقابت محسوس کرتی تھی مگر یہاں آنے کے بعد اسے یہ سب احساس مل گئے تھے۔ وہ فطرت کے خلاف چل بھی کیسے سکتی تھی۔ اللہ جو رشتے بناتا ہے ان میں گنجائش اور محبت بھی پیدا کرتا ہے۔ کبھی جو لاشعوری طور پر بھی اس کا ادراک جاگتا تو وہ جھنجلانے لگتی۔ جسے کتنی سہولت اور آرام سے وہ بے دریغ سکندر پر اتار دیتی مگر جب اس نے سکندر کی خاطر وقاص جیسے شخص کو زخمی کیا اس روز پہلی بار وہ چونکی تھی۔

"کیوں بھلا...... سکندر اتنا اہم ہی کب تھا اور اس روز پہلی بار اس پر انکشاف ہوا سکندر اس کے لیے غیر معمولی اہمیت اختیار کر گیا ہے...... کیوں بھلا؟" محبت واضح تھی جس کو تسلیم کرنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔ اس سچ سے فرار کی کوشش میں اس نے سکندر کی تذلیل و تحقیر کو خود پر لازم کرلیا تاکہ خود کو یہ یقین سونپ سکے ایسا کوئی بے بنیاد جذبہ اس کے اندر نہیں پھوٹا۔ کتنی عجیب بات تھی کہ وہ ہر صورت اس محبت کے آگے سرخرو ہونا چاہتی تھی جو اسے عباس حیدر سے تھی۔ وہ کم عقل ہی تو تھی۔ سمجھ ہی تو نہ پائی تھی کہ گنجائش تو باقی رہتی ہے۔ جب کوئی جذبہ یکطرفہ ہو اس صورت میں بھی جبکہ اس جذبے کی آبیاری نہ کی جائے۔

اس نے خود سے ہار بھی مانی تھی۔ حقیقت کو تسلیم بھی کیا تھا مگر اس وقت جب اس کا فائدہ نہیں رہا تھا۔ سکندر اس کے نصیب کی طرح ہی اس سے روٹھ چکا تھا بات اگر یہیں تک رہ جاتی تب بھی غنیمت تھا کوئی ایک نقصان ہوتا۔ وقاص حیدر کے حوالے سے ہونے والے واقعہ نے اسے بالکل ہی ہلا ڈالا۔

"وقاص...... کیا وہ زندہ ہوگا؟" وہ خوفزدہ ہوکر سوچتی۔

"اگر زندہ ہے تو پھر یہ بات بھی پھیلے گی۔ میں کسی اور نقصان کی متحمل نہیں ہوسکتی۔" آنسو قطار در قطار بہنے لگے۔

"اللہ تو چاہے تو میرا راز رکھ سکتا ہے۔" اس نے دلگیری سے التجا کی۔

"میں جانتی ہوں میں بہت بری ہوں۔ میرے انداز میں نرمی نہیں ہٹ دھرمی ہے۔ میں منافق نہیں منواتی ہوں۔ اس رات میں نے تجھے بھی منایا نہیں تھا تجھ سے بھی منوایا تھا۔ میں نے تجھ سے بھی مانگا تھا تو دھونس سے۔ میں نے خودکشی کی ٹھانی لگا ڈالی تھی بھلا خالق کے سامنے مخلوق کی اوقات ہی کیا؟ مجھے معاف فرما میرے اللہ اور مجھے ادب اور قرینے سکھا دے۔ میں تجھ سے مخاطب ہوں تو ایسے الفاظ کا انتخاب کرسکوں جو تیری عظمت جاہ و جلال کو زیب ہوں۔" اس کی سسکیاں ماحول میں افسردہ تاثر بکھیر رہی تھیں۔

"لاریب پتر۔" بابا اسے پکار رہے تھے۔ لاریب نے چونک کر سر اونچا کیا تو چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

"جی بابا۔" وہ بولی تو اس کی آواز بوجھل تھی۔

"حویلی سے آپ کے بابا سائیں نے ڈرائیور بھیجا ہے آپ کو حویلی بلوا رہے ہیں۔" لاریب نے آہستگی سے سر کو اثبات میں جنبش دی اور آگے بڑھ کر الماری کھول کر کپڑے نکالنے لگی۔ آج اسے اس بلاوے کو ٹھکرانا نہیں تھا۔

❁......◉......❁

نبیل کے جھنجوڑنے پر فراز چونکا اور جو ہنسنا شروع کیا تو ہنستا ہی چلا گیا نبیل کو حقیقتاً اس کی دماغی صحت پر شبہ ہوا تھا۔

"شاید آپ کو قارون کے خزانے کا نقشہ مل گیا ہے۔ اتنی خوشی کی وجہ تو یہی ہوسکتی ہے۔" نبیل جل کر بولا۔ فراز اس کا طنز نظر انداز کرکے پھر قہقہے لگانے لگا۔

"قارون کے خزانے پر لعنت بھیجو یار، ہمیں بیٹھے بٹھائے ایک کارنامہ سرانجام دینے کا سنہرا موقع مل گیا۔ سر پر فخر کا تاج سجنے کی نوید مل گئی۔ آفاق چاچو یاد ہیں؟" مسکراہٹ دباتے اس نے نبیل کو دیکھا۔

"مجھے تو شاذ ہی یاد آتے ہیں سنا ہے آپ کے حواسوں پر پچھلے دنوں ضرور چھا گئے تھے۔ ویسے کبھی کبھار میں یہ بھی

سوچتا ہوں آپ نے خوامخواہ ایم بی اے کی ڈگری لے کر ضائع کی آپ کو تو ایل ایل بی کے بعد وکالت کے میدان میں جھنڈے گاڑنے چاہیے تھے۔" وہ مسکرا کر کہتا اس پر گرفت کررہا تھا۔ مگر مجال ہے جو فراز نے اس کی کسی بات کا غصہ کیا ہوا۔ اس کی ساری توجہ اس فائل پر تھی جس میں کاغذات ایک ترتیب سے لگے ہوئے تھے۔ گوکہ بہت پرانے ہوچکے تھے مگر تمام ڈاکومینٹس اوریجنل تھے جنہیں جھٹلانا ہرگز بھی ممکن نہیں تھا۔

"سکندر کوئی اور نہیں ہے نبیل بلکہ آفاق چاچو کا وہی بیٹا ہے جسے ہمارے تمام بزرگ آج سے اٹھائیس تیس سال قبل لوگوں کی نظروں میں مار کر کام نپٹا چکے۔" اس کے لہجے میں جوش تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ ہونق ہوتا ہوا بولا فراز جاندار انداز میں مسکرایا۔

"تم نے دیکھا نبیل اللہ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو کیسے کیسے اسباب پیدا فرماتا ہے کچھ عرصہ سے ہمارے گھر میں یہ موضوع متنازع تھا اور اب......!" نبیل نے کوئی تبصرہ کیے بغیر اس کے ہاتھ سے فائل لے لی۔ سکندر کا برتھ سرٹیفکیٹ، جائیداد کے کاغذات جس میں اس بنگلے کے علاوہ وہ دکانیں بھی شامل تھیں جن کو مسمار کرا کر تاؤجی نے وہاں پلازہ اور شاپنگ مال تعمیر کرالیے تھے۔ آفاق چاچو کی شادی کی چند تصویریں اس کے علاوہ سکندر کے بچپن کی بھی۔ آفاق چاچو اور ان کی مسز کی آئی ڈی کارڈ وغیرہ وہ ایک ایک چیز کو دیکھتا رہا۔

"پھر تو یہ بہت اہم بیگ ہوگا اس بے چارے سکندر کے لیے جانے کتنا پریشان ہو وہ۔" نبیل کو فطری پریشانی اور ہمدردی نے گھیر لیا۔

"یہ تو ہے مگر سکندر مجھے خاصا خشک مزاج آدمی لگا کسی پر بھروسہ کرنے کو تیار نظر نہیں آتا تھا۔" فراز گہرا سانس بھر کر کہتا جیسے اس ملاقات کی ایک ایک بات کو پوری جزئیات سے سوچ رہا تھا۔

"عجیب بات یہ ہے کہ آخر وہ اتنا عرصہ کیوں خاموش بیٹھا رہا اگر وہ یہ سب ثبوت لے کر یہاں اس شہر میں پھر رہا ہے تو ممکن ہی نہیں وہ ہمیں ڈھونڈنے سے قاصر رہا ہو۔ نو ڈاؤٹ علوی فیملی کی یہاں ایک پہچان ضرور ہے چاہے وہ بہت نیک نامی کی نہ سہی۔" نبیل کا لہجہ نا چاہتے ہوئے بھی طنز سمیٹ لایا تھا۔

"اب مسئلہ یہ ہے کہ آپ اسے ڈھونڈیں گے کیسے؟" نبیل کے متفکرانہ انداز پر فراز بھی سوچنے لگا۔

❁......◉......❁

"السلام علیکم بلال بھائی میں باتھ لے رہا تھا معذرت خواہ ہوں آپ کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔" عباس حیدر سفید کرتا شلوار میں ملبوس جس وقت ڈرائنگ روم میں آیا فاطمہ انہیں چائے پیش کرکے وہاں سے جارہی تھی۔

"وعلیکم السلام جیتے رہو بیٹے اللہ پاک تمہیں دین و دنیا میں عافیت و بھلائی عطا فرمائے...... آمین۔" بلال صاحب نے مسکرا کر جواب دیا۔

"یہ بچی کون ہے عباس حیدر؟" انہوں نے چائے کا مگ اٹھا کر گھونٹ بھرتے ہوئے اچانک استفسار کیا تو عباس نے حیرانی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔

"ملازمہ...... آئی مین گورنس ہے بچوں کی۔"

"گورنس......؟" بلال صاحب کو تحیر و استعجاب نے آن لیا۔

"جی یہی سچ ہے گوکہ اس کے پاس امریکن اور انڈین نیشنلٹی ہے مگر اس نے کسی بنا پر پاکستان میں رہنا پسند کیا ہے شاید کسی مجبوری کی بنا پر یہاں وہ خود اپنی مرضی سے کام کررہی ہے۔ نندنی نام ہے اس کا۔" عباس کے لہجے و انداز میں فاطمہ کا ذکر کرتے خود بخود سرد مہری اتر آئی تھی۔

"لیکن مجھے تو اس بچی نے اپنا نام فاطمہ بتایا ہے۔" بلال صاحب کی حیرت دوچند ہوچکی تھی۔ عباس لمحہ بھر کو ٹھٹکا پھر اگلے لمحے اسی بے نیازی سے سر جھٹک دیا۔

"اوہ...... شاید وہ اسلام قبول کرچکی ہے۔" اس کا انداز ہنوز تھا۔

"ماشاء اللہ یہ تو قابل تحسین بات ہے۔ اللہ پاک اس

لڑکی پر مہربان ہو اور صراط مستقیم پر مضبوطی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے..... آمین۔"

"ایک بات کہوں عباس بیٹے میرا خیال ہے تمہیں فاطمہ سے نکاح کرلینا چاہیے اگر وہ رضامند ہو تو مجھے لگتا ہے اس نے تمہارے بچوں کو بہت اچھے انداز میں سنبھالا ہوا ہے جو تم اتنے بے فکر نظر آتے ہو۔" انہوں نے جتنے نارمل انداز میں کہہ کر اسے پرسکون نظروں سے دیکھا عباس حیدر کو اسی قدر شدید دھچکا لگا تھا۔ اس کا چہرہ بتحکلت سرخ پڑ گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بلال بھائی۔" وہ اس صدمے سے نکلا تو بے حد اذیت کا شکار ہونے لگا۔

"کیا تمہیں میری بات پسند نہیں آئی؟" بلال صاحب اس کی شکل دیکھ رہے تھے۔ جس پر تاریک لرزتے سائے تھے۔

"میں جانتا ہوں تمہیں اپنی بیوی کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑا ہے مگر بیٹے ابھی نہ سہی کچھ عرصہ بعد تم ضرور اس موضوع پر......!"

"بلال بھائی پلیز میں عریشہ کی جگہ ابھی تو کیا کبھی بھی کسی اور کو نہیں دے سکتا آپ کو نہیں پتا عریشہ میرے لیے کیا تھی اور میں نے اس سے کتنی شدید محبت کی۔ میں تو یہ سوچ کر حیران ہوا کرتا ہوں میں اس کے بغیر جی کیسے رہا ہوں۔" بلال صاحب نے اس کی سبز آنکھوں کی سطح پر نمی کو پھیلتے دیکھا تو اٹھ کر اس کے قریب آبیٹھے اور بے حد شفقت سے ساتھ لگا کر تھپکا۔

"یہی نظام قدرت ہے بیٹے' اللہ کسی کو اس کی برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیتا۔" وہ نرمی سے مسکرائے اور عباس نم آنکھیں جھکائے بیٹھا رہا۔

"خدا کی آزمائش کو سمجھو عباس حیدر اسے اپنے لیے سزا نہ بناؤ۔"

"یہ کیسے اندازہ ہو کہ یہ سزا ہے یا آزمائش اور میرے لیے ہی کیوں؟" وہ بری طرح سے جھنجلایا مگر بلال صاحب کے تحمل و بردباری نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

"جواب تو بہت آسان ہے عباس حیدر' اللہ اگر آزماتا ہے تو ساتھ میں صبر و استقامت اور ایمان کی نعمت سے بھی نوازتا ہے۔ تمہیں اللہ نے اس اندھیرے سے ہی تو نکالا تھا جبھی تو تکلیف سے دوچار کیا۔ شکر کا مقام یہ ہے کہ تم ٹھوکر کھا کر گرنے والوں میں شامل نہیں ہوئے۔ تم نے اس رسی کو پکڑا ہے جو اللہ کی رسی ہے اس کے دوسری جانب جو ہے وہ بہت طاقت ور ہے۔ ہر شے پر قادر۔ عباس جہاں تک تمہارے اس شکوے کا تعلق ہے کہ میں ہی کیوں؟ تو ہم مخلوق ہیں ہم خالق سے یہ پوچھنے کی جرأت اور تاب نہیں رکھتے کہ میں کیوں؟ اس بے نیاز کی مرضی ہے جو جس کے لیے جو چاہے فیصلہ کرے جو فرماتا ہے کہ تم مجھے عاجز نہیں کرسکتے مگر وہ رب ہے۔ وہ مالک ہے' وہ بادشاہ ہے۔"

❀......◉......❀

"سکندر اعظم تمہارا کیا خیال تھا کہ تم مجھ سے بچ کر بھاگ جاؤ گے؟" اس سے قبل کہ مایوسی و دل گرفتگی کا عالم انتہا کو چھوتا ایک چہکتی ہوئی خوش باش آواز نے اس کی سماعتوں کو ٹھٹکا کر رکھ دیا۔ اگلے لمحے وہ ایک جھٹکے سے پلٹا اور غیر متوقع طور پر اس دن لڑکے کو روبرو پاکر گنگ ہونے لگا جس کی گاڑی میں وہ اپنی اہم ترین چیز بھول گیا تھا۔

"دیکھا ڈھونڈ لیا نا میں نے تمہیں۔" ادھر والہانہ جوش اور وارفتگی کا عالم ہی انوکھا تھا۔ وہ ایسے اس سے لپٹا تھا جیسے صدیوں کی شناسائی کا دعویدار ہو سکندر کی حیرانی میں سکتہ سا در آنے لگا۔

"م...... میرا بیگ...... بیگ تھا آپ کے پاس۔" سکندر نے اس کا جوش و خروش نظر انداز کرتے کسی قدر گریزاں انداز میں کہا۔

"بھئی سنا ضرور تھا دنیا مطلب دی او یار' مگر تم سے ایسی توقع نہیں تھی مجھے۔" وہ کیسے مچل کر بولا تھا۔ سکندر کی تو آنکھیں پھٹنے لگی۔

"دیکھیے آپ کی مہربانی ہوگی اگر آپ میرا بیگ دے دیں۔ اس میں میری کچھ اہم چیزیں ہیں۔" سکندر نے کسی قدر غصے میں کہتے اسے ٹوکا تو فراز کو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

"مجھے اچھی طرح سے اندازہ ہے کہ اس میں آپ کا کس قسم کا اثاثہ ہے۔ سکندر حیات ولد آفاق حیات علوی صاحب مگر آپ مجھے بتانا پسند کریں گے آپ کو یہ کام اتنی تاخیر سے کیوں سوجھا؟" فراز نے اپنی بات کے جواب میں سکندر کا منہ کھلتا اور رنگت پھیکی پڑتی دیکھی۔

"آئی ایم سوری یار کہ تمہارا بیگ کھول کر دیکھنا پڑا۔ مگر میرا سوال اپنی جگہ پر اہم ضرور ہے کہ میں منتظر ہوں جناب بقول شاعر

بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے

بلکہ نہیں حق دار آتے آتے......" وہ ایک بار پھر سنجیدگی چھوڑ کر اسی شوخ و شنگ موڈ میں آچکا تھا۔ شاید وہ فطرتاً شوخ مزاج تھا مگر سکندر کی ہمتیں اس پل اس کا ساتھ چھوڑتی جارہی تھی۔

"ک...... کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں۔" اس نے متغیر رنگت کے ساتھ کہا تھا فراز زور سے ہنس دیا۔

"مطلب یہ کہ حسن اتفاق سے ہم آپس میں کزن ہوتے ہیں تمہارا مجھے پتا نہیں البتہ میں ضرور کھل اٹھا ہوں تمہیں پاکر۔" سکندر پتھرایا ہوا اس کی شکل دیکھتا رہا۔ جو اسے اس کی کہانی اپنی زبانی سنا رہا تھا۔

❀......◉......❀

"الحمدللہ...... عربی کے الفاظ تین یا چار حروف سے بنتے ہیں۔ جنہیں ہم روٹ ورڈ کہتے ہیں الحمد میں حمد سے حامد' احمد' حمید' محمد' محمود بناتے ہیں۔

حامد: تعریف کرنے والا

احمد: تعریف والا

حمید: خوب خوب تعریف والا

جب آپ قرآن کو لیٹرل ڈمینشن پر پڑھیں گے تو آپ بہت ہی لطف اندوز ہوں گے۔ جیسے سجدہ کا روٹ ورڈ سجد ہے۔ اس سے مسجد ساجد اور سجدہ بنتا ہے۔" شرجیل کے اصرار پر ابراہیم احمد جوان دنوں کسی تبلیغی وزٹ پر نہیں تھا انہیں قرآن پاک کو تلفظ کی درستگی کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا سکھا رہا تھا۔ آغاز میں ابراہیم احمد کے طالب علموں میں صرف سمعیہ اور شرجیل تھے مگر بعد میں آس پاس کے گھروں سے بھی کچھ خواتین اور نوجوان لڑکے لڑکیوں نے آنا شروع کردیا تو سمعیہ نے کمرے کے درمیان میں پردہ لگا کر خواتین و حضرات کی سہولت کی خاطر الگ الگ انتظام کردیا تھا۔ اب ہر روز باقاعدہ کلاس ہوتی تھی۔

ابراہیم کے پڑھانے کا انداز آسان فہم اور دلچسپ تھا کہ شرجیل کا قرآن حکیم میں دلچسپی اور کھوج کا اشتیاق بڑھنے لگا تھا بھلا کون سا ایسا معاملہ یا مسئلہ تھا جو اس پاک کتاب میں حل نہیں کردیا گیا تھا۔ اسے کبھی کی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب میں پڑھی وہ اقتباس یاد آگئی جسے اس روز ابراہیم احمد نے بھی اس کے سامنے دہرایا تھا انہوں نے لکھا ہے۔

"جاہلیت کے دور کے بارے میں' میں نے بہت کچھ پڑھا ہے قدیم و جدید فلسفہ' سائنس' معاشیات' سیاسیات وغیرہ ہر اچھی لائبریری دماغ میں اتار چکا مگر جب آنکھ کھول کر قرآن پاک کو پڑھا تو بخدا یوں محسوس ہوا جو کچھ پڑھا سب ہیچ تھا علم کی جڑ اب ہاتھ آئی تھی۔ کانٹ' ہیگل' مارکس اور دنیا کے تمام بڑے مفکرین اب مجھے بچے نظر آتے ہیں۔ بے چاروں پر ترس آتا ہے کہ ساری عمر جن گتھیوں کو سلجھانے میں الجھے رہے اور جن مسائل پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کر ڈالیں پھر بھی حل نہیں کرسکے ان بڑے بڑے مسائل کو اس کتاب قرآن پاک نے ایک ایک' دو دو فقروں میں حل کر کے رکھ دیا ہے۔ میری اصل محسن بس یہی کتاب ہے۔ اس نے مجھے بدل کر رکھ دیا ہے۔ حیوان سے انسان بنا دیا ہے تاریکیوں سے نکال کر روشنیوں میں لے آئی اور ایسا چراغ میرے ہاتھ میں دے دیا کہ زندگی کے جس معاملے کی طرف نظر ڈالتا ہوں حقیقت اس طرح برملا دکھائی دیتی ہے کہ گویا اس پر پردہ ہے ہی نہیں۔ انگریزی میں شاہ کلید کو "ماسٹر کی" کہتے ہیں۔ جس سے ہر قفل کھل جائے سو میرے لیے قرآن پاک شاہ کلید ہے۔"

"ابراہیم احمد نے کہا تھا تم یقین کرسکتے ہو شرجیل احمد کہ بالکل یہی کیفیات میری ہیں۔ میں سید ابو الاعلیٰ مودودی کو بالکل برحق کہوں گا۔" ابراہیم احمد قرآن پاک سکھاتے وقت قاعدوں کو بھی ذہن نشین کراتا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ سمعیہ یا شرجیل کے ساتھ ساتھ دیگر لوگوں نے قرآن پاک پہلے نہیں پڑھا تھا ہاں مگر اس انداز میں نہیں پڑھا تھا جیسے پڑھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ شرجیل کو بھی احساس تو ہوا تھا کہ وہ کتنا غلط تلفظ کے ساتھ قرآن پاک پڑھتا رہا تھا۔ ابراہیم احمد کو قرآن پاک کی تلاوت کرتے سننے کے بعد قرآن پاک کو پھر سے سیکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ قرآن پاک کو صحیح ادائیگی کے ساتھ پڑھنا چاہتا تھا۔

❀......◈......❀

اونچے پربت نیلے ساگر
پاگل بارش تم اور میں
مہندی خوشبو کا جل آنچل
بند ہتھیلی تم اور میں
دور کہیں بارش میں بھیگی
پیلی سرسوں تم اور میں

وہ سرشار تھی اس کا دل اک ترنگ میں گنگنا رہا تھا۔ نگاہ کے سامنے وہ دل کا مکین تھا اس کی آنکھیں ٹھنڈی تھیں۔ وہ دن میں جانے کتنی بار چوری چھپے اسے دیکھتی تھی اور مگن رہتی تھی۔ عباس کہیں باہر سے لوٹا تھا۔ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے وہ تھکے ہوئے انداز میں وہیں لاؤنج کے صوفے پر گرنے کے انداز میں لیٹ گیا تھا۔

جب تو چھیڑے زلفیں میری
چندن خوشبو تم اور میں
جنگل میں کوئی چھوٹا سا گھر
مٹی کا چولہا تم اور میں
ہر راہ ہر سو پھیلی خوشبو
بارش بادل تم اور میں
کندھا تیرا اور سر میرا
پاگل سی خوشبو تم اور میں

معاً وہ ٹھٹک گئی۔ عباس کی انگلیوں میں سلگتا ہوا سگریٹ کا شعلہ کسی پل بھی اس کی انگلیوں کو جھلسا دیتا۔ فاطمہ بے خودی کی کیفیت میں آگے بڑھی۔ دیا سوئی ہوئی اس کی بانہوں میں تھی۔ اسے سنبھالے وہ ذرا سی جھکی اور عباس حیدر کی انگلیوں کے بیچ سے سگریٹ کا ٹکڑا نکال لیا۔ عباس کو آنکھیں کھول کر اور چونک کر اپنی سمت دیکھتے اس کی مسکان یہ روشنی جیسے پلک جھپکتے میں غائب ہوگئی۔

عباس کی نظروں میں پہلے حیرانی اتری تھی پھر غیر یقینی اور بے تحاشا طیش۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تو تیزی سے پیچھے ہٹنے کی کوشش میں فاطمہ گرتے گرتے بچی تھی۔ اس سے قبل کہ مزید اپنا بچاؤ کر پاتی عباس نے اسے بے حد جارحانہ انداز میں کہنی سے پکڑ کر اپنے مقابل کھینچ لیا۔

"کیا کر رہی تھیں تم؟" وہ غرایا اور فاطمہ کا چہرہ فق ہوتا چلا گیا۔

"کیوں کی یہ حرکت ہاؤ ڈیئر یو؟"

"کون ہو تم؟ بتاؤ کس مقصد سے آئی ہو یہاں؟" اس کی آنکھوں کی سرخی کچھ اور گہری ہونے لگی۔

"بتاؤ ورنہ میں تمہیں یہیں زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔" وہ پھنکارا اس کے لہجے میں اتنی سنگینی تھی کہ فاطمہ کی جان ہوا ہونے لگی۔

"عباس حیدر......!" اس بار رعب اور تنبیہی آواز میں ایسی لپک تھی کہ عباس نے ٹھٹکتے ہوئے پلٹ کر دیکھا اور جیسے حیرت غیر یقینی اور تعجب نے اس کے اعصاب کو سکتہ زدہ کر ڈالا تھا۔

"بابا جان۔" اس کے ہونٹ کانپے تھے اور ہاتھ بے جان ہو کر فاطمہ کے بازو پر گرفت ڈھیلی کر گیا۔

"کیوں جھڑک رہے ہو ہماری بہو کو اس کی خاطر ساری دنیا کو ٹھکرا کر اب اس سے بھی جھگڑے کرتے رہتے ہو تم؟" ان کے خفا خفا سے لہجے میں پتا نہیں تنبیہ تھی یا محبت کا رنگ وہ قطعی نہیں سمجھ پایا۔

(جاری ہے)

تیرے انتظار کا موسم

نزہت جبین ضیاء

کٹ ہی گئی جدائی بھی کب یہ ہوا کہ مر گئے
تیرے بھی دن گزر گئے میرے بھی دن گزر گئے
تو بھی کچھ اور اور ہے، میں بھی کچھ اور اور ہوں
جانے وہ تو کدھر گیا جانے وہ ہم کدھر گئے

شام سے ہی موسم بڑا خطرناک تھا' خوب بادل گھر گھر کے آئے تھے' رات ہوتے ہی چھما چھم پانی برسنے لگا۔ سفینہ کو بڑا ڈر لگ رہا تھا' بارش بھی خوب برس رہی تھی' بادلوں کی گھن گرج اور بجلی کی تیز چمک نے ماحول کو مزید خوفناک بنا دیا تھا ایسے میں باہر کا دروازہ بھی ہوا کے تھپیڑوں سے گھبرا کر دھڑ ادھڑ بجنے لگا تھا۔

سفینہ کا ننھا سا دل بری طرح دھڑک رہا تھا' اسے ایسے موسم سے ویسے بھی بڑا خوف آتا تھا۔

"اماں......اماں......" اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں موند کر لیٹی سکینہ کو آواز دی۔

"کیا ہے؟" سکینہ نے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھا۔

"اماں بہت ڈر لگ رہا ہے۔ دیکھو تو کیسے مینہ برس رہی ہے اور بجلی بھی کتنی زوروں سے چمک رہی ہے۔"

"تو......تو کیوں ڈرتی ہے پگلی! چل آجا یہاں میری چارپائی پر سو جا میرے ساتھ۔" سکینہ نے کھسک کر اس کے لیے جگہ بنائی۔

"اماں...... اماں...... میں باہر کا کواڑ بند کرلوں؟" سفینہ نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا اور کئی بار کہا ہوا جملہ ایک بار پھر دہرایا اور نتیجہ......وہی کرخت اور غصیلا جواب ملا۔

"تجھے کتنی بار کہا ہے یہ مت بولا کر' پھر بھی تجھے سمجھ نہیں آتی۔" اچانک سکینہ لیٹے لیٹے اٹھ بیٹھی' اس کے چہرے پر نہ جانے کیسا ملال تھا؟ کیسی بے بسی تھی کہ سفینہ اماں کا چہرہ دیکھ کر سہم گئی۔ ہلکی زرد روشنی میں سکینہ کا چہرہ بھی زرد سا لگ رہا تھا۔

بچپن سے آج تک ایک اسی بات پر اماں کا موڈ آف ہوجایا کرتا تھا اور آج بھی اماں کی بدلتی رنگت اور بے چینی دیکھ کر سفینہ شرمندہ ہونے لگی۔ اسے کبھی کبھی اماں پر غصہ اور کبھی ترس بھی آجاتا تھا' سکینہ اٹھ کر برآمدے میں رکھی صراحی سے پانی نکال کر پینے لگی پھر دھیرے دھیرے چلتی دوبارہ اپنی چارپائی پر آ بیٹھی۔

"معاف کردے اماں! آئندہ نہیں بولوں گی۔" سفینہ نے قریب آکر نرمی سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"چلو اب سو جاتے ہیں۔" سکینہ نے نگاہیں اٹھا کر اپنی پندرہ سالہ معصوم بچی کو دیکھا وہ بھی تو بے قصور تھی۔ اسے کیا پتا تھا کہ اماں ایسا کیوں کرتی ہے؟ وہ بھی اپنی جگہ درست تھی ڈرنا فطری عمل تھا۔

"آ جا......" سکینہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لٹایا اور سفینہ ماں کی نرم گرم آغوش میں سب کچھ بھول بھال کر جلد ہی سوگئی۔

❀......❀......❀

"اماں...... اماں...... ہمارے گاؤں میں شہر سے بہت سوہنی سوہنی کڑیاں اور منڈے آئے ہیں۔" سکینہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ پانی بھرنے گئی تھی واپسی میں یہ خبر بھی لیتی آئی۔

"اچھا...... مگر کیوں؟" تندور میں روٹیاں لگاتے لگاتے حاجراں نے بھی حیرت کا اظہار کیا۔

"پتا نہیں کیوں مگر اماں! اتنے اچھے اچھے کپڑے میں ساری کڑیوں کے اور آنکھوں پر کالی عینک بھی۔" سکینہ کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنے والوں کی تعریف کے ساتھ ساتھ احساس کمتری بھی نمایاں تھا۔

"ہاں تو شہر سے آئے تو چنگے ہی ہوں گے ناں' چل تُو روٹی کھالے گرم گرم ہے۔" حاجراں نے اس کی طرف روٹی بڑھائی ساتھ میں پلیٹ میں دال بھی رکھ دی۔

"اماں شہر کے لوگ روز روز دال تو نہیں کھاتے ہوں گے ناں؟" پہلا نوالہ لیتے ہوئے سکینہ نے سوال کیا۔

"اُف او...... تُو تو جھلی ہوگئی ہے کیا بک بک کرے ہے چل جلدی جلدی کھانا کھا اور کپڑے دھو۔ تین دن سے کہہ رہی ہوں تیرا دل ہی نہیں لگتا کام میں۔" اماں نے گھرکی دی تو سکینہ سر جھکا کر جلدی جلدی نوالے حلق سے اتارنے لگی مگر دل تو شہر اور شہر کے لوگوں میں ہی اٹکا پڑا تھا۔

سکینہ کو بچپن سے ہی شہر کی زندگی اچھی لگتی تھی وہ اکثر سوچتی کاش وہ بھی شہر میں ہوتے' صاف ستھری کھلی کھلی سڑکوں پر گھوما کرتے۔ بڑے بڑے ڈھابوں پر کھانا کھاتے' بازاروں کی رونق' روشنیاں' گاڑیوں کا شور اور سینما تھیٹر...... یہ سب کچھ دیکھ سکتے' اسی ماحول کا حصہ بن جاتے مگر وہ لوگ تو جدی پشتی غریب ہاری تھے جو مالکوں کے کھیتوں پر دن رات محنت کرکے اپنا خون پسینہ بہا دیتے اور بدلے میں چند روپے ملتے جن سے وہ ہنسی خوشی گزارا کرتے۔ کمالا اور دھی انہی لوگوں میں سے تھے جنہیں قدرت نے نہایت حسین بیٹی سکینہ سے نوازا تھا۔ سکینہ کو رب نے بڑی فرصتوں میں بنایا تھا' گاؤں کی سب سے خوب صورت لڑکی تھی۔ متناسب جسم' سرخ و سفید رنگت' نیلی آنکھیں اس پر سیاہ لمبے گھٹاؤں جیسے بال جو دیکھتا دیکھتا رہ جاتا۔

❀......❀......❀

دھیرے دھیرے شام ہو رہی تھی' موسم بہت حسین تھا چاروں طرف لہلہاتے خوب صورت کھیت' درمیان میں پگڈنڈیاں' کہیں کہیں اونچے اونچے طویل قامت درخت' کھیتوں میں خوب صورت بطخیں' پُر فضا ماحول صاف ستھرے چھوٹے چھوٹے سے بنے ہوئے کچی اینٹوں کے گھر' گھروں کے آس پاس بکریاں اور دانہ چگتی مرغیاں۔

شہروز اکیلا ہی باہر آ گیا تھا۔ اسے یہ ماحول بہت اچھا لگ رہا تھا' وہ میڈیکل اسٹوڈنٹ تھے اور اس گاؤں میں کچھ دنوں کے لیے کیمپ لگایا گیا تھا تو چند اسٹوڈنٹ اساتذہ کے ساتھ آئے تھے ان میں شہروز بھی شامل تھا۔ شہروز نے ایک طویل انگڑائی لی' لمبی سانس لے کر تازہ سانس کا احساس ہوا۔ کوئی گندگی' شور' ٹریفک' دھواں کچھ بھی تو نہ تھا بس ہر طرف ہریالی ہریالی اور کھلا کھلا سا علاقہ۔ شہروز اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے گنگناتا ہوا ایک سمت چل پڑا۔

❀......❀......❀
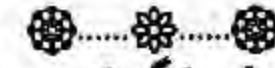
سکینہ اس وقت نسیمہ کے گھر کے سامنے اس کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی ساتھ ساتھ دونوں اپنے اپنے دوپٹے بھی کاڑھ رہی تھیں۔ گرین ڈھیلی ڈھالی قمیص پر ریڈ کھلے پائنچوں کی شلوار کے ساتھ ریڈ اور گرین چنری سر پر اوڑھے لمبے بالوں کی ایک چٹیا آگے ڈالے وہ اس بات سے قطعی بے نیاز تھی کہ کوئی بڑی محویت اور دلچسپی سے قدرت کے اس شاہکار کو دیکھے جا رہا ہے۔ اتنا معصوم اور مکمل حسن تو اس نے پہلی بار دیکھا تھا سادگی کا پیکر' سکینہ شہروز کے دل میں اترتی چلی گئی اور بے اختیار وہ آگے بڑھتا گیا۔

"ہائے اللہ......" اسے دیکھ کر نسیمہ نے ہلکی سی چیخ ماری۔ سکینہ بھی ڈر سی گئی' شہروز ان کی بوکھلاہٹ پر ہولے سے مسکرا دیا۔

"تھوڑا سا پانی ملے گا میں تمہارے گاؤں میں اجنبی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں شہر سے آیا ہوں' ڈاکٹر ہوں۔"

"اچھا...... اچھا...... ٹھہرو جی میں ابھی لاتی ہوں پانی۔" نسیمہ قدرے سنبھل کر بولی اور اٹھ کر ساتھ ہی کھلے ہوئے دروازے میں داخل ہوگئی۔ سکینہ نے غور سے اجنبی کو دیکھا اونچا لمبا' خوب صورت سا شہری بابو اسے اچھا لگا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" شہروز نے پوچھا۔

"ارے واہ' میں کیوں بتاؤں؟" سکینہ نے اتراتے لہجے میں کہا۔

"ارے مت بتاؤ مگر میں نے تو سنا تھا گاؤں والے بہت نرم دل اور اچھے ہوتے ہیں' مہمانوں کا بہت خیال رکھتے ہیں مگر تم...... تم...... کو غصہ آ گیا میری بات پر۔" شہروز نے مسکین شکل بنا کر تیر پھینکا۔

"ہاں جی ٹھیک سنا آپ نے۔" تیر نشانے پر جا لگا تھا۔ "ہم ایسے ہی ہیں سچے اور کھرے لوگ اور میرا نام سکینہ ہے......" اتنی دیر میں نسیمہ پانی لے آئی۔

"اچھا جی شکریہ!" پانی پی کر شہروز نے کٹورہ واپس نسیمہ کو دیتے ہوئے کہا۔

"شکریہ کیسا جی آپ تو مہمان ہو ہمارے۔" نسیمہ نے جواباً فراخدلی دکھائی۔

"بہت خوب صورت گاؤں ہے اور یہاں کے لوگ بھی۔" جاتے جاتے وہ سکینہ سے براہ راست مخاطب ہوکر بولا تھا اور سکینہ بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"اماں اماں جو شہر سے ڈاکٹر لوگ آئے ہیں ان میں ایک بابو نسیمہ کے گھر پہ آیا تھا جب میں اس کے ساتھ تھی تب پانی پینے۔ وہ ڈاکٹر لوگ ہیں۔"

"اچھا چھا...... بس زیادہ مت بولا کر اور ہاں بات وات مت کیا کر کسی سے۔" اماں نے ہمیشہ کی طرح گھر کا۔

"سکینہ کی ماں! کیوں غصہ کرتی ہے ہر وقت میری دھی پر۔" ابا نے اس کا بگڑتا موڈ محسوس کرلیا تھا' سکینہ منہ بنا کر رہ گئی۔

دوسرے دن دوپہر میں اپنے کاموں سے فارغ ہوکر سکینہ نسیمہ کے گھر جا رہی تھی کہ راستے میں شہروز مل گیا۔

"ارے بابو جی آپ۔" سکینہ اسے سامنے پاکر بے ساختہ بولی۔

"ہاں' تمہاری یاد آئی تو نکل پڑا۔" شہروز نے براہ راست اس کی جھیل جیسی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔

سکینہ گڑبڑا کر دو قدم پیچھے ہٹی' اس کے خوب صورت چہرے پر شرم و حیا کے رنگ نمایاں تھے۔ شہروز زور سے ہنس دیا۔

"ہاں تو اور کیا تم ہو ہی اتنی اچھی۔" شہروز اس کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"ہائے بابو! کیا ہوگیا ہے۔" وہ پلکیں جھپکا کر بے ساختہ بولی۔

"سکینہ یہ بابو جی کا کیا ہے؟ میرا نام شہروز ہے' تم شہروز بولو نا۔" شہروز نے کہا۔

"نہ جی نہ...... بڑا مشکل نام ہے تمہارا؟" سکینہ معصومیت سے بولی۔

"آ جائے گا بولنا۔" شہروز اس کی معصومیت پر نثار ہوا جا رہا تھا۔ وہ تو پوری شدت کے ساتھ اس کے دل میں اترتی چلی جا رہی تھی۔

"شہر میں تو ایک سے ایک کڑیاں ہوتی ہوں گی ناں' خوب اچھے اچھے کپڑوں والی۔ اونچی ایڑی کی جوتیاں اور

گوری چٹی......'' سکینہ نے اچانک ہی سوال کردیا اس کے لہجے میں یاسیت تھی' حسرت تھی۔

''ہاں مگر وہ ساری کی ساری بناوٹی ہوتی ہیں' تمہارے جیسی سیدھی سادی اور معصوم نہیں ہوتیں۔ تم ان سب سے اچھی ہو' سادہ اور معصوم سی۔''

''کیا......؟'' اس کی بڑی بڑی خوب صورت آنکھیں پھیل گئیں غیر یقینی اور معصومیت بھرے انداز سے وہ پوچھ رہی تھی۔

''سچ......؟''

''ہاں بالکل سچ......'' شہروز نے سچے لہجے میں کہا۔ وہ حیرت سے اس شہری بابو کو دیکھ رہی تھی جو اسے سب سے اچھی لڑکی کہہ رہا تھا۔

''کیا تم میرے ساتھ شہر چلو گی؟''

''کیا...... کیا میں اور شہر......'' خوشی اور حیرت سے آنکھیں پھاڑیں مگر دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھیں بجھ سی گئیں۔ ''مگر کیسے......؟ مجھے اماں اور بابا کہاں بھیجیں گے۔'' اس کی گرمجوشی مایوسی میں بدل گئی تھی۔ ''مجھے شہر اور وہاں کے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں بابو جی! بہت دل کرتا ہے شہر میں جا کر رہنے کو' گھومنے پھرنے کو مگر......'' اس کی آواز دھیمی پڑ گئی۔ ''ہمارے نصیب کہاں......؟''

''کیوں نہیں جاسکتیں تم؟ میں تم سے شادی کروں گا پھر تو جاؤ گی ناں میرے ساتھ۔'' شہروز نے اچانک ہی اتنی بڑی بات کہہ دی۔

''ہائیں...... بابو......'' سکینہ ایک لمحے کے لیے گڑبڑا گئی اور فوراً ہی الفاظ کی نوعیت سمجھ کر شرم سے سرخ پڑ گئی۔ کتنی آسانی سے اتنی بڑی بات کہہ دی تھی اس نے۔

''نہ بابو...... ایسا کیسے ہوسکتا ہے تم اتنے بڑے لوگ ہو اور ہم بہت چھوٹے اور غریب۔ ہم تو ایسا صرف سوچ سکتے ہیں' خواب دیکھ سکتے ہیں مگر حقیقت میں کبھی ایسا نہیں ہوسکتا' اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔''

''نہیں سکینہ! میں سچ کہہ رہا ہوں' تم مجھے بہت اچھی لگی ہو اور میں تم سے شادی کروں گا۔ تمہاری ماں اور باپ سے بات کروں گا میں کوئی مذاق نہیں کررہا۔'' شہروز نے اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے چُور لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے میں سچائیاں تھیں۔ ''میں تمہارے گھر آکر کل تمہارے بابا سے خود بات کروں گا۔'' اس نے مزید حوصلہ دیا تو سکینہ کا دل خوشی سے بے قابو ہونے لگا۔ وہ آسمانوں میں اڑنے لگی۔

دوسرے روز ہی شہروز نے اماں بابا سے جانے کیا بات کی اور یوں طے ہوا کہ شہروز نکاح کرکے جائے گا' ابھی پندرہ دن کا ٹائم تھا یہاں گاؤں میں پھر وہ شہر جا کر واپس آئے گا تو سکینہ کو بھی ساتھ لے جائے گا۔ اس نے اپنا فون نمبر اور گھر کا پتا بھی سکینہ کے بابا کو دے دیا تھا اور یوں اماں ابا بھی مطمئن ہوگئے تھے کہ بیٹی کا شہر جانے کا شوق بھی پورا ہوجائے گا یوں کچھ لوگوں کی موجودگی میں سکینہ اور شہروز کا نکاح ہوگیا۔ سکینہ کو یہ سب کچھ ایک خواب لگ رہا تھا اس نے بس خواب میں ہی ایسا دیکھا تھا۔ شہری بابو' شہر کی زندگی اور خوب سارا پیسہ وہ تو ہواؤں میں اڑنے لگی تھی۔ شہروز نے اسے ڈھیر سارے پیسے دیئے تھے کہ اپنی مرضی سے جو دل چاہے خرید لے۔

ایک دوسرے کے ساتھ ہنستے مسکراتے' سپنے بُنتے وقت کیسے گزر گیا کہ پتا ہی نہ لگا اور شہروز اس سے ڈھیر سارے وعدے کرکے لوٹ گیا۔ جاتے وقت سکینہ خوب کر روئی۔

''شہروز بابو! تم مجھے لے تو جاؤ گے ناں جلد ہی؟ مجھے بھولو گے تو نہیں؟ تمہارے اماں ابا مان جائیں گے ناں؟'' شہروز کے سینے سے لگی وہ بُری طرح رو رہی تھی۔

''سکینہ! میں تم کو کیسے بھول سکتا ہوں' تم میری زندگی ہو' میری جان ہو تم۔ میں بہت جلد آکر تمہیں لے جاؤں گا۔'' شہروز خود بھی آبدیدہ ہو رہا تھا اسے سکینہ کا تڑپنا اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر کچھ مجبوریاں بھی تو تھیں اور شہروز بے تحاشا خوب صورت یادیں چھوڑ کر شہر واپس لوٹ گیا۔

سکینہ کی عجیب سی کیفیت رہنے لگی ہر وقت اداسی اور بے چینی سوار رہتی' وہ سارا سارا دن گھر میں باؤلی بنی پھرتی۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر چکر لگاتی' اکثر دن میں سوتے سوتے یا بیٹھے بیٹھے اٹھ کر تیزی سے باہر کے دروازے کی طرف بھاگتی کہ جیسے شہروز نے آکر دروازہ بجایا ہے۔ پھر کچھ دن بعد سکینہ کی طبیعت خراب رہنے لگی تب اسے پتا چلا کہ وہ ماں بننے والی ہے' ابا اور اماں نے چاہا کہ یہ خوشخبری شہروز کو بھی سنا دیں یہ سوچ کر ابا اس کا ٹیلی فون نمبر لے کر گاؤں میں واقع واحد پی سی او چلا گیا۔ شہروز سے بات ہوئی وہ بہت خوش ہوا تھا اور چاہتا تھا کہ سکینہ سے خود بات کرے۔ دو دن بعد سکینہ نے خود شہروز سے بات کی' ضبط کے بندھن ٹوٹے تو خوب دھواں دھار روئی۔ خوشی اور دوری دونوں کے ملے جلے تاثرات تھے' دوسری جانب شہروز بھی بہت بے چین اور بے قرار امتحانوں کی وجہ سے مجبور تھا۔ اس نے سکینہ کو یقین دلایا کہ وہ جیسے ہی فارغ ہوا فوراً گاؤں پہنچے گا وہ خود بھی سکینہ اور اپنے ہونے والے بچے کے لیے بہت پریشان تھا۔ اس نے سکینہ کو ڈھیر ساری نصیحتیں کیں' خوب اچھی اچھی باتیں کی۔ ہر قسم کی فکر اور پریشانی سے دور رہنے کی ہدایت کی ساتھ ہی اسے یقین دلایا کہ وہ جلد ہی کافی سارے پیسے اس کے نام بھیجے گا' سکینہ آرام سے رہ سکتی ہے۔

''میں ضرور آؤں گا بہت جلد' تم میرا انتظار کرنا۔ سکینہ تم میرا انتظار کرنا......'' یہ آخری جملہ تھا جو سکینہ نے اپنے پلو سے باندھ لیا تھا اور جملے کی بازگشت اسے مستقل اپنی پناہوں میں رکھتی۔ ایک امید' ایک آس جس پر وہ اپنی زندگی کے مشکل اور کٹھن ترین دن گزار رہی تھی۔ شہروز سے بات کرکے سکینہ کو بہت تسلی ہوگئی تھی۔

پھر ڈھیر سارے دن گزر گئے' سکینہ کے لیے ہر ماہ معقول رقم آجاتی۔ دو تین بار سکینہ نے شہروز سے اور بات کی تھی اور پھر اچانک سے شہروز کا وہ نمبر بند جانے لگا۔ بابا نے کئی بار ٹرائی کی مگر ہر بار مایوسی ہوئی۔ سکینہ کو بھی پریشانی ہوئی آخر ایسا کیوں ہو رہا تھا' شہروز کہاں گیا؟ کیسا تھا؟ ''خدایا شہروز کو امان میں رکھنا'' اپنی تکلیف بھول کر وہ شہروز کی زندگی اور عافیت کی دعائیں مانگنے لگتی اور پھر کچھ دکھ اور تکلیف کے ایک تھکا دینے والے سفر کے بعد اس کی گود میں ننھی سفینہ تھی' سکینہ اسے سینے سے لگا کر بُری طرح رو پڑی تھی' اسے شہروز کی یاد نے بالکل توڑ کر رکھ دیا تھا اس کی یہ حالت دیکھ کر بابا نے شہروز کا دیا ہوا پتا اپنے پرانے کرتے کی جیب سے نکالا اور شہروز کی تلاش میں ہمت کرکے شہر کی جانب چلا سکینہ کو مکمل یقین تھا کہ شہروز اس سے بے وفائی نہیں کرسکتا۔ یقیناً وہ کسی پریشانی میں گرفتار ہے' حاجراں اور بابا اس کی حالت دیکھ کر سوچتے کیا ہم نے جلد بازی میں اپنی بچی کے لیے غلط فیصلہ کرلیا؟ ان کو تو بیٹی کی خواہش عزیز تھی وہ بھلا کب بُرا چاہتے تھے مگر یہ تو خدا کی مرضی تھی اور سکینہ کا نصیب......!

بابا بے چارہ مارا مارا شہر کی گلیوں میں گھومتا رہا' سب سے پوچھا...... مگر بڑی مشکلوں سے اسے پتا چلا لیکن اس وقت اس کے پیروں تلے زمین نکل گئی جب پتا چلا کہ یہ

ہماری تشریح

جسے سنتے ہی اکثر نیند آجاتی تھی بچپن میں
یہ دل بے چین کیوں ہوتا ہے اب ایسی کہانی سے

تشریح:۔
اس شعر میں شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے بچپن میں نیند جلدی نہیں آتی تھی اور میری امی مجھے لوری کے بجائے کہانی سنایا کرتی تھیں۔ امی روزانہ ایک ہی کہانی سنا سنا کر اتنا بور کرتی تھیں کہ مجھے کہانی سے بچنے کے لیے جلدی سونا پڑتا تھا لہٰذا اب مجھے جلدی سونے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ اماں کہانی کا نام لیتی ہیں تو مجھے نیند آجاتی ہے مگر گزشتہ دنوں سے شاعر کا کہنا ہے کہ میں کہانی سے بھاگنے کے لیے جہاں جاتا ہوں۔ اماں مجھے جھپٹ کر کہانی سنانے لگتی ہیں اب ماشاءاللہ میرے دو بچے ہیں۔ اماں ان کو بھی کہانی سناتی رہتی ہیں تو میں بے چین ہوجاتا ہوں کہ میں نے تو برداشت کرلیا مگر آج کل کے بچے تھوڑی کریں گے' مگر اماں ہیں کہ اس کمبخت کہانی کو بھولتی ہی نہیں۔

شمع ناز شکیل...... کراچی

لوگ تو گھر فروخت کر کے کہیں اور جا چکے ہیں۔ بابا تو سن کر پاگل سا ہوگیا۔ اُف..... اس کے سامنے سکینہ کا معصوم سا امید و آس کی کیفیت سے دوچار چہرہ گھوم گیا۔ ساتھ ہی چند دن کی سفیہ جو باپ کی شفقت اور لمس سے ناآشنا تھی اور شاید اسے ایسے ہی رہنا تھا۔

دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر وہ وہیں سڑک کے کنارے بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ کیا منہ لے کر جائے گا واپس..... سکینہ کو کیا جواب دے گا؟

اپنے دل پر منوں بوجھ لیے کمالا واپس گاؤں لوٹ آیا' دل اور دماغ پر الٹے سیدھے خیالات کا بھاری بوجھ اس کا ناتواں وجود برداشت نہ کرسکا اور جیسے ہی وہ بس کے اڈے پر اترا اور اپنے خیالات میں یوں مگن تھا کہ سامنے سے آتی بس کا ہارن بھی اسے مخاطب نہ کرسکا اور ایک دلخراش چیخ کے ساتھ اس کا لہو کچی سڑک پر پھیل گیا۔ اور جب کمالے کی لاش گاؤں میں آئی تو ہر آنکھ اشکبار تھی۔ وہ نواسی کو باپ اور بیٹی کو شہروز کی محبت دینے کے لیے نکلا تھا مگر نواسی سے نانا اور ایک بیٹی کو داغ یتیمی دے گیا۔ یہ کیسا طوفان آیا تھا' ماں بیٹی کی زندگی میں۔ حاجراں سکتے کی حالت میں تھی سکینہ کی چیخوں نے آسمان سر پر اٹھالیا تھا۔ ماں کی خالی خالی ویران آنکھیں دیکھ کر وہ تڑپ رہی تھی' ماں کو جھنجوڑ رہی تھی۔

''اماں..... اماں..... مجھے معاف کردے۔'' اماں کے سر پر پڑی سفید چادر تھام کر وہ اماں سے لپٹ گئی۔

''کاش..... بابا نہ جاتا.....'' وہ بار بار یہی کہتی اور سینہ کوبی کرتی۔

''نہ دھئی نہ.....'' اچانک حاجراں کو جیسے ہوش آ گیا۔ وہ سکینہ کو سینے سے لپٹا کر بلکنے لگی' تڑپنے لگی۔ لوگ ماں بیٹی کو دلاسہ دیتے دیتے خود بھی بے تحاشہ رو رہے تھے۔

مرنے والا مر جاتا ہے اپنے پیچھے بے شمار یادیں چھوڑ جاتا ہے اور پیچھے رہ جانے والوں کو آخر کار صبر آ ہی جاتا ہے۔ مرنے والے کا تو ہر کوئی صبر کرلیتا ہے مگر جیتے جی بچھڑ جانے والوں کو بھول جانا یا ان پر صبر کرلینا کسی صورت آسان نہیں ہوتا۔ یہی حالت سکینہ کی تھی بے قراری' بے کلی اور الجھی الجھی سی وہ چپ ہوکر رہ گئی تھی۔ ہنسی تو جیسے وہ بھول ہی گئی تھی ہر دم اداسی اور سوگواری چھائی رہتی' نہ ختم ہونے والی تنہائی میں وہ جینے لگی۔ سفینہ کو سینے سے لگا کر حاجراں بھی زندگی سے ناتہ توڑ بیٹھی تھی اب دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے کا سہارا تھے' سکینہ گاؤں والی خواتین کے کپڑے سلائی کردیتی' کڑھائی کردیتی اور یوں گزارا ہوجاتا۔ شہروز تو مکمل طور پر زندگی سے بے دخل ہوچکا تھا۔ سفینہ سمجھتی تھی کہ اس کا باپ مر چکا ہے' سکینہ نے کوئی خاص ذکر ہی نہیں کیا تھا باپ کا۔ سفینہ نے ہوش سنبھالا تو بس ماں کو دیکھا اس کی دنیا بس اماں تھی یا ایک دو سہیلیاں۔

ہاں! اماں میں ایک خاص بات تھی کہ اس نے گھر کا کواڑ کبھی بند نہ کیا تھا ہمیشہ وہ دروازہ کھلا رکھتی اور یہ معمہ سفینہ کی ننھی سمجھ سے باہر تھا۔ اس نے اماں سے جب بھی کواڑ بند کرنے کا کہا۔ اماں بُری طرح جھڑک دیتی اور پھر اس قدر بے چین ہوجاتی کہ ننھی سفینہ خود ہی شرمندہ ہونے لگتی۔ اسے لگتا اماں روتی رہتی ہیں اور وہ اماں سے اپنی بات کی معافی طلب کرلیتی۔

سفینہ کو اپنی ماں کی خوب صورت آنکھوں میں آنسو بالکل اچھے نہ لگتے تھے اماں کے اندر جیسے کوئی بے قرار روح آبسی تھی جو اسے بے چین بے قرار رکھتی۔ اکثر راتوں کو سکینہ نیند سے جاگ کر بے تحاشہ باہر کی جانب بھاگتی۔ جیسے کسی نے دروازہ پر دستک دی ہو اور سفینہ خاموش لیٹی اماں کو دیکھتی رہتی۔

سفینہ پندرہ سولہ برس کی ہوچکی تھی' گاؤں کے اسکول سے چھٹی جماعت پاس کرلی تھی پھر پڑوس میں رہنے والی شاکرہ خالہ نے اسے اپنے بیٹے فیصل کے لیے مانگ لیا تھا یوں وہ فیصل کی مانگ تھی۔ سفینہ باہر سے لوٹی تو ساتھ یہ خبر لے کر آئی کہ اماں شہر سے بہت سارے ڈاکٹر آئے ہیں اور مفت دوائیں بانٹ رہے ہیں اور علاج کررہے ہیں۔

''کیا..... کیا.....؟'' سکینہ آٹا گوندھتے یوں اچھلی جیسے بچھو نے ڈنک ماردیا ہو۔ یکلخت اس کے چہرے کا

رنگ بدل گیا آنکھوں میں اضطرابی وحشت برسنے لگی۔

''تُو..... تُو..... کیوں گئی تھی وہاں؟'' سکینہ کا زناٹے دار تھپڑ سفینہ کے نرم نازک سفید گالوں کو لال کرچکا تھا۔

''خبردار جو تُو ان کے قریب بھی گئی' ٹانگیں توڑ دوں گی تیری۔'' اس اچانک اور غیر یقینی ردعمل اور ساتھ ہی تھپڑ کھانا سفینہ کے لیے بالکل غیر متوقع تھا اس نے بھلا ایسا کیا کہہ دیا تھا کہ اماں کو اتنا غصہ آ گیا تھا۔ سفینہ گال پر ہاتھ رکھے نم آنکھیں لیے سکینہ کو دیکھنے لگی۔

''اماں.....'' سفینہ نے لب ہولے سے کپکپائے' تب سکینہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا' وہ تو انجان بچی تھی۔ اس کو کیا پتا تھا؟ اس کا کیا قصور تھا؟ سکینہ نے سفینہ کے تمتماتے چہرے کی طرف دیکھا اور اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

''ہائے ربا! مجھے معاف کردے میری بچی..... بس تُو نہ جایا کر ادھر اُدھر' میرا دل ہولنے لگتا ہے۔'' سکینہ نے اس کے گال پر نرمی سے ہاتھ پھیر کر پیار کرتے ہوئے کہا۔ وہ خود کو کسی حد تک سنبھال چکی تھی مگر سفینہ حیرت اور تجسس کے ساتھ اپنی اماں کا یہ روپ بھی دیکھ رہی تھی۔

''یہ اماں کو کیا ہوگیا ہے؟'' اس کا ذہن سمجھ نہ پایا تھا' وہ تو اماں کے سینے سے لگ کر تھپڑ کی تکلیف اور جلن کا احساس بھول چکی تھی۔

''شہر سے ڈاکٹر آئے ہیں'' اس جملے نے سکینہ کو ایک بار پھر ہلا کر رکھ دیا تھا' وہ نہیں چاہتی تھی کہ پھر سے کوئی شہروز اس کی بیٹی کا تماشہ بنائے۔ وہ تو ساری زندگی تڑپ کر انتظار کرتے کرتے گزار رہی تھی مگر جس اذیت کو جس تکلیف وہ سہہ رہی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی بیٹی بھی اس اذیت سے دوچار ہو۔ ایک بار پھر شہروز کی یاد نے اسے بُری طرح ہلا کر رکھ دیا تھا۔ آج بھی دل میں امید تھی' ایک آس ایک خواہش کہ شاید شہروز بھی آجائے اس سے معافی مانگ لے اور وہ معاف کرکے اس کے ساتھ چلی جائے۔

سفینہ کو بچپن سے آج تک سکینہ نے کبھی پھول سے بھی نہ مارا تھا آج جو تھپڑ کھایا تو وہ برداشت نہ کرسکی اور شام تک بخار میں پھنک گئی۔ سکینہ بُری طرح گھبرا گئی پڑوس

سے شاکرہ کو بلوالیا' دونوں مل کر پٹیاں رکھنے لگیں۔

"تو کہے میں دوا لے آؤں جا کر۔" شاکرہ نے دیکھا کہ بخار کم ہی نہیں ہو رہا تو سکینہ سے پوچھا۔

"ہاں لے آؤ۔" سکینہ نے کہا تو شاکرہ چادر سر پر لیتی ہوئی باہر کی طرف چل دی۔ کچھ دیر میں شاکرہ واپس آئی تو ساتھ شہر سے آنے والے ڈاکٹر کو لے آئی۔ سکینہ نے خود کو چادر میں لپیٹ لیا تھا۔

اُف...... وہ شہروز ہی تھا...... وہی قدموں کی چاپ' وہی مخصوص خوشبو۔ جس کو وہ آج بھی اپنے آس پاس محسوس کرتی تھی۔ پندرہ سولہ سال کے تھکا دینے والے سفر نے شہروز پر کوئی اثر نہ ڈالا تھا وہ آج بھی ویسا ہی تھا۔ تندرست' توانا' ہشاش بشاش اور مطمئن...... سکینہ کا دل چاہا دوڑ کر شہروز کے سینے سے لگ جائے۔ ساری کوفت' ساری اذیت اور سارے دکھ ایک لمحے میں ختم کردے مگر...... مگر شہروز تو...... بالکل اجنبی کی طرح داخل ہوا تھا اس کے اندر کوئی جان' پہچان یا دیکھی ہوئی جگہ کا کوئی اثر نہ تھا۔ وہ گھر جہاں اس نے اپنی بیوی کے ساتھ کچھ دن گزارے تھے وہ تو جیسے بھول چکا تھا' بالکل انجان اور اجنبی سا' جس کی آنکھوں میں قطعی بے گانگی اور اجنبیت تھی۔ سفینہ کو دیکھ کر بھی اس کے خون میں کوئی گردش نہ ہوئی' کوئی تڑپ نہ تھی۔ ایک عام سے ڈاکٹر کی طرح بی ہیو کر رہا تھا' چیک اپ اور سرسری سی بات چیت......

"دوا دے دی ہے آرام آجائے گا۔" لہجے میں ہلکا سا تکبر تھا۔

"آپ...... آپ...... پھر آؤ گے دیکھنے؟" ابھی بھی ہلکی سی آس پر بے ساختہ سکینہ کے لرزتے ہونٹ کپکپائے۔

"نہیں...... دو دن کی دوا دے دی ہے' ٹھیک ہوجائے گی۔ آج واپسی ہے ہماری' تم لوگ صفائی کا خیال رکھا کرو۔" اُف کتنی بے رحمی اور سفاکی سے کہہ رہا تھا' لفظوں کے تازیانے سکینہ کے دکھتے وجود پر برسا کر وہ جاچکا تھا' پیچھے شاکرہ بھی نکل گئی۔

ایک ہلکی سی آس مبہم سی امید جو اس نے برسوں سے سینت سینت کر دل کے نہاں خانوں میں چھپا رکھی تھی ایک ہی ٹھوکر میں وہ سارے خواب' امیدیں اور آس وہ توڑ گیا تھا۔ برسا برس جس لمحے کی منتظر تھی وہ تو اب کبھی بھی نہ آنا تھا۔ لفظوں کے تیر اس کے وجود پر برسا کر وہ کتنا مطمئن تھا۔ وہ یکسر بھول چکا تھا کہ یہاں پر بھی اس کا اپنا کوئی ہے سب کچھ ختم ہوچکا تھا' کوئی روزن' کوئی راستہ اور کوئی وجہ نہ چھوڑی تھی۔

وہ ایک جملہ "میرا انتظار کرنا" جو اس کی سماعتوں میں بار بار گردش کرتا تھا' وہ اپنی اہمیت کھوچکا تھا۔

سفینہ اماں کی بدلتی کیفیت دیکھے جارہی تھی' یکلخت سکینہ صحن کی جانب بھاگی اور جاکر دھاڑ سے دروازہ بند کرکے اس کی کنڈی لگادی اور جب واپس آئی تو اس کی حالت نڈھال تھی' آنکھیں جن میں ہمیشہ انتظار نظر آتا آج بالکل مطمئن تھیں۔ کوئی امید نہ تھی کوئی بے قراری اور وحشت نہیں تھی۔

"ام...... اماں......" سفینہ نے آنکھیں پھیلا کر ماں کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔

"آج...... اماں نے دروازہ بند کیوں کیا؟ اس کا معصوم ذہن ماضی میں بھٹکنے لگا' بچپن سے آج تک اماں کا دروازہ کھلا رکھنا اور اسے تھپڑ مارنا' آنکھوں میں انتظار کے دیئے جلائے دروازے کو تکتا رہنا اور آج...... اچانک ہی...... ڈاکٹر کے جاتے ہی دروازہ بند کردینا۔"

"اماں...... اماں......" سفینہ بہ مشکل چارپائی سے نیچے اتر آئی اور اماں کے ناتواں اور شکستہ وجود کو تھام لیا اور دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے سے لپٹ کر رو پڑیں آج وہ تمام بوجھ اتار پھینکنا چاہتی تھی۔

جذبے کی لو کو میرے جنوں نے چھوا تو ہے
اتنا ہوا وہ خواب میں آکر. ملا تو ہے
وہ دشمنی کے ساتھ سہی دیکھتا تو ہے
ہم مطمئن کہ اس سے کوئی رابطہ تو ہے

"اماں! آپ کو پتا ہے آج ہمارے کالج کی ایک لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی۔"

"بیٹا! اللہ سب کی خیر کرے اور سب کو ہدایت دے۔" رقیہ نے قمیص کی تُرپائی کرتے ہوئے پریشان ہوکر جواب دیا۔

"پتا ہے آج ہمارے کالج میں پولیس بھی آئی تھی اور لڑکی کے ماں باپ بھی تھے۔ اماں! وہ بے چارے اتنے پریشان اور شرمندہ لگ رہے تھے کہ کیا بتاؤں۔"

"بس بیٹی! جانے ماں باپ سے تربیت میں کہاں کمی رہ جاتی ہے یا دوستوں کی صحبت یہ دن دکھاتی ہے۔" رقیہ اب سوئی دھاگہ رکھ چکی تھی اسے دلی رنج ہو رہا تھا کیونکہ وہ خود بھی ایک جوان بیٹی کی ماں تھی۔

"ویسے اماں! ایسا کیا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ایک لڑکی ایک انجان شخص کے ساتھ ساری زندگی کی محبتیں اور عزتیں روند کر چلی جاتی ہے۔" عائزہ نے پُرسوچ لہجے میں مٹر پلاؤ کھاتے ہوئے سوال کیا۔

رقیہ نے چونک کر بیٹی کو دیکھا۔ گلابی رنگت اور سیاہ غلافی آنکھوں والی اس کی بھولی بھالی بیٹی کے تن پر ابھی تک کالج کا سفید لباس تھا۔ اس کی بچپن کی عادت تھی کہ وہ اسکول سے آتے ہی منہ ہاتھ دھوکر صحن میں بچھے تخت پر بیٹھ جاتی اور رقیہ جلدی سے اس کے آگے کھانا رکھ دیتی کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ عائزہ بھوک کی بہت کچی ہے۔

ابھی وہ سولہویں سال میں لگی تھی یہ عمر لڑکیوں کے لیے بڑی خطرناک ہوتی ہے' والدین کی توجہ تربیت اور تھوڑی سی دانشمندی سے اگر اولاد اس عمر میں سنبھل جائے تو تاعمر بہکنے کے امکانات معدوم ہوجاتے ہیں۔ اب وقت آگیا تھا کہ اسے زمانے کی اونچ نیچ' رشتوں کا لحاظ اچھی بُری راہ کی تمیز سکھائی جائے۔

"تم کھانا کھالو تو کپڑے بدل کر میرے ساتھ چھت پر چلنا تمہیں کچھ دکھانا ہے۔" رقیہ نے عائزہ سے کہا اور کچھ لینے کمرے کی طرف چل دیں۔

انہیں پتا تھا کہ کسی اپنے کو کی گئی نصیحت اگر اپنی زبان کے علاوہ کسی اور کے ذریعے سے کی جائے تو زیادہ اثر رکھتی ہے اور انہیں پورا یقین تھا کہ ان کی عائزہ کبھی نہیں بہکے گی'

انہیں اس چابی پر پورا یقین تھا جو پورے اعتماد کے ساتھ ان کے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی۔

شام کے سائے گہرے ہوکر منڈیروں پر ڈیرہ جمانے لگے تھے نیم پر بیٹھی ننھی چڑیا ٹھونگے مار کر اپنے حصے کا رزق حاصل کرکے آشیانوں کی طرف لوٹنے کو تیار تھیں جب رقیہ دھیمے قدموں سے عائزہ کا ہاتھ تھامے چھت کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی ہر اٹھتا ہوا قدم انہیں چند سال پیچھے لیے جا رہا تھا۔

❁......❁......❁

مسافروں کو ان کی خوشی اور غم میں ان کی منزل مقصود تک پہنچانے والے اسٹیشن ماسٹر سعید کی زندگی اپنے ٹریک پر آسانی سے رواں دواں تھیں کہ رقیہ نامی اسٹیشن پر ان کی ریل نے بریک لگایا۔

اسٹیشن ماسٹر سعید کے ابا تو بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے اماں نے بڑے سلیقے اور طریقے سے اکلوتے بیٹے کی تربیت کی تھی اس لیے ریلوے ماسٹر سعید نیک صالح اور نخی طبیعت کے مالک تھے۔ بچپن سے کتابیں پڑھنے کا گہرا شغف تھا سردیوں کی طویل راتوں اور گرمیوں کی لو سے بھری دوپہروں میں ریل کا انتظار کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی کتاب ان کی ساتھی ہوتی اور یوں وقت کٹ جاتا اور گاڑی کی وسل سنائی دینے لگتی۔

رقیہ اماں کے کسی دور کے عزیز کی بیٹی تھی اماں کی طبیعت کچھ ناساز رہنے لگی تو اماں نے جھٹ پٹ سعید کا بیاہ کر ڈالا ابھی شادی کو چند ہی ماہ ہوئے تھے کہ اماں راہی عدم سدھار گئی۔ رقیہ اور سعید اکیلے رہ گئے کوارٹر ریلوے کی طرف سے ملا ہوا تھا یوں تو رقیہ اچھی بیوی ثابت ہوئی تھی مگر اس کی زندگی میں طریقے سلیقے کا فقدان تھا جس کی وجہ سے گھر کی معاشی حالت بگڑ رہی تھی اور سعید کا ذہنی سکون بھی۔

رقیہ پڑھی لکھی تھی مگر مزاج میں بے پروائی کا عنصر بدرجہ اتم موجود تھا پھر ایک دن سعید کو ایک ترکیب سوجھی اور پھر اللہ کا نام لے کر اس نے اس پر عمل کر ڈالا اور آج اٹھارہ سال بعد ریلوے کالونی کا سب سے صاف ستھرا اور سجا بنا کوارٹر ماسٹر سعید ہی کا تھا۔

لکڑی کے خستہ دروازہ پر ہر چھ ماہ بعد کسی گہرے رنگ کی رنگائی اس کی خستہ حالی کو چھپا دیتی تھی پھول دار چھوں والا رنگ برنگ پردہ ٹھنڈی ہوا سے جھوم جھوم کر لہراتا اور آنے والوں کا خوش دلی سے استقبال کرتا اندر قدم رکھتے ہی چھوٹے سے صحن میں گیرو لگے لال لال گملے جن میں گلاب موتیا رات کی رانی اور سدا بہار آنے والوں کی آنکھوں کو تراوٹ پہنچاتے نماز روزے کی پابندی نے گھر کی فضا میں ایک روح پرور سکون بھر دیا تھا۔ صاف ستھرا باورچی خانہ جس میں ہر چیز اپنی جگہ سلیقے سے موجود چمک رہی تھی رقیہ پورے محلے کی من پسند بھابی خالہ اور بہو تھی جسے جیسا مسئلہ ہوتا وہ ریلوے ماسٹر سعید کے کوارٹر کا رخ کرتا اور واپسی میں مطمئن و مسرور ڈھیروں دعائیں دیتا باہر نکلتا۔

☆☆☆......☆☆☆

"مسز بٹ! بہت بہت مبارک ہو آپ کی پروموشن ہوگئی ہے آج سے آپ پرنسپل کی سیٹ پر بیٹھیں گی اور جس محنت اور لگن سے آپ نے باحیثیت استاد ادارے کا ساتھ دیا میں امید کرتا ہوں کہ اسی ذمہ داری سے آپ ادارے کو مزید ترقی سے ہمکنار کریں گی۔"

"تھینک یو سر۔" شہر کے ایک اچھے اور بڑے کالج کے اونر سے اپنے بارے میں یہ جملے سن کر وہ بہت خوش تھی یہ پروموشن تو کافی عرصے سے متوقع تھی مگر اس پر جس اعتماد کا اظہار کیا گیا تھا اس کے لیے وہ اپنے رب کی شکر گزار تھی اس نے زندگی کا کافی سفر طے کرلیا تھا پہلے وہ اچھی بیٹی پھر اچھی بہو پھر اچھی بیوی ایک پرفیکٹ ماں ایک ورکنگ ویمن ان سب ذمہ داریوں کی بااحسن ادائیگی کے باوجود نماز روزے اور تلاوت کی پابند تھی جو دیکھتا رشک کرتا۔

اس کی نظر میں ان سب کامیابیوں کا ضامن سب سے پہلے تو خالق ارض و سماں تھا اور پھر اس کے ماں باپ تھے مگر کوئی اور بھی تھا جو ان سب کامیابیوں میں برابر کا

شریک تھا جس کی وجہ سے وہ آج ایک مکمل اور محفوظ زندگی گزار رہی تھی۔ زندگی کے سفر میں وہ ہر موڑ اور ہر مشکل میں اس کے ساتھ رہا آج اماں ابا تو حیات نہیں تھے مگر اس کا ساتھ اب بھی نہیں چھوٹا تھا۔

❁......❁......❁

اللہ کی پناہ آج کل کی لڑکیاں مائیں تو بن جاتی ہیں مگر انہیں ذرہ برابر بھی احساس نہیں ہوتا کہ ربّ کریم نے انہیں کس منصب پر فائز کیا ہے۔ رقیہ ساتھ والوں کے گھر سے آئی تھیں ان کی بیٹی کے بیٹا ہوا تھا اور اب وہ چند ماہ بعد میکے آئی تو وہ مبارک باد دینے اور ماں بچے سے ملنے چل دیں۔

"اماں خیر تو ہے آپ تو نرگس باجی کا منا دیکھنے گئی تھیں؟" عائزہ نے پودوں کی گوڈی کرتے ہوئے پوچھا اس نے یہ سب کام اماں سے ہی سیکھے تھے اور کام کرتے ہوئے اسے بہت خوشی ہوتی تھی۔

"ارے پانچ ماہ کے معصوم بچے کو ڈاکٹروں کے بس میں ڈال رکھا تھا کہ یہ روتا بہت ہے اللہ جانے کیا تکلیف ہے نہ ماں کو سونے دیتا ہے نہ خود سوتا ہے۔ اللہ ہدایت دے ظالم ڈاکٹر نے تو اپنی دکان چمکانے کے لیے بچے کو ٹیسٹوں کی بھٹی میں ڈال دیا اور یہ لمبا سارا نسخہ ہاتھ میں تھما دیا۔ میں گئی تو ماں اور نانی دونوں ننھی جان کو دوائیاں پلانے میں جتی ہوئی تھیں اور بچہ غریب بلک بلک کر رو رہا تھا۔" رقیہ کا غصہ کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"اماں پانی پی لیں' مگر آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ نرگس باجی کے منے کو کیا بیماری ہے؟" عائزہ نے گلاس واپس لیتے ہوئے پوچھا۔

"ارے کاہے کی بیماری' دونوں کو بچے سے پرے ہٹایا' کندھے سے لگا کر چپ کروایا۔ نرگس سے چند باتیں پوچھیں تو بیماری کی نبض ہاتھ میں آ گئی۔ موصوفہ پانچ ماہ کے بچے کو صرف دودھ ہی دے رہی تھی اور وہ بھی ڈبے کا۔ کون نرم غذا بنائے کون کھلائے اس سے بہتر ہے ٹائم بے ٹائم فارمولا ملک کی فیڈر بچے کے منہ میں ٹھونس دی جائے۔ ایک تو بے چارا وہ بھوکا اور بار بار دودھ دینے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں درد اٹھتا تو وہ روتا اور خالی پیٹ بھلا کسے نیند آتی ہے۔"

"ارے واہ بیگم صاحبہ! ویسے اب ہمیں مکان کی بیٹھک میں ایک مطب کھول لینا چاہیے۔" اخبار پڑھتے سعید صاحب نے کن انکھیوں سے رقیہ کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"مگر اماں پھر آپ نے کیا کیا؟" بھنڈیاں کاٹتے ہوئے عائزہ پوری بات سننے کے لیے بے چین تھی۔

"کرنا کیا تھا اسی وقت تھوڑی سی سوجی منگوائی بھون کر دودھ میں ڈال کر پتلی سی کھیر بنائی اور ٹھنڈی کرکے فیڈر میں ہی ڈال کر دے دی اور یقین کرو بچہ غٹاغٹ ساری فیڈر

نسخۂ اتحاد

آنسو کے منز درد کے کریلے' زخم کے پیاز' ضبط کی گوبھی' صبر کا گڑ' آہ کے چاول' مسکراہٹ کی بھنڈی' خاموشی کی پالک' پیار کا ساگ' نفرت کا لہسن' غم کا آملیٹ' خوشی کی سبز توری' بے رخی کا گوشت' بے وفائی کے آلو' ہرجائی کا دھنیا' سنگدلی کی تیز آنچ پر رکھ دیں اور پھر لہولہو ہوتی حسرتیں اس میں ڈال دیں' اس کو اچھی طرح بھون کر باہر نکال لیں اس کے بعد سلگتی اور سسکتی ہوئی آہوں کو ابلنے کے لیے رکھ دیں۔ ابالنے کے بعد خود غرض چھلنی میں رکھ دیں' گھی میں تڑپتی ہوئی آرزوؤں کو ڈال دیں اس کے بعد نامعلوم منزل اور زہر فراق کی طرح نمک مرچ ڈالیں' خوشبو کے لیے خلوص کی چند خشک پتیاں ڈالیں اور محبت کی ادرک بھی ڈال دیں تھوڑی سی وفا کی ہلدی بھی تاکہ ذائقہ اچھا رہے۔ نیکی کے بڑے رومال سے اس کو دم لگا دیں اور نگاہ کی تیز آنچ کو حیا کی ہلکی آنچل پر رکھ دیں۔ دیگچی کے نیچے نفرت کے انگارے نہ رکھیں پندرہ منٹ بعد اتار لیں' پھول کی پنکھڑیوں اور شہد کی مکھیوں کی طرح مل جل کر مزے سے کھائیں۔

ربیعہ اسما ور بٹ...... فیصل آباد

پی گیا پھر اس کی کمر سہلائی اور نرگس سے باتیں کرتے کرتے وہ پُرسکون نیند سوگیا۔"

"ارے بیگم سارے جہاں کا درد آپ کے جگر میں ہے مگر شوہر بے چارا ایک چھٹی کے دن جانے کب سے بیٹھا چائے کا انتظار کررہا ہے ایک نظر کرم ادھر بھی کردیجیے۔" عائزہ نے باقی بھنڈیاں اماں کی طرف کھسکائیں اور جلدی سے دم والی چائے بنانے چل دی جو ابا کو بہت پسند تھی اور نام سن کر اب اس کا بھی موڈ ہورہا تھا' چائے پی کر وہ وضو کرنے چل دی' اماں نے اسے اپنی طرح بچپن سے ہی نماز روزے کا پابند بنایا تھا۔

❀......❀......❀

بیٹا! ذرا شام کو گھر آنا' آرزو کی ساری تیاری کرلی ہے بس اب سامان کی لسٹ بنا کر انہیں طریقے سے پیک کرنا ہے تاکہ وقت پر پہنچایا جاسکے اور بقول تمہارے چچا جان کے یہ کام تمہارے علاوہ کوئی کر ہی نہیں سکتا۔" چچی ساس فون پر اسے آنے کا کہہ رہی تھیں۔

"جی جی چچی جان' پرسوں اتوار ہے میں آجاؤں گی' آپ بالکل فکر مت کریں جھٹ پٹ سب سمٹ جائے گا۔ اب میں فون رکھتی ہوں کل سے ارم آئی ہوئی ہے بچوں کی وجہ سے گھر میں خوب رونق لگی ہوئی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے بھرے پُرے لاؤنج کی طرف دیکھا اس کے تین بچے تھے سب سے بڑی عافیہ جو میڈیکل کے فرسٹ ائیر میں تھی پھر عارب جو فرسٹ ائیر میں تھا اور سب سے چھوٹا عازم جو آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا۔

جس طرح اس کی ماں نے کم عمری میں ہی اس کی شادی کردی تھی بقول ان کے جتنے سال لڑکی ماں باپ کے گھر میں رہتی ہے اس کی سوچ اور عادتیں پکی ہوتی جاتی ہیں اس لیے پھر وہ آسانی سے خود کو سسرال کے رنگ میں نہیں ڈھال پاتی۔ اس نے بھی عافیہ کی منگنی بڑی نند کے بیٹے سے اور عارب کی بات جیٹھ کی بیٹی سے طے کردی تھی اور بچے اس رشتے پر مطمئن اور مسرور تھے۔ اپنوں میں رشتے کرنے سے تعلقات اور رشتہ داری مضبوط ہوتی ہے بشرطیکہ کے دونوں طرف سے محبت اور ایمان داری سے رشتہ کو نبھایا جائے۔

"چھوٹی بہو ادھر آؤ' یہ ارم کو تھوڑا سا مسئلہ ہے میں نے کہا چچی سے مشورہ لے لو ان جیسا طریقہ سلیقہ اتنی عمر گزر جانے کے بعد نہ دیکھا نہ سنا۔" ساس نے اسے فون رکھتے دیکھ کر آواز دی۔

"بس اماں آپ کو تمام عمر ہمارا کچھ نظر نہیں آیا اوروں کو تو سر پر بٹھائے رکھا۔" بڑی بھابی جو ساس کی بھانجی بھی تھیں فوراً شکوہ کیا۔

"ارے تم بھی ایسے عمل کرتیں کہ سر پر بٹھائی جاتیں مگر تمہیں تو خیر جب بھی سر پر بٹھایا نہیں جاسکتا تھا۔" ساس نے مسکراتے ہوئے جٹھانی کے بھاری بھر کم وجود پر چوٹ کی۔

"ارے کہاں اماں! بڑی بھابی جیسا کھانا تو پورے خاندان میں کوئی نہیں بناسکتا۔ میں نے بھابی کی نرمین اسی لیے تو عارب کے لیے مانگی ہے کہ باقی تمام عمر مزے مزے کے کھانے کھاؤں گی۔" اس نے غصے سے واک آؤٹ کرتی بڑی جٹھانی کے گرد پیارے سے بانہیں حمائل کرتے ہوئے انہیں پاس ہی بٹھالیا وہ ایسی ہی تھی اسے سمجھ بوجھ کے ساتھ ٹوٹتے ہوئے کو جوڑنا آتا تھا اور یہ سمجھ بوجھ اسے کم عمری میں ہی مل گئی تھی جو آج تک کام آرہی تھی۔

"چچی جان! دیکھئے ناں زونش کے بابا عمان سے اس قدر خوب صورت اور مہنگے ائیر رنگ لائے ہیں اس کے لیے اب باپ بیٹی دونوں کی ضد ہے کہ یہ اسے پہنائے بھی جائیں اب گرادیئے تو......" ارم جو منجھلے جیٹھ کی بیٹی تھی آج کل میکے آئی ہوئی تھی۔

"ارے بیٹا وہ تو بچی ہے ضد کرے گی اور پھر عادل میاں اتنے چاہ سے لائے ہیں تم ایسا کرو کہ بالکل تھوڑی سی روئی لے کر ان کی پیچھے والی ڈنڈیوں پر لگا کر یہ ٹاپس زونش کو پہنادو' رب تعالیٰ نے چاہا تو ایسے فکس ہوجائیں گے کہ کبھی نہ گریں گے۔" اس نے گول مٹول زونش کو گود میں لے کر پیار سے کہا۔

موبائل فون کی بپ مسلسل ہورہی تھی۔

"جی بٹ صاحب فرمایئے آج اس وقت کیسے یاد کرلیا۔" وہ بڑے پیار سے بولی۔

"بیگم' دراصل ایک ارجنٹ میٹنگ کے لیے سنگاپور جانا ہے اور وہ بھی صرف دو گھنٹے بعد تم فٹافٹ میرا بیگ پیک کردو اور وقت کم ہے مگر مجھے امید ہے کہ تم کرلوگی۔"

❀......❀......❀
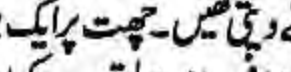
عائزہ اماں کے ساتھ زینہ چڑھتی اوپر آئی صاف ستھری چھت اسے ویسے بھی بڑی پسند تھی مگر اماں اسے کم ہی چھت پر آنے دیتی تھیں۔ چھت پر ایک بڑا سا اسٹور تھا جس میں گھر کا اضافی سامان سلیقے سے رکھا ہوا تھا اور ہر ماہ اس اسٹور کی تفصیلی صفائی کی جاتی تھی۔ اماں نے بڑے احتیاط سے ایک پیٹی پر سے پھولوں والا غلاف ہٹایا۔ عائزہ نے پہلے ایک دو بار اس پیٹی کے بارے میں پوچھا تھا مگر اماں نے کہا تھا کہ ابھی اس کے اندر کیا ہے یہ جاننے کے لیے عمر بڑی ہے وقت آنے پر وہ اسے بتادیں گی بلکہ دے بھی دیں گی کیونکہ یہ انہوں نے اس کے لیے ہی سنبھال کر رکھے ہیں اور آج شاید وہ وقت آ گیا تھا۔ پیٹی کا ڈھکن کھلتے ہی عائزہ کو خوش گوار حیرت کا ایک جھٹکا لگا اس نے اماں کے اردگرد وہ چیز کبھی نہیں دیکھی تھی اس نے حیران اور مسکراتی نظروں سے اماں کی طرف دیکھا اس کی نگاہوں میں چھپے سوال کو دیکھ کر رقیہ مسکرائی اور پُرسوچ نظروں سے ماضی کی کئی پرانی یادوں نے انہیں لپیٹ میں لے لیا۔

❀......❀......❀
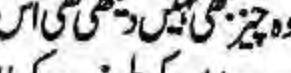
رقیہ جب بیاہ کر سسرال آئی تو گھر میں صرف سعید صاحب اور ان کی اماں ہی تھے وقت اچھا گزر رہا تھا۔ سعید کا زیادہ وقت پلیٹ فارم پر ہی گزر جاتا اماں اسے کوئی کام کرنے ہی نہیں دیتی تھیں۔

جس گھر سے وہ بیاہ کر آئی تھی وہاں اماں ابا کے علاوہ اس کے نو بہن بھائی اور بھی تھے ابا مزدوری کرتے تھے اور اماں بھی کوئی پڑھی لکھی عورت نہ تھیں بس بچوں کو پالنے اور پکا کردینے تک گھر داری میں اماں کا کردار تھا مگر ابا کا بڑا شوق تھا کہ ان کے بچے پڑھیں' اچھا زمانہ تھا اس قدر مہنگائی نہیں تھی۔ ابا نے ہم سب بہن بھائیوں کو اسکول میں داخل کروایا' رقیہ کو پڑھنے کا شوق تھا اس لیے میٹرک تک تعلیم حاصل کرلی۔ سب بہن بھائی اپنی اپنی فطرت اور گھر کے ماحول کے حساب سے بڑے ہوگئے' اماں نے کبھی انہیں کسی قسم کا طریقہ یا سلیقہ نہیں سکھایا یا اس بے چاری کو ان باتوں کا وقت ہی نہیں ملتا تھا۔

ایک دن رقیہ کے لیے رشتہ آیا تو ہاں کردی گئی اس کی بہن نے بتایا کہ لڑکا پڑھا لکھا ہے اور ریلوے میں اسٹیشن ماسٹر ہے۔

شادی کے تھوڑے دنوں بعد ہی رقیہ کی ساس کا انتقال ہوگیا اور وہ اکیلی رہ گئی جو اپنے گھر میں طریقہ دیکھا تھا یا کم عمری میں جتنا اسے سمجھ آیا وہ گھر چلانے لگی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا اسے احساس ہونے لگا کہ سعید صاحب خوش نہیں ہیں اور گھر کی مالی حالت ابتر ہوتی جارہی ہے' ایک دو بار ان باتوں کو لے کر دونوں کے بیچ ناچاقی بھی ہوئی۔

وہ بڑے نفیس آدمی تھے مطالعے کا انہیں بے حد شوق تھا پھر انہوں نے اپنی بیوی رقیہ کو چند رسائل لا کردیئے کہ بیگم انہیں پڑھیے ان سے آپ کو دینی اور دنیاوی ساری باتیں پتا چلیں گی۔ یہ ماں بن کر آپ کی تربیت کریں گے' سہیلی بن کر آپ کا دکھ بانٹیں گے۔ زمانے کی اونچ نیچ بتائیں گے' بیگم کتاب سے اچھا کوئی دوست نہیں ہوتا۔

پھر رقیہ نے رسالوں کو پڑھنا شروع کردیا ان سب میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے آنچل از حد پسند آیا ایک تو اس کا نام بہت خوب صورت تھا اور اس میں لکھی باتیں' ٹوٹکے اپنے اور اپنے گھر پر آزمانے لگی۔ سعید صاحب کی جو باتیں رقیہ کو بُری لگتیں وہ اب سمجھ میں آنے لگیں اور پھر اللہ نے عائزہ کی صورت میں گھرانہ مکمل کردیا۔

عائزہ شادی کے تین سال بعد پیدا ہوئی تھی اور تین

سال میں رسالوں سے ملنے والے علم سے رقیہ نے اپنی زندگی اور گھر کو پورے طریقے سے سنبھال اور سنوار لیا تھا۔ سعید صاحب بھی بہت خوش تھے ان کی ترکیب رائیگاں نہیں گئی تھی پھر عائزہ کی پیدائش کے بعد رقیہ نے وہ تمام رسائل پیٹی میں سنبھال کر رکھ لیے کہ اب بیٹی کی پرورش اور تربیت ان کے لیے کڑا امتحان تھی۔ کیونکہ ماں ہی اولاد کو ہر اچھے بُرے کی تمیز سکھاتی ہے اور پھر ہر لڑکی رقیہ کی طرح خوش نصیب نہیں ہوتی جسے سعید جیسا شوہر ملے جس نے بیوی کی فطرت اور گھریلو ماحول کی مجبوری سمجھ کر ایک اچھا اور باعمل طریقہ اپنایا ورنہ ناچاقی اور شادی میں ناکامی رقیہ کا مقدر بن جاتی۔

''اور آج تم نے اپنی ہم جماعت کی بات بتائی تو مجھے لگا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ تمہاری ذہنی تربیت کی جائے۔'' اماں نے رسالوں کو الٹ پلٹ کرتی عائزہ کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں چاہتی ہوں تمہیں پتا لگے کہ لڑکیوں کے ایسے انتہائی قدم اٹھانے کے بعد انہیں کس قدر مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اس عمل کے بعد وہ ماں باپ کے لیے تو پرائی ہو ہی جاتی ہے مگر جس طریقے سے اس شخص کی زندگی میں داخل ہوتی ہیں وہ بھی تمام عمر اُن پر بھروسہ نہیں کر پاتا۔ ان رسائل میں معاشرے کی برائیوں کی نشان دہی کرنے لیے ان کا ذکر بھی کیا جاتا ہے اب یہ انسان کی سمجھ ہے کہ وہ کس طرح اپنے حالات اور حقیقت کو مدنظر رکھ کر ان کا مطالعہ کرتا ہے اور ان سے کیا حاصل کرتا ہے۔''

اسے اماں سے کیے گئے سوال کا جواب مل گیا تھا اور وہ بڑے ذوق وشوق سے ایک ایک رسالہ دیکھ رہی تھی' اماں نے انہیں بہت سنبھال کر رکھا تھا سارے بہت نئے نکور تھے وہ ایک رسالہ نکال کر پڑھنے لگی۔

عاضیہ نے میڈیکل کے فرسٹ ائیر میں ٹاپ کیا تھا اور اسی سلسلے میں ایک گیٹ ٹو گیدر تھی جس میں اس کے دوست احباب اور فیملی ممبر شامل تھے۔

''ارے مسز بٹ! آپ کے فنکشن میں شرکت کر کے مزا آ جاتا ہے سچ میں اس قدر مکمل اہتمام ہوتا ہے کہ کیا کوئی بڑی کیٹرنگ کمپنی بھی کر سکے گی۔''

وہ سرمئی اور سیاہ ساڑھی میں ملبوس کم وبیش اسی طرح کے جملے ہر طرف سے سن رہی تھیں۔ بچے' دوست احباب' اسٹاف ممبرز' سسرالی' شوہر ہر کوئی اس کے گن گا رہا تھا۔ یہ ذمہ داریاں اور قابل ستائش جملے اس کی زندگی کا ایک حصہ تھے اس نے کم عمری میں ہی زندگی گزارنے کا گن سیکھ لیا تھا اس فن کو سیکھنے میں خدا کی مہربانی' والدین کی توجہ کے ساتھ کوئی اور بھی تھا اور وہ تھے ''اس کے رسالے۔''

''جی ہاں میں مسز عائزہ بٹ ہوں' رقیہ اور ماسٹر سعید کی اکلوتی بیٹی۔ اماں نے یہ سب ابا سے لیا اور پھر مجھ میں منتقل کر دیا۔ آج اٹھارہ سال گزر جانے کے بعد اماں ابا تو نہیں رہے مگر ان کی دی ہوئی کتاب اور آنچل آج بھی میرے ساتھ ہیں' ایک مصروف زندگی کے باوجود میں آج بھی ان کے لیے وقت نکال لیتی ہوں۔ گھر کی بچیاں تو نیٹ سے ڈاؤن لوڈ کر کے پڑھ لیتی ہیں مگر مجھے آج بھی کافی کا کپ سرہانے رکھ کر آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر رسالہ ہاتھ میں لے کر پڑھنے میں ہی مزا آتا ہے۔

جس طرح آج میں ایک کامیاب زندگی گزار رہی ہوں اسی طرح آپ اپنی اور اپنے بچوں کی زندگیوں کو بھی سنوار سکتی ہیں' اس لیے اپنے اردگرد دھیان دیجیے اگر کوئی رقیہ یا عائزہ ہے تو اسے یہ راستہ دکھائیں آپ ناکام نہیں ہوں گے۔

گاہے لمحوں کی جدائی

سمیرا غزل صدیقی

چاند جس آگ میں جلتا ہے اسی شعلے سے
برف کی وادی میں کُہرے کا دھواں روشن ہے
جیسے دریاؤں میں خاموش چراغوں کا سفر
ایسا نس نس میں مرے دردِ رواں روشن ہے

حسنین کے آفس جانے کے بعد اس نے دروازہ اچھی طرح لاک کیا اور ایک گہرا سانس فضا میں خارج کرتی ہوئی ٹی وی لاؤنج کی جانب چلی آئی پھر صوفے پر بیٹھتے ایک نظر سامنے لگی وال کلاک پر دوڑائی پھر تیزی سے اپنی انگلیوں کو حرکت دیتے ریموٹ کی مدد سے اپنا مطلوبہ چینل لگایا جہاں پر اس کا من پسند مارننگ شو اس کی توجہ کا مرکز بنا اس کے لبوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ بکھیر گیا تھا۔ عمیر کے اسکول اور حسنین کے آفس جانے کے بعد وہ ایسے ہی بے فکری سے اپنی زندگی جیا کرتی تھی پورا گھر اس کی بدسلیقگی' پھوہڑ پن کی بدولت اس وقت ابتری کا شکار تھا' اپنی سست رو طبیعت اور کچھ حسنین کی اچھی تنخواہ کے بل بوتے پر اس نے گھر کی صفائی ستھرائی اور چھوٹے موٹے کاموں کے لیے ایک عدد ملازمہ رکھی ہوئی تھی جس کے آنے جانے کے اوقات اور کام کرنے کے طریقہ کار سے اسے کوئی سروکار نہ تھا۔ اسے تو فقط اس سے مطلب تھا کہ اسے صفائی کرنا پڑتی تھی' نہ برتن دھو کے اپنے گداز ہاتھ خراب کرنے پڑتے تھے۔ کچھ اضافی پیسے دے کر وہ اسی ملازمہ سے کپڑے وغیرہ بھی دھلوا لیا کرتی تھی۔ صرف کھانے پکانے کی ذمہ داری اس پر عائد تھی' وہ بھی اس سبب کہ حسنین کو گھر کا پکا کھانے کی عادت تھی ملازمین کے ہاتھ کا کھانا نہ اس نے کبھی کھایا تھا نہ اسے پسند تھا۔ اس کے آفس جانے کے بعد وہ اپنے من پسند پروگرام دیکھتی اور دوستوں سے گپ شپ کرتی نہ صرف ملازمہ کو گھر کی صفائی کا موقع دیتی بلکہ اس کا چار سالہ بیٹا عمیر بھی بے توجہی کا شکار ہوتا اپنے خول میں سمٹتا جاتا اور اس بات کی علینہ کو ذرّہ برابر بھی پروانہ تھی' کچھ لوگوں کے لیے شاید اپنی ذات اور اپنا مفاد ہی سب کچھ ہوتا ہے یا پھر وہ شاید وقت کے ہاتھوں ٹھوکر لگنے کے منتظر ہوتے ہیں۔

❁……❁……❁

''باجی میرے بیٹے کی کل رات سے بہت طبیعت خراب ہے میرے پاس تو اتنے پیسے بھی نہیں کہ ڈاکٹر کو دکھا آؤں' تنخواہ ملنے میں ابھی پندرہ دن ہیں' ماں ہوں نہ کیسے برداشت کروں آپ بہت اچھی ہیں' میری مدد کر دیں۔''

علینہ اپنا موبائل کان سے لگائے اپنی سہیلی ردا سے باتوں

میں مصروف تھی جب ہی اس کی ملازمہ سکینہ صفائی کرتی ہوئی اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ اس نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا پھر ردا کو خدا حافظ کہہ کر اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ابھی کچھ دن پہلے تو تمہارے شوہر کی طبیعت خراب تھی اور اب تمہارے بیٹے کی دیکھو اس طرح کیسے چلے گا؟" پہلی بار علینہ ذرا سخت لہجے میں ملازمہ سے مخاطب ہوئی تھی ورنہ تو اسے کوئی سروکار نہ تھا وہ جھٹ پیسے نکال کے دے دیتی تھی مگر یہ اس کی دوست ردا کے سمجھانے کا ہی اثر تھا کہ اب وہ سختی سے کام لے رہی تھی بقول ردا کے ملازمین پر اس طرح اندھا اعتماد کر کے ان پر اپنی محنت کی کمائی نہیں لٹانی چاہیے۔

"بی بی جی آفت اور بیماریوں کا کب پتا چلتا ہے کب آجائیں اب انسان جہاں کام کرتا ہے وہاں سے ہی مدد مانگے گا نا۔" کمال مہارت سے ملازمہ نے اس کی آنکھوں میں دھول جھونکی تھی اور وہ سدا کی بے وقوف اس کی باتوں میں آ گئی تھی۔ دراصل وہ لاکھ سست اور بدسلیقہ سہی لیکن بہت ہی فراخ دل تھی نہ صرف اپنی ذات پر دل کھول کے خرچ کرتی بلکہ سہیلیاں اور عزیز و اقارب بھی اس کی فراخدلی سے خوب فائدہ اٹھاتے تھے اور وہ اپنے نقصان سے بے خبر اپنی دھن میں جیے جاتی اور کوئی بزرگ نما ساس سسر یا کوئی روک ٹوک کرنے والا اس کے گھر میں نہ تھا۔

"اچھا لو یہ پیسے رکھو اور اپنے بیٹے کا صحیح سے علاج کرانا۔" اپنے والٹ سے پانچ پانچ سو کے چار نوٹ نکال کے اس نے سکینہ کی جانب بڑھائے پھر موبائل نکال کے دوبارہ ردا کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

❁……❁……❁

"کیا ہوا آپ کھانا کیوں صحیح سے نہیں کھا رہے اور مٹن کڑاہی تو ویسے بھی آپ کی فیورٹ ہے۔" حسنین کو غائب دماغی سے کھانا کھاتے دیکھ کر علینہ نے اس کی جانب دیکھا پھر ڈش میں سے سالن اس کی پلیٹ میں ڈالنے لگی۔

"نہیں بس میں اور نہیں لوں گا آج آفس کولیگ کے ساتھ ڈنر کر لیا تھا تو بھوک نہیں۔" حسنین نے کھانے سے فوراً ہاتھ کھینچا۔ علینہ نے تشویش سے اسے دیکھا یہ پہلا موقع تھا کہ حسنین یوں بے دلی سے کھانا کھا رہے تھے ورنہ وہ تو ہمیشہ ہی گھر پر کھانے کو ترجیح دیتے تھے ایسے میں علینہ کی پریشانی بجا تھی۔

"آپ نے کب سے باہر کھانا شروع کر دیا میں بھی نہیں کھا رہی اب۔"

"یار کیا ہو گیا ہے بس ایک فرینڈ تھا ضد کر رہا تھا سو کھا لیا پلیز تم صحیح سے ڈنر کرو اور عمیر کو بھی کراؤ پھر کافی روم میں بھجوا دینا۔" اپنا موبائل اٹھا کے وہ اسے حیران کرتا ہوا اپنے روم میں چلا گیا علینہ کے لیے اس کی بے دلی اور رویہ آج بالکل نیا تھا عمیر بھی سب چھوڑ کے اسی کی جانب دیکھ رہا تھا جو بھی تھا جیسا بھی تھا مگر حسنین سے وہ بہت محبت کرتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس کی پسند کے مطابق نہایت مزیدار کھانے بناتی تھی اور آج کے رویے سے وہ بہت دلبرداشتہ اور حیران ہو گئی تھی۔

"بیٹا کھانا کھا لیا چلو میں آپ کا دودھ لے کر آتی ہوں۔" عمیر کو پیار کر کے وہ کچن کی جانب چلی آئی تھی دل ابھی بھی سوچوں کے بھنور میں الجھا تھا۔

❁……❁……❁

عمیر کو سلا کے اور حسنین کے لیے کافی بنا کے جب وہ اپنے روم میں آئی تو وہ اپنے لیپ ٹاپ پر مصروف تھے۔

"یہ کافی پی لیں آج کچھ زیادہ ہی کام ہے کیا جو ابھی بھی لیپ ٹاپ کھولے بیٹھے ہیں آپ۔" علینہ نے کافی کا مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے استفسار کیا حسنین کو یوں رات گئے تک مصروف دیکھ کے اسے کچھ حیرت ہوئی تھی ورنہ وہ ہمیشہ ہی فارغ بیٹھے اس کا انتظار کر رہے ہوتے تھے۔

"ہاں بس ایک دو فائلز چیک کرنی ہیں تم سو جاؤ تھک گئی ہو گی۔" حسنین نے بنا اس کی جانب دیکھے جواب دیا اس کی حد درجہ مصروفیت اور بے گانگی علینہ کو ایک آنکھ نہ بھائی تھی جواباً اس نے فوراً اشتعال میں آ کے حسنین سے

لیپ ٹاپ کھینچا تھا مگر اگلے ہی پل وہ ساکت رہ گئی تھی اسکرین پر جگمگاتی حسنین کی فیس بک پروفائل نے اسے حقیقتاً دکھ سے دوچار کیا تھا۔

"تو یہ تھا آپ کا ضروری کام میں سارا دن آپ کا انتظار کرتی ہوں اور آپ کے لیے بس یہ فضول سی فیس بک یوز کرنا زیادہ ضروری ہے۔"

"پلیز علینہ! میں صرف ان بکس میں اپنے باس کے میسج چیک کر رہا تھا تم کیوں بلاوجہ اتنا ہائپر ہو جاتی ہو۔" اپنی صفائی دیتے ہوئے حسنین نے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا وہ ایسی ہی تھی اس کے معاملے میں اس کی محبت میں حد سے زیادہ پوزیسو اور حساس۔

"اچھا نا آئی ایم سوری پلیز یہ کافی پی لیں اب ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اس نے فوراً مگ اٹھا کے حسنین کی جانب بڑھایا جسے اس نے بغور دیکھتے ہوئے تھاما تھا۔ صحیح صفائی نہ ملنے کے باعث مگ کی چمک کافی ماند پڑ گئی تھی اور وہ دھلا ہوا بھی صحیح نہیں تھا جبکہ حسنین بلا کے نفاست پسند انسان تھے اس وقت انہیں علینہ کو ٹوکنا مناسب نہ لگا سو چپ کر کے کافی کے سپ لینے لگے مگر دل میں تاسف اور دکھ کی ایک لہر سرائیت کر گئی۔

❁……❁……❁

"ممی اس ویک اینڈ پر ہم دادی کے ہاں چلیں گے۔" علی الصبح سینڈوچ اور جوس سے لطف اندوز ہوتے عمیر نے علینہ کی سماعتوں میں زہر انڈیلا تھا۔ حسنین کو ناشتا سرو کرتے اس کے ہاتھ فوراً ساکت ہوئے تھے حسنین نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا تھا۔

"بیٹا دادی کے ہاں نہیں اس ویک اینڈ پر ہم ماموں کے ہاں چلیں گے وہاں پر بہت انجوائے کرتے ہو نا آپ۔" اپنی دانست میں اس نے عمیر کو بہلانا چاہا تھا مگر بچے جب ضد پر اڑ جاتے ہیں تو آسانی سے انہیں بہلانا ممکن نہیں ہوتا۔

"نہیں مجھے دادی کے گھر جانا ہے بس ماموں کے ہاں تو ہم لاسٹ ویک اینڈ پر بھی گئے تھے نا اتنے دن ہو گئے ہیں دادی کے ہاں گئے ہوئے مجھے وہاں ہی جانا ہے۔"

"بیٹا ضد نہیں کرتے میں نے کہا نا ابھی ماموں کے ہاں جائیں گے آپ جلدی سے یہ دودھ پیو۔" اس نے اسے روکتے ہوئے گلاس اس کی جانب بڑھایا۔

"نہیں پینا مجھے کچھ بھی۔" غصے سے ٹیبل پر ہاتھ مارتا ہوا عمیر فوراً کھڑا ہوا تھا۔

"کیوں نہیں پینا دودھ میرے شہزادے کو آپ یہ دودھ بھی پیو گے جلدی سے اور اس ویک اینڈ پر ہم دادی کے ہاں بھی ضرور جائیں گے۔" کب سے خاموش تماشائی بنے حسنین آخر بول ہی پڑے تھے۔

"یاہو پاپا یو آر گریٹ لو یو آ لاٹ۔" فرط جذبات سے عمیر نے فوراً حسنین کو گلے لگایا تھا جبکہ علینہ خراب موڈ کے ساتھ حسنین کو ہی گھور رہی تھی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں عمیر سے میں نہیں جاؤں گی وہاں۔" عمیر اس سے الگ ہوا تو اس نے فوراً حسنین کو جا لیا۔

"تم جاؤ گی اور ضرور جاؤ گی اب میں کچھ نہیں سنوں گا۔ تم اس طرح میرے بیٹے کو اس کے دادا دادی سے الگ نہیں رکھ سکتی۔" وہ بھلا کب اس لہجے کی اس سختی کی عادی تھی اس کے لیے تو حسنین کا اس کی بات سے انکاری ہونا ہی شدید ترین جھٹکا تھا۔

"حسنین آپ یہ کس طرح بات کر رہے ہیں؟"

"علینہ پلیز مجھے تم نے مجبور کیا ہے تم بھی پلیز میرے گھر والوں کے ساتھ اپنا رویہ درست کرو تو مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے اس طرح بات کرنے کی۔" قدرے نرم لہجے میں اسے سمجھاتے وہ اپنی فائلز وغیرہ اٹھا کے آفس کے لیے نکل گئے تھے۔ عمیر کو بھی اسکول وہی چھوڑتے تھے پیچھے علینہ ان کے رویے کی سختی پر غور کرتی ہوئی شکست خوردہ سی بیٹھی تھی۔

❁……❁……❁

کچھ لوگوں کے لیے ان کی خواہشات ان کی ذات اور

ان کی ترجیحات ہی سب کچھ ہوتی ہیں' وہ لوگ کسی نا کسی طرح حالات میں گزر اہ تو کر لیتے ہیں' کبھی کبھار سمجھوتہ بھی کر لیتے ہیں لیکن اپنی ذات میں تبدیلی لانا پسند نہیں کرتے۔ مخصوص اوقات میں سے کچھ وقت وہ اپنی بے ضرر خواہشات کے لیے ضرور نکال لیتے ہیں جن کا نقصان سراسر ان سے جڑے دوسرے لوگوں کو ہوتا ہے علینہ کا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہوتا تھا وہ علیم الدین اور وجیہہ علیم الدین کی اکلوتی بیٹی اور شمشاد حسین کی اکلوتی بہن تھی۔ بے جالاڈ پیار نے اسے بدتمیز نہ سہی مگر خودسر اور سست و کام چور ضرور بنا دیا تھا۔ وہ آج کا کام کل پر اور کل کا کام پرسوں پر چھوڑنے والے لوگوں میں سے تھی' پڑھائی سے بھی اسے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ دلچسپی تھی تو بس فیشن میں خدا نے اسے بے پناہ حسن سے تو نہ نوازا تھا مگر پرکشش شخصیت ضرور دی تھی' خاص کر اسے بننے سنورنے کا سلیقہ ضرور آتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب شمشاد حسین کے قریبی دوست حسنین نے اسے پہلی دفعہ دیکھا تو اک ہی ملاقات میں اس کا گرویدہ ہو بیٹھا اور یوں وہ گریجویشن سے فارغ ہوتے ہی دونوں خاندانوں کی باہمی رضا مندی سے حسنین کے سنگ رخصت ہو کر اس کے گھر آ گئی۔ مردانہ وجاہت و پرکشش سے حسنین اسے بے حد پسند آئے تھے' شروع کے دن تو خوشیوں کے ہنڈولے میں جھولتے گزر گئے' پھر جب ذمہ داریوں کی بات آئی تو رفتہ رفتہ حسنین اور اس کے گھر والوں پر علینہ کی کاہلی اور کام چوری آشکار ہوتی چلی گئی۔ حسنین' احمد علی اور رفعت کا سب سے بڑا بیٹا اس کا بعد ان کا ایک اور بیٹا اخلاق اور ایک بیٹی حرا تھی۔ علینہ کو اتنی چھوٹی سی سسرال بھی بھرے پرے گھر کی مانند لگتی تھی' اسے قدم قدم پر یہاں بے جا پابندیاں اور برائیاں نظر آتی تھیں' مثال کے طور پر علی الصبح اٹھنا ناشتا بنانا اور گھر کی صفائی ستھرائی کرنا اپنے گھر میں تو وہ کوئی کام نہ کرتی تھی اس کی والدہ اور بھائی نے اس کی تمام عادتیں خراب کر رکھی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ روز روز کے لڑائی جھگڑوں سے تنگ آ کر حسنین اسے اور اپنے بیٹے کو لے کر اپنے علیحدہ فلیٹ میں شفٹ ہو گئے۔ وہ تو صبح کے گئے شام کو لوٹتے پیچھے علینہ کا جو دل کرتا وہ کرتی تھی' عمیر بھی چھوٹا تھا اسے ماں کی بھرپور توجہ کی ضرورت تھی۔ ایک سلیقہ مند ماں کی جو اپنے بچے کی تربیت صحیح خطوط پر کر سکے مگر وہ بھی علینہ ہی تھی اپنے نام کی ایک اس نے اتنی سی عمر میں ہی اسے اس کے دادا دادی' پھپھو چاچو سے دور رکھا تھا اور حسنین کو بھی سو وہ دوبارہ اس جنجال پورہ میں نہیں رہنا چاہتی تھی اور یہی وہ بات تھی جس پر حسنین اور اس کے بیچ اک خلش کی دیوار حائل ہو گئی تھی جو بروز بروز بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

❁......❁......❁

"کیا ہوا آج تمہارا موڈ اتنا خراب کیوں لگ رہا ہے' کہیں حسنین بھائی سے تو لڑائی نہیں ہو گئی؟" آج کافی دن بعد ردا اس کی طرف آئی تھی۔ وہ اس کی اکلوتی اور مخلص دوست تھی جب ہی اس کی اتری رنگت دیکھ کے فوراً سے پیشتر استفسار کیا۔

"یار کیا بتاؤں بس میرا تو سسرال والوں نے جینا حرام کیا ہوا ہے۔" بھلا وہ کہاں سسرال کی برائی سے چوکتی تھی سو جھٹ جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"کیوں اب کیا کر دیا ان لوگوں نے اب تو تم الگ رہتی ہو اور جہاں تک مجھے علم ہے تم تو ان کی طرف زیادہ آتی جاتی بھی نہیں ہو نہ حسنین اور عمیر کو وہاں جانے دیتی ہو پھر بھلا کیا بات ہو گئی۔" حیرانی و پریشانی ردا کے چہرے سے عیاں تھی۔

"یہی تو مسئلہ ہے کہ میں آنے جانے نہیں دیتی اگر آنے جانے دیتی تو لڑائی ہی نہ ہوتی مگر میں کیا کروں اگر میں نے انہیں وہاں زیادہ میل جول بڑھانے دیا تو ان کی والدہ انہیں میرے خلاف کر دیں گی وہ ویسے ہی مجھے کچھ خاص پسند نہیں کرتیں۔ حسنین تو اب باقاعدہ مجھ سے تلخ کلامی پر اتر آئے ہیں' عمیر کو اس ویک اینڈ پر وہاں بھیجنے پر میں کیسے گوارہ کر لوں۔" علینہ نے کافی کا مگ ردا کی طرف بڑھایا پھر دکھ سے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑنے لگی۔

"تمہیں نہیں لگتا علینہ کہ تم زیادتی سے کام لے رہی ہو

جس طرح تم اپنے میکے سے دور نہیں رہ سکتیں' بار بار وہاں آنا جانا پسند کرتی ہو وہاں کی فکر رہتی ہے تمہیں اسی طرح وہ حسنین بھائی کا گھر ہے انہیں ان سے محبت ہے وہ بھی ان کی فکر کرتے ہیں۔ تمہاری وجہ سے وہ الگ تو رہ رہے ہیں اب بالکل کنارہ کشی تو اختیار نہیں کر سکتے ہیں نا وہ۔ تمہیں تھوڑا بہت تو برداشت کرنا ہی پڑے گا ورنہ تمہارے اور ان کے بیچ دوریاں حائل ہو جائیں گی اور اگر تم انہیں روکو گی تب بھی وہ نہیں رکیں گے' الٹا ان کی نظروں میں تمہاری ویلیو ہی ڈاؤن ہو گی اور یہ میں ہرگز نہیں چاہوں گی۔" وہ اس کا بھلا ہی چاہتی تھی' رسانیت سے سمجھائی ردا کی باتیں اس کے دل کو لگی تھیں۔

"ہونہہ...... کہہ تو تم ٹھیک ہی رہی ہو' کسی حد تک تم نے تو میری پریشانی ہی ختم کر دی۔"

"بالکل اور پلیز تھوڑی برداشت پیدا کرو اپنے اندر' اب میں چلوں گی مجھے دیر ہو رہی ہے' تم چکر لگانا میری طرف ایک دو روز میں۔" اس کا گال تھپتھپا کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"ہاں کیوں نہیں' اپنا خیال رکھنا' اللہ حافظ۔" اس کو الوداع کہنے وہ دروازے تک آئی تھی پھر دروازہ لاک کر کے ٹی وی دیکھنے بیٹھ گئی تھی مگر ذہن ردا کی باتوں میں ہی الجھا ہوا تھا۔

❁......❁......❁

یہ ردا کی باتوں کا ہی اثر تھا کہ وہ کب سے غائب دماغی سے اپنی انگلیاں مروڑتی گہری سوچ میں گم تھی' دراصل وہ صبح سے ہی حسنین کے گھر لوٹنے کا انتظار کر رہی تھی تاکہ جلد از جلد اپنی غلطی کا مداوا کر سکے اور ان کے بیچ حائل یہ اجنبیت کی دیوار اور خلش جلد از جلد ختم ہو سکے' اس نے تو عمیر کے اور اپنے کپڑوں وغیرہ کی بھی پیکنگ کر رکھی تھی۔ آج ویک اینڈ تھا اور وہ یہ ویک اینڈ اپنے سسرال میں ہی گزارنا چاہتی تھی' صرف اور صرف حسنین کے خراب موڈ کی وجہ سے جو بھی تھا وہ اس کی ناراضگی اور بے رخی کسی صورت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"آ گئے آپ' اتنی دیر کہاں لگا دی آپ نے' میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔" وہ اپنی سوچوں میں گم تھی' حسنین کی آمد پر اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔

"کیوں بھئی کوئی کام تھا کیا' جو آج میرا انتظار تھا۔" اس کے لہجے میں وہی بے اعتنائی تھی' علینہ کا دل کٹ کے رہ گیا تھا مگر اس روٹھے سجن کو منانا بہرحال اسی کو تھا۔ اس کے ہاتھ سے آفس بیگ وغیرہ لے کے وہ روم میں رکھ کے آئی تھی۔ عمیر' حسنین کی گود میں چڑھا اس سے لاڈ اٹھوانے میں مصروف تھا' علینہ بھی ان دونوں کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"علینہ پلیز جلدی سے عمیر کی پیکنگ کر دو اور مجھے ایک کپ چائے پلا دو اب میں جلدی سے نکلوں گا۔" اس سے پہلے کہ علینہ کچھ کہتی حسنین خود ہی بول پڑے تھے۔

"پیکنگ کیوں' عمیر کہاں جا رہا ہے اکیلے؟" اس کی حیرت بجا تھی۔

"ارے کہیں نہیں' اپنی دادی کے گھر جا رہا ہے' کیوں ہیرو تم نے جانا تھا نہ اس ویک اینڈ پر دادی کے ہاں۔" اسے جواب دیتے حسنین نے عمیر کے گال چومے' اپنے باپ کے فیصلے پر اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔

"عمیر اکیلے کیسے رہے گا وہاں آپ اور میں نہیں جا رہے کیا؟"

"کیا مطلب اکیلے کیسے رہے گا وہ اس کی دادی کا گھر ہے' تم فکر نہیں کرو تمہیں وہاں جانے کا نہیں کہہ رہا ہوں' تم وہاں کبھی جانا نہیں چاہتیں لیکن میں اور عمیر وہاں ضرور جائیں گے۔ تم پلیز سامان پیک کر دو۔" اس کے لب و لہجے کی تلخی پر وہ گنگ رہ گئی تھی وہ تو یہاں اپنی غلطی کا مداوا کرنے کو تیار بیٹھی تھی وہ تو خود عمیر کو وہاں بھیجنے پر رضا مند تھی مگر حسنین نے اس کی سنے بنا ہی اپنا فیصلہ سنا ڈالا تھا اور وہ کوئی صفائی بھی نہ دے پائی تھی' اسے رہ رہ کر اپنے خاموش رہنے پر غصہ آ رہا تھا' کیا تھا جو وہ پہلے ہی کہہ دیتی مگر اب دیر ہو چکی تھی سو وہ بے دلی سے عمیر کا سامان حسنین کے حوالے کرنے لگی۔

❀......❀......❀

"کیا بات ہے آج اتنی چپ کیوں ہو کوئی بات ہوئی ہے کیا تمہارے اور حسنین بھائی کے بیچ۔ آج تو شاپنگ میں بھی دھیان نہیں ہے تمہارا۔" آج سہ پہر میں وہ عمیر کو اپنے میکے چھوڑ کے ردا کے ساتھ شاپنگ کی غرض سے ایک مشہور شاپنگ مال میں آئی ہوئی تھی مگر اس کے چہرے سے چھلکتی بے زاریت اور اداسی ردا سے مخفی نہ رہ سکی تھی جب ہی کچھ دیر ستانے کی غرض سے وہ دونوں فوڈ پوائنٹ میں آکے بیٹھیں تو ردا نے پہلی فرصت میں اس سے پوچھا تھا۔

"نہیں یار کوئی بات نہیں ہے' تھکن کی وجہ سے تمہیں ایسا محسوس ہو رہا ہوگا اور تم سناؤ سب خیریت ہے نا۔" جوس کا سپ لیتے ہوئے اس نے بات ٹالی تھی۔

"ہاں سب خیریت ہی ہے۔" وہ خوشدلی سے مسکرائی تھی' مسکراتے مسکراتے اس کی نظر سامنے کے منظر پر پڑی تھی اور اس کی پلکیں جھپکنا بھول گئی تھیں۔ علینہ نے بھی اس کے تعاقب میں نظریں دوڑائیں تو اسے اپنی بصارت پر شبہ سا ہوا تھا' اس کے اردگرد کہیں کوئی دھماکا سا ہوا تھا اور اگلے ہی پل وہ نہایت تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی' سامنے اور کوئی نہیں اس کا من چاہا ہمسفر حسنین اس کے وہاں ہونے سے بے خبر کسی انجان لڑکی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔

"کیا کر رہی ہو' کہاں جا رہی ہو تم؟ بیٹھو چپ چاپ بلکہ چلو یہاں سے۔" اسے حسنین کی طرف جاتے دیکھ کے نہایت تیزی سے ردا نے اس کا ہاتھ کھینچا تھا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کے وہ اسے باہر کی طرف لے آئی تھی۔

"کیوں روکا تم نے مجھے ردا! آخر حسنین ایسا کیسے کر سکتے ہیں اور وہ لڑکی کون ہے' کیا کر رہی ہے ان کے ساتھ اور وہ بھی ان کے آفس ٹائم میں۔ کم سے کم پوچھنے تو دیتیں تم مجھے۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ ردا پر پھٹ پڑی تھی۔

"پاگل ہوگئی ہو کیا علینہ! وہاں تماشہ کھڑا کرنے سے کیا ہوتا' الٹا تمہاری ہی بے عزتی ہوتی اور جس طرح حسنین بھائی اس لڑکی سے باتیں کر رہے تھے ان دونوں میں گہری واقفیت لگ رہی تھی اور ضروری نہیں جیسا تم سوچ رہی ہو میں سوچ رہی ہوں درحقیقت ویسا ہی ہو' یہ محض ہماری غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے اور پلیز بُرا مت ماننا مگر جس طرح تمہارا رویہ رہا ہے تمہاری حرکتوں سے ایک نہ ایک دن ایسا ہونا ہی تھا۔" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے ردا نے اسے سمجھانا چاہا۔

"کیا مطلب میری حرکتیں' ایسا کیا کر دیا ہے میں نے جواب دو۔" اس کا میٹر فوراً گھوما تھا۔

"ہاں تو یہ تمہاری ہی غلطی ہے' ہر انسان کو ایک سلیقہ مند اور سمجھدار بیوی کی ضرورت ہوتی ہے اور تم سمجھدار تو بہت ہو مگر سلیقہ مند نہیں۔ سارا گھر تمہاری بے پروائی کا منہ بولتا ثبوت ہے' یہاں تک کے عمیر بھی بے توجہی کا شکار ہے اگر تم سسرال میں رہتیں تو شاید تم کچھ نہ کچھ سیکھ لیتیں اپنی ساس سے یہاں تک کہ اگر حسنین بھائی سے بھی کوئی بے پروائی یا کوئی غلطی ہوتی تو ان کے ماں باپ انہیں سمجھاتے اور سب صحیح ہو جاتا۔ کم سے کم ان پر پریشر تو ہوتا مگر تم نے کام سے جان چھڑانے کے لیے بے جا روک ٹوک اور پابندیوں سے بچنے کے لیے سسرال سے علیحدگی اختیار کرلی' مرد تو آخر مرد ہوتے ہیں نہ ان پر سے بھی اب پریشر ختم ہو گیا ہے' کون سا ان کے ماں باپ ان کے گھر بیٹھے ہوئے ہیں' ان سے پوچھ گچھ کرنے کے لیے۔ بے وقوف لڑکی تم نے سراسر اپنا ہی نقصان کرا ہے اور اب نتیجہ خود دیکھ لو۔" ردا نے اسے آئینہ دکھایا تو وہ خود سے بھی نظریں چرانے پر مجبور ہو گئی تھی' وہ دل کی بُری نہیں تھی بے پروا تھی' آزاد خیال تھی مگر بہرحال ایک مشرقی بیوی تھی اس نے تو حسنین کے سوا کبھی کسی کا سوچا بھی نہیں تھا' اس کے لیے تو یہ خیال ہی سوہانِ روح تھا۔

آنسو تھے کہ پلکوں کی باڑ توڑ کے متواتر بہہ نکلے تھے' ردا نے گاڑی اس کی امی کے گھر کے سامنے روکی اور اس کا ہاتھ ہولے سے دبایا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا' اپنی غلطیاں سدھار لو' اپنی توجہ سے محبت سے سلیقہ مندی سے حسنین بھائی کو اپنا گرویدہ کر لو۔ وہ تمہارے شوہر ہیں پگلی! تمہارے بیٹے کے باپ ہیں' تم سے الگ نہیں ہو سکتے' اچھا سوچو سب کچھ خود فرض مت کرو اور پلیز اس کا ذکر حسنین بھائی سے مت کرنا۔" وہ ہمیشہ اس کا بھلا ہی چاہتی تھی اور اب تو اس کی باتوں پر علینہ کا دل بھی ایمان لے آیا تھا' ایک پختہ عہد تھا جو اس کے دل نے ابھی ابھی کیا تھا اور اسی عہد پر اسے تاعمر قائم رہنا تھا۔

❀......❀......❀

شام گئے وہ تھکا ہارا آفس سے گھر لوٹا تو ایک خوشگوار حیرت نے اس کا احاطہ کر لیا' نکھرا نکھرا صاف ستھرا گھر' سلیقے سے مزین ہر چیز رہنے والے کے ذوق اور نفاست کا پتا دیتی تھی۔ بے ساختہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر در آئی تھی ورنہ روز جب وہ اس وقت گھر لوٹتا تھا ہر چیز پھیلی ہوئی اس کا منہ چڑا رہی ہوتی تھی' سامنے ٹی وی لاؤنج میں عمیر بیٹھا اپنا ہوم ورک کر رہا تھا جبکہ علینہ اس کے پاس بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

"کیا بات ہے ماسی وغیرہ چینج کر لی ہے کیا تم نے میں نے تو پہلے ہی کہا تھا وہ صحیح صفائی نہیں کرتی۔"

"ماسی چینج تو نہیں کی البتہ اس کی چھٹی ضرور کر دی ہے جب میں ہوں تو پھر ماسی کی کیا ضرورت ہے۔" مسکراتے ہوئے اس نے پانی حسنین کو تھمایا تھا جو فیصلہ آج اس کے دل نے کیا تھا بہرحال اس پر اس کو قائم رہنا تھا۔

"واہ جناب! میں نے تو پہلے ہی تمہیں کہا تھا کہ ان ماسیوں وغیرہ کے چکر میں نہ پڑو۔" پانی کا گلاس خالی کر کے اسے تھما کے اب وہ عمیر کو گود میں لیے بیٹھا تھا۔

"آپ سے ایک بات اور کرنی تھی مجھے۔" انگلیاں مروڑتے ہوئے اس نے تمہید باندھی تھی آج حسنین کا موڈ اسے کافی خوشگوار لگ رہا تھا اور وہ اس سے بات بھی کافی اچھے سے کر رہا تھا ورنہ وہ عمیر کو دادی کے ہاں جانے پر منع کرنے پر کافی دنوں سے اس سے لیے دیئے انداز میں

مریم بٹ

السلام علیکم! ڈیئر قارئین اینڈ آنچل اسٹاف کیسے ہیں آپ؟ مابدولت کو مریم بٹ کہتے ہیں ویسے فرینڈز اینڈ سسٹرز رانو اور میری کہتی ہیں۔ مابدولت اس دنیا کی رونق بڑھانے کے لیے 16 مارچ کو پنجاب کے ایک شہر گجرات کے گاؤں جلال پور صوبیاں میں پیدا ہوئیں۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں' چار بہنیں اور دو بھائی۔ مابدولت کا پانچواں نمبر ہے' ایک آپی کی شادی ہوئی ہے ان کی ایک بیٹی گڑیا ہے جو کہ مجھے بہت پیاری ہے۔ مجھ سے چھوٹا ایک بھائی ہے۔ جس کا نام شانی ہے' میری خواہش ہے کہ وہ آرمی میں جائے۔ بڑے بھائی رضوان میرے فیورٹ بھائی ہیں' میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں۔ سیکنڈ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ میرا خواب ہے کہ بہت زیادہ تعلیم حاصل کر کے اپنے بابا جان کا نام روشن کروں۔ میرے آئیڈیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فیورٹ کلر بے بی پنک اور فریش ریڈ ہے' چکن بریانی بہت پسند ہے۔ سویٹ ڈش میں لذیذ کھیر بہت پسند ہے۔ شاعری سے جنون کی حد تک لگاؤ ہے۔ خوبی یہ ہے کہ کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی' کسی کا دکھ خود محسوس کرتی ہوں اور خامی یہ ہے کہ غصہ بہت زیادہ آتا ہے۔ آنچل میرا فیورٹ ڈائجسٹ ہے' رائٹرز میں سمیرا شریف طور' نازیہ کنول نازی' عمیرہ احمد اور اقراء صغیر احمد پسند ہیں۔ پسندیدہ ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں' محبت اور خدا' جو چلے تو جاں سے گزر گئے اور محبت دل پر دستک ہے۔ مس راحیلہ اور مس سونیا کو بہت یاد کرتی ہوں۔ عفیرہ' خمیرہ' صبا بی بی' صبا نسیم' اقراء ریاض' انیلہ' سمیعہ' خنساء اچھی دوستیں ہیں۔ طاہرہ' ثناء' سدرہ' اقراء شاہین' تنزیلہ' میمونہ اچھی کلاس فیلوز ہیں (دیکھ لو میں نے تم لوگوں کو یاد رکھا)۔ اقراء زمان سوچ رہی ہوگی کہ میرا نام کیوں نہیں لکھا تو جناب اقراء زمان میری بیسٹ فرینڈ ہے (تمہیں میں بھول سکتی ہوں؟)۔ آپ کا کافی ٹائم لے لیا اب مزید آپ کو بور نہیں کرنا چاہتی' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

بات کررہا تھا۔

"ہونہہ کہو کیا بات تھی۔" عمیر کو صوفے پر بٹھا کے اب وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا علینہ بھی اس کے برابر ہی آن بیٹھی تھی۔

"وہ میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ ہم واپس اپنے گھر چلیں۔"

"یہ گھر ہمارا ہی تو ہے پھر کون سے گھر کی بات کررہی ہو تم۔" اس نے ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

"آپ کے گھر' ہمارے گھر...... اس گھر جہاں آپ کے والدین رہتے ہیں' ہمارے بزرگ عمیر کے دادا دادی رہتے ہیں۔" اس نے نظریں اٹھا کے ایک نظر حسنین کے چہرے پر آنے والی حیرت اور خوشی کو دیکھنا چاہا تھا۔

"آج خیریت تو ہے نہ بیگم صاحبہ آپ تو ہمیں حیران کرنے کے درپے ہیں' کہیں یہ مذاق تو نہیں۔" اس کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا تھا۔

"سو فیصد سچ ہے مذاق نہیں پلیز چلیں نہ میں امی ابو سے اپنے کیے کی معافی مانگ لوں گی' ہم ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ وعدہ کرتی ہوں اب میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں کروں گی' کام بھی ہمیشہ پورا اور وقت پر کروں گی۔" اس کے ہاتھ پر علینہ نے ہولے سے اپنا ہاتھ رکھا تھا' عمیر اپنے کھیل میں مصروف تھا۔

"تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہے یہی بہت ہے' مجھے پتا ہے تم شرمندہ ہو اور یہ بھی پتا ہے کہ تم نے مجھے آج اس لڑکی کے ساتھ دیکھ لیا تھا ورنہ تو قسمت ہم پر اتنی مہربان نہ ہوتی جتنی آج ہے۔" شرارت آمیز لہجے میں حسنین نے کہا تھا' علینہ نے بے ساختہ اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔

"کیا مطلب آپ جانتے تھے کیا تھا وہ سب ہاں بولیں۔" وہ تو فوراً ہی لڑنے پر آمادہ ہوگئی تھی۔

ریلیکس یار! بتاتا ہوں لڑو مت' مجھے پتا تھا تم ایسے ہی سدھرو گی' جب تک تمہیں سدھارا نہ جائے ورنہ تو تم لگی رہتیں اپنے کاموں میں اور گھر کا ہوتا رہتا صفایا اور پھر کہیں میرا دل کوئی اور چرا لے جاتا تو اس لیے تمہاری دوست ردا اور میرے بیسٹ فرینڈ عظیم کی وائف جو کہ دراصل تمہاری ہی دوست ردا ہے' اس نے مجھے مشورہ دیا یہ سب کرنے کا' اس دن امی کے ہاں جانے پر غصہ بھی میں نے جان بوجھ کے کیا تھا تاکہ تمہیں احساس ہوسکے کہ میں تم سے دور بھی جاسکتا ہوں اور وہ لڑکی دراصل میری آفس کولیگ تھی جسے میں بڑی مشکل سے ردا کے کہنے پر لنچ پر لے گیا تھا تاکہ تم دیکھ سکو اور دیکھو نہ اس سب کا فائدہ بھی تو کتنا ہوا ہے۔" وہ مسلسل شرارت سے مسکراتا اس پر حیرتوں کے پہاڑ توڑ رہا تھا۔

"میں چھوڑوں گی نہیں ردا کو' کیا ایسے ہی نہیں سمجھا سکتی تھی......" وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے رکو تو اس سے بعد میں لڑ لینا اور لڑو گی کیوں وہ تو تمہاری مخلص دوست ہے ورنہ تو آج کل کوئی کسی کی پروا نہیں کرتا' اب تم جلدی سے تیار ہوجاؤ ہم ابھی امی کے ہاں چلتے ہیں اور انہیں یہ خوشخبری سناتے ہیں' چلو گی نا۔" حسنین نے اس کی جانب محبت سے ہاتھ بڑھایا تھا۔

"ہاں ضرور وہی تو میرا گھر ہے۔" اور اس نے بھی محبت کا جواب محبت سے دے کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ دونوں کی زندگی اب پُرسکون ہوگئی تھی' فضا میں گونجتے دونوں کے قہقہوں میں ان کی دلی خوشی شامل تھی۔ علینہ نے مسکراتے ہوئے دل ہی دل میں ردا کا اور اس پاک ذات کا شکر ادا کیا تھا جس کی بدولت آج اس کا آشیانہ سنور گیا تھا' ورنہ وہ تو نادانی میں اپنا سب کچھ ہار بیٹھتی' اسے ایک مخلص شوہر مل گیا تھا اک مخلص دوست مل گئی تھی مگر ہر کسی کی قسمت اس کی طرح اچھی نہیں ہوتی اور اگر وہ سب مذاق نہیں سچ ہوتا تو اس سے آگے کی سوچ پر ہی اس نے پہرے بٹھا دیئے تھے' گلاب لمحوں کی چاندنی نے اس کی زندگی کو روشن کردیا تھا اور اس کے دل کے اندر ڈھیروں ڈھیر سکون بھر دیا تھا' جس کی چاندنی میں اس نے اپنی تمام عمر محبتوں کے ہمراہ گزارنی تھی۔

ابر نیساں

ندا فاطمہ

داستان میرے لاڈ پیار کی بس
اک ہستی کے گرد گھومتی ہے
پیار جنت سے اس لیے ہے مجھے
یہ میری ماں کے قدم چومتی ہے

چھاجوں مینہ برس رہا تھا' بارش کی بوندیں شفاف موتیوں کی مانند گلاس ونڈو سے ٹکرا کر فضا میں عجیب ارتعاش پیدا کررہی تھیں۔ ریلنگ پر مضبوطی سے ہاتھ جماتے اس نے شیشے کی سلائیڈ کو پیچھے دھکیلا' جب ہی بارش میں بھیگے خنک ہوا کے جھونکے نے چند شریر لٹوں کو اس کے چہرے پر بکھیر دیا۔ دائیں ہاتھ سے بالوں کو پیچھے کرتے اس کی نگاہیں لان کی کشش گرین کورین گھاس پر جمی تھیں جو بارش میں اور بھی نکھر گئی تھی۔ ناریل اور پام کے درخت بارش کی اٹھکیلیوں پر جھومتے نظر آرہے تھے وہ نجانے کب تک اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی اس حسین منظر کی دلکشی میں محو رہتی جب ہی اشعر نے اس کے شانوں پر دباؤ ڈالتے اس کا رخ اپنی جانب کیا اور کافی کا مگ اسے تھماتے خود بھی اس کے برابر ہی آ کھڑا ہوا۔

ابھی چند ماہ پہلے ہی تو وہ اشعر حسین کی دلہن کے روپ میں راحت ولا آئی تھی۔ اشعر کی والہانہ محبت نے اس کے حسن کو ایک الوہی روپ بخش دیا تھا اگرچہ حسن و خوب صورتی

کا پیکر تو وہ پہلے بھی تھی لیکن اشعر نے خوب صورتی سے تراشے اس مجسمے میں اپنی محبت کی تپش سے گویا جان ڈال دی تھی۔ اشعر کے انداز محبت' راحت ولا کے آسائشات و پرکیف زندگی یہ سب پاکر اسے ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ کوئی حسین خواب دیکھ رہی ہے ابھی آنکھ کھلے گی اور خوابوں کا یہ محل چکنا چُور ہوجائے گا اور خواب تو واقعی بکھرے تھے اور اس انداز میں کہ ان ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں اب تک اس کی آنکھوں میں چبھتی تھیں۔ ماضی گہری دھند کی مانند اس کی نگاہوں پر اپنا تسلط جمارہا تھا اور وہ بھی لمحہ بہ لمحہ ماضی کا زینہ پھلانگتی جارہی تھی۔

❀......❀......❀

فاروق صاحب کا گھرانہ متوسط طبقے میں شمار ہوتا تھا وہ گورنمنٹ اسکول میں بطور استاد اپنے فرائض نہایت ایمانداری سے انجام دیتے تھے ان کی ساری زندگی اسی پڑھنے پڑھانے میں گزری تھی جب انہوں نے عملی زندگی کا آغاز بطور استاد کیا تو ان کی ماں سیدھی سادھی حاجرہ کو اپنے لائق ہونہار بیٹے کی دلہن بنا کر گھر میں لے آئیں۔ ہاجرہ بھی ماسٹر صاحب کی طرح قناعت پسند اور صلح جو طبیعت کی مالک تھی لہٰذا زندگی کی گاڑی سبک روی سے منزل کی جانب گامزن تھی۔ گزرتے ماہ و سال نے ان کے گلشن میں ماہ زیب کی صورت میں ایک پھول کھلا دیا جس نے ان کے آنگن کو خوشیوں سے بھر دیا تھا۔

ماسٹر صاحب اور ہاجرہ بیگم نے نہایت ناز و نعم سے اپنی اس پیاری سی گڑیا کی پرورش کی اور اس کی خواہشات کی تکمیل ہی دونوں کی زندگی کی اولین ترجیح تھی۔ ماسٹر صاحب کی تنخواہ میں ان کا گزارہ بخوبی ہوجاتا تھا لیکن جیسے جیسے ماہ زیب عقل و شعور کا زینہ طے کرتی جارہی تھی اسے اپنی کھینچ تان کر گزارہ کرنے والی زندگی سے شکوہ پیدا ہوتا جارہا تھا۔ وہ اپنی اماں کی طرح صابر و شاکر نہ تھی پھر کالج میں اپنی سہیلیوں کی پُرآسائش زندگی کے بارے میں جان کر اسے اپنی روکھی پھیکی زندگی سے اور بھی شکایات ہوگئی تھیں۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ احساس کمتری کا احساس اس کے دل میں ہلکورے لینے لگا۔

حسن و خوب صورتی میں جہاں وہ اپنی سب دوستوں کو مات دیتی تھی وہیں گھریلو حالات و آسائشات میں وہ سب سے مات کھا جاتی تھی ایسے میں اپنی کم مائیگی کا احساس اسے بہت شدت سے ہوتا تھا جس کا اظہار وہ اکثر اماں سے کرتی رہتی تھی چاہے جواب میں اماں کی ڈانٹ پھٹکار ہی کیوں نہ سننے کو ملتی مگر وہ کہاں باز آنے والوں میں سے تھی۔

"اماں کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے میں بھول کر اس گھر میں آگئی ہوں ورنہ مجھے کسی خوب صورت محل نما گھر میں ہونا چاہیے تھا۔" ایک ادا سے بالوں میں ہاتھ چلاتے ماہ زیب نے اماں سے تائید چاہی۔

"زیبی! توبہ استغفار کر' کیوں اللہ کے کاموں میں مداخلت کرتی ہے۔ لاکھوں سے اچھے اور بہتر حال میں ہیں ورنہ وہ بھی ہیں جو دو وقت......"

"ہاں اماں جو دو وقت مرغ مسلم کھاتے ہیں اور عیش کرتے ہیں۔" اماں کی بات کو زیبی نے اپنے انداز میں مکمل کیا۔

"لوگوں کو پڑھ لکھ کر عقل آتی ہے ایک تُو ہے کہ کالج جاکر بالکل ہی عقل سے پیدل ہوگئی ہے۔ بس اب یہ جذباتی باتیں بند کر اور سالن تیار کرلے ماسٹر صاحب بھی آتے ہوں گے۔" اماں نے سبزی کی ٹوکری زیبی کی طرف کھسکاتے بات ختم کردی تھی ناچار اسے بھی اٹھنا پڑا۔

"اماں شروع سے ہی ابا کو ماسٹر صاحب کہتی تھیں' اوائل دنوں میں فاروق صاحب نے انہیں اس بات کا احساس بھی دلایا تھا۔

"ہاجرہ بیگم تم کیوں مجھے ماسٹر صاحب کہتی ہو' میں تو بچوں کا ماسٹر ہوں' کوئی تمہارا ماسٹر تھوڑی ہوں۔ جو تم مجھے ماسٹر صاحب بلاتی ہو۔" بچوں کی کاپیاں چیک کرتے وہ شگفتہ انداز میں استفسار کررہے تھے۔

"ماسٹر صاحب ہمارے ہاں شوہر کا نام لینا خاصا معیوب سمجھا جاتا ہے پھر آپ تو جانتے ہیں کہ مجھے پڑھنے لکھنے کا کتنا شوق تھا لیکن گھر میں سب سے بڑی بہن ہونے کے ناتے تمام چھوٹے بہن بھائیوں کی ذمہ داری مجھ پر تھی لہٰذا طفل مکتبی کا دور کب گزرا کچھ خبر نہ ہوئی ہاں البتہ چھوٹے بہن بھائیوں کو اسکول جاتے دیکھ کر دل میں یہ حسرت ضرور پیدا ہوتی تھی کاش میں بھی اسکول جاتی' اساتذہ کی زیرنگرانی زیور تعلیم سے آراستہ ہوتی۔" آج بھی بات کرتے اماں کے انداز میں حسرت کا احساس نمایاں تھا۔

"لیکن دیکھیں ماسٹر صاحب! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی صورت میں ایک بہترین ہمسفر و اچھا رہبر عطا کردیا اور میری خواہش ایسے پوری ہوئی کہ میں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔" فاروق صاحب کی جانب مشکور نظروں سے دیکھتی اماں نے انہیں بھرپور وضاحت دی اور اس دن کے بعد سے فاروق صاحب ان کے لیے ماسٹر صاحب ہی ہوگئے۔ ہاجرہ بیگم کی علمی لگن کو دیکھتے وہ انہیں اپنے علم سے مستفید کرتے گئے۔ یہی وجہ تھی کہ اماں کے پاس کوئی تعلیمی ڈگریاں تو نہ تھیں لیکن تجربات اور علمی ماحول ہونے کی وجہ سے وہ بہت سی باتیں ازخود سیکھ گئی تھیں۔ ان کی باتوں اور انداز گفتگو سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ انہوں نے کبھی مکتب کا رخ نہیں کیا۔

❀......❀......❀

گہری شام کے سائے اپنے پَر پھیلا رہے تھے اماں کچن میں کھانا پکانے میں مصروف تھیں جبکہ زیبی برتن دھونے کے ساتھ ساتھ اماں کو کالج اور دوستوں کا احوال نہایت دلچسپی سے سنا رہی تھی جبکہ ہاجرہ بیگم کی توجہ چولہے پر رکھے سالن پر تھی۔

"اماں میری دوست عریشہ ہے نا اس کا گھر بہت خوب صورت ہے' ہر طرف نوکر چاکر جو اس کی ایک پکار پر حاضر رہتے ہیں۔" عریشہ سے وہ پوری طرح مرعوب تھی اور اماں کو بھی متاثر کرنے کی ناکام کوشش کررہی تھی۔

"زیبی پہلے تو مجھے یہ بتا کہ تو اس کے گھر کیوں گئی؟" اماں نے بجائے مرعوب ہونے کے سخت لہجے میں سرزنش کی۔

"کہاں گئی اماں حالانکہ وہ مجھے کتنا کہہ رہی تھی یہ سب تو اس نے مجھے اپنے موبائل پر دکھایا تھا اور وہ موبائل بھی اتنا قیمتی' بتارہی تھی کہ اس کے پاپا باہر سے اس کے لیے لائے ہیں اور ایک ہمارے پاس ہے سستا سا موبائل صرف گیم ہی کھیل سکتے ہیں اور کوئی تفریح نہیں۔" زیبی نے موازنہ پیش کرتے منہ بسورا تھا۔

"ارے تو بات ہی کرنا ہوتی ہے نا اب چاہے وہ سستا ہو یا لاکھوں کا کام تو ایک ہی کررہا ہے نا۔" اماں نے اپنے طور سے بہلانا چاہا۔

"رہنے دو اماں تمہیں نہیں پتا۔" اماں کو ٹوکتے زیبی وہاں سے اٹھ گئی تھی جبکہ اماں تاسف زدہ نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔

کالج سے واپسی پر روز زیبی کے پاس یہی باتیں ہوتی تھیں کبھی ایک دوست سے مرعوبیت کی داستان تو کبھی دوسری سے متاثر ہونے کی کہانی۔ صرف یہیں تک رہتا تو اماں خاموش ہوجاتیں لیکن وہ ان باتوں میں اپنے گھر اور دیگر اشیاء کے موازنے کے ساتھ ساتھ زندہ نفوس کے موازنے پر اتر آئی تھی اور یہی بات اماں کے لیے پریشان کن تھی۔

"اماں آج فاریہ کی مما ہمارے کالج ڈونیشن دینے آئی تھیں' ساڑھی میں ملبوس باوردی شوفر کے ہمراہ جب ان کی گاڑی کالج کے گراؤنڈ میں داخل ہوئی اور وہ نیچے اتریں تو سب لڑکیاں انہیں دیکھتی ہی رہ گئی تھیں۔ زیبی نے تصور کی آنکھ سے ایک مرتبہ پھر ان کا نظارہ کرتے اماں کو بتانا ضروری خیال کیا۔

"اماں بالکل بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ فاریہ کی مما ہیں اور ایک آپ ہیں کہ......" جب ہی اماں کی خائف نظروں کی جانب دیکھتے اسے احساس ہوا تھا کہ وہ کچھ غلط بول گئی ہے لہٰذا اس کی بات درمیان میں ہی رہ گئی تھی۔

"ہاں ہاں ایک تیری اماں ہیں جو سارا دن ملگجے سے حلیے میں گھر کے کاموں میں الجھی رہتی ہے جسے پہننے اوڑھنے کا کوئی سلیقہ نہیں۔" اس کی ادھوری رہ جانے والی بات کو اماں نے لفظوں کا پیراہن دیا تو زیبی گڑبڑا گئی۔

"اماں میرا مطلب یہ تھوڑی تھا میں تو بس ایسے ہی......" اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اپنی صفائی میں کیا بولے جب ہی خاموش ہوگئی۔

"زیبی بیٹا! اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا سیکھ لے وہ مالک و مختار ہے جو بہتر سمجھتا ہے جسے چاہتا ہے اسے نوازتا ہے اگر اس نے ہمیں اتنا دیا ہے تو یہ بھی اس کی عطا ہے ورنہ ہم تو اس عنایت کے بھی مستحق نہیں۔" اماں نے رسانیت سے زیبی کو قائل کرنا چاہا۔

زیبی جواب میں صرف سر ہلا کر رہ گئی اگرچہ اماں کی باتوں پر اب بھی اس کا دل ایمان نہیں لایا تھا۔ اماں کی روک ٹوک اور نصیحتوں کو وہ ان کی سخت گیر طبیعت پر محمول کرتی نظر انداز کرتی گئی۔ بدلاؤ ضرور آیا تھا لیکن صرف اتنا کہ اب وہ اماں کے سامنے ایسی باتوں میں محتاط ہوگئی تھی۔ دوسری

طرف ہاجرہ بیگم جانتی تھیں وقت بہت بڑا استاد ہے اسے خود سمجھا دے گا لیکن وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ جب وقت کی چابک پڑتی ہے اور یہ استاد بن کر سکھاتا ہے تو اس کا انداز کتنا درشت ہوتا ہے اسی لیے وہ اپنی نادان بیٹی کو بچانا چاہتی تھیں لیکن وہ تو اپنی خواہشوں کے جگنوؤں کے پیچھے اندھا دھند بھاگ رہی تھی سو گرنا اور چوٹ کھانا تو لازمی امر تھا۔

حقیقت کی دنیا سے نظریں چراتے زیبی نے اپنا ایک الگ خواب نگر کا محل بنالیا تھا جہاں سب کچھ اس کے حسب منشا ہوتا تھا۔ بڑا سا گھر، نوکر چاکر، وجاہت و خوب صورتی کا پیکر اس کے خوابوں کا شہزادہ جو ایک روز خوب صورت بگھی میں بیٹھ کر آئے گا اور اسے اپنے سنگ خواب نگر لے جائے گا۔ وہ اٹھتے بیٹھتے انہی تصورات میں مگن رہتی اور اپنی دعاؤں میں یہی سب مانگتی تھی اور اس کی یہ خواہشات حسرت میں نہیں بدلی تھیں۔ خواب نگر کا شہزادہ اپنی شہزادی کو لینے اس کے آنگن تک حقیقتاً آن پہنچا تھا اور اس شہزادے کا نام اشعر حسین تھا۔ اشعر حسین ایک بڑے بزنس مین سعد حسین کا بیٹا تھا۔ اشعر حسین سے اس کا رشتہ طے ہوجانا اس کے نزدیک کسی معجزے سے کم نہ تھا۔

❋......❁......❋

کالج میں ان دنوں چھٹیاں تھیں، زیبی کام کاج سے فارغ ہو کر سارا وقت ٹی وی کے آگے براجمان رہتی، یہی اس کا پسندیدہ مشغلہ اور بہترین تفریح تھی آج بھی وہ نہایت انہماک سے اپنا پسندیدہ ڈراما دیکھ رہی تھی جب ہی عریشہ کا فون آیا تو مختصراً حال احوال پوچھنے کے بعد اس نے فوراً مطلب کی بات کی۔

"زیبی تم پھر آج آرہی ہونا، میں شام میں تمہاری منتظر رہوں گی۔"

"دراصل عریشہ! امی مجھے آنے نہیں دیں گی پھر واپسی پر رات بھی بہت ہوجائے گی، میں اکیلی کس طرح واپس آؤں گی۔" زیبی نے افسردہ دلی سے معذرت کی تھی حالانکہ اس کا اپنا دل بھی جانے کو بے تاب تھا۔

"زیبی میری منگنی کا اتنا اہم فنکشن ہے اور تم مجھے اس طرح منع نہیں کرسکتی، میں گاڑی بھیج دوں گی تم اور آنٹی دونوں ڈرائیور کے ساتھ آجانا اور واپسی پر بھی میرا ڈرائیور تمہیں گھر چھوڑ دے گا۔" عریشہ نے منٹوں میں اس کے مسئلے کا حل نکالا تھا۔ جواب میں زیبی نے فقط اچھا ہی کہا تھا کہ ابھی اماں کو منانا ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ پھر اس کی لاکھ منت سماجت اور ابا کی سفارش کے بعد ناچار اماں کو رضامند ہونا ہی پڑا جب ہی زیبی نے عریشہ کو اپنی آمد کا مژدہ سنایا تھا۔

ہاجرہ بیگم اور زیبی دونوں عریشہ کے بلاوے پر یہاں آ تو گئی تھیں مگر انہیں اپنا آپ یہاں آکورڈ ہی لگ رہا تھا۔ اماں اس لیے جز بز ہورہی تھیں کہ یہاں مکس گیدرنگ تھی عورت و مرد کی کوئی تخصیص ہی نہ تھی جبکہ زیبی کے اپنے ہی کم مائیگی اور احساس کمتری کے خدشات اسے ہلکان کیے دے رہے تھے۔

بلیک شیفون کے سوٹ میں، جس پر وائٹ نگوں کا کام تھا اس کا خیرہ کردینے والا حسن عود کر آیا تھا۔ اس پر اٹھتی بہت سی نظریں اپنے حسن سے بے نیاز اس لڑکی پر ایک پل کو ضرور ٹھہر جاتیں۔ یہاں تک دلہن بنی عریشہ نے بھی اس کے الوہی روپ کو سراہا تھا لیکن اسے اپنا آپ اور اپنی ڈریسنگ دیگر لوگوں کے مقابل کمتر ہی لگی تھی۔

"دیکھا اماں آپ نے، عریشہ کا گھر کتنا خوب صورت ہے، میں سچ کہتی تھی ناں۔" اماں کے پاس بیٹھتے اردگرد کا جائزہ لیتے اس نے اماں سے رائے لینا ضروری خیال کیا تھا۔

"ہاں بھئی بہت خوب صورت ہے، اللہ نظر بد سے بچائے۔" اماں کی نظروں میں ستائش ضرور تھی لیکن اس کی طرح مرعوبیت کا شائبہ تک نہ تھا۔

"اماں آپ یہیں بیٹھیں میں اپنی باقی دوستوں سے مل کر آتی ہوں۔ اماں کو قدرے پرسکون گوشے میں بٹھا کر کچھ دیر بعد وہ دوسرے حصے میں آ گئی جہاں اسٹیج پر اس کی دیگر سہیلیاں بھی عریشہ کے ہمراہ تھیں۔ وہ بھی ان کے ہمراہ اسٹیج کی چکا چوند کا حصہ بن گئی۔ جب ہی تیزی سے پلٹتے اشعر کی نظر اس پر پڑی اور واپس پلٹنے سے انکاری ہوگئی تھی۔ وہ اپنی دوست کی نجانے کس بات پر کھل کر ہنس رہی تھی۔ اشعر بے ساختہ اس ہنستی مسکراتی لڑکی کو دیکھے گیا جب ہی خود پر نظروں کی تپش محسوس کرتے اس نے ان نظروں کا محور تلاشنا چاہا اور سامنے ہی اسے بلیک سوٹ میں ملبوس، دائیں بازو پر کوٹ لٹکائے وہ شخص اپنی جانب دیکھتا نظر آ گیا تھا۔ زیبی نے ٹپٹا کر ادھر اُدھر دیکھا جب ہی اشعر نے اس کی جانب قدم بڑھائے۔ اس سے پہلے کہ وہ درمیانی فاصلہ طے کرتا اس تک

پہنچتا وہ فوراً ہی وہاں سے ہٹ گئی اور کچھ ہی دیر بعد وہ اماں کے ہمراہ گھر لوٹ آئی تھی جبکہ دوسری طرف اشعر اسے ڈھونڈنے میں ناکام رہا تھا۔

ماہ زیب پر پڑنے والی ایک سرسری نگاہ ہی اشعر حسین کو اس کا اسیر بنا گئی تھی۔ اس نے ہر قسم کے طبقاتی فرق کو پس پشت ڈالتے ماہ زیب کو اپنانے کا فیصلہ کیا تھا وہ چونکہ عریشہ کے بڑے بھائی فواد کا دوست تھا لہٰذا اسے تمام معلومات عریشہ اور فواد کے توسط سے حاصل ہوگئی تھی۔ عریشہ نے اسے ماسٹر صاحب کے گھریلو حالات کے متعلق مفصل بتاتے اس رشتے پر خوشی کا اظہار کیا تھا، یہی وجہ تھی کہ اشعر حسین اس منگنی کے ایک ہفتے بعد ہی عریشہ اور اپنی والدہ رخشندہ بیگم کے ہمراہ ماسٹر صاحب کے گھر موجود تھا، جبکہ دوسری جانب ماسٹر صاحب اور ہاجرہ بیگم عجیب گومگو کی کیفیت میں تھے جبکہ ماہ زیب کو اس تمام صورتحال پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

"ہاں تو جناب میری منگنی کے دوران آپ نے ایسا کیا جادو کردیا کہ مسٹر اشعر آپ کے دیوانے ہوگئے ہیں اور اس دن سے آپ ہی کے خواب دیکھ رہے ہیں؟" عریشہ نے اسے چھیڑتے گلے لگایا جبکہ وہ تو خود بھی اصل بات سے ناواقف تھی سوائے کیا بتاتی ہاں البتہ ایک دھیمی سی مسکان اس کے ہونٹوں کا احاطہ کرگئی۔

رخشندہ بیگم اور اشعر حسین کو اس پہلی ملاقات میں ماسٹر صاحب کی طرف سے کچھ تسلی بخش جواب نہیں دیا گیا، تو اس کی وجہ ہاجرہ بیگم کے خدشات تھے جو اس رشتے کو لے کر ان کو گھیرے ہوئے تھے، ان کے جانے کے بعد ماسٹر صاحب نے ان کی رائے طلب کی تو بھی وہ تذبذب کا شکار نظر آئیں۔

"ماسٹر صاحب بظاہر تو لوگ اچھے اور شریف معلوم ہوتے ہیں لیکن ہمارے اور ان کے گھریلو ماحول میں بہت فرق ہے اور پھر زیبی کی نیچر بھی اس طرح کی ہے کہ وہ وہاں کے پرتعیش ماحول میں مزید احساس کمتری کا شکار ہوگی لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ اس کی شادی اپنے برابر کے لوگوں میں کی جائے جہاں وہ سر اٹھا کر اپنا آپ منوا سکے نہ کہ اس کے دل میں کم حیثیتی کے بیج کو مزید پروان چڑھایا جائے۔ اماں چونکہ زیبی کی نفسیات سے بخوبی واقف تھیں لہٰذا انہوں نے یہی بہتر سمجھا تھا جبکہ ابا کی رائے سراسر مختلف تھی۔

"ہاجرہ بیگم ہمارا جو کچھ بھی ہے وہ سب زیبی کا ہی ہے اور پھر ہماری اکلوتی بیٹی کسی سے کمتر تھوڑی ہے جو آپ ایسا سوچ رہی ہیں۔ ہم زیبی کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر دیں گے۔"

"ہاں اپنی حیثیت سے بڑھ کر ضرور دیں گے لیکن ان کی حیثیت کے مطابق شاید پھر بھی نہ ہوگا اور کل کو یہی احساس کمتری زیبی کے دل میں بھی جگہ بنائے گا۔" اماں نے رسانیت سے ماسٹر صاحب کو سمجھاتے بات ختم کی تھی جبکہ ماسٹر صاحب نے زیبی کی آنکھوں میں جو چمک اور انوکھی خوشی اس کے چہرے پر رقصاں دیکھی تھی اس نے انہیں ہر خدشے سے بے نیاز کردیا تھا اپنی بیٹی کے لیے وہ سب کچھ کرسکتے تھے۔

❋......❁......❋

اشعر حسین اور ان کی فیملی کے متعلق جان کر ان کے باقی خدشات بھی دم توڑ گئے تھے یہ لوگ جدی پشتی امیر کبیر نہ تھے بلکہ دن رات کی محنت سے اپنا مقام بنانے والوں میں سے تھے۔ ان کا بزنس بھی ان کی روز و شب کی لگن کے طفیل آج عروج پر تھا چونکہ سیلف میڈ تھے لہٰذا غرور و تکبر اور رعونت کا شائبہ تک نہ تھا۔ رخشندہ بیگم سے دو چار ملاقاتوں کے بعد اماں کے سارے خدشات کی بھی تردید ہوگئی اور یوں وہ اشعر کے نام کی مہندی سجائے راحت ولا کی چھوٹی بہو بن گئی۔ اشعر سے بڑے سرمد حسین تھے اور ان کی بیگم مائرہ مشہور انڈسٹریل کی بیٹی راحت ولا کی بڑی بہو تھی۔

شادی کے بعد ابتدائی دن تو ہنی مون کی خوشگوار یادیں سمیٹتے اور اشعر کے عزیز و اقارب کی طرف دعوتوں میں گزر گئے۔ بعد میں جب اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا تو اسے اس بڑے سے گھر میں تنہائی کا احساس ہوا۔ اس کی ساس رخشندہ بیگم مکمل گھریلو خاتون تھیں وہ نوکروں سے ہر کام اپنی زیر نگرانی کراتیں ساتھ میں ماہ زیب سے باتیں بھی کرتی جاتیں لیکن وہ مما سے کتنی باتیں کرتی بہت جلد اکتا گئی۔ دوسری طرف مائرہ بھابی کی اپنی ہی مصروفیات تھیں، وہ اور سرمد بھائی راحت ولا سے ملحق دوسرے پورشن میں رہائش پذیر تھے جبکہ دونوں کا لان مشترکہ تھا۔ مائرہ بھابی سرمد بھائی کے ساتھ آفس جاتی اور وہ سرمد بھائی کی بزنس پارٹنر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتی تھیں۔ یہ سب معلومات اسے اشعر سے ہی حاصل ہوئی تھیں، مائرہ بھابی ریزرو طبیعت کی مالک تھیں وہ راحت ولا میں کبھی کبھار ہی نظر آتی تھیں، انتہائی

ضرورت کے وقت ہی انہیں یہاں دیکھا جاتا ورنہ وہ آفس، اپنی سوشل لائف اور دیگر ایکٹیویٹیز میں ہی مصروف رہتیں۔

"اشعر! مائرہ بھابی الگ پورشن میں کیوں رہتی ہیں جبکہ یہاں اوپر کا پورشن بھی تو خالی ہے؟" مائرہ بھابی کی ریزرو طبیعت اور علیحدہ رہنے پر اسے خاصی تشویش تھی جب ہی اشعر سے پوچھ بیٹھی۔

"دراصل انہیں شروع سے ہی الگ رہنے کا شوق تھا' شادی کے کچھ عرصے بعد ہی مما کی روک ٹوک کی عادت کو بنیاد بنا کر وہ سرمد بھائی کے ہمراہ الگ ہوگئی تھیں' یہی وجہ ہے کہ انہیں دیگر لوگوں سے زیادہ میل جول بھی پسند نہیں۔"

"اور اس سلسلے میں سرمد بھائی نے بھی انہیں نہیں سمجھایا؟" اس کی حیرت بجا تھی۔

"ڈیئر وائف! وہ تو انہیں تب سمجھاتے نا جب وہ یہ بات خود سمجھتے' خیر تم ان باتوں کو چھوڑو جلدی سے تیار ہو جاؤ ورنہ پھر تمہیں اپنے میکے پہنچنے میں دیر ہو جائے گی اور مورد الزام بھی مجھے ہی ٹھہرایا جائے گا۔" ایک پیار بھری نگاہ اس پر ڈالتے اشعر نے اسے تیار ہونے کا کہا تھا۔

اماں نے ان دونوں کو ڈنر پر انوائٹ کیا تھا سو یہ تیاری اسی سلسلے میں تھی۔ اشعر کے ہمراہ آج وہ پہلی بار گھر آئی تھی لہٰذا اماں نے بہت سے پُرتکلف کھانوں کا اہتمام کر رکھا تھا لیکن پھر بھی اسے اپنے میکے کی یہ دعوت اپنے سسرال میں عالی شان ریسٹورنٹ اور ہوٹلوں میں دی جانے والی دعوتوں کے آگے بہت ہیچ لگی۔

"اماں! کم از کم ایک دو ڈشز تو باہر سے منگوالیتیں۔" دستر خوان پر چنے لوازمات کا تنقیدی جائزہ لیتے وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔

"اشعر بھی نجانے کیا سوچتے ہوں گے بعض اوقات اماں بھی حد کردیتی ہیں۔" جبکہ دوسری جانب اشعر نہایت انہماک سے نرگسی کوفتوں سے بھرپور انصاف کر رہا تھا۔ وہ خود ہی سوچ سوچ کر ہلکان ہوئے جارہی تھی۔

"دراصل اماں کو آپ کی پسند کا کچھ اندازہ نہیں ہے اس لیے اماں کچھ خاص نہ بناسکی۔" کھانے سے فراغت کے فوراً بعد ہی وضاحت دے کر وہ اسے مطمئن کرنا چاہ رہی تھی جب ہی تمہید پیش کی۔

"نہیں جناب! ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور آپ سے کس نے کہا کہ مجھے نرگسی کوفتے پسند نہیں۔ گاجر کا حلوہ اور نرگسی کوفتے دونوں ہی میرے فیورٹ ہیں اور پھر اتنے دنوں سے چائنیز اور اٹالین ڈشز کھا کھا کر میرا تو ٹیسٹ ہی خراب ہوگیا تھا' آج بہت دنوں بعد اپنے دیسی کھانے کھا کر مزہ آگیا لیکن ماں جی آپ کو اس قدر تکلف کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے' یہ ہمارا اپنا گھر ہے اور ہمیں بالکل بھی اچھا نہیں لگے گا اگر آپ اس طرح اتنی محنت میں خود کو ڈال کر ہلکان کریں گی۔" اشعر نے اماں کا ہاتھ تھامتے انہیں اپنے پاس ہی صوفے پر بٹھالیا تھا۔ اشعر کے اس انداز پر اماں کے دل میں ڈھیروں تشکر سمٹ آیا تھا۔

❀......❀......❀

اشعر کے آفس جوائن کرنے کے بعد زیبی نے بھی راحت ولا میں اپنی مصروفیات ڈھونڈ لی تھیں۔ نوکروں سے اپنی نگرانی میں کام کروانے اور کھانا پکانے کے بعد اس کا سارا وقت کمپیوٹر اور ٹی وی کے آگے گزرتا تھا' فیس بک کے ذریعے اسے ڈھیروں دوستیں مل گئی تھیں جن کے ساتھ گپ شپ میں اسے وقت گزرنے کا اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ دوسری طرف مائرہ بھابی سے بھی اس نے خود ہی راہ و رسم بڑھالی تھی۔

شام میں لان میں بیٹھی وہ اشعر کی منتظر تھی جب ہی اسے مائرہ بھابی دکھائی دیں اس نے انہیں چائے کی آفر کی جس پر مائرہ بھابی نے سہولت سے انکار کردیا لیکن اسے اپنی طرف آنے کی پیشکش ضرور کی تھی جس پر اگلے ہی روز وہ ان کے پورشن میں ان کے ہمراہ تھی۔ وہ آج پہلی بار اس حصے میں آئی تھی' یہاں کی ایک ایک چیز اپنے قیمتی اور نفیس ہونے کی گواہی دے رہی تھی۔ سبز مخملیں قالین پر قدم رکھتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ اس کے قدموں تلے آب جو سبک رفتاری سے بہہ رہی ہے۔ چھتوں سے لٹکتے فانوس چکا چوند کرتی روشنیوں میں ہیرے کی مانند چمک رہے تھے' وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں ان کے پیچھے چل رہی تھی۔

"آج پہلی بار میرے گھر آنے پر خوش آمدید۔" اپنے جہازی سائز بیڈ پر بٹھاتے مائرہ بھابی نے نہایت پُرجوش انداز میں اسے ویلکم کہا۔

"تم بیٹھو میں ملازمہ سے کچھ ریفریشمنٹ کا کہتی ہوں۔" وہ سہولت سے کہتی وہاں سے اٹھ گئی تھیں جبکہ ماہ زیب کا فرط اشتیاق بڑھتا ہی جارہا تھا وہ حیرت کا جہان آنکھوں میں سموئے ایک ایک چیز کو چھو کر دیکھ رہی تھی۔ رشک کے جذبات کے ساتھ ہی حسرت آمیز جذبات بھی خود بخود اپنی جگہ بناتے جارہے تھے۔ ایک بار پھر موازنہ و مطابقت اس کے روبرو تھا۔

"مائرہ بھابی کا فرنیچر کس قدر نفیس اور خوب صورت ہے اس کے آگے تو میرا نیا فرنیچر بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔" احساس کمتری اور کم حیثیتی کے جذبات ایک بار پھر اس کی سوچوں پر حاوی تھے۔

گلدان میں سجائے گئے تازہ سرخ گلابوں سے پورا کمرہ مہک رہا تھا۔ کھڑکیوں اور دروازوں پر باریک جالی کے ریشمی گلابی پردے باہر کی روشنی کو اندر داخل ہونے سے روکے ہوئے تھے۔ کمرے میں اے سی کی ٹھنڈک' ایئر فریشنر کی مہک اور صندل و ساگوان کی لکڑی سے بنے فرنیچر کی خوشبو نے کمرے کے نیم تاریک ماحول کو فسوں خیز بنا رکھا تھا۔ کینڈل اسٹینڈ اور کرسٹل لیمپ اپنی دودھیا روشنی میں توجہ کا محور بنے ہوئے تھے' جب ہی مائرہ بھابی کی آواز پر وہ بے ساختہ پلٹی تھی۔

"ارے ماہ زیب وہاں کیوں کھڑی ہو آؤ' بیٹھو نا۔" ملازمہ کے ہمراہ لوازمات کی ٹرالی لیے وہ کب داخل ہوئیں اسے خبر ہی نہ ہوئی۔ ان کے کہنے پر وہ مسکراتی ہوئی ان کی جانب بڑھ آئی۔

"بھابی آپ کے بیڈ روم کی ڈیکوریشن تو بہت زبردست ہے' بہت محنت کی ہے آپ نے اس پر۔" کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے اس نے ان کی پسند کو سراہا۔

"بھئی یہ سب انٹیریئر ڈیزائنر کی مہارت اور کمال ہے ورنہ مجھے تو آفس اور دیگر مصروفیات سے فرصت ہی نہیں ملتی جو میں گھر کو سجانے سنوارنے کا شوق پورا کروں۔" اپنے بالوں کو کیچر میں مقید کرتے مائرہ بھابی نے اسے بتایا تو وہ مزید حیرت کا شکار ہوئی۔ کچھ دیر ان کے ساتھ وقت گزار کر وہ اپنے پورشن میں آئی تو اشعر اب بھی آفس سے نہیں آئے تھے۔ اس کا ارادہ انہیں فون کرنے کا تھا اسی غرض سے وہ اپنے کمرے میں آئی لیکن اپنے کمرے اور جہیز کے سامان پر ایک نظر ڈالنے کے بعد اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا' آنکھوں میں مائرہ بھابی کے کمرے کا منظر گھوم رہا تھا جب ہی وہ بے دلی سے وہیں بیٹھی رہی۔ ٹائی کی ناٹ کھولتے اشعر نے ایک نظر اس کے اداس چہرے پر ڈالی۔

"کیا بات ہے جان اشعر! اداس کیوں ہو' اپنا گھر یاد آرہا ہے کیا؟" جوتوں سے اپنے پیروں کو آزاد کراتے وہ اس کے برابر ہی آن بیٹھا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے' آپ بیٹھیں میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔" وہ چائے بنانے کے ارادے سے اٹھی تو اشعر نے ہاتھ بڑھا کر اسے پھر اپنے ساتھ ہی بٹھالیا۔

"نہیں یار' چائے کو رہنے دو یہ بتاؤ آج کا دن کیسے گزرا؟" وہ اسے اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگا کر کافی حد تک بہلانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

"پتا ہے اشعر! آج میں مائرہ بھابی کی طرف گئی تھی' وہاں چھوٹی سے چھوٹی چیز اس قدر بیش قیمت اور خوب صورت تھی کہ میں تو دنگ رہ گئی' ان کا بیڈ روم اس خوب صورتی سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا کہ اس کے آگے ہمارا بیڈ روم تو چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔" اپنے معصوم انداز میں وہ اس مہارت سے وہاں کا تجزیہ پیش کر رہی تھی کہ اشعر مسکرا اٹھا۔

"تو اس میں اتنا مایوس ہونے کی کیا بات ہے' یہ سب ساز و سامان تو تمہارے پاس بھی ہے تم بھی اپنی مرضی سے جیسے چاہو ڈیکوریٹ کرلو۔" اشعر نے اس کی الجھن کا حل پیش کیا۔

"ہاں سامان تو ہے لیکن پھر بھی ان کی طرح امپورٹڈ اور بیش قیمتی نہیں ہے۔ اب دیکھیں ہمارا یہ ٹی وی ان کے پلازما کے آگے بالکل ہی چھوٹا سا لگتا ہے۔" ریموٹ سے ٹی وی آن کرتے وہ شکوہ کناں تھی۔

اشعر نے اس کی یہ بے ضرری فرمائش چند ہی دنوں میں پوری کردی تھی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ ماہ زیب کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کی خواہشات کے معیار نہ صرف روز بروز بدلتے ہیں بلکہ بتدریج بڑھتے ہی جاتے ہیں۔

❀......❀......❀

آسمان پر سرمئی بادلوں کا راج تھا' وہ لان میں بیٹھی اشعر کی منتظر تھی جب ہی مائرہ بھابی اسے تک سک تیار دیکھ کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھتی اس کی طرف آئیں۔

"کہیں جارہی ہو کیا؟" اس کی تیاری دیکھتے مائرہ بھابی

پوچھے بغیر نہ رہ سکیں۔
"ہوں جا تو رہی تھی لیکن اب نہیں جا رہی۔ اشعر نے کہا تھا کہ وہ مجھے امی کی طرف چھوڑ دیں گے لیکن ابھی کچھ دیر پہلے اِن کا فون آ گیا کہ وہ کسی آفس کے کام کے سلسلے میں دیر سے آئیں گے اور میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں۔"
"اور ڈرائیور تو آج جلدی گھر جا چکا ہے۔" مائرہ بھابی اس کی مشکل جان گئی تھیں۔
"ہاں اسی لیے تو اب میں نہیں جا رہی۔" بے دلی اس کے لہجے میں آسمائی تھی۔
"ارے تو اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے، میں ڈیپارٹمنٹل اسٹور تک جا رہی ہوں، آؤ تمہیں بھی چھوڑ دوں گی۔" مائرہ بھابی نے منٹوں میں اس کے مسئلہ کا حل پیش کیا جبکہ دوسری طرف وہ کوئی جواب نہ دے پائی۔
"ارے بھئی اتنا کیا سوچ رہی ہو، میری ڈرائیونگ بہت اچھی ہے بے فکر رہو۔" شگفتہ انداز میں کہتے وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئیں تو ماہ زیب بھی فرنٹ ڈور کھول کر ان کے برابر آن بیٹھی۔
مختلف راستوں سے ہوتے وہ ماہ زیب کی نشاندہی پر اس علاقے میں داخل ہوئیں، یہاں کے شکستہ حال مکان مکینوں کی خستہ حالی کے بخوبی گواہ تھے۔ مائرہ بھابی کے لیے یہ سب صورتحال بالکل نئی تھی وہ آج ماہ زیب کے ساتھ پہلی بار اس کے گھر آئی تھیں۔ گلی میں کھیلتے بچے اور ارد گرد کھڑے نوجوان بھی ایک پل کو اپنے مشاغل چھوڑ کر ان کی گاڑی کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کسی خاتون کو دیکھ کر وہ سب حیرت سے دوچار تھے جبکہ دوسری طرف مائرہ بھابی کے انداز میں احساس تفاخر تھا۔
"ماہ زیب تم اس علاقے میں رہتی ہو؟" ایک حقارت بھری نظر یہاں کے شکستہ حال مکینوں پر ڈالتے مائرہ بھابی اس سے مخاطب تھیں۔ دوسری طرف ماہ زیب کو اپنی غلطی کا احساس بہت شدت سے ہوا تھا۔ بھابی کے ساتھ یہاں آ کر اس نے اپنا بھرم خود ہی توڑ ڈالا تھا اس میں حقیقت کا سامنا کرنے کی ہمت نہ رہی تو خجالت کا شکار ہوتے انہیں اندر آنے کا کہے بغیر ہی وہ تیزی سے گاڑی سے اتر گئی جبکہ دوسری طرف مائرہ بھابی نے بھی گاڑی آگے بڑھانے میں دیر نہ لگائی۔
"مائرہ بھابی میرے بارے میں کیا سوچیں گی انجانے میں مجھ سے بہت بڑی حماقت ہو گئی۔" خود کو سرزنش کرتے انہی سوچوں میں غلطاں وہ گھر میں داخل ہوئی۔ دوسری طرف ہاجرہ بیگم اسے یوں اچانک دیکھ کر کھل اٹھی تھیں۔
موسم کی مناسبت سے انہوں نے اس کے لیے پکوڑے اور اس کی من پسند پودینے کی چٹنی بنائی تھی اسی دوران ابا بھی آ گئے تھے اِدھر اُدھر کی باتوں کے دوران وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ شام کے سائے گہرے ہوئے تو ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔ بارش کا چھینٹا پڑنے کی دیر تھی کہ لوڈشیڈنگ کی صورت میں ہر طرف اندھیرا پھیل گیا، اماں تو حسب عادت گھر کے کاموں میں مصروف تھیں جبکہ وہ جی بھر کر بدمزہ ہوئی۔ ٹی وی کی صورت میں یہاں جو واحد تفریح کا ذریعہ تھا اب وہ بھی میسر نہ تھا۔ رات بھر لائٹ کے نہ ہونے اور پھر بے تحاشا گرمی نے اسے الگ بے حال کر رکھا تھا۔
"کیا اماں یہاں آ کر تو میں سخت بدمزہ ہوئی، اپنے گھر میں اے سی کی ٹھنڈک میں پرسکون نیند سونے کو ملتی ہے لیکن یہاں تو اندھیرا اور گرمی سے بُرا حال ہے۔ اماں میری مانو اب تم کسی اچھے علاقے میں شفٹ ہو جاؤ۔ آج مائرہ بھابی کے ہمراہ جب میں گھر کے باہر اتری تو سخت شرمندگی ہوئی وہ بھی کیا سوچیں گی کہ میرا میکہ اس قدر ابتر علاقے میں ہے۔" زیبی کو نیند نہیں آ رہی تھی اس لیے وہ اماں سے باتوں میں مصروف تھی جن میں شکوہ شکایات زیادہ تھیں، نیند سے بوجھل لہجے میں اماں صرف ہوں ہاں کر رہی تھیں۔
"چل زیبی یہاں آ جا، میں تجھے پنکھا جھل دوں گی تو سو جا۔" آخر میں انہوں نے کہا تو وہ شرمندہ ہو کر وہیں بیٹھی رہی اماں تو بعد میں سو گئی تھیں لیکن اس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی، رات کے آخری پہر نیند کی دیوی اس پر بھی مہربان ہو گئی تھی۔
صبح وہ کافی دیر سے اٹھی تھی ابا تو اسکول جا چکے تھے جبکہ اماں دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں۔ اسے اٹھتا دیکھ کر انہوں نے اس کے لیے گرما گرم پراٹھا اور انڈہ بنایا تو وہ بھی فریش ہو کر کچن میں ہی چلی آئی، ناشتے سے فراغت کے بعد ہی اس نے اشعر کو فون ملایا۔
"اشعر آج آپ آفس سے واپسی پر امی کی طرف سے

مجھے بھی لے لیجیے گا۔" کال ریسیو ہوتے ہی اس نے اشعر کو یہاں آنے کا کہا۔
"کیوں خیریت تو ہے نا، ابھی کل تو تم گئی ہو اور تمہارا ارادہ تو رکنے کا تھا؟"
"ہاں ارادہ تو رکنے کا ہی تھا لیکن آپ کے بغیر میرا یہاں دل نہیں لگ رہا، اس لیے آپ آ جائیے گا۔" اب اسے کیا کہتی کہ یہاں کے حبس اور گھٹن بھرے ماحول سے وہ اکتا گئی ہے۔ دوسری طرف اشعر اس کے اس انداز پر مسکراتے ہوئے فوراً ہی رضامند ہو گیا تھا۔
"ٹھیک ہے شام میں تم تیار رہنا، ویسے ایک بات کہوں دل تو میرا بھی اداس ہے، اچھا کیا جو تم نے خود ہی آنے کا کہہ دیا۔" اسے چھیڑتے اشعر نے فون بند کیا تو وہ بھی مسکرا دی جبکہ دوسری طرف اماں اس کی واپسی کا سن کر افسردہ ہو گئی تھیں۔
"ارے زیبی بیٹا! ابھی کل تو آئی ہے تُو اور آج جانے کی بات کر رہی ہے، کچھ دن تو ہمارے پاس رک جاتی۔" اماں کے لہجے میں گہرا ملال تھا جسے زیبی نے محسوس کرنے کا تکلف نہ کیا۔
"اماں اس ایک دن میں ہی بہت بور ہو گئی ہوں، اوپر سے لوڈشیڈنگ اور پھر اتنے چھوٹے سے گھر میں گھٹن اور گرمی کا احساس اور بھی زیادہ ہو رہا ہے اور پھر میں یہاں کروں بھی کیا۔ وہاں اپنے گھر میں تو ٹی وی اور کمپیوٹر کے آگے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا۔"
"زیبی بیٹا تو بچپن سے اس گھر میں رہی ہے اور آج تجھے اس گھر میں گھٹن کا احساس ہو رہا ہے، یہ گھر چھوٹا نظر آ رہا ہے۔" اماں بیٹی کے لہجے میں جھلکتا احساس نخوت دیکھ کر بے حد افسردہ تھیں۔
"ہاں تو اماں اب مجھے عادت نہیں رہی یہ سب برداشت کرنے کی اور جب اللہ نے سہولیات دی ہیں تو کیوں نہ ان کا استعمال کیا جائے۔" زیبی کی ان بے منطقی باتوں کے آگے اماں کو ہی خاموش ہونا پڑا، انہیں آج صحیح معنوں میں اپنی بیٹی کے پرائے ہو جانے کا احساس ہوا تھا لیکن دوسری طرف وہ ہر احساس سے عاری تھی۔

❀......❀......❀
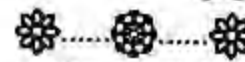
زیبی نے مائرہ بھابی سے اپنے تعلقات پختہ بنیادوں پر استوار کر لیے تھے، ماڈرن سوسائٹی اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے مائرہ بھابی سے دوستی ضروری تھی ویسے بھی وہ ان کے لائف اسٹائل اور حد درجہ آزادی سے بے حد مرعوب تھی۔ دوسری طرف مائرہ بھابی کو بھی اس پر اپنی حیثیت کا رعب ڈالنا اور اسے اپنے نقش قدم پر چلانا ایک انوکھی خوشی دیتا تھا۔ اسی لیے انہوں نے اسے خوش آمدید کہا تھا، اب وہ ان کے ہمراہ شاپنگ پر جاتی ان کی طرح ڈریسنگ کرتی خود کو فٹ رکھنے کی خاطر مائرہ بھابی کے ہمراہ سلمنگ سینٹر کا رخ کرتی۔ مختلف پارٹیز اور دیگر تقاریب میں بھی وہ اور مائرہ بھابی اکثر ساتھ ساتھ ہی نظر آتی تھیں۔
رخشندہ بیگم نے اس کے بدلتے رویوں پر اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان کی باتوں کو اس نے درخور اعتنا نہ جانا۔ رخشندہ بیگم پہلے ہی ایک بہو کے معاملے میں بول کر اپنے بیٹے کو گنوا چکی تھیں جو برابر میں رہنے کے باوجود بھی مہینوں ماں کی خبر گیری نہیں کرتا تھا سو اب چھوٹی بہو کے معاملات میں دخل اندازی کر کے وہ دوسرے بیٹے کو خود سے جدا ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھیں لہٰذا ایک دوبار نرمی سے سمجھا کر انہوں نے خاموشی اختیار کر لی لیکن اشعر ان معاملات پر زیادہ دیر چپ نہ رہ سکا جب ہی ان کے درمیان اس بات کو لے کر بحث ہوئی تھی۔
"دیکھو ماہ زیب! میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تم مائرہ بھابی سے تعلقات مت رکھو لیکن ہر معاملے میں ان کی تقلید درست نہیں ہے۔ خود کو جدیدیت اور ہائی سوسائٹی میں ڈھالنے کے لیے تم غلط راستے پر چل رہی ہو، تمہیں اس قسم کی ڈریسنگ اور نت نئے فیشن کی ہرگز ضرورت نہیں۔ تمہاری سادگی اور تمہاری معصومیت ہی تمہارا حسن ہے کیوں ان بے کار کے مشغلوں میں خود کو برباد کر رہی ہو۔ تمہاری اس سادگی نے ہی مجھے متاثر کیا تھا اور آج بھی تم مجھے بے حد عزیز ہو۔" محبت سے اس کے گرد بازو حمائل کرتے اشعر نے اسے نرمی سے سمجھایا۔
"لیکن اشعر ہر انسان بہتر سے بہترین کی تلاش میں رہتا ہے اور اگر مائرہ بھابی میرا ساتھ دیتی ہیں تو آپ کو اعتراض کیوں ہے، جس طرح مائرہ بھابی سرمد بھائی کے شانہ بشانہ کھڑی ہیں میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں بھی آپ کے قدم سے قدم ملا کر چلوں۔" اس کے پاس اشعر کی ہر بات کا

جواب موجود تھا۔

"لیکن ماہ زیب اتنا خیال رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تم سے پیچھے رہ جاؤں اور تم میرا ساتھ دینے کے بجائے مجھ سے بہت آگے نکل جاؤ۔" اشعر کے لہجے میں اندیشے بول رہے تھے لیکن اس نے پروا نہ کی۔

❋......❁......❋

ماسٹر صاحب اسکول سے گھر لوٹے تو ہاجرہ بیگم کو بستر پر دراز دیکھ کر انہیں تشویش نے آن گھیرا۔

"کیا بات ہے ہاجرہ بیگم! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" کتابیں ایک طرف رکھتے وہ ان کی طرف چلے آئے۔

"جی ٹھیک ہے میری طبیعت، معمولی سا سر درد تھا تو لیٹ گئی۔ آپ بیٹھیں میں کھانا گرم کرکے لاتی ہوں۔" وہ اٹھیں تو ان کے قدموں میں واضح لرزش تھی۔

"ماسٹر صاحب! زیبی کو گئے کتنا وقت ہوگیا ہم سے ملنے ہی نہیں آئی۔" کھانا ماسٹر صاحب کے سامنے رکھتے وہ افسردہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"اچھا تو آپ کو بیٹی کی یاد ستا رہی ہے اسی لیے اداس ہیں۔"

"ہوں اب تو مہینے گزر جاتے ہیں اس کا انتظار کرتے کرتے لیکن اسے تو شاید ہماری یاد ہی نہیں آتی۔ مجھے ایسا لگتا ہے ماسٹر صاحب! اب وہ یہاں آنے سے گریز کرتی ہے یہ گھر اور یہاں کے مکینوں سے اب اس کا دل بھر گیا ہے یا پھر شاید یہاں آتے اسے شرمندگی ہوتی ہے آخر اب وہ بڑے گھر کی ہوگئی ہے۔ پچھلی بار بھی جب آئی تھی تو ایک دن بعد ہی لوٹ گئی تھی، پورا مہینہ میں نے انتظار کرتے گزارا کہ وہ آئے گی تو اس کا پسندیدہ کھانا بناؤں گی، اسے بریانی بہت پسند ہے نا، ہم مل کر خوب باتیں کریں گے لیکن وہ آئی بھی تو صرف چند گھڑیوں کے لیے اور جاتے ہوئے کہنے لگی کہ اماں اس چھوٹے سے گھر میں میرا دم گھٹتا ہے۔" اماں کا لہجہ اداسی کا گہرا تاثر لیے تھا۔

"ارے بھئی کیوں اتنا سوچ سوچ کر خود کو ہلکان کرتی ہیں ہاجرہ بیگم! اشعر مصروف ہوگا اسی لیے وہ نہیں آسکی۔ آپ ان خدشات کو ذہن سے نکال دیں آپ کا سر درد بھی ٹھیک ہوجائے گا۔" آخر میں شگفتہ لہجے میں کہتے انہوں نے ہاجرہ بیگم کو بہلانا چاہا۔

"نہیں ماسٹر صاحب اسے اس بات کا احساس ہی نہیں ہے کہ اس کے بوڑھے ماں باپ اس کے بغیر کتنے تنہا ہوگئے ہیں۔ آپ تو اپنے اسکول اور بچوں کو پڑھانے میں مصروف ہوجاتے ہیں لیکن مجھ سے پوچھیں ایک ایک پل اس کے بغیر تنہا کاٹنا کس قدر دشوار ہوتا ہے لیکن وہ اپنی زندگی میں اس قدر مگن ہے کہ اسے ہماری تنہائی کا خیال تک نہیں آتا۔" اماں کا نم لہجہ ان کی آنکھیں بھی نم کرگیا تھا، ماسٹر صاحب کو بھی اس بات کا احساس تھا لیکن وہ بھی مجبور تھے۔

دوسری طرف زیبی اپنی زندگی کی رنگینیوں میں اس قدر مصروف تھی کہ انہیں واقعی بھول بیٹھی تھی۔ وہ یہ احساس تک فراموش کر بیٹھی تھی کہ بوڑھے ماں باپ اس کے بغیر کتنے اداس اور اس کے منتظر ہوں گے، اپنی آسائشات سے بھرپور یہ زندگی اسے اس قدر عزیز ہوگئی تھی کہ ماں باپ کا احوال دریافت کرنے کی فرصت بھی نہ رہی تھی۔

❋......❁......❋
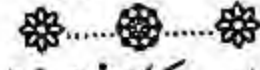
ہاجرہ بیگم معمولات کے کام نمٹانے میں مصروف تھیں جب ہی برتن دھوتے انہیں اس زور کا چکر آیا کہ خود کو سنبھالتے سنبھالتے بھی وہ لڑکھڑا گئیں۔ ایک ہاتھ سے سر کو تھامے دوسرے ہاتھ سے دیوار کا سہارا لیے وہ بمشکل اپنے بستر تک پہنچیں اور نڈھال ہوکر لیٹ گئیں۔ کچھ دیر بعد جب ماسٹر صاحب گھر لوٹے تو ان کا مضمحل اور زرد چہرہ دیکھ کر گھبرا گئے، ان کے لاکھ انکار کے باوجود انہیں ڈاکٹر کے پاس لے آئے جس نے معمولی چیک اپ کے بعد دوائیں اور آرام کا مشورہ دیا لیکن ساتھ ہی کسی اندیشے کے پیش نظر بڑے ڈاکٹر سے رجوع کرنے اور ٹیسٹ کرانے کا بھی مشورہ دیا۔

اماں تو اس سب کے لیے تیار نہ تھیں لیکن ماسٹر صاحب کے آگے ان کی ایک نہ چلی۔ ٹیسٹوں کی رپورٹ نے ڈاکٹرز کے خدشات کی تصدیق کردی۔ ڈاکٹرز کے مطابق انہیں برین ٹیومر تھا، ماسٹر صاحب تو یہ جان کر شدید شاک کے عالم میں تھے اماں سے یہ خبر زیادہ دن مخفی نہ رہ سکی وہ جان گئی تھیں کہ انہیں کس قدر مہلک بیماری ہے لیکن وہ اسے رب کی آزمائش گردانتے اس آزمائش میں کامیاب ہونے کی بھرپور سعی کررہی تھیں۔ بعض اوقات زیبی کی جدائی اور ماسٹر صاحب کے تنہا رہ جانے کا خیال ان کی آنکھیں ضرور نم

کردیتا تھا۔

ماسٹر صاحب نے اس دوران زیبی کو ہاجرہ بیگم کی علالت کی خبر دیتے اسے آنے کو کہا تھا لیکن اماں کے کہنے پر اصل بیماری کی اطلاع نہیں دی تھی۔ اماں کا کہنا تھا کہ وہ اس وقت تخلیق کے جس مرحلے میں ہے ایسی اچانک خبر اس کے لیے نقصان دہ ہوسکتی ہے، جب وہ آئے گی تو خود ہی جان جائے گی اسی لیے یہ بات فی الحال اس سے مخفی رکھی گئی تھی۔

وہ مائرہ بھابی کے ساتھ ڈاکٹر کی طرف چیک اپ کے لیے آئی تھی جب ہی اس کا سیل فون گنگنا اٹھا۔

"السلام علیکم بابا! کیسے ہیں آپ؟" کال ریسیو کرتے اس نے خیریت دریافت کی تھی۔

"وعلیکم السلام زیبی بیٹا! میں بالکل خیریت سے ہوں البتہ تمہاری اماں کو بخار ہے، کئی دنوں سے تمہیں بہت یاد کررہی ہیں۔ اشعر سے کہو بیٹا وہ تمہیں لے آئے۔" بابا نے اس کی خیریت دریافت کرتے اسے آنے کو کہا اور فون بند کردیا، چیک اپ کے بعد واپسی پر اس نے مائرہ بھابی سے جلدی گھر چلنے کا کہا تاکہ وہ اشعر کے ہمراہ امی کی طرف جاسکے۔

"کیا ہوا سب خیریت تو ہے نا؟" اس کے عجلت بھرے انداز پر مائرہ بھابی بھی گھبرا گئی تھیں۔

"جی وہ دراصل امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، بابا فون پر یہی بتارہے تھے اسی لیے میں وہاں جانا چاہ رہی تھی۔"

"ہوں تو اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا بات ہے، ویسے بھی ابھی جو ڈاکٹر نے کہا ہے وہ تمہیں یاد ہے نا کہ اس دوران زیادہ ٹینشن لینے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے سو بی ریلیکس۔" گاڑی ایک شاپنگ پلازہ کے سامنے روکتے انہوں نے اسے سمجھایا تو وہ حیران ہوتے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"ارے بھابی آپ نے گاڑی یہاں کیوں روک دی، کچھ شاپنگ کا ارادہ ہے کیا؟"

"ہاں بھئی شاپنگ تو کرنی ہے لیکن اپنے لیے نہیں بلکہ اپنی ممی کے لیے، دو دن بعد مدرز ڈے ہے تو میں ان کے لیے کچھ گفٹ اور انہیں وش کرنے کے لیے کارڈز وغیرہ لینا چاہ رہی ہوں۔" اس کی معلومات میں اضافہ کرتے وہ گاڑی سے اتریں تو ناچار اسے بھی اترنا پڑا۔

"چلیں پھر میں بھی اماں کے لیے کوئی اچھا سا سوٹ اور کچھ گفٹس خرید لیتی ہوں۔" وہ بھلا مائرہ بھابی سے کیوں پیچھے رہتی سو جھٹ وہ بھی ان کی تقلید میں آگے بڑھی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔" وہ دونوں ہی اپنی مطلوبہ چیزیں ڈھونڈتے اندر کی جانب بڑھ گئیں۔

ماہ زیب نے مدرڈے کا ایک خوب صورت سا کارڈ اور کچھ سوٹ اماں کے لیے پیک کروائے، اس کا ارادہ تھا کہ آج جب وہ اماں سے ملنے جائے گی تو اماں کے لیے یہ تحائف بھی لے جائے گی لیکن پھر مائرہ بھابی کے مطابق چونکہ مدرڈے دو دن بعد تھا تو اس نے سوچا کہ وہ دو دن بعد ہی اماں سے ملنے جائے گی اور مدرز ڈے کی مناسبت سے انہیں یہ تحائف بھی دے گی تو اماں بہت خوش ہوں گی لہٰذا ان کی طبیعت کی خرابی اور بیماری کو نظر انداز کرتے مائرہ بھابی کی بات مانتے اس نے مدرز ڈے کے روز ہی اماں کی طرف جانے کا فیصلہ کیا۔

مائرہ بھابی نے ہی اسے سمجھایا تھا کہ ڈاکٹر نے تمہیں آرام کا مشورہ دیا ہے۔ تم آج اپنی امی کی طرف جاؤ گی اور پھر دو دن بعد انہیں وش کرنے جاؤ گی تو ایک مرتبہ ہی چلی جانا۔ دو دن کی ہی تو بات ہے ان کی یہ بات اسے بھی ٹھیک لگی تھی جب ہی ابا کے بار بار فون کرنے کے باوجود وہ انہیں اپنی مصروفیات کا ذکر کرکرتے نظر انداز کرتی رہی۔

❋......❁......❋

یہ کامیابیاں، عزت یہ نام تم سے ہے\
خدا نے جو بھی دیا ہے مقام تم سے ہے\
تمہارے دم سے ہیں میرے لہو میں کھلتے گلاب\
میرے وجود کا سارا نظام تم سے ہے\
کہاں بساط جہاں اور میں کم سن و ناداں\
یہ میری جیت کا سب اہتمام تم سے ہے\
جہاں جہاں میری دشمنی سب میں ہوں\
جہاں جہاں ہے میرا احترام تم سے ہے

وصی شاہ کی منتخب کردہ یہ نظم اس کے نام نہاد دلی جذبات کی ترجمان تو ہرگز نہ تھی لیکن بعض لوگوں کا ہر کام نمود و نمائش اور انا کی تسکین کے لیے ہوتا ہے اس کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا تھا۔

کارڈ پر لکھی اس خوب صورت نظم پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد تمام تحائف لیے اشعر کے ہمراہ وہ اپنے گھر پہنچی تو اماں

اس کا انتظار آنکھوں میں بسائے جدائی کی گھڑیاں گنتے گنتے دنیاوی فاصلوں کو عبور کرگئی تھیں۔

یہاں آ کر ہی اسے پتا چل تھا کہ اماں کو ڈاکٹرز نے برین ٹیومر بتایا تھا اور صرف اس کی تکلیف اور اس کی حالت کو پیش نظر رکھتے اماں نے اسے فون پر بتانے سے گریز کیا تھا۔ ابا کے مطابق پچھلے دو روز سے اماں کی طبیعت کافی خراب تھی ایسے میں وہ بار بار اسی کا نام لیتیں اور دروازے کو آس بھری نگاہوں سے تکتی رہی تھیں کہ شاید وہ آجائے ابا بھی انہیں حوصلہ دلانے اور ڈھارس بندھانے میں ناکام رہے تھے۔

"ہاجرہ بیگم کیوں پریشان ہوتی ہیں زیبی آجائے گی کچھ نہیں ہوگا آپ کو۔"

"نہیں ماسٹر صاحب میرا دل بہت گھبرا رہا ہے وہ بہت ناسمجھ ہے اور یہ انتظار طویل ہوتا جارہا ہے۔ وہ آ کیوں نہیں رہی؟" ہاجرہ بیگم کے انداز میں عجیب بے تابی تھی۔

"ماسٹر صاحب اولاد بہت بڑی آزمائش ہوتی ہے آج اولاد کی محبت نے ہی تو مجھے اس آزمائش میں ڈال رکھا ہے نہ جانے میں اس آزمائش میں پوری بھی اتروں گی کہ نہیں؟" ان کی بگڑتی حالت کے پیش نظر وہ انہیں اسپتال لے جانا چاہتے تھے لیکن انہوں نے صاف منع کردیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں ہی رہنا چاہتی ہیں دم واپسی اپنے گھر سے رخصت ہونا چاہتی ہیں۔

"ماسٹر صاحب یہ کپڑے آپ زیبی کو دے دیجیے گا میں نے اپنے گھر آنے والے اس ننھے مہمان کے لیے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہیں۔ ان میں سے کچھ کپڑے زیبی کے بچپن کے بھی ہیں جب وہ اتنی سی تھی تو پہن کر کتنی پیاری لگتی تھی آج بھی ان میں سے زیبی کی مہک آتی ہے۔" جذب کے عالم میں بولتے بولتے وہ نڈھال ہوگئی تھیں۔

ماسٹر صاحب کو ایک طرف ان کی تکلیف اذیت پہنچا رہی تھی تو دوسری طرف ماہ زیب کی بے حسی اور اس کے انتظار کی گھڑیاں سخت بے چینی میں مبتلا کررہی تھیں۔

اور دو دن سخت اذیت میں گزارنے کے بعد تجھ سے ملنے کی حسرت لیے آج اسی انتظار کے عالم میں وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ بابا نے آنسوؤں سے بھیگے لہجے میں اپنی بات مکمل کی جبکہ دوسری طرف زیبی تحیر کا جہاں آنکھوں میں سموئے اماں کو دیکھے گئی۔ مدرز ڈے کا خوب صورت کارڈ اور پھولوں کا بکے اس کے ہاتھ سے گرگیا وہ بے ساختہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

"اماں میں جانتی ہوں تم مجھ سے ناراض ہو اسی لیے آنکھیں نہیں کھول رہیں اب تو میں آگئی ہوں اماں! آنکھیں کھولو۔" دیوانہ وار ماں سے لپٹی وہ انہیں جھنجھوڑ رہی تھی جبکہ اماں اس سے اس قدر خائف تھیں کہ اس کی طرف دیکھنے سے بھی گریزاں تھیں۔

ماڈرن سوسائٹی اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی خاطر مدرز ڈے پر اماں کو وش کرنے کی خواہش لیے وہ بھول گئی تھی کہ ماں باپ سے محبت کے اظہار اور خبر گیری کا کوئی دن مقرر نہیں۔ ان سے حسن سلوک سے پیش آنا والدین کی طرف مسکرا کر دیکھنا تو عبادت کا درجہ رکھتا ہے بغیر کسی دن کی تخصیص کے لیکن نام نہاد جدیدیت کی روایتوں میں جکڑی وہ قرآنی تعلیمات کو بھلا بیٹھی تھی۔ جب ہی اماں کی آواز بازگشت بن کر اس کی سماعتوں میں گونجنے لگی۔

"ارے پگلی یہ سب دن اور ان سے منسوب یہ رسومات تو موئے انگریزوں کی پیداوار ہیں جو اپنے بوڑھے والدین کو بوجھ سمجھ کر اولڈ ہوم میں چھوڑ آتے ہیں۔ سال میں ایک دن ان سے مل کر اپنی نام نہاد محبت کا اظہار کرکے ان پر گویا احسان عظیم کرتے ہیں۔"

اس نے بھی تو اماں کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا ماں کی ممتا اور محبت ابر نیساں بن کر اس پر برسی تھی لیکن اس کے دل کی سرزمین اس قدر بنجر اور تعفن زدہ تھی کہ ماں کی محبت اور احساس کا کوئی گہرا آبدار اس کے دل میں نہ بن سکا۔ آج وہ اپنے نقصان پر زار و زار رو رہی تھی لیکن اس کی پکار سننے والی ماں آج بہت دور جاچکی تھی۔

کورا کا غنچے

زینب اصغر مغل

سرِ بام ہجر کا دیا بجھا تو خبر ہوئی
سرِ شام کوئی جدا ہوا تو خبر ہوئی
مرے قصہ گو نے کہاں کہاں سے بڑھائی بات
مجھے داستاں کا سِرا ملا تو خبر ہوئی

وہ بلاشبہ ایک بے حد خوب صورت لڑکی تھی دراز قد لمبے گھنے سیاہ بال صراحی دار گردن سرخ و سفید دمکتی رنگت ہیروں کی طرح چمکتی نیلی آنکھیں گھنی پلکیں اور گلابی ہونٹ۔ مختصر یہ کہ مصور حقیقی نے اسے دولت حسن سے مالا مال کرنے میں خاصی فیاضی سے کام لیا تھا۔

وہ اس وقت جم خانے میں منعقد محفل موسیقی کی رپورٹ بنانے آئی تھی اس کا یہاں آنے کا مقصد بھی فنکشن کی کوریج تھا۔ اس فنکشن کی تیاری میں اس نے خصوصی طور پر سفید رنگ کا کرتا پاجامہ اور دوپٹہ زیب تن کیا تھا جس پر ہینڈ ایمبرائیڈری کا کام تھا سفید رنگ کے لباس میں اس کی اجلی رنگت نمایاں ہوکر بہت سی نظروں کا مرکز بن رہی تھی۔ مغنیہ کی آواز اور مشہور شعرا کے کلام نے محفل میں ایک سماں باندھ رکھا تھا وہ بھی گلوکارہ کی خوب صورت آواز سے آواز ملا کر دھیمے سروں میں گنگنا رہی تھی جب ایک بہت بارعب آواز اپنے بے حد قریب سے سنی۔

"یو آر انڈر اریسٹ۔" اس نے اسٹیج سے نظر ہٹا کر اپنے قریب کھڑے پولیس کانسٹیبل کو دیکھا جو یقیناً اسی سے مخاطب تھا۔ پولیس کی آمد سے محفل میں ایک سکوت سا چھا گیا وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ادا سے بالوں کو جھٹک کر براہ راست کانسٹیبل کی آنکھوں میں جھانک کر اعتماد سے پوچھا۔

"کیا یہ ایک عملی مذاق ہے؟"

"بالکل نہیں۔" اس نے قطعی انداز میں کہا۔

"پھر کیا ہے؟" وہ چڑ گئی۔

"ڈی ایس پی صلاح الدین نے گرفتاری کا آرڈر دیا ہے۔" وہ بے نیازی سے بولا۔ فنکشن آرگنائزر ہونقوں کی طرح کبھی اس کا اور کبھی کانسٹیبل کا چہرہ تک رہا تھا۔ پولیس کانسٹیبل نے لیڈی کانسٹیبل کو اشارہ کیا وہ آگے بڑھنا چاہتی تھی کومل بخاری نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا وہ قہر آلود نظروں سے کومل بخاری کو گھورنے لگی۔

"چلیے۔" کومل بخاری نے لیڈی کانسٹیبل کی آگ اگلتی نظروں اور بگڑے نقوش کو نظر انداز کرکے کہا اور کسی

افسر کی طرح ہجوم کو چیرتی پُروقار انداز میں آگے آگے چلنے لگی۔

ڈی ایس پی صلاح الدین تقریباً چالیس سال کے لگ بھگ قدرے سنجیدہ آدمی تھا جو بے تابی سے کومل بخاری کا منتظر تھا۔

"تشریف رکھیے۔" اس نے کومل بخاری کو اُلجھی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مس کومل بخاری! آپ پر چوری کا الزام ہے۔" صلاح الدین نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا' کومل اس کی توقع کے خلاف کھلکھلا کے ہنس دی۔

"اکیسویں صدی کا لطیفہ' ملک کی نامور مصنفہ و صحافی کومل بخاری پر چوری کا الزام' ہاؤ اسٹرینج؟" وہ بدستور محظوظ ہوکر ہنستے ہوئے بولی۔

"آپ آج صبح روشنی میگزین کے انچارج احمد واسطی کی ٹیبل کی دراز سے پانچ ہزار کا نوٹ اٹھاتے ہوئے دیکھی گئی ہیں۔" صلاح الدین کی آواز اسے بہت دور سے آتی ہوئی سنائی دی تھی اس کی ہنسی کو بریک لگ گیا اور وہ ششدر سی آنکھوں میں تحیر اور بے یقینی لیے صلاح الدین کو یک ٹک دیکھ رہی تھی۔ صلاح الدین نے اسٹک سے اس کی تھوڑی کو چھوا تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔

"یو آر ناٹ میکنگ سینس۔"

اس نے اسٹک کو جھٹکتے ہوئے درشت لہجے میں کہا اب کے ہنسنے کی باری صلاح الدین کی تھی احمد واسطی روشنی میگزین کا انچارج تھا احمد واسطی اس دنیا کا وہ واحد شخص تھا جس سے اکثر اس کی جھڑپ ہوجاتی تھی' احمد واسطی ایک عاشق مزاج اور دل پھینک قسم کا نوجوان تھا۔ پچھلے چند روز میں کم از کم تین بار اس نے کومل بخاری سے دست درازی کی کوشش کی تھی مگر کومل نے ہر بار موقع پر ہی اس کی طبیعت صاف کردی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ اگر لڑکی کا اپنا دل صاف اور کردار مضبوط ہو تو کوئی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا' وہ ایک نڈر اور دلیر لڑکی تھی۔ احمد واسطی نے اپنی ناکامی کا بدلہ لینے کے لیے یہ اوچھا ہتھکنڈا اپنایا تھا۔

"مجھے پانچ ہزار کا نوٹ اٹھاتے ہوئے کس نے دیکھا؟" وہ چبا چبا کر بولی۔

"آپ کے کولیگ ثاقب مرزا نے۔" وہ تیزی سے بولا۔

"کیا بکواس ہے۔" وہ جھلا کر بولی وہ جانتی تھی ثاقب مرزا احمد واسطی کا چمچہ ہے جو اس کے خلاف اس سازش میں اس کا ساتھ دے رہا ہے۔

"اوہ...... اس نے......" وہ کچھ یاد آنے پر سر ہلا کر بولی۔

"اس نے مجھے یہ کورا کاغذ اٹھاتے دیکھا ہوگا جو میں نے احمد واسطی کے کہنے پر آج کے فنکشن کی رپورٹ لکھنے کے لیے اٹھایا تھا۔" وہ اپنے پرس سے ایک تہہ شدہ کاغذ نکالتے ہوئے بولی۔

"نہیں محترمہ! ثاقب مرزا اتنے ناسمجھ نہیں ہیں کہ وہ ایک کرنسی نوٹ اور کورے کاغذ میں فرق محسوس نہ کرسکیں۔" صلاح الدین نے قطعی انداز میں کہا تو کومل بخاری نے تنفر سے سر جھٹکا۔

"یہ سچ نہیں ہے' میں اپنے پاک ربّ کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔" وہ چلائی۔

"لیکن سننے میں تو یہ بھی آیا ہے کہ آپ کو چونکہ پیسوں کی اشد ضرورت تھی اس لیے آپ نے احمد واسطی کو......" پھر صلاح الدین نے آگے جھکتے ہوئے قدرے رازداری سے ایسی بات کہی کہ اس کے جسم سے روح نکل گئی۔ خون اس کی رگوں میں منجمد ہوکر رہ گیا آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھٹنے لگیں اور سبز میز پوش پر رکھے ہاتھ کی انگلیاں سفید ہوگئیں۔

وہ حیران تھی کہ کوئی پاکباز عورت پر کیسے بہتان باندھ سکتا ہے۔

"اور جب انہوں نے انکار کردیا تو آپ نے پیسے چرا لیے کیونکہ آپ کو پیسوں کی ضرورت تھی۔" صلاح

الدین نے کرسی کی بیک سے ٹیک لگا کر کہا۔

تمہیں تو لگتی ہیں روشنی کی خواہش میں
گھر سے باہر آنے کی کچھ سزا تو ملتی ہے

ایک آنسو باوجود ضبط کے بغاوت کرگیا۔

کومل بخاری نے غصہ سے زوردار ہاتھ ٹیبل پر مارا' ٹیبل پر رکھی ہر چیز تھرتھرا گئی اور سینٹر میں رکھا گلدان لڑھک گیا اس کے ہاتھ کے نیچے میز پر رکھا شیشہ ٹوٹ کر خون آلود ہوچکا تھا۔

"خدا کے قہر سے ڈرو صلاح الدین! تم بھی ماں' بہن اور بیٹیوں والے ہو۔" اس کی آواز غم و غصہ سے بوجھل گئی۔

"یہ سب میں نہیں کہہ رہا' احمد واسطی نے تمہارے خلاف شکایت درج کرائی ہے۔" وہ چیخ کر بولا۔

"میں نے نہ تو کوئی چوری کی ہے اور نہ ہی میں ایسے کسی گناہ کا تصور کرسکتی ہوں لیکن تم...... تم آج ضرور میرے ہاتھوں قتل ہوجاؤ گے۔" وہ ہذیانی انداز میں چلائی ساتھ ہی اس کا ہاتھ ٹیبل پر رکھے بھاری پیپر ویٹ کی طرف بڑھا۔ صلاح الدین نے اچک کر پیپر ویٹ اٹھا لیا ساتھ ہی پیچھے کھڑی لیڈی کانسٹیبل کو اشارہ کیا جس نے فوراً کومل سے وجود کی مالک کومل بخاری کو اپنی آہنی گرفت میں جکڑ لیا۔ کومل نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن اس کی گرفت بہت مضبوط تھی کومل نے اس کے ہاتھ پر اپنے دانت گاڑھ دیے وہ بلبلا کر اپنا ہاتھ سہلانے لگی کومل بے دم سی ہوکر دوبارہ کرسی پر ڈھے گئی۔ وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ اس کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔

"ہاں تو بی بی! یا تو چوری کیے ہوئے پیسے واپس کردیا پھر سلاخوں کے اندر سڑو۔" بالآخر صلاح الدین نے حتمی انداز میں کہا۔

وہ چند لمحے منتقم نظروں سے اسے دیکھتی رہی اس کا تنفس بہت تیز تیز چل رہا تھا پھر اس نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے اپنے کانوں سے گولڈ کے وہ چھوٹے

اقراء واجد

السلام علیکم! آنچل کے تمام اسٹاف اور قارئین کو میرا اسلام' امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ میرا نام اقراء واجد ہے۔ میں 2 جولائی کو اس دنیا میں تشریف لائی اپنے ماما پاپا کی لاڈلی اکلوتی بن کر اس طرح میرا اسٹار کینسر ہے۔ ہم چار بہن بھائی ہیں۔ قرآن پاک بھی حفظ کیا ہے۔ ماما گورنمنٹ اسکول میں ٹیچر ہیں اور پاپا آرمی سے ریٹائرڈ ہیں اور اب اپنا بزنس کرتے ہیں۔ ماما' پاپا مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں پسند اور ناپسند پر آتے ہیں تو مجھے چکن بریانی بہت پسند ہے اور چائنیز کھانے پسند ہیں' میٹھے میں کسٹرڈ جیلی اور رس ملائی بہت پسند ہے اور ڈرنکس میں مرنڈا کے علاوہ سب پسند ہیں البتہ مینگو شیک موسٹ فیورٹ ہے۔ سردیوں میں آئس کریم اور کافی بہت پسند ہے۔ کلرز میں بے بی پنک' ڈارک گرین اور ڈیپ ریڈ کلر پسند ہے' کپڑوں میں مجھے لانگ شرٹ' پاؤں تک آتی فراک اور ساڑھی موسٹ فیورٹ ہے (جو کہ ابھی تک نہیں پہنی)۔ کوئی غلط بات برداشت نہیں کرسکتی بہت زیادہ حساس ہوں اور جب ناراض ہوجاؤں تو کھانا کھانا چھوڑ دیتی ہوں' اس لیے کوئی ناراض نہیں ہونے دیتا جہاں تک خامیوں کی بات ہے تو ضدی بہت زیادہ ہوں' غصہ بہت جلدی آتا ہے۔ اگر کوئی میرے سے ناراض ہو تو مجھے اسے منانا نہیں آتا بلکہ میں خود بھی ناراض ہوجاتی ہوں (اگر کوئی بے چارا ناراض ہو بھی جائے تو وہ خود ہی راضی ہوجاتا ہے) دوستوں میں میری کزن وجیہہ سے بہت زیادہ بنتی ہے۔ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور ان کے علاوہ اقراء صغیر احمد' نبیلہ عزیز' نمرہ احمد اور عمیرہ احمد میری فیورٹ ہیں۔ بیسٹ ناولز جو مجھے کبھی نہیں بھولے "وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا' بہاروں کے سنگ سنگ اور پیر کامل" ہیں۔ مجھے مطالعہ کا بے انتہا شوق ہے۔ فلم ایکٹرز میں مجھے شاہ رخ خان اور کاجول پسند ہیں۔ سنگرز میں عابدہ پروین' سونو نگم اور اے آر رحمن پسند ہیں۔ شاعروں میں وصی شاہ' احمد فراز' امجد اسلام' فرحت عباس اور بابا بلھے شاہ اور بابا غلام فرید کا کلام پسند ہے دوستوں میں وجیہہ' شیزا' ماریہ زیبا' صالحہ شہلا سب کو میرا سلام۔ ڈاکٹر بننا میرا خواب ہے اب اجازت دیں' تعارف کیسا لگا لازمی بتائیے گا۔

چھوٹے ٹاپس جو ہمہ وقت اس کے کانوں کی زینت بنے رہتے تھے اتارے اور گلے میں ڈالی گولڈ کی باریک چین اتار کر ٹیبل پر رکھ دی جو اس کے ہاتھ سے رسنے والے خون سے سرخ ہوچکی تھی اور جن کی مالیت پانچ ہزار سے کئی گناہ زیادہ تھی۔ اگرچہ یہ چھٹانک بھر سونا اس کے کردار پر لگا کیچڑ نہیں اتار سکتا تھا مگر یہاں سے گلو خلاصی کے لیے یہ اقدام ضروری تھا۔ احمد واسطی نے جس طرح اس کی عزت وناموس پر شب خون مارا تھا اس کے بعد اسے جینے کی لگن ہی کہاں رہی تھی۔ کورا کاغذ اٹھانے سے پہلے وہ خود بھی کورے کاغذ کی طرح تھی مگر اب......؟ وہ اپنے ٹوٹے بکھرے وجود کو سمیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی اس نے سامنے دیوار پر لگی قائداعظم کی تصویر کو ڈبڈبائی ہوئی شکوہ کناں نظروں سے دیکھا۔

"دیکھ لو قائد ملت! یہی قانون اور یہی انصاف ہے تمہارے پاکستان کا' جس نے چند لمحوں میں محض چند لمحوں میں مجھے کیا سے کیا بنادیا۔" بے دھیانی میں اس کا پاؤں کرسی سے الجھا اور وہ زور سے منہ کے بل گری' اس کا ماتھا ماربل کے فرش سے ٹکرایا' کلائیوں میں پہنی چوڑیاں چکناچور ہوگئیں اور کانچ چبھنے سے خون کے ننھے ننھے قطرے نمودار ہوگئے۔ پاؤں کے انگوٹھے کا ناخن ٹوٹ گیا اور گھٹنوں پر جو چوٹ لگی سو لگی مگر اس کا ہر احساس برف کی سل کی طرح منجمد ہوگیا تھا۔

وہ نئے سرے سے اٹھ کھڑی ہوئی اس کی پیشانی سے بہنے والا خون آنکھ تک آیا تو اسے پتا چلا کہ اسے یقیناً گہری چوٹ آئی ہے اس نے سفید دوپٹے کے پلّو سے پیشانی کو پونچھا تو وہ سرخ ہوگیا۔ وہ اپنے بھاری ہوتے بے جان قدموں کو گھسیٹتی تھانے سے باہر نکلی تو وہاں عوام الناس کا ایک جم غفیر تھا' ہر آنکھ میں حیرت و اشتیاق اور تجسس تھا کہ وہ ڈی ایس پی کے حضور کیوں حاضر ہوئی اس نے ساری حقیقت کہہ ڈالی کہ شاید کوئی اس کے لیے احتجاج کرے اس قانون شکنی اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرے لیکن لوگوں نے نہ صرف اسے جھٹلا دیا بلکہ اس کے خلاف نعرہ بازی کی اسے سنگسار کیا اور شہر بدر کردیا لیکن اسے کسی چوٹ کا مطلق احساس نہ ہوا جب روح ہی گھائل ہوجائے تو پھر جسم پر لگے زخم بے معنی ہوجاتے ہیں اور اس کے ساتھ یہی ہوا تھا اس نے ایک مسکراتی ہوئی مختصری نگاہ سرخ ہوتے آسماں پر ڈالی۔ اس کا منصف' اس کا محتسب اور اس کا چشم دید گواہ اوپر بیٹھا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ ہر فکر سے بے نیاز ہوگئی اس کے لیے حق الوکیل کافی تھا اور پھر وہ اپنی بستی کی طرف لوٹ گئی جہاں اس کے بوڑھے اوران پڑھ سادہ لوح دیہاتی ماں باپ رہتے تھے وہ ان کی اکلوتی اولاد تھی جسے خدا نے بہت منتوں مرادوں کے بعد ان کی جھولی میں ڈالا تھا۔

انہوں نے اپنا پیٹ کاٹ کر اسے پالا پوسا اور پڑھایا لکھایا تھا' وہ بہت خوش تھے کہ ان کی بیٹی شہر میں افسر لگی ہوئی ہے مگر آج اس حال میں اسے گھر کی دہلیز پر دیکھ کر دونوں بوڑھے ماں باپ کے اوسان خطا ہوگئے وہ اسے جھنجوڑ جھنجوڑ کر پوچھتے۔

"تجھے کیا ہوا ہے؟" مگر وہاں جامد خاموشی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ لوگ صرف چٹخارے لینا چاہتے تھے جبھی تو کسی نے بھی اس کا اعتبار نہیں کیا تھا اسی بات نے اسے بیمار کردیا اور لحہ بہ لحہ اس کی حالت بگڑتی گئی' کردار کشی کا غم اسے دیمک کی طرح چاٹ رہا تھا۔

❁......❁......❁

دروازے پر دستک ہوئی تو کومل کی بوڑھی ماں نے دروازہ کھولا' سامنے ایک پولیس افسر کھڑا تھا۔

"میں کومل بخاری سے ملنے آیا ہوں۔" وہ بھاری بارعب آواز میں بولا۔ وہ کم فہم اور سادہ لوح بوڑھی عورت معاملے کی سنگینی سے بے خبر اتنے بڑے پولیس افسر کو اپنے غریب خانے کی دہلیز پر کھڑا دیکھ کر پھولے نہ سمائی اور اسے وہیں چھوڑ کر اندر کو دوڑی۔

"باہر کوئی بڑا افسر آیا ہے تجھ سے ملنا چاہتا ہے' اندر بلاؤں اسے؟" اماں نے اشتیاق سے اطلاع دی اتنے

میں وہ اندر آچکا تھا۔

"اماں میں کومل سے ملنے آیا ہوں۔" اس نے چارپائی پر سر سے پیروں تک چادر تانے وجود پر ایک نظر ڈال کر اپنی بات دہرائی۔

"کہو صلاح الدین! کیسے آنا ہوا؟" کومل نے چہرے سے چادر ہٹا کر کہا۔ صلاح الدین یوں اچھلا گویا بجلی کی ننگی تار کو چھولیا ہو وہ آنکھوں میں تحیر و بے یقینی لیے آج انہی نظروں سے کومل کو یک ٹک دیکھ رہا تھا جن نظروں سے دوروز قبل کومل نے اسے دیکھا تھا۔

دوروز میں محض دوروز میں وہ کھلتے گلاب سے سوکھ کر کانٹا ہوگئی تھی' اس کی سرخ وسفید اجلی دمکتی رنگ پیلی پھٹک ہوگئی تھی' پچکے ہوئے گال اور ابھری ہوئی ہڈیاں...... ہیروں کی طرح چمکنے والی نیلی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں' جانے کیا کچھ ٹوٹ گیا تھا اس کے اندر۔ ویران آنکھوں میں اڑتی خاموشی کی دھول کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ لگتی تھی' صرف دوروز کے اندر اس کی شادابیاں خزاں رسیدہ پیڑ کی طرح مرجھا گئی تھیں۔

"بولو صلاح الدین اب کیا چاہتے ہو؟" پپڑی زدہ نیلے ہونٹوں نے پھر حرکت کی۔

"خدا کا شکر میں جلد آگیا۔" صلاح الدین نے قریب المرگ کومل کو دیکھا اور تھوک نگل کر اپنے خشک ہوتے گلے کو تر کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں صلاح الدین! دیر تو اسی وقت ہوگئی تھی جب تم نے احمد واسطی کے کہنے پر میرے خلاف شکایت درج کی تھی۔" کومل کی بات پر اس کا دل بُری طرح دھڑکا۔

"کل شام پیون نے خود آکر تھانے میں اقبال جرم کیا تھا کہ پیسے اس نے چرائے تھے' احمد واسطی نے اسے معاف کردیا۔" صلاح الدین نے اطلاع دی۔

"جب بے گناہ سزا پانے لگیں تو گناہ گاروں کے تو مزے ہوں گے ہی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی تو صلاح

الدین کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔
''مم...... میں...... تمہاری یہ امانت لوٹانے آیا ہوں۔'' صلاح الدین نے خون سے رنگی چین اور اس میں پروئے ٹاپس اور کورا کاغذ اس کی طرف بڑھا کر ہکلاتے ہوئے کہا۔
''مجھے اب ان چیزوں کی حاجت نہیں رہی۔'' وہ وحشت زدہ لہجے میں بولی۔
''لیکن مجھے ضرورت ہے۔'' صلاح الدین بے تابانہ بولا۔
''تو تم رکھ لو۔'' وہ نیازی سے بولی۔
''نہیں کومل! مجھے اس زیور کی نہیں تم سے معافی کی ضرورت ہے پلیز مجھے معاف کردو۔ کومل خدا کے لیے......'' وہ اپنا مقام بھول کر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر گڑگڑانے لگا۔ ''کس نے تمہارا دل دکھانے میں پہل کی مجھے اس چیز سے کوئی غرض نہیں مجھے بس میرے حصے کی معافی چاہیے کومل یقین کرو میری زندگی کی یہ پہلی غلطی ہے کہ میں نے کسی بے گناہ کو مجرم ٹھہرایا' مجھے معاف کردو پلیز۔'' کومل کی حالت دیکھ کر اسے کسی انہونی کے خدشات معافی مانگ لینے پر مجبور کررہے تھے۔
''ہر پہلی غلطی قابل معافی نہیں ہوتی۔'' کومل کی سرد آواز نے صلاح الدین کی رگوں میں گردش کرتے لہو کو منجمد کردیا۔
''غلطی کے معاف ہونے کا تعلق غلطی کی شدت اور نقصان اٹھانے والے کے ظرف پر ہوتا ہے' میرا نقصان جتنا شدید ہوا ہے وہ میں یعنی کومل بخاری کامیاب صحافی' نامور اور ہر دل عزیز مصنفہ اور لفظوں کی جادوگرنی بھی اس کو بیان کرنے سے قاصر ہے اور معاف کردینے کے معاملے میں' میں بہت کم ظرف ہوں۔'' اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔ صلاح الدین ندامت سے جھکے ہوئے سر اور بارِ گناہ سے جھکے کندھوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ ابھی چند ہی گھنٹے گزرے ہوں گے جب لوگوں کا ایک ہجوم بے کراں اس کے گھر کے باہر جمع ہوگیا' سب لوگ وہی تھے جنہوں نے اسے بُرا بھلا کہا تھا' اس پر بہتان باندھے تھے۔ اس کے خلاف نعرے لگائے تھے اور اس پر پتھر برسا کر شہر بدر کردیا تھا' وہ سب لوگ اب اس سے معافی مانگ رہے تھے اور وہ کٹھور بن گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ معافی صرف ایک ڈھونگ ہے وہ صرف تماشہ دیکھنے اور لطف لینے آئے ہیں۔
''بند کرو یہ تماشہ۔'' وہ چلائی۔ ''ابھی میں زندہ ہوں جب مرجاؤں تو بے شک میرا جنازہ اٹھانے چلے آنا' چلے جاؤ تم لوگ......'' اور سب لوگ ناکام و نامراد ہوکر واپس چلے گئے اور چوتھے دن ہی وہ اس سنگدل دنیا سے رخصت ہوگئی۔
لوگوں نے اپنی ندامت چھپانے اور خفت مٹانے کے لیے کئی روز تک اسے اور اس کی بہادری اور بہادرانہ کارناموں کو اخباروں کی زینت بنایا پھر رفتہ رفتہ لوگ اسے بھول گئے۔
چند ماہ بعد زبردست زلزلہ آیا' شہر کے شہر نشانِ عبرت بن گئے اور لوگ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے مگر نیم کے شجر تلے بنی اس کی مٹی کی قبر پر آنچ تک نہ آئی۔ وہ خود کو بے گناہ ثابت نہ کرسکی تھی مگر زلزلہ نے ثابت کردیا اور کسی دل گرفتہ نے اسی کورے کاغذ کو بطور کتبہ اس کی قبر پر چپکا دیا جس پر لکھا گیا تھا۔

میں صابروں کے قبیلے سے ہوں مگر میرا ربّ
وہ محتسب ہے کہ سارے حساب رکھتا ہے

محرومی کا سفر

شازیہ فاروق

سرِ بام ہجر کا دیا بجھا تو خبر ہوئی
سرِ شام کوئی جدا ہوا تو خبر ہوئی
مرے قصہ گو نے کہاں کہاں سے بڑھائی بات
مجھے داستاں کا سِرا ملا تو خبر ہوئی

''تم ابھی تک یہیں ہو گئی نہیں؟'' مسز مہروز نے ایک تیکھی نظر سکینہ پر ڈالی تو وہ ندامت سے سر جھکا گئی۔
''مجھے اس وقت جانے دیں' میری بچی کی......''
''بس کرو سکینہ' کام کرنا ہے تو کرو ورنہ دروازہ کھلا ہے۔'' انتہائی حقارت سے بات ختم کرکے وہ کچن سے نکل گئی تھیں۔ سکینہ نے آنسو پونچھے اور واشنگ مشین کی طرف آ گئی' ابھی کافی کپڑے پڑے تھے جو دھلنے باقی تھے۔
سکینہ کی شادی چند سال پہلے عامر سے ہوئی تھی' عامر پیشے کے اعتبار سے مزدور تھا' مستری کے ساتھ دن بھر کام کرتا شام کو مزدوری کے عوض ملنے والی قلیل رقم لے کر چلا آتا تھا لیکن ایک دن عجیب واقعہ ہوگیا لینٹرز بنا کر مستری اتر ہی رہا تھا کہ وہ لینٹر عامر پر آن گرا' اس حادثے میں اس کی ٹانگیں ختم ہوگئی تھیں۔ اس دوران سکینہ امید سے تھی' دو ماہ بعد ہی فرزانہ ان کی زندگی میں آ گئی۔ سکینہ نے چند ماہ کی فرزانہ کو عامر کے رحم و کرم پر چھوڑا اور خود کام کرنے کی غرض سے گھر کی دہلیز پار کی۔ ابھی فرزانہ چھ ماہ کی ہی تھی شام کو سکینہ کام کرکے گھر لوٹی تو معذور عامر اپنی پھول سی بچی کو چپ کرانے کے ہزار جتن کرچکا ہوتا۔ فرزانہ سکینہ کے آتے ہی خاموش ہوجاتی تب تھک ہار کر عامر اس سے کہتا۔
''اس ننھی پری کو کیا پتا دنیا میں انسان کو ایک دوزخ کا سامنا کرنا پڑتا ہے بعض لوگ بغیر ہاتھ پیر چلائے اتنا کماتے ہیں کہ آگ بھی لگادو تب بھی دھن پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کے برعکس چند لوگ اس دوزخ کو بھرنے کے لیے ایسے ایسے سخت کام کرتے ہیں کہ ان امیروں کی روح تک کانپ جائے۔'' باتیں کرتے اکثر عامر ماضی میں کھو جاتا' جہاں سارا دن گارا' سیمنٹ اور اینٹیں اٹھا اٹھا کر گرمی' چلچلاتی دھوپ میں آگ برساتے سورج کو رحم طلب نظروں سے دیکھتا تھا۔ اس دھوپ میں اس سورج کا کیا قصور تھا وہ تو امیر غریب سب کو دھوپ سے نوازتا تھا یہ الگ بات تھی کہ اس دھوپ میں امیر نظر ہی نہ آتے جبکہ غریب کسی نہ کسی کام میں پائے جاتے۔
''بس کرو جی' ہم خدا کے حضور شکر تو ادا کرسکتے ہیں نا۔'' اس کا لمبا لیکچر سن کر سکینہ تھوڑی سی بات پر قناعت کرتی تھی۔

......☆☆☆......

آج فرزانہ کو بخار تھا اور گلی محلوں سے گزرتے مزدوروں کے عالمی دن کے بارے میں اسے پتا چلا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ بی بی صاحبہ آج اسے چھٹی دے دیں

گی لیکن انہوں نے تو آج پہلے سے بھی زیادہ کام کا بوجھ اس کے کاندھوں پر لاد دیا تھا۔ ناچار وہ سارا دن کام کرتی رہی تھی۔

"فرزانہ کے منہ سے جھاگ نکل رہا ہے۔" گھر میں داخل ہوتے ہی سکینہ نے کپڑے کے جھولے میں لیٹی فرزانہ کو دیکھا اور چارپائی پر پڑے معذور وجود کو بھی جو آنکھوں پر بازو رکھے جیسے حقیقت سے آنکھیں پھیرنے کی ناکام کوشش کررہا تھا۔ سکینہ کی آواز پر بازو ہٹا کر ایک لمحہ اس کی طرف دیکھتا رہا تھا آنسو اس کی آنکھوں سے نجانے کب کے بہہ رہے تھے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں نے کچھ نہیں کیا' اپنے لاغر وجود کو گھسیٹ کر دروازے پر کتنی دیر پڑا رہا۔ سکو! غریبوں کے محلے میں دن کے اوقات میں مرد نہیں ہوا کرتے' میں گلا پھاڑ پھاڑ کر چیختا رہا' کوئی مدد کو نہ آیا۔" آنسوؤں میں ڈوبی عامر کی آواز بے بسی سے چُور تھی۔ اس کے بیٹھے گلے نے گواہی دی تھی کہ وہ کتنی جدوجہد کرچکا ہے اور اس حقیقت سے کون آنکھیں چرا سکتا تھا کہ ان کے محلے کے تقریباً سبھی مرد و خواتین روزی کے لیے صبح کو نکلتے تو دن ڈھلے' رات کو اور کوئی تو آدھی رات کو گھر واپس آتا تھا۔ سکینہ نے فرزانہ کو اپنی پھٹی پرانی چادر میں لپیٹا اور عامر کو گھر میں چھوڑ کر باہر چلی آئی تھی۔

......☆☆☆......

"دیکھیے بی بی! سو روپے فیس ہے ڈاکٹر صاحب کی اور آپ ایک سو بیس روپے دے کر کوئی احسان نہیں کررہیں کہ آپ کو پہلے اندر جانے دوں۔" سکینہ نے ہاتھ جوڑ کر فریاد کی تھی لیکن نمبر دینے والے کے کان پر جوں تک نہ رینگی تھی وہ باری کے حساب سے اس کو چیک اپ کا کہہ رہا تھا۔

"سکینہ بی بی...... سکینہ بی بی......" پرچیاں بانٹنے والے نے تقریباً دو گھنٹے بعد اس کا نام پکارا تھا' آنسو بہاتے وہ فرزانہ کو اٹھا کر سیدھی ہوئی تھی۔

"فر...... فر...... فرزانہ......" عجیب حالت ہوگئی تھی سکینہ کی' فرزانہ دم توڑ چکی تھی۔ وہ اس دنیا اور اس کے قوانین سے منہ موڑ کر چپ چاپ چلی گئی تھی۔ سکینہ پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔

"سکینہ بی بی...... سکینہ بی بی۔" نمبر بانٹنے والا بار بار اس کا نام لے رہا تھا اس کا نمبر آ گیا تھا۔

وہ آواز کو پس پشت ڈالے اسپتال سے باہر آ گئی تھی۔

......☆☆☆......

"ہمارے گھر کے نوکر ایک لحاظ سے مزدور ہی ہیں۔ وہ بھی ہم جیسے انسان ہیں دنیا کی اس بھیڑ میں اگر غریب کو الگ کردیا جائے تو امیر کی کوئی اوقات نہیں رہتی۔" مسز مہروز کسی جلسے میں بطور مہمان خصوصی مدعو تھیں۔ رات کی سیاہی میں ان کی آواز دور سے ہی سکینہ کو سنائی دے رہی تھی' ان کے خیالات ان کی سوچ ان کے عمل سے کتنی الگ تھی۔ ان کی باتیں کسی کھوکھلی دلیل کی طرح لگ رہی تھیں۔ سکینہ کے قدم آپ ہی آپ اس جلسہ گاہ کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"اپنے نوکروں کو انسان سمجھیں' ان کے حقوق پورے ادا کریں' ان پر کام کا زیادہ بوجھ نہ ڈالیں' ان کی مجبوریوں کو تماشہ نہ بنائیں۔"

"اس تماشے کے بارے میں بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" تقریب میں شامل تمام لوگ اس بلکتی ہوئی عورت کی طرف متوجہ ہوئے جو سست روی سے چلتی اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی اس کے ہاتھوں میں چند ماہ کی بچی تھی' جس کی سانسیں نجانے کب اس ننھی کلی کو خود ہی چھوڑ گئی تھیں۔ غریب بڑا ہو کر اکثر مرنے کی فریاد کرتا ہے لیکن وہ تو ابھی بچی تھی' دنیا کے تقاضے اس پر لاگو نہ ہو کر بھی کسی بڑے انقلاب کی طرح اس کی زندگی چٹ کر گئے تھے۔ مسز مہروز کی رنگت پھیکی پڑ چکی تھی' کافی خواتین مسز مہروز کے گھر کام کرتے اسے دیکھ چکی تھیں۔ مسز مہروز مختلف این جی اوز سے تعلق رکھتی تھیں' ان شخصیات کا استقبال اکثر مسز مہروز کے گھر سکینہ ہی کرتی تھی' ایک نوکرانی ہو کر بھی اس کے انداز میں شگفتگی ہوتی تھی۔

"مجھے آپ ایک مزدور' مجبور' بے حس عورت کہیں گے تو ٹھیک لیکن آپ ان کے بارے میں کیا کہیں گے۔ میرا شوہر معذور ہے' ایکسیڈنٹ کے بعد جہاں ان کی ٹانگیں مفلوج کیں وہیں انہیں چارپائی کا سہارا لینا پڑا کہ آج تک اٹھنے کے قابل نہیں ہوئے۔ چند سال بعد یہ بچی میری گود میں آئی اور ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے میں ان کے گھر کام کرنے لگی۔" محفل میں تمام شرکاء جیسے اگلی بات کے منتظر تھے وہ بے تابی سے سکینہ کو دیکھنے لگے تھے جو آنسو بہا بہا کر عجیب سی لگ رہی تھی۔ کسی طور سے بھی وہ محفل کا حصہ بننے لائق نہیں لگ رہی تھی۔ چادر کے پلو سے آنسو پونچھتے وہ حاضرین محفل کی طرف دوبارہ متوجہ ہوئی تھی۔

"آج میں نے ان کی کتنی منتیں کیں' ان کے پاؤں پکڑ لیے کہ میری بچی کو بخار ہے لیکن انہوں نے ایک نہ سنی الٹا اتنا کام دیا کہ میں فارغ ہی نہ ہو پائی جب گھر پہنچی تو دیکھا میرا معذور شوہر مٹی میں اٹے کپڑوں کے ساتھ چارپائی پر لیٹا تھا فرزانہ کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا' ڈاکٹر کے قانون نے جو صرف ہم غریبوں پر لاگو ہوتا ہے فرزانہ کی رہی سہی تمام سانسیں کھینچ لیں۔ میں کسے الزام دوں؟" تمام لوگوں کی آنکھیں نم تھیں' مسز مہروز کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا ان کی لرزتی پلکیں اس بات کی گواہی دے رہی تھیں۔

"میں اپنی بچی کی موت کا ذمہ دار کسے ٹھہراؤں' اس کا باپ چوکھٹ کو تک رہا ہوگا' انتظار کی اذیت کسی بے بس و لاچار سے پوچھیں۔ میں کیا کہوں گی ان سے' میں ان کی واحد نشانی کو یوں لٹا آئی کہ اب واپسی کا راستہ مجھ سے طے نہیں ہو پارہا۔" سکینہ ڈھے سی گئی' مسز مہروز اپنی نشست سے اٹھیں' سکینہ کو سہارا دیا۔ انہیں واقعی احساس نہیں تھا کہ سکینہ اتنے بڑے کرب سے گزر رہی ہے' نوکری کے پہلے دن سکینہ نے سرسری بتایا تھا کہ اس کا شوہر معذور ہے' جس کے باعث وہ گھر کی چار دیواری عبور کرکے کام ڈھونڈ رہی ہے اس کے ہاتھ ذرا ڈھیلے پڑے تو ننھی فرزانہ اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی' مسز مہروز نے لپک کر فرزانہ کو تھام لیا' تمام لوگ کھڑے ہوگئے تھے۔

ادھر عامر بے بسی سے دروازے کو تکے جارہا تھا۔ گزرتا وقت اسے انجانے وسوسوں کا شکار کررہا تھا۔ وہ ایک پل کے لیے بھی دروازے سے نظریں ہٹا نہیں پارہا تھا۔ دل کی دھڑکن بار بار ابھر کر ڈوب سی جاتی' یکدم دروازہ کھلا اور ایک ہجوم سا اس کے گھر میں داخل ہوا تھا۔ اس نے دیکھا فرزانہ دم توڑ چکی تھی' وہ شکوہ کناں نظروں سے سکینہ کو دیکھنے لگا تھا جس کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے' وہ ندامت سے سر جھکائے روئے جارہی تھی۔

مسز مہروز سکینہ کی بچی کی زندگی تو نہیں لوٹا سکی تھیں لیکن انہوں نے عامر کے علاج کی ذمہ داری قبول کی تھی تاکہ کسی حد تک وہ اپنی غلطی کا ازالہ کرسکیں اور سکینہ کی اولاد سے محرومی کے دکھ کو کم کرسکیں جو اُن کی بدولت اس کے حصے میں آیا تھا۔

مسز مہروز کے آنگن میں کبھی کسی بچے کی ہنسی نہ گونجی تھی' قدرت نے انہیں بے اولاد رکھا تھا شاید اس لیے سکینہ کی تڑپ ان کے لیے کچھ معنی نہیں رکھتی تھی۔ جب احساس ہوا تھا کہ وہ کتنی بڑی غلطی' کتنا بڑا گناہ کرچکی ہیں تو انہوں نے چند ہی دنوں میں سکینہ اور عامر کو لندن بھجوا دیا تاکہ وہاں اس کے شوہر کا اچھے طریقے سے علاج ہوسکے۔

ان سے جو غلطی ہوئی تھی اس نے ان کی آنکھیں کھول دی تھیں وہ کسی اور کو محرومی کا سفر کیسے کرنے دیتیں جو ایک عرصے سے وہ کررہی تھیں' آخر محرومی کا سفر ان کے لیے نئی راہ بن گیا تھا۔

✿

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

عارفہ...... فیصل آباد

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ یسین ایک مرتبہ (نیت رکاوٹیں ختم ہوجائیں)

سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ (جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں)

صدقہ دیں (بکرا/مرغا)

سلطانہ ماجد......

جواب:۔ فجر کے بجائے تہجد کے وقت پڑھا کریں۔

ن ش ...... چیچہ وطنی

جواب:۔ بعد نماز فجر: ایک مرتبہ سورۃ یسین (نیت تمام رکاوٹیں ختم ہوجائیں)

سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف، (جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں)

بعد نماز عشاء:۔ ایک مرتبہ سورۃ عبس (پارہ 30) پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔

صدقہ بھی دیں (3 ماہ تک)

م۔ رقیب...... گجرات

جواب:۔ سورۃ عصر 21 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ رقیب کے سرہانے کھڑے ہوکر پڑھیں جب سوجائے پڑھتے وقت نیت دل میں ہو۔

رشتہ کے لیے ایک مرتبہ سورۃ یاسین، سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ صدقہ بھی دیں۔

نادیہ...... کراچی

جواب:۔ آپ استخارہ کریں، پھر کوئی فیصلہ کریں

سورۃ یسین اور سورۃ رحمن، روزانہ پڑھا کریں۔ اپنے لیے دعا کیا کریں۔

ت ف...... وھاڑی

جواب:۔ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورۃ فاتحہ 41 مرتبہ (41 دن) اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ (دونوں بہنیں کریں) صدقہ بھی دیں۔

فرزانہ کوثر...... منڈی بھائوالدین

جواب:۔ سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر درود شریف 11,11 مرتبہ بعد نماز عشا، دعا بھی کریں۔

احمد سرمہ استعمال کریں روزانہ رات کو۔ "یا نور" 11 مرتبہ ہر نماز کے بعد انگلیوں پر دم کرکے انگلیوں پر پھیرا کریں۔

نازیہ اقبال...... فیصل آباد

جواب:۔ سورۃ بقرہ ایک مرتبہ پانی پر دم کریں۔ تمام گھر والوں کو پانی پلائیں صبح وشام روزانہ (ہر ہفتہ یہ عمل دہرانا ہے)

سورۃ شمس، سورۃ عصر 11,11 مرتبہ اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز عشا روزانہ بلال کا تصور رکھ کر پڑھا کریں ٹھیک ہوجائے دم بھی کیا کریں (3 ماہ)

شاکرہ...... وھاڑی

جواب:۔ رشتہ کے لیے، بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ، درود شریف اول وآخر 11,11 مرتبہ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز عشا سورۃ عبس ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں صدقہ بھی دیں۔

روزگار کے لیے:

سورۃ قریش 111 مرتبہ درود شریف 11,11 مرتبہ اول وآخر بعد نماز عشاء۔

وظیفہ والدہ کریں نیت ہو کہ روزگار چلے برکت ہو۔

سدرہ...... کھاریاں

جواب:۔ سورۃ رحمن ایک مرتبہ سورہ عبس 3 مرتبہ۔ درود شریف 3,3 مرتبہ اول وآخر۔ پانی پر دم کرکے رکھ لیں، زیادہ سے زیادہ پلائیں (پڑھتے وقت نیت بھی ہو)

صالحہ الیاس...... لاہور

جواب:۔ رشتہ کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

صدقہ بھی دیں (بکرا/مرغا)

سورۃ فلق، سورۃ الناس 21,21 مرتبہ اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ پانی پر دم کرکے روزانہ صبح نہار منہ پلائیں 7 دن (بچی کو) غصہ اور چڑچڑا پن ختم ہوجائے گا۔

جویریہ اکرم...... لاہور

جواب:۔ یہی وظیفہ جاری رکھیں۔

فردوس...... کھاریاں

جواب:۔ بعد نماز مغرب سورۃ عبس 3 مرتبہ دم کریں پانی پر بھی خود بھی پئیں اور گھر کے تمام افراد کو بھی پلائیں روزانہ۔

بعد نماز عشا سورۃ قریش 111 مرتبہ اول آخر 11,11 مرتبہ درود شریف روزگار کے لیے۔ دعا بھی کریں۔

ش...... سمندری

جواب:۔ وظیفہ جاری رکھیں مجبوری میں اگر ناغہ ہوجائے تو کوئی حرج نہیں۔

جواب 2:۔ میڈیکل رپورٹ لیں۔

بظاہر ہوائی اثرات ہیں، علاج کروائیں۔

سلمیٰ بلقیس...... لاہور

جواب:۔ رشتے کے لیے، بعد نماز فجر سورۃ یسین ایک مرتبہ (رکاوٹوں کا تصور ہو کہ ختم ہورہی ہیں)

سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ درود شریف اول وآخر 11,11 مرتبہ۔

(جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں جہاں بہتر ہو)

والدین کے لیے بھی دعا کریں۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے جولائی ۲۰۱۴ء

نام............ والدہ کا نام............ گھر کا مکمل پتا............

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں..............

biazdill@aanchal.com.pk

بیاض دل

میمونہ رومان

نازیہ کنول نازی......ہارون آباد

اک دیا ایسا بجھا ہے مجھ میں
نوحِ گر اب کہ ہوا ہے مجھ میں
عکس در عکس بکھرنا ہے مجھے
جانے کیا ٹوٹ گیا ہے مجھ میں

امبر گل......چھنڈو سندھ

ستم کی رسمیں بہت تھیں لیکن نہ تھی تری انجمن سے پہلے
سزا' خطائے نظر سے پہلے' عتاب جرمِ سخن سے پہلے
ادھر تقاضے ہیں مصلحت کے' اُدھر تقاضائے دردِ دل ہے
زباں سنبھالیں کہ دل سنبھالیں اسیر ذکرِ وطن سے پہلے

آنسہ شبیر......ڈوگہ گجرات

سیکھ موجوں سے الجھ کر جینے کا شعور
صرف ساحل سے لپٹ جانا زندگی نہیں ہوتی

فراز احمد غلام محی الدین......ہارون آباد

اندھیری راتوں کو سنسان راستوں پر
وہ ایک چاند سا چہرہ بہت یاد آیا ہے

مسز نگہت غفار......کراچی

زباں ملے تو ہم سنائیں جو ہم پہ بیتی ہے
قلم ملے تو حقیقت کی داستاں لکھیں
کوئی شجر ہو کہ سائے میں بیٹھ کر جس کی
دھوپ میں تھیں جو ساری تمازتیں لکھیں

سمیرا راجہ......باغ آزاد کشمیر

محبت گولیوں سے بو رہے ہو
وطن کا چہرہ خون سے دھو رہے ہیں
یقیں تم کو کہ رستہ کٹ رہا ہے
گماں مجھ کو کہ منزل کھو رہے ہو

غازیہ بتول غازی......ڈہلہ چٹھہ

اتنا انمول تو نہیں تھا میرا چین وسکوں محسن
لوٹ کر لے گئے وہ کسی انمول خزانے کی طرح

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

وہ چاہتا تھا کہ کاسہ خرید لے میرا
میں اس کے تاج کی قیمت لگا کے آیا تھا

شفاعت بتول نین تارا......جام پور

تیرے سجدے تجھے کہیں کافر نہ کردیں اے اقبال
تُو جھکتا کہیں اور ہے سوچتا کہیں اور ہے

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

ہم اس کو پاتے ہوئے خود کو کھونے لگتے ہیں
بہت سے واقعے اک ساتھ ہونے لگتے ہیں
ہم اپنے عشق میں شاید ابھی ادھورے ہیں
بلا جواز پریشان ہونے لگتے ہیں

فیاض اسحاق مہانہ......سلانوالی

کبھی اقرار کر گیا کبھی انکار کر گیا
ہر بار اک نئے عذاب سے دوچار کر گیا
رستہ بدل بدل کر بھی دیکھا مگر وہ شخص
دل میں اتر کر ساری حدیں پار کر گیا

سمیرا غزل صدیقی......کراچی

لفظ' لہجہ' لمس' لمحے سب اسی سے مشکبار
ایک خوشبو ہے مرے احساس پر چھائی ہوئی

فرزانہ محمد دین گڑیا......چک کھاتاں

جس نگر بھی جاؤ قصے ہیں کمبخت دل کے
کوئی لے کر رو رہا ہے کوئی دے کر رو رہا ہے

نورین لطیف......ٹوبہ ٹیک سنگھ

زندگی یوں تیرے ہجر میں کاٹی میں نے
جیسے پردیس میں تہوار گزرتے ہیں

حرا رمضان......اختر آباد

اداس رات' ادھورا چاند اور تنہا دل میرا حرا
کچھ بھی تو مکمل نہیں اک تیرے وجود کے سوا

کوثر رؤف......ہری پور

ہمارا تم سے تعلق' مثالِ شمس و قمر ہے
کہ رابطہ بھی مسلسل' فاصلہ بھی مسلسل ہے

سیدہ حیا عباس......تلہ گنگ

میں روز یونہی ہوا پر لکھ کے اس کی جانب یہ بھیجتا ہوں
کہ اچھے موسم اگر پہاڑوں پہ مسکرائیں تو لوٹ آنا
اگر اندھیروں میں چھوڑ کر تم کو بھول جائیں تمہارے ساتھی
اور اپنی خاطر ہی اپنے اپنے دیئے جلائیں تو لوٹ آنا

عائشہ پرویز......کراچی

ماں بھی کیا خوب ہستی بنائی ہے میرے ربّ نے
دیدار جس کا سبھی دکھ پریشانیاں کردیتا ہے ختم خود بخود

صدف مختار......بوسال مصور

مجھے ایسا لطف عطا کیا جو نہ ہجر تھا نہ وصال تھا
میرے موسموں کے مزاج داں تجھے میرا کتنا خیال تھا
کہیں موسموں کے سراب میں' کہیں بام و در کے عذاب میں
وہاں میں نے عمر گزار دی' جہاں سانس لینا محال تھا

نادیہ عباس دیا قریشی......موسیٰ خیل

قرب کے نہ وفا کے ہوتے ہیں
سارے جھگڑے انا کے ہوتے ہیں
بات نیت کی صرف ہے ورنہ
وقت سارے دعا کے ہوتے ہیں

پارس شاہ......چکوال

اپنے ہاتھوں کو بھی اندازِ مسیحائی دے
اس طرح چھو کہ مجھے درد سے رہائی دے
وہ میرے پاس نہ آئے تو کوئی بات نہیں
کسی کے ساتھ سہی وہ مجھے دکھائی دے

ارم غزل جنت......منڈی بہاؤالدین

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

صدف سلیمان......شورکوٹ

اٹھا کر ایڑھیاں چلنے سے قد نہیں بڑھتا
میرے رقیب سے کہہ دو اپنی اوقات میں رہے

رمشاء عظمت......بوسال مصور

زندگی مجھ سا منافق بھی کیا کوئی ہوگا
تیرا شکار ہوں اور تیرا ہی مارا ہوا ہوں
سامنے پھر مرے اپنے ہیں سو میں جانتا ہوں
جیت بھی جاؤں تو یہ جنگ ہارا ہوا ہوں

عائشہ حسین......گوجرانوالہ

سرِ طاقِ جاں' نہ چراغ ہے' پسِ بام شب نہ سحر کوئی
عجب ایک عرصۂ درد ہے نہ گماں ہے نہ خبر کوئی
نہیں اب تو کوئی ملال بھی کسی واپسی کا خیال بھی
غمِ بے بسی نے مٹا دیا میرے دل میں تھا بھی اگر کوئی

حمزہ حیدر......کوٹ قیصرانی

کوئی تعویز ایسا دو کہ میں چالاک ہو جاؤں
بہت نقصان دیتی ہے مجھے یہ سادگی میری

طیبہ......اٹک

بھول گئے چاہنے والو......!
کیا یاد اتنی مہنگی ہوگئی؟

مدیحہ نورین مہک......برنالی

مٹی کی مورتوں کا ہے میلہ لگا ہوا
آنکھیں تلاش کرتی ہیں انساں کبھی کبھی

ارم کمال......فیصل آباد

آنکھوں میں آنسوؤں کی حناسی ہے ان دنوں
دل کو بھی شوق درد شناسی ہے ان دنوں
گر ہو سکے تو آ کہ میری جان تیرے بغیر
ماحول میں شدید اداسی ہے ان دنوں

رخسانہ اسمعیل......تونسہ شریف

اک علم ہے بت بننے کا' اک علم ہے حق پر مٹنے کا
اس علم کی سب دیتے ہیں سند اس علم میں ماہر کون کرے؟
غوطے تو لگائے زم زم میں پر غرق ہیں حب دنیا میں
پانی نے بدن کو پاک کیا اب جان کو طاہر کون کرے؟

صوبیہ شہزادی......سرسالہ

مکتب عشق کا دستور نرالا ہے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

منگولین گوشت

اجزاء:

بکرے کا گوشت	1/2 کلو
پسی ہوئی ادرک	ایک کھانے کا چمچہ
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچہ
سویا ساس	2 کھانے کے چمچے
سفید سرکہ	2 کھانے کے چمچے
نمک	حسب ذائقہ
تیل	تلنے کے لئے
لیموں، لال مرچ، ہری پیاز	سجانے کے لئے باریک کٹی ہوئی

ساس کے اجزاء:

پیاز باریک کٹی ہوئی	ایک عدد
ادرک باریک کٹی ہوئی	ایک انچ کا ٹکڑا
لہسن باریک کٹا ہوا	5 جوے
اویسٹر ساس	2 کھانے کے چمچے
سویا ساس	2 کھانے کے چمچے
ڈارک سویا ساس	ایک کھانے کا چمچ
پسی ہوئی سفید مرچ	4 چائے کے چمچ
براؤن چینی	ایک چائے کا چمچہ
گاجر باریک کٹی ہوئی	ایک عدد
شملہ مرچ باریک کٹی ہوئی	ایک عدد
نمک	حسب ذائقہ
تیل	2 کھانے کے چمچے

ترکیب:

پیالے میں علاوہ تیل کے گوشت کے سارے اجزاء ملا کر 1/2 گھنٹے کے لئے رکھ دیں فرائنگ پین میں تیل گرم کریں اور گوشت بھون کر اتار لیں۔ دیگچی میں تیل گرم کر کے پیاز، ادرک اور لہسن سنہری کر لیں اس میں اویسٹر ساس، سویا ساس، ڈارک سویا ساس، سفید مرچ اور نمک ملا کر ساس گاڑھا ہونے تک پکائیں اس میں گوشت اور براؤن چینی ڈال کر 5 منٹ تک پکائیں پھر اس میں شملہ مرچ اور گاجر ملا کر ڈش میں نکال لیں اسے ہری پیاز، لیموں اور لال مرچ سے سجا کر پیش کریں۔

نمرہ نعیم......کراچی

ریشہ کباب

اجزاء:

کٹی ہوئی لال مرچ	ایک ٹی سپون
گرم مصالحہ	ایک ٹی اسپون
کریم یا دہی	دو سے تین سپون
انڈے	2 عدد
میدہ	1/2 کپ
بریڈ کرمبز	1/2 کپ
بیف بون لیس	1/2 کلو
ابلے آلو	تین سے چار عدد
پیاز	1/2 کپ
ہرا دھنیا، ہری مرچ	حسب ضرورت
بھنا ہوا کٹا زیرہ	ہاف ٹی اسپون
بھنا ہوا کٹا دھنیا	ڈیڑھ ٹی سپون

ترکیب:

گوشت میں نمک ڈال کر اچھی طرح گلا لیں اور ریشے الگ کر لیں۔ ایک باؤل میں آلوؤں کو میش کر لیں، ساتھ ہی باریک کٹی پیاز، ہرا دھنیا، ہری مرچ، کٹا زیرہ، کٹا دھنیا، لال مرچ، گرم مصالحہ اور دہی یا کریم ڈال کر مکس کریں اور ساتھ ریشہ کیا ہوا گوشت بھی ملا دیں۔ خوب مکس کر کے کباب بنا لیں۔ پہلے میدے میں ڈپ کریں اس کے بعد انڈے میں اور بعد میں بریڈ کرمبز لگا کر ڈیپ فرائی کر لیں۔

طلعت نظامی......کراچی

فرائیڈ مصالحہ مٹن

اجزاء:

مٹن	آدھا کلو
کچری پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
لیموں کا رس	ایک کھانے کا چمچہ
نمک	ایک چٹکی

بیٹر کے لئے:

ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
گرم مصالحہ	چوتھائی چائے کا چمچہ
سرکہ	1/3 کپ
چنے یا بیسن کا آٹا	100 گرام
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچ
اورنج فوڈ کلر	ایک قطرہ
پانی	120 ملی لیٹر
چاٹ مصالحہ	ایک چائے کا چمچ

سلاد کے لئے:

کھیرا	1 چھوٹا پیس
ٹماٹر	2 عدد درمیانے
لال پیاز	1/2 درمیانی

ترکیب:

گوشت میں سرکہ، نمک اور کچری پاؤڈر لگا کر کچھ گھنٹوں تک چھوڑ دیں۔ اب سرکہ سے نکال کر صاف کر لیں۔

بیٹر کے لئے:

تمام اجزاء کو اچھی طرح مکس کریں۔ اب اس میں گوشت شامل کر کے گرم تیل میں کرسپی ہونے تک فرائی کر لیں۔ سلاد کے تمام اجزا کو چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔ اوپر سے ڈریسنگ کر کے فرائیڈ مٹن کے ساتھ سرو کریں۔

نزہت جبین ضیاء......کراچی

ایرانی بریانی

اجزاء:

چکن	ایک کلو
چاول	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
ادرک لہسن پسا ہوا	دو کھانے کے چمچے
پیاز	3 عدد درمیانی
بادام پستے	آدھی پیالی
کشمش	آدھی پیالی
زعفران	آدھا چائے کا چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی	ایک چائے کا چمچہ
سیاہ زیرہ	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی	ایک چائے کا چمچ
سیاہ زیرہ	ایک چائے کا چمچ
ثابت گرم مصالحہ	ایک کھانے کا چمچہ
ہری مرچیں	چار سے چھ عدد
لیموں کا رس	چار 6 کھانے کے چمچ
دودھ	آدھی پیالی
بناسپتی گھی	آدھی پیالی

ترکیب:

چکن کو دھو کر رکھ لیں، بادام پستے کو گرم پانی میں بھگو کر چھیل لیں اور پیاز کو باریک کاٹ کر رکھ لیں۔

پین میں ڈال کر اس میں الائچی اور بادام پستے ڈال کر دو سے تین منٹ فرائی کریں، پھر اس میں پیاز ڈال کر سنہری فرائی کریں۔ پیاز سنہری ہونے پر آجائے تو سیاہ زیرہ ڈال کر تمام چیزوں کو پین سے نکال لیں۔ ٹھنڈی ہونے پر آدھی چیزوں کو پیس لیں۔ اس میں پسی ہوئی پیاز کا مکسچر، نمک، لال مرچ، کالی مرچ اور لیموں کا رس ڈال کر ہلکی آنچ پر ڈھک دیں۔ علیحدہ پین میں چاولوں کے لئے پانی اُبالیں اور اس میں نمک، ہری مرچیں اور کشمش ڈال دیں (چاولوں کو بیس منٹ پہلے بھگو کر رکھیں) پانی میں ابال آنے پر چاولوں کو ڈالیں اور ایک کنی ابال کر چھان لیں۔ ان چاولوں کو چکن کے مصالحے پر ڈالیں اور تلی ہوئی پیاز اور بادام پستے ڈال دیں دودھ میں زعفران اور ایک کھانے

کا چمچہ بناسپتی گھی ملا کر چاولوں کے اوپر ڈال دیں۔ ڈھک کر ہلکی آنچ پر دس سے بارہ منٹ کے لئے دم پر رکھ دیں۔

سدرہ عظیم......خانیوال

ٹماٹو پلاؤ

سیلا چاول	600 گرام
انڈے	چار عدد
مکھن	4/3 عدد
ہینگ	ایک دانہ
رائی	دو چائے کے چمچ
کری پتہ	دس سے بارہ عدد
ثابت لال مرچ	چھ سے آٹھ عدد
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
ٹماٹر پیوری	دو سے تین کھانے کے چمچ
چکن اسٹاک	4/3 کپ
نمک	حسب ذوق
ٹماٹر کیوبز	دو کپ
ہری مرچیں	پانچ سے چھ عدد

ترکیب:۔

مکھن گرم کر کے اس میں ثابت لال مرچ، ہینگ، رائی اور زیرہ ڈال کر مکس کر لیں۔ ساتھ ہی کری پتہ شامل کریں۔ پھر اس میں ٹماٹو پیوری، نمک اور چکن اسٹاک ڈال دیں۔ اب اس میں چاول شامل کر لیں۔ اچھی طرح مکس ہو جائے تو اس میں باریک کٹے ٹماٹر اور ہری مرچیں ڈال کر دم پر رکھیں۔ فرنچ فرائز اور ابلے انڈوں کے ساتھ سرو کریں۔

لائبہ مرتضیٰ......حافظ آباد

شاہی زردہ

اجزاء:۔

چاول	آدھا کلو
چینی	دو کپ
الائچی	پندرہ عدد
لونگ	دس عدد
مربع	ایک کپ
ناریل	ایک چوتھائی کپ
کشمش	ایک چوتھائی کپ
چھوارے	دس عدد
بادام	ایک چوتھائی کپ
کھویا	ایک پاؤ
دودھ	آدھا کپ
گھی	ایک کپ

ترکیب:۔

چاولوں کو بھگو کر ابال لیں ساتھ ہی تین الائچی، تین لونگ اور پیلا رنگ شامل کریں ایک کنی کچے رہ جائیں تو چھان لیں۔ اب چاولوں پر چینی ڈال کر مکس کر لیں۔ گھی میں باقی لونگ، الائچی ڈال کر اس میں تمام چیزیں ڈال کر مکس کر کے دودھ ڈالیں۔ دس منٹ دم دے کر پیش کریں۔

فائزہ رباب......رحیم یار خان

دہی پیڑا کباب

اجزاء:۔

چنے کی دال بھیگی ہوئی	2 پیالی
ادرک چوپ کی ہوئی	ایک کھانے کا چمچہ
ہری مرچیں چوپ کی ہوئی	4 عدد
پیاز چوپ کی ہوئی	2 کھانے کے چمچے
سوکھی گول لال مرچیں	5 عدد
دار چینی	ایک ٹکڑا
بڑی الائچی	ایک عدد
پسا ہوا گرم مصالحہ	2 چائے کے چمچے
ہرا دھنیا	2 کھانے کے چمچے
پانی	ایک پیالی
نمک	حسب ذوق

دہی پیڑے کے اجزاء:۔

دہی	500 گرام
ہری مرچیں	چوپ کی ہوئی 3 عدد
پودینہ چوپ کیا ہوا	2 کھانے کے چمچے
لیموں کا رس	2 چائے کے چمچے
انڈہ	ایک عدد
نمک	2 چائے کا چمچہ
تیل	تلنے کے لئے

ترکیب:۔

چنے کی دال میں لال مرچیں، دار چینی، بڑی الائچی، گرم مصالحہ، ادرک، پانی اور نمک ملا کر دال گلنے تک پکائیں۔ اسے چوپر میں یکجان کر کے پیالے میں نکالیں۔ اس میں ہرا دھنیا، پودینہ، ہری مرچ اور پیاز ملا لیں۔ دہی کو ململ کے کپڑے میں باندھ کر لٹکا دیں۔ جب سارا پانی نکل جائے تو پیالے میں ڈالیں اور انڈے کے علاوہ پیڑے کے اجزا ملا کر چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا لیں۔ دال کا تھوڑا سا آمیزہ ہتھیلی پر پھیلائیں اور دہی کا پیڑا رکھ کر لپیٹ لیں۔ اس عمل کو دہراتے ہوئے سارے آمیزے کے کباب بنا کر انڈے میں لپیٹ لیں۔ فرائنگ پین میں تیل گرم کریں اور کباب سنہری تل کر نکال لیں۔

اریبہ کنول......چنیوٹ

گوشت کے لبنانی پکوڑے

اجزاء:۔

بکرے کا قیمہ	آدھا کلو
آلو	2 عدد
ہرا دھنیا	4/1 پیالی
ہری مرچیں	6 عدد
انڈہ	ایک عدد
پسا ہوا لہسن ادرک	ایک کھانے کا چمچہ
پسا ہوا سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	تلنے کے لئے
سلاد پتے	سجانے کے لئے

ترکیب:۔

آلوؤں کو ابال کر چھیلیں اور بھرتہ بنالیں۔ چوپر میں قیمہ، ہرا دھنیا، ہری مرچیں، زیرہ، لہسن ادرک، انڈہ اور نمک یکجان کر کے بھرتے میں ملا لیں۔ کڑاہی میں تیل گرم کریں۔ اس آمیزے کے پکوڑے تل کر نکال لیں۔ سرونگ ڈش کو سلاد کے پتوں سے سجائیں۔ اس پر پکوڑے رکھ کر پیش کریں۔

مسز حیدر......فیصل آباد

میمنی پلاؤ

اجزاء:۔

بیف بون لیس	750 گرام
الو	آدھا کلو
کٹی ہری مرچ	دو کھانے کے چمچے
کری پتہ	پندرہ سے بیس عدد
ہرا دھنیا	دو کھانے کے چمچے
دہی	آدھا کپ
تلی پیاز	ایک کپ
تیل	4/3 کپ
ادرک لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچہ
چاول	750 گرام
زیرہ	ایک چائے کا چمچہ
کالی مرچ	چھ سے آٹھ عدد
لونگ	چھ سے آٹھ عدد
بڑی الائچی دانہ	آدھا چائے کا چمچہ
ہری الائچی	چار سے پانچ عدد
دار چینی	دو سے تین اسٹکس
تیز پتہ	ایک عدد
نمک	حسب ذوق

پوٹلی کے لئے:۔

سونف	دو کھانے کے چمچ
ثابت دھنیا	دو کھانے کے چمچ
بادیان کے پھول	دو سے تین عدد

ترکیب:۔

ایک پین میں تیل گرم کر کے پیاز کو فرائی کر لیں۔

جب فرائی ہوجائے تو تین چوتھائی نکال لیں۔ پھر اس میں ثابت گرم مصالحہ، زیرہ، ادرک لہسن کا پیسٹ، پوٹلی اور آلو ڈال دیں۔ اب گوشت شامل کرکے چھ سے آٹھ منٹ پکائیں۔ ساتھ ہی دو کپ پانی، کری پتہ اور ہری مرچ ڈال کر پکنے دیں، اتنا کہ گوشت گل جائے۔ اس کے بعد پوٹلی نکال لیں۔ پھر اس میں چاول اور پانی شامل کرکے پکائیں۔ جب پانی خشک ہوجائے تو پین کو گرم توے پر رکھیں اور دم پر چھوڑ دیں۔ ہرا دھنیا، رائتہ اور سلاد کے ساتھ سرو کریں۔

جویریہ ضیاء..... ملیر کراچی

فروٹ کاک ٹیل

اشیاء:

اشیاء	مقدار
پائن ایپل	آدھی پیالی
اورنج جوس	آدھی پیالی
ادرک	آدھا انچ کا ٹکڑا
لیمن جوس	آدھائی اسپون

ترکیب:

جوسر میں تمام اشیاء اور برف ڈال کر بلینڈ کرلیں اور گلاس میں انڈیل کر پودینہ کی پتیاں سجادیں۔ ٹھنڈے ٹھنڈے مشروب سے اپنا دل و دماغ ٹھنڈا کیجیے۔

(ہالہ سلیم..... کراچی)

گلاب جامن

اشیاء:

اشیاء	مقدار
میدہ	25 گرام
چینی	ایک کلو
کھویا	250 گرام
انڈے	دو عدد
پنیر	100 گرام
نشاستہ	100 گرام
تیل	300 گرام
بیکنگ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچہ

ترکیب:

سب سے پہلے ایک برتن میں چینی اور پانی ڈالیں اور چولہے پر رکھ کر شیرہ تیار کریں پھر اسے نیچے اتار کر ٹھنڈا کرلیں۔ اب ایک باؤل میں میدہ، انڈے، کھویا، پنیر، بیکنگ پاؤڈر اور نشاستہ ڈال کر تمام چیزوں کو اچھی طرح مکس کریں۔ پھر اس کی چھوٹی چھوٹی گولیاں بنالیں۔ اس کے بعد ایک برتن میں تیل گرم کرکے یہ گولیاں سرخ کرلیں۔ پھر فوراً چھلنی سے نکال کر پہلے سے تیار کردہ شیرے میں ڈال کر 20 منٹ تک چھوڑ دیں۔ باقی گلاب جامن شیرے سے نکال کر ایک پلیٹ میں سجالیں اور پھر مہمانوں کو پیش کیجیے۔

(مسز ندیم..... کراچی)

آسٹریلین کٹلس سوئیٹ

اشیاء:

اشیاء	مقدار
چاول (پسے ہوئے)	ایک کپ
چینی (پسی ہوئی)	ایک پاؤ
سوجی	ایک کپ
میدہ	تین کھانے کے چمچ
دودھ	ڈیڑھ کپ
انڈہ	ایک عدد
کھوپرا (پسا ہوا)	ایک کپ
کیوڑا	ایک ٹی اسپون
تیل (تلنے کے لئے)	دو کپ

ترکیب:

سب سے پہلے چاول، سوجی اور میدہ کو ایک برتن میں مکس کریں پھر اس میں ایک انڈہ ملائیں۔ چینی کیوڑا بھی ملائیں اور دودھ سے گوندلیں۔ اس طرح گوندھیں کہ وہ گوند کی مانند ہوجائے۔ آخر میں اس میں کھوپرا ملائیں اور 30 منٹ کے لئے فریج میں ٹھنڈا کریں پھر اسے کوکنگ آئل میں ڈیپ فرائی کریں۔ چھوٹے چھوٹے براؤن کٹلس تیار ہیں خود بھی کھائیں اور دوسروں کو بھی پیش کریں۔ شام کی چائے کے ہمراہ بہتر ہے۔

(صوفیہ ملک..... بہاولنگر)

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

گھریلو ماسک

آج کل گھریلو ماسک تیار کرنے کا رجحان فروغ پارہا ہے، گھر میں بنائے جانے والے ماسک میں ایک فائدہ ضرور ہے وہ یہ کہ آپ کو اپنی جلد کے تقاضوں کے مطابق اس میں لچک رکھنے میں آسانی ہوسکتی ہے۔ گھریلو ماسک استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو اپنی جلد کی نوعیت سے بخوبی آگاہی ہو۔ بہت سے ماسک پھلوں، سبزیوں، انڈوں، دودھ اور وٹامن سے بھی تیار کیے جاتے ہیں۔

اسٹرابیری ماسک

نرم اور چمک دار جلد کے لیے یہ بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ مٹھی بھر تازہ پکی ہوئی اسٹرابیری لیں، ایک کپ میں ڈال کر انہیں اچھی طرح گاڑھا کرلیں پھر اسے چہرے اور گردن پر مل کر سوکھنے دیں، بعد میں اسے نیم گرم پانی سے صاف کرلیں اس سے جلد میں تازگی اور چستی پیدا ہوگی یہ ماسک بازار میں تیار صورت میں بھی دستیاب ہے۔

ککڑی کا ماسک

ککڑی میں سلفر اور سلیکون کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، شام کے وقت جلد میں پیدا ہونے والی تھکن اور پژمردگی کو دور کرنے کے سلسلے میں یہ بہت مفید ہے۔ ککڑی کے چند ٹکڑے لے کر دو چمچے پاؤڈر ملک اور ایک انڈے کے ساتھ اسے پھینٹیں۔ اسے چہرے اور گردن پر اچھی طرح ملیں، سوکھنے پر نیم گرم پانی سے دھولیں بعد میں چہرے اور گردن پر ٹھنڈا پانی ڈالیں اور سوکھنے دیں۔

آٹے کا ماسک

یہ ماسک نارمل یا چکنی جلد والوں کے لیے بہت زیادہ مفید ہے اس کے علاوہ خمیری ماسک خشک جلد والوں کے لیے مفید ہے۔ اس مرکب کو چہرے پر لگالیں، چہرے کے ساتھ اس کا استعمال گردن تک ہونا چاہیے اس کو خشک ہونے دیں اور پھر اسے گرم پانی سے دھولیں۔

کھیرے کا ماسک

کھیرے میں سلفر اور سلیکون بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے، اس ماسک کا استعمال دن بھر کی تھکن کے اثرات چہرے سے زائل کرنے کے لیے بہتر ہے۔ کھیرے کی قاشیں بلینڈر میں ڈال کر پیس لیں، دو چائے کے چمچے دودھ اور ایک انڈے کی سفیدی اچھی طرح اس میں ملالیں اور پھر اسے چہرے اور گردن پر بطور ماسک استعمال کریں، خشک ہونے کے بعد اسے گرم پانی سے دھولیں۔

خشک خوبانی کا ماسک

یہ ماسک تمام اقسام کی جلد کے لیے موثر ہے اس کی تیاری کے لیے دو خشک خوبانیاں لے کر تمام رات کے لیے پانی میں بھگودیں، اگلے دن اسے ہلکی آنچ پر پکائیں۔ جب اچھی طرح گل جائیں تو انہیں مسل لیں اور اس مرکب کو بطور ماسک چہرے پر استعمال کریں، دس منٹ بعد اسے پانی سے دھولیں۔

ٹماٹر کا ماسک

ٹماٹر کا گودا نکال لیں اور اچھی طرح کچل لیں پھر اس میں ایک چمچہ خالص شہد بھی شامل کرلیں، اسے چہرے پر پندرہ منٹ تک لگا رہنے دیں، پھر چہرہ دھوڈالیں، چہرے کی رنگت نکھر جائے گی۔

گاجر کا ماسک

گاجر کا پانی نکال لیں اور فریج میں رکھ دیں، جب ٹھنڈا ہوجائے تو روئی کی مدد سے چہرے پر لگائیں۔ یہ عمل دن میں تین مرتبہ کریں، رنگ گورا کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

شہد کا ماسک

یہ ماسک نرم جلد اور جھریوں کے لیے ہے، اس کے لیے شہد میں چند قطرے لیموں کا عرق اچھی طرح سے ملالیں اور بیس منٹ کے لیے چہرے پر لگا رہنے دیں پھر

Skin Tonic کی مدد سے روئی کے ساتھ صاف کردیں۔

حساس جلد کے لیے ماسک

ایک حصہ کولین اور ایک حصہ کیلا مائن لوشن میں عرق گلاب ملائیں اور صرف دس منٹ چہرے پر لگائیں' جلد خشک ہونے پر اتارلیں۔

خشک جلد کے لیے ماسک

ملتانی مٹی ہلدی اور تین قطرے زیتون کا تیل Skin Tonic کے چند قطرے ملا کر پندرہ منٹ تک چہرے پر لگا رہنے دیں یا بادام کو پیس کر دودھ میں ملا کر چہرے پر لگائیں' بیس منٹ بعد چہرہ دھوئیں۔

چھائیوں کے لیے ماسک

بادام' ہلدی' دودھ اور لیموں استعمال کریں' بادام پیس کر اس میں ہلدی اور دودھ ملا کر پیسٹ بنالیں اور چند قطرے لیموں کے ڈال دیں' یہ ماسک بہت مفید ہے۔

کیلوں کے لیے ماسک

لیموں کے رس کو نچوڑ کر شہد میں ملا کر چہرے پر ملیں' پندرہ منٹ بعد چہرہ دھولیں یا زیتون کے تیل میں بالائی کریم ملا کر دس منٹ مالش کریں یا پھر بادام پیس کر لیپ کریں' بہت مفید ماسک ہے۔

مولی کے بیجوں کا ماسک

حسب ضرورت مولی کے بیجوں کا پاؤڈر بنالیں اور پھر اس میں ہم وزن بیسن کی مقدار شامل کرلیں اور دودھ میں گھول کر چہرے پر لگائیں اس سے چہرے کے داغ دھبے دور ہوجائیں گے۔

اس کے علاوہ نیم گرم دودھ حسب ضرورت مقدار لے کر روئی کی مدد سے چہرے پر لگانے سے داغ دھبے ختم ہوجاتے ہیں۔

چہرے کی جھریاں دور کرنے کا ماسک

مٹی کی ایک کوری پیالی میں چمچہ بالائی اور دو تین بادام اچھی طرح دھو کر صاف کرنے کے بعد اس سے چہرے کی ہلکی پھلکی مالش کریں پھر روئی کو آہستہ آہستہ چہرے پر پھیریں اور پھر باقی مرہم لگا کر سو جائیں' صبح اٹھ کر بیسن سے منہ دھولیں۔

یا پھر بکری کا کچا دودھ لے کر اس میں آدھا لیموں نچوڑ لیں' دودھ پھٹ جائے گا' اس پھٹے ہوئے دودھ کو سوتے وقت اچھی طرح چہرے پر مل لیں' یہ چہرے کی جھریاں دور کرنے کا شرطیہ طریقہ ہے۔

بالوں کی حفاظت کے لیے

سکا کائی' ریٹھہ اور آملہ تینوں ہم وزن لیں اور باریک پیس لیں یا پاؤڈر سا بنالیں۔ اس پاؤڈر کو نہانے سے ایک گھنٹہ پہلے تھوڑے سے پانی میں ملا کر بقدر ضرورت ملا کر پیسٹ بنالیں اور صرف بالوں کی جڑوں پر لگائیں اور پھر دھولیں۔ اس سے آپ کے بال گرنا بند ہوجائیں گے اور سیاہ نرم وملائم اور گھنے ہوجائیں گے تقریباً ایک ماہ روزانہ استعمال کریں اور شیمپو ہرگز استعمال نہ کریں۔

انڈوں کے تیل کی مالش کرنے سے بال گرنا بند ہوجاتے ہیں۔ آزمائش شرط ہے۔

جن کے بال روکھے پھیکے اور بے جان ہوں وہ ایک انڈے میں ایک چمچ تیل اور ایک چمچ لیموں کا رس (لیمن جوس) ڈال کر مکسچر بنالیں اور بالوں پر لگائیں اور آدھے گھنٹے بعد دھولیں اس سے بال چمک دار نرم اور ملائم ہوجائیں گے اور روکھا پن دور ہوجائے گا۔

نہانے کے بعد بالوں کو کبھی نہ جھٹکیں ورنہ بال دو مونہہ ہوجاتے ہیں اور فوراً کنگھا بھی نہ کریں اور نہ رگڑیں اس وقت بال کمزور ہوتے ہیں ان کے ٹوٹنے کا خدشہ ہوتا ہے۔

(عائشہ سلیم......اورنگی کراچی)

غزل

بھٹکتی آرزوؤں کو یہیں زنجیر کرلیں گے
میان دل میں اک اندھا کنول تعمیر کرلیں گے
ہمیں کچھ بھی نہیں مطلوب الفت کے سوا لوگو
جہاں چاہت ملے گی "شہر دل" تعمیر کرلیں گے
ابھی تو دل کو لاحق ہیں بہت سے غم زمانے کے
کبھی فرصت ملی تو اس کو بھی تحریر کرلیں گے
زمانے میں سبھی کچھ تو آخر مل نہیں سکتا
سو اب اس کے بنا رہنے کی کچھ تدبیر کرلیں گے
اور اب ایسا ہے کہ صدیاں ہوئی بچھڑے ہوئے اس کو
کبھی ہم سوچتے تھے اس کو ہم تسخیر کرلیں گے

شاعرہ: نازیہ کنول نازی

خاموشی

ضبط جب انتہا پہ آجائے
دکھ سے ہونٹوں پر قفل پڑجائیں
آنکھیں ساکت ہوں
دل پریشاں ہو
ایسے عالم میں غم کے ماروں کی
خاموشی بھی شور کرتی ہے

سپاس گل......رحیم یار خان

دعائیں

کسی فقیر کی جھولی میں
جب میں نے ایک سکہ ڈالا
تب یہ جانا
کہ
اس مہنگائی کے
زمانے میں
دعائیں
آج بھی کتنی سستی ہیں

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

غزل

بشر پہ ظلم ڈھایا جارہا ہے
اسے کیوں کر ستایا جارہا ہے
وہ اپنے عہد کا منصور ہوگا
لہو میں جو ڈبایا جارہا ہے
حقیقت کو چھپایا جارہا ہے
نیا قصہ سنایا جارہا ہے
تلاشِ دائمی میں ہیں پنچھی
شجر پہ گھر بنایا جارہا ہے
تعصب کی کھڑی کرکے دیواریں
طرب کا گیت گایا جارہا ہے
ملا دکھ تو ہمیں احساس جاگا
ہمیں بھی آزمایا جارہا ہے
حسیں لفظوں کے دلکش پیرہن سے
حقیقت کو چھپایا جارہا ہے
مقدر ریت کا جب ہے بکھرنا
گھروندہ کیوں بنایا جارہا ہے
کہاں پاؤں میں تنہائی جہاں میں
میرے سنگ میرا سایا جارہا ہے
میرا مسکن جلایا جارہا ہے
تماشا اک لگایا جارہا ہے
ملے منزل کہر میں کیسے زینت
غبارِ راہ چھپایا جارہا ہے

زینت عبدالصمد......میرپور ساکرو

مجھے تم سے محبت ہے

مجھے محبت ہے ان تنہائیوں سے
جو تمہارے بعد میری ہمراز و غم خوار ہیں
ان آنسوؤں سے
جو تجھے نہ پاکر آنکھوں میں مچل مچل جاتے ہیں
ان وحشتوں سے
جو تیری جدائی نے میرا مقدر کردیں
ان دکھوں سے
جو تیری چاہت میں اٹھائے ہم نے
برستے ساون سے

جو میرے دکھ میں سنگ برستا ہے میرے
تیری یادوں سے
جو میرے لیے سرمایۂ حیات ہیں
اجاڑ موسم کے ان زرد لمحوں سے
جن میں ہم ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے
مجھے ان سب سے محبت ہے
کیونکہ
مجھے تم سے محبت ہے

شگفتہ خان...... بھلوال

غزل

ہر سو تھے خوشیوں کے ڈیرے ہر جانب خوشحالی تھی
بچپن دیکھنے والا تھا وہ چاہت دیکھنے والی تھی
میں تھا میری امیدیں تھیں خوابوں کی رکھوالی تھی
جانے ایک حقیقت تھی بادل کی خام خیالی تھی
میں تھا اس کا ساتھ تھا اور سب رستے گلشن گلشن تھے
خوشبو کی مالائیں پہنے باغ کی ڈالی ڈالی تھی
ٹھہرو سمجھ کو سوچنے دو اس روپ پہ کیا کیا جچتا تھا
اس کی ناک میں کیل تھی اچھی یا کہ سندر بالی تھی
ملنے کے ہم لوگ بہانے پھر بھی ڈھونڈ ہی لیتے تھے
کیسے پہرے سخت لگے تھے کیسی وہ رکھوالی تھی
شاید دل کی باتیں آنکھیں ٹھیک سے نہ کہہ پائی ہوں
کہہ ڈالی وہ بات بھی ہم نے جو نہ کہنے والی تھی
اس نے میرے دل میں سارے چاہت کے ارمان بھرے
ورنہ ہر احساس سے نیر دل کی دنیا خالی تھی

نیر رضا ولی...... لیاقت آباد

آنچل کے نام

فنِ ادب کا ماہتاب ہے تُو
نکھرا نکھرا ہوا گلاب ہے تُو
کیوں نہ میں حرف حرف تجھ کو پڑھوں
رنگ و بُو سے لکھا نصاب ہے تُو
ساری باتیں ہیں علم و دانش کی
علم کی چاندنی کا باب ہے تُو
جو کبھی بھی سمجھ نہیں آتا
زندگی کا وہی حساب ہے تُو
جو لکھتے ہیں رنگ خوں سے
ان کا منہ بولتا جواب ہے تُو
یہ بتاؤ کبھی اسے الفر
میرا ہی کیا سب کا انتخاب ہے تُو

الفر ہاشمی...... جھنگ صدر

غزل

مجھ کو اگر سمجھنا
تم گھر کو گھر سمجھنا
ہر بات کو ہماری
تم معتبر سمجھنا
دل جوڑنے لگا ہوں
میرا ہنر سمجھنا
یاروں کو تم ہماری
زادِ سفر سمجھنا
تاریک شب کو رانا
میری سحر سمجھنا

قدیر رانا...... راولپنڈی

غزل

اس کی آنکھوں میں محبت کا ستارہ ہوگا
اک دن آئے گا وہ شخص ہمارا ہوگا
تم جہاں میرے لیے سیپیاں چنتے ہوں گے
وہ کسی اور ہی دنیا کا کنارہ ہوگا
زندگی اب کے میرا نام نہ شامل کرنا
گر یہی طے ہے یہی کھیل دوبارہ ہوگا
جس کے ہونے سے میری سانس چلا کرتی تھی
کس طرح اس کے بغیر اپنا گزارا ہوگا
یہ جو پانی میں چلا آیا ہے سنہری سا غرور
اس نے دریا میں کہیں پاؤں اتارا ہوگا
کون روتا ہے یہاں رات کے سناٹوں میں
میرے جیسا ہی کوئی ہجر کا مارا ہوگا
مجھ کو معلوم ہے میں قدم رکھوں گی
زندگی تیرا کوئی اور ہی کنارہ ہوگا
جو میری روح میں بادل سے گرجتے ہیں صدف
اس نے سینے میں کوئی درد اتارا ہوگا

نسیم سکینہ صدف......

غزل

وہ میرا شہر چھوڑ جانے کی بات کرتا ہے
وہ مجھ پر برق گرانے کی بات کرتا ہے
صحرا میں کھڑے اس تنہا پیڑ کی مانند
جو گرتے پتوں سے ٹھہر جانے کی بات کرتا ہے
مت پوچھو کیا گزرتی ہے قید کے پرندے پر
جب کوئی اس سے اڑ جانے کی بات کرتا ہے
سوکھ کر گرنے لگتے ہیں اشجار کے پتے
جب موسم بہار جانے کی بات کرتا ہے
وہ چڑیا جو پنکھے کی زد میں گری ہے ابھی
چونچ میں اٹکا تنکا آشیاں کی بات کرتا ہے
کیسے یقیں ہے تجھے اس کی وفاؤں پر ریاض
کس زمانے میں تُو وفا نبھانے کی بات کرتا ہے

ریاض حسین شاہد...... قبولہ شریف

غزل

عشق رکھتا نہیں حساب اشکوں کا
حُسن نے جھیلا عذاب اشکوں کا
وقت رخصت نہ دیکھا جی بھر کے
ہائے خانہ خراب اشکوں کا
آج محفل جمی ہے یادوں کی
آج دیکھو شباب اشکوں کا
آنکھ رہی صحرا کی طرح خشک
اور دل میں سیلاب اشکوں کا
اس نے پوچھا سوال نفرت سے
ہم نے لکھا جواب اشکوں کا
ندیم محبت کا طالب علم ٹھہرا
پڑھ رہا ہے نصاب اشکوں کا

شفیق احمد ندیم...... کراچی

دستک

جب دل کے دروازے پر دستک سی ہوتی ہے
یادوں کی پھر رم جھم برستی ہے
آپ کی جانو......
ماضی کے لمبے سفر پر ہوتی ہے
کبھی ہنستی ہے تو کبھی روتی ہے
یادوں کی یہ قطاریں بڑھتی ہی جاتی ہیں
جب دل کے......
پلکیں لرزتی ہیں، دامن بھگوتی ہیں
سوچوں کے دریچوں میں اک ہلچل سی ہوتی ہے
لبوں پر تجھ سے ملنے کی دعائیں بکھرتی ہیں
جب دل کے......
دروازے پر دستک سی ہوتی ہے!

مسز نگہت غفار...... کراچی

تتلیوں کے رنگ

اکثر میں یہ سوچتی تھی کہ
تتلیوں کے رنگ اتنے خوب صورت کیوں لگتے ہیں؟
مگر میں یہ بھول بیٹھی تھی
کہ تتلیوں کے کچے رنگ
بالکل لڑکیوں کے ارمانوں کی طرح ہوتے ہیں
زور سے پکڑو گے تو اتر جائیں گے
اب تو صرف یہی بات ذہن میں ٹھہر گئی ہے کہ
خواب ٹوٹ جاتے ہیں
اپنے روٹھ جاتے ہیں
اور......
ارمانوں کے کچے رنگ بھی
زمانے کے گرم و سرد سے اتر جاتے ہیں
ایک سی ہی نازک مزاج ہیں یہ دونوں
بے چاری تتلیاں اور لڑکیاں!

مدیحہ کنول سرور......چشتیاں

مجھے تب بھی محبت تھی

مجھے تب بھی محبت تھی
مجھے اب بھی محبت ہے
تیرے قدموں کی آہٹ سے
تیری ہر مسکراہٹ سے
تیری باتوں کی خوشبو سے
تیری آنکھوں کے جادو سے
تیری دلکش اداؤں سے
تیری قاتل جفاؤں سے
مجھے تب بھی محبت تھی
مجھے اب بھی محبت ہے
تیری راہوں میں رکنے سے
تیری پلکوں کے جھکنے سے
تیری بے جا شکایت سے
تیری ہر ایک عادت سے
مجھے تب بھی محبت تھی
مجھے اب بھی محبت ہے

جویریہ خان......کراچی

غزل

یادوں کے بھونچال میں گم ہوں
گزرتے ہوئے ہر سال میں گم ہوں
کب سے بیٹھی دیکھ رہی ہوں
تیری سوچ خیال میں گم ہوں
تم بس اپنی بات بتاؤ
میں تو اپنے حال میں گم ہوں
دشمن کا ہر وار سہوں گی
دشمن کی ہر چال میں گم ہوں
ہے اس کی آواز کلھم جادو
میں اس کے سُر تال میں گم ہوں
اس کو مجھ سے پیار ہے فری
اب تک اس کی کال میں گم ہوں

فریدہ فری یوسف زئی......لاہور

نظم

جانا ہے اس نگر سے اب دور اے سہیلی
یہ قلب اس لیے ہے رنجور اے سہیلی
بابل کے فیصلے پر سر کو جھکالیا ہے
اک اجنبی کا ساتھ ہے منظور اے سہیلی
رم جھم کی وہ پھواریں سکھیوں کے ساتھ جھولے
ماضی بھلاؤں کیسے میں مجبور اے سہیلی
جب چاند سردیوں کا تنہا پھرے گا شب کو
مہکیں گے کچھ پرانے ناسور اے سہیلی
دو دل کی چاہتوں کا اک پل میں خون کرنا
دنیا کا ہے پرانا دستور اے سہیلی
یہ تیش ناگ کالے یا خوف کے ہیں سائے
سہمی ہوئی میں تنہا مجبور اے سہیلی
اس خوبرو کو دیکھا غم سے نڈھال راہی
جو شہر میں مشہور تھا مغرور اے سہیلی

برکت راہی......ڈگری سندھ

غزل

سلسلۂ یاد پھر چلا کیوں ہے
ہاتھ یہ دل پر آگیا کیوں ہے
چاند کیوں چل رہا ہے رک رک کر
رات بے وجہ غمزدہ کیوں ہے
نیند کیا پوری نہیں ہوئی سورج کی
ہر کرن اتنی خفا خفا کیوں ہے
پل رہی ہیں سسکیاں تبسم میں
غم خوشی میں چھپا ہوا کیوں ہے
بلبلو جاؤ جاکے اس سے پوچھو
وہ شجر دور چپ کھڑا کیوں ہے
سوچتا ہوں فرصتوں میں اکثر
آبلہ پاؤں میں پڑا کیوں ہے
پونچھ کر آنکھ کچھ بتا باقر
لوگ خوش ہیں تو رو رہا کیوں ہے

باقر حسین شاہ......سیالکوٹ

دکھ

مجھے اداس دیکھ کر
اس نے کہا
میرے ہوتے ہوئے
تمہیں کوئی دکھ نہیں دے سکتا
پھر ایسا ہی ہوا
کہ بعد میں جتنے بھی دکھ ملے
سب اسی نے دیئے

نوشین اقبال نوشی......گاؤں بدر مرجان

غزل

نہ دن گزریں نہ رات گزریں
شب و روز یونہی عذاب گزریں
فراق تیرا جو موت ٹھہری
تو کیوں نہ ہم پل صراط گزریں
گرا نہ کبھی آنگنِ دل میں گلاب
مدت ہوئیں بہاریں گزریں
دل کی شاہراہ ویران پڑی ہے
کبھی تو کوئی انسان گزریں
امید راہیں رو کے کھڑی ہے
تو کیسے ہم بے نشان گزریں
رواجِ دنیا تو ٹوٹیں نہ عکس
آؤ نہ ہم ہی جان سے گزریں

عکس ہاشمی......چونیاں

پیار

کچھ کہتے کہتے رہ جانا
اور رکتے رکتے کہہ جانا
یہ پیار تو ایسا ہوتا ہے
جو دل میں درد سموتا ہے
اب بھیگی بھیگی شاموں میں
اک چہرہ ہر پل آنکھوں میں
ہنستا بھی ہے رُوتا بھی ہے

دل میں درد ڈبوتا بھی ہے
پھر نظروں سے کھو جاتا ہے
اور خوابوں کو مہکاتا ہے
کہ اک احساس مٹانے کو
کہ دل میں درد بسانے کو
ہر دھڑکن میں ہر آنگن میں
کہ چھنکے ہاتھ کے کنگن میں
یہ رنگ نظر بس آتا ہے
ایسا اکثر ہو جاتا ہے
دل کا داغ انوکھا ہے
خانم یہ سب دھوکا ہے

فریدہ خانم......لاہور

غزل

آنکھوں کے لیے دھوپ سفر مانگ لیے ہیں
لگتا ہے کہ صحرا میں شجر مانگ لیے ہیں
کشتی کو خداؤں کے حوالے ہی کیا ہے
اب ہم نے سمندر سے بھنور مانگ لیے ہیں
سیلاب میں اینٹیں بھی کبھی بہہ تو گئی ہیں
بچوں نے مرے آج وہ گھر مانگ لیے ہیں
ہم بانجھ زمینوں کو بھی زرخیز کریں گے
کیوں ہم نے درختوں سے ثمر مانگ لیے
ہیں
ہم لوگ تو دانش ہیں تیرے شہر سخن میں
کم ظرف سے لوگوں نے ہنر مانگ لیے ہیں
گھر کیسے بھلا لوٹ کے جاؤں گا میں راشد
بچوں نے کھلونے بھی مگر مانگ لیے ہیں

راشد ترین......مظفر گڑھ

نظم

کبھی فرصت ملے تو
کبھی فرصت ملے تو
اُن لمحوں کو سوچنا
جن لمحوں میں ساتھ چلنے کی خواہش کی تھی......

کبھی فرصت ملے تو
اُن لہجوں کو سوچنا
جن لہجوں میں اخلاص کی باتیں کی تھی
کبھی فرصت ملے تو
اُن وعدوں کو سوچنا
جن وعدوں میں میرے ساتھ رہنے کی قسمیں کھائی تھی
کبھی فرصت ملے تو
اُس لڑکی کو سوچنا
جس نے اپنی زندگی کی ہر خوشی تم سے منسوب کی تھی
کبھی فرصت ملے تو
اُس پل کو سوچنا
جس پل تم نے اُسے تنہا چھوڑا تھا
کبھی فرصت ملے تو
اُس ماضی کو سوچنا
جس ماضی میں تم نے محبت چھوڑی تھی
کبھی فرصت ملے تو
اُس کھوئی محبت کو سوچنا
کبھی فرصت ملے تو
تنہائی میں سوچنا......
کہ کیا جیتا اور کیا کھویا تھا
کبھی فرصت ملے تو سوچنا.......
کبھی فرصت ملے تو سوچنا.......

مریم اکرم...... نامعلوم

غزل

خیال یار میں مجھ کو یونہی مدہوش رہنے دو
نہ پوچھو رات کا قصہ مجھے خاموش رہنے دو
میں جس کے کہے میں جس کی سب باتیں سمجھتا ہوں
مجھے اس کے لیے یونہی ہمہ تن گوش رہنے دو
سنایا وصل کا قصہ تو میرے یار یوں بولے
کہاں تم اور کہاں اس کی حسیں آغوش رہنے دو
مجھے معلوم ہے اس نے میرا ہونا نہیں لیکن
میری امید مت توڑو مجھے پُرجوش رہنے دو
محبت جرم ہے میرا مجھے اقرار ہے اس کا
وفا الزام ہے تو پھر میرے سر دوش رہنے دو
کتاب عشق سے ہم پر یہی عقد کھلا آ سی
پیے جو جام الفت کا اسے مہ نوش رہنے دو

قمر شہزادآ سی...... کراچی

غزل

اک لمس گل تر ہے صبا ہے مری جانم
پت جھڑ میں بھی گلشن کی فضا ہے مری جانم
معصوم سخن نرم سے ہونٹوں کا ہنر ہے
بلور سے ہاتھوں کی دعا ہے مری جانم
بکھری ہوئی زلفوں سے ٹپکتا ہے نشہ سا
ساون کی نزاکت ہے، گھٹا ہے مری جانم
ماتھے کی دمک پر تو نچھاور ہیں ستارے
تاریک سی راتوں میں دیا ہے مری جانم
دھڑکن کے ترنم میں ترانے ہیں اسی کے
کب مجھ سے مرے دل سے جدا ہے مری جانم
خورشید کی کرنوں نے سنایا ہے قصیدہ
مہتاب کی مسحور ضیا ہے مری جانم
دیوار پرستان پہ لکھا ہے ہوا نے
مہکے ہوئے پھولوں کی ادا ہے مری جانم
مسکان میں اک شرم کی بستی سی بسی ہے
آنکھوں سے یہ لگتا ہے حیا ہے مری جانم
جذبات میں صداقت کی ریاست کے مکیں ہیں
اخلاص کی دیوی ہے وفا ہے مری جانم
ہے مشق مسلسل کا ثمر شاخ وفا پر
ہاں میری ریاضت کا صلہ ہے مری تم
عباس کہوں اور میں کیا اس سے زیادہ
اک دست محبت پہ حنا ہے مری جانم

شاعر: حیدر عباس

حنا احمد رجوعہ...... چنیوٹ

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم دوستو! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟ نادیہ فاطمہ رضوی، زریدہ جاوید فری، فصیحہ آصف خان، ظل ہما، مسز نازیہ عابد، دھڑکن بلوچ، بشریٰ باجوہ، منزہ حیدر، مدیحہ نورین، امبر گل، طیبہ نذیر، فریحہ شبیر، صائمہ طاہرہ سوہرو، سمیرا شریف طور، اُم مریم، نوشین اقبال نوشی، آمنہ سعید، کائنات سعید، انعم خان، کنول خان، ایس انمول، آنسہ شبیر، سیدہ جیا عباس، ایس بتول شاہ، دلکش مریم، ساریہ چوہدری، شاہ زندگی، اُم ثمامہ، نازیہ کنول نازی، شمع مسکان، سدرہ شاہین، فرح طاہر، طیبہ شیریں، شیم ناز صدیقی، علمہ شمشاد حسین اور وہ تمام فرینڈز اور بہنیں جن کے نام لکھنے سے رہ گئے ہیں آپ سب کو ہمارا سلام خلوص پہنچے سویٹ علمہ شمشاد، ہم نے آپ کے پیغام کا جواب دیا تھا مگر وہ شائع نہ ہوسکا آپ ناراض مت ہوئیے آپ سب ہمارے لیے بہت محترم ہیں، اپنا بہت خیال رکھیے گا آپ سب کی صحت سلامتی اور خوشیوں کے لیے دائم دعا گو آپ کی اپنی۔

سباس گل...... رحیم یار خان

دل میں رہنے والوں کے نام

السلام علیکم! خواتین کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے آپ اللہ جی کے فضل وکرم سے بخیر ہوں گی، میرا پیغام اگر کوئی جی منی کاکی پڑھ رہی ہے تو یہ لو بچہ رومال...... ناک پونچھ لو۔ (چلو نہیں رکو جی) جن جن کی جون میں برتھ ڈے ہے سب لائن میں کھڑے ہو جاؤ (جن کی نہیں انسانوں کی بات کر رہی ہوں جی) شاباش اب آپ سب کو دل کی گہرائیوں سے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ ڈیئرسٹ عظمیٰ شاہین اللہ آپ کو قدم قدم پر کامیاب کرے آمین۔ (سلیوٹ یار) پیاری پری وہ بھی صرف میری نادیہ یسین لو یو اینڈ مس یو (آجاؤ نہ میرے پاس کسی بھی طرح)۔ اللہ آپ کو آپ کے مقصد میں کامیاب کرے آمین۔ نگینہ عمران کاکے دیاں مبارکاں (مٹھائی؟) ایک بات سمجھ نہیں آئی مجھے شاہ زندگی کو ماہ رخ سیال نے مارچ جبکہ مدیحہ کنول نے اپریل میں برتھ ڈے وش کی ہے (ہیں...... یہ کیا چکر ہے جی، کوئی تو بتاؤ) طیبہ نذیر، فریحہ اور ساریہ آپ کو سنیاں زرگر نے میلے پر بلایا، ایڈریس اگر ہوتا بھی تب بھی آپ کے پہنچنے تک میلہ تو کب کا ختم ہو جاتا۔ ایسا کرتے ہیں کہ میں آپ کو ایک سال پہلے ہی انوائٹ کرلیتی ہوں (وجہ؟) ارے خواتین کی تیاریاں...... مطلب سمجھ گئے ناں۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی آپ اپریل 2015ء میں میرے پاس آجانا میں آپ کو اپنے گاؤں (نوری نغل) لے جاؤں گی، گرمیوں کی چھٹیاں وہیں گزاریں گے (اُف نہر کے کنارے پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھنا اور آم چوسنا...... واہ واہ) بکنگ جاری ہے، جو کروانا چاہے موسٹ ویلکم۔ اچھا چلیں جی آگے چلتے ہیں (نہیں نہیں جی رکیں تو) شاہ آف دی ورلڈ (زندگی) لولی شمع مسکان، سوئیٹس مسکان (تصور) اچھی صائمہ طاہر، پیاری مدیحہ نورین، مس مرچی آنسہ شبیر، کیوٹ سی صوفیہ ملک، نہایت قابل احترام نازی آپی اینڈ اُم مریم جی، چندا مثال سائرہ لنگڑیال، جاناں نادیہ کامران وانا احب (ود ہر کٹ) حمیرا عروش، دلکش مریم، سامعہ سباس، رشک حبیبہ، فصیحہ کیفہ وفائقہ اور عظمیٰ آپ سب لوگوں کے لیے نیک تمنائیں، پیار اور یہ میری کیوٹ سی سمائل، اچھا چلیں جی، جاتے جاتے سوری (لڑکیوں جی ہاں لڑکیوں، مائنڈ اِٹ او کے) آنچل اینڈ پاکستان زندہ باد۔

ثوبیہ کوثر...... ملتان

سویٹ سے عبدالہادی کے نام

السلام علیکم! 2 جون کو ہمارے پیارے سویٹ، کیوٹ اور میٹھے سے بھانجے عبدالہادی کی برتھ ڈے ہے، ہم سب (نائلہ، آمنہ، علی، باسط، کنزیٰ، دانش) کی طرف سے تمہیں بہت بہت برتھ ڈے مبارک ہو۔ آمنہ آپی کہہ رہی ہے کہ (عبدالہادی) کب آؤ گے ہم سے ملنے۔ سب تمہیں بہت بہت یاد کررہے ہیں، تمہاری شرارتیں بہت یاد آتی ہیں۔ عبدالہادی کی پیاری مما کیسا لگا آپ کو یہ سرپرائز؟ 1 جون کو آمنہ کی بھی برتھ ڈے ہے سو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اور 2 جون کو میری بھی تو برتھ ڈے ہے عبدالہادی کے ساتھ سو ہیپی برتھ ڈے ٹو می...... ہاہاہا۔ ثوبیہ آپی آپ کے گھر نہیں آسکتی، اس کی وجہ 2 جون کو میرا پیپر جو ہے اور میرے بغیر عبدالہادی کی برتھ ڈے منائی جائے او گاڈ...... سوچیے گا بھی مت آخر کو کیک جو کھانا ہے میں نے۔ پیاری کزنز ثناء، ہما، لائبہ، سارہ، شمائلہ (شوشو) سحرش کو سلام۔ آمنہ کی طرف سے ثوبیہ نثار، حفیظ، سندس اور کول کو سلام اور ہماری طرف سے (آ ہم) کشور (عشے) اور عاصمہ کو سلام۔ ہما عشے اور عاصمہ پیپرز اچھے اچھے دینا بیسٹ آف لک۔ اللہ جی میرے بھی پیپرز بہت اچھے ہوں آخر میں عبدالہادی میٹھو کو بہت سا پیار اینڈ اگین ہیپی برتھ ڈے ٹو۔

کنزیٰ رحمان...... فتح جنگ

پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! او یار! منہ اٹھا اٹھا کر کیا دیکھ رہے ہو جی میں ہی ہوں آپ سب کی دوست، پیاری سی حنظلہ جاوید! اب تو منہ بند کرلو جناب!

آپی مہوش کیسی ہیں؟ جاب کیسی جارہی ہے؟ آپی جی آپ بہت یاد آتی ہیں جلدی واپس آجائیں۔ آپی عینی کیسی ہیں ان کو میرا اسلام اور مجھے گفٹ دینے کا شکریہ۔ اللہ آپ کو صحت والی عمل والی لمبی زندگی عطا کرے۔ آپی غزالہ! آپ کیسی ہیں میرا جانو کیسا ہے اس کا بہت خیال رکھا کریں ایان جانو آئی مس یو۔ بھائی راشد آپی عائشہ اسماء آپ کو میرا سلام۔ صباء سعدیہ آپ بالکل ٹھیک ہی ہوں گی صباء آپ کو جنم دن مبارک ہو۔ آپی ثمرہ، سمیرا، حمیرا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت والی عمر عطا کرے اور آپ کے گھر میں اپنا رحم عطا کرے۔ چاچی شبانہ اور زاہدہ آپ کا بہت شکریہ آپ لوگوں نے گاؤں میں ہمارا بہت ساتھ دیا اللہ آپ کو بہت خوش رکھے۔ پھوپو شاہین آپ کی اب طبیعت کیسی ہے پلیز اپنا مکمل علاج کروائیں اللہ آپ کو شفا عطا کرے دادو جی! نانو جی اللہ آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ بابا جانی آپ بہت نائس ہیں ممّا آپ کی تو بات ہی کیا آپ تو میری زندگی کی ساتھی ہیں آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رہے آمین۔ جی فرینڈز ثوبیہ، حبیبہ، منیبہ، نیرہ، مصباح، نمبیہ (للی) نور، پروین، ثوبیہ نور یہ سب کو میرا اسلام، بائے بائے ٹاٹا......!

حنظلہ جاوید...... رینالہ خورد

پیارے بھائی وسیم اقبال کے نام

میرے پیارے سویٹ اینڈ کیوٹ بھائی کو سویٹ سی سالی کا محبت بھرا اسلام۔ کیسے ہیں آپ؟ یقیناً ٹھیک ہی ہوں گے ارے آپ اتنا حیران کیوں ہو رہے ہیں میں آپ کی گڑیا ہوں۔ ڈیئر برادر! آپ کو میری طرف سے پیشگی سالگرہ مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہیں اور دوسروں کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیرتے رہیں بھائی میں کبھی کبھی دل برداشتہ ہو جاتی ہوں میری وجہ سے آپ بھی اکثر ہرٹ ہوئی ہے مگر وہ پہلے کی بات تھی مجھے اب اندازہ ہوا ہے کہ میں نے کتنے خوشگوار لمحات کھو دیے ہیں۔ میں آج آنچل کے ذریعے آپ دونوں سے سوری کرتی ہوں میری بہت سی نیک تمنائیں اور تمام نیک دعائیں خاص طور پر آپ دونوں کی یہ نئی زندگی اسی طرح خوشگوار رہے اور کبھی بھی دکھوں اور غموں کا گزر آپ کے قریب سے نہ ہو آمین۔ میں گزرا وقت واپس تو نہیں لا سکتی لیکن آئندہ وقت کے لیے ضرور وعدہ کرتی ہوں کہ میں اپنے ہر فعل سے اپنی غلطیوں کی تلافی کروں گی ہمیشہ شاد و آباد رہو آمین۔

ملالہ اسلم...... نامعلوم

قارئین آنچل کے نام...... دوستی کا پیغام

السلام علیکم! دوستو کیسی ہیں آپ سب؟ اللہ پاک ہمارے آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے (آمین) کہ اس کے طفیل اتنی پیاری پیاری بہنیں اور دوستیں آپس میں پیار و محبت بانٹ رہی ہیں۔ آنچل میں شرکت کرنے والی تمام بہنوں کا اپنا ایک درجہ ہے اور نوشین اقبال نوشی، زندگی، دلکش مریم، سارہ چوہدری، اریبہ شاہ اور صوفیہ کنول کیسی ہیں آپ سب؟ میں نے کبھی قلمی دوستی نہیں کی لیکن نہ جانے کیوں آپ کی باتوں میں ایسی کیا خاص بات ہے کہ میں آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے بغیر نہ رہ سکی کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی یقین جانیے ہمیشہ باوفا پائیں گی اور آخر میں وطن عزیز اور افواج پاکستان کے لیے دعا۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین اللہ نگہبان۔

خنساء عبدالمالک...... گوجر خان

آنچل فرینڈز کے نام

تمام آنچل پڑھنے والیوں کو سلام کیا حال ہیں سب کے؟ شاہ زندگی بہت خوب صورت نام ہے آپ کا مجھے شاہ خاندان بہت پسند ہے میں خود کھوکھر ہوں جبکہ پسند شاہ خاندان ہیں۔ میں نے آپ کو یاد کیا اور دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور سیدہ جیا علی آپ بھی اسی فہرست میں آتی ہو۔ بہت پسند ہو اور سائرہ لنگڑیال، حسنہ، سحر اقصیٰ زرگر، منسیاں زرگر سب بہت اچھی ہو اور سب کو دوستی کا پیغام۔ پروین افضل شاہین آپ تو ہر حال میں خوش رہتی ہیں یعنی ہر وقت ہنستی ہنساتی رہتی ہیں۔ بتائیں کیا کروں کہ میں بھی آپ کی طرح خوش رہوں کیونکہ میں جانتی ہوں آپ شادی شدہ ہو۔ اکثر ہم سے پوچھتے میں آپ کے سوالات پڑھ کر خوش ہوتی ہوں کہ آپ اتنے چٹ پٹے سوال کہاں سے لاتی ہیں جبکہ میں بی اے کی طالبہ ہوتے ہوئے بھی ایسی نہیں مجھ سے کہا جاتا ہے کہ مجھ میں بوڑھی روح ہے آنچل پڑھتی ہوں تو دل خوش ہو جاتا ہے اور میری کالج فرینڈز شاہ، نزہت، فاطمہ، یسین، عابدہ نصیر، شمع کشمالہ اور اگر کسی کا نام رہ گیا تو معذرت آخر میں سب کو میرا سلام اللہ حافظ۔

ریحانہ کوثر...... ملکوال

میری پیاری فرینڈز اور ٹیچر کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو؟ مجھے آپ بہت یاد آتی ہو میں نے سوچا آنچل کے ذریعے آپ سے رابطہ کروں ویسے آپ لوگوں کو حیرت تو ہوگی کہ آنچل کی چار سالہ پرانی قاری کیسے ہمارے نام لکھ سکتی ہے۔ مجھے آپی نازی اور عشنا کوثر دونوں سے بہت زیادہ محبت ہے۔ میری پیاری ٹیچر مس مریم جمیل میں آپ کو بہت لائک کرتی ہوں میرے پاس الفاظ نہیں اور میری پیاری فرینڈز فروا افضل، صائمہ رجب، عدیلہ حسن، زارا لیاقت اور عظمیٰ حمید میں آپ سب کو بہت یاد کرتی ہوں اللہ حافظ۔

ایس گوہر...... تاندلیانوالہ

سویٹ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو تم لوگ؟ فروا ڈیئر کہیں پھر تو بخار نہیں ہوا؟ یار دل پر نہ لو ہم سب پھر اکٹھے ہو جائیں گے۔ او جی یاد آیا سعد وڑائچ سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور شاہ آپی! مجھے گزرے ہوئے دن بہت یاد آتے ہیں کتنا مزا آتا تھا ناں جب ہم سب اکٹھے تھے فاطمہ میڈم! تمہیں تو مجھے یاد کرنے کی فرصت بھی نہیں اچھی بات نہیں ہے یہ۔ حرا باجوہ سدھر جاؤ تم بھی اور نشاء چوہدری کیسی گزر رہی ہے یادوں کے سہارے؟ کبریٰ باجوہ کا ٹھیکٹ کرو میرے ساتھ نائلہ ملک اکیلے اکیلے انجوائے کررہی ہو میرے پاس آؤ تمہارے کان کھینچوں اقراء جان تم سے یہ امید نہیں تھی بھول ہی گئی ہو ہمیں۔ فرخ بھائی آئی مس یو اللہ حافظ۔

سارا ملک...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

پھولوں جیسی دوستوں کے نام

السلام علیکم! سمیرا تعبیر جی کیسی ہو امید ہے کہ آپ فٹ فاٹ ہوں گی۔ میں بھی الحمدللہ ٹھیک ہوں آپ کے تبصرے میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ آپ کی محبت ہے جو آپ نے مجھے یاد رکھا۔ سمیرا تعبیر جی میں آپ کے نام پیغام بھیجا تھا۔ سمیرا آپی میری عمر 20 سال ہے مجھے نہیں پتا آپ کی عمر کیا ہے؟ کیا میں آپ کو آپی جی کہہ سکتی ہوں اپنا بہت سارا خیال رکھیے گا پلیز ان کی خاطر جو آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ تمام پھولوں جیسی آنچل فرینڈز کو میری طرف سے محبتوں بھرا اسلام۔

مسکان جاوید اینڈ ایمان نور...... کوٹ سمابہ

لولی سسٹر مریم کے نام

1 مئی کو ہمارے گھر میں ایک پری آئی تھی جس کے آتے ہی ہماری فیملی کے ہر چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی ہماری دادو کہتی تھیں یہ پری پرستان کا راستہ بھول کر ہمارے گھر آ گئی ہے۔ یہ پری ہماری پیاری بہن مریم ہے سب کو خوش رکھنے والی بلال بھائی کی لاڈلی۔ اللہ میری بہن کو ہر قدم پر کامیاب کرے نصیب اچھے کرے آمین۔ ہماری پری مریم جب سے ایم اے انگلش کررہی ہے بڑی وہ...... ہو گئی ہے پہلے تو بولتی ہی نہیں تھی اور اب توبہ توبہ...... اللہ معاف کرے میری بھی گروہ ہے اور ماما پاپا بھائی بلال، اجمل، عثمان علی، انیس، نفیس، نوید، شجر ان، عالیان، سفیان، عمیر، عمر، عبداللہ، ابوبکر، شعیب، اسامہ، شاہ زیب، آپی سمیرا، معظمہ، ماریہ، طیبہ، فروا، نیلم، یسین اینڈ عظمیٰ کی طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ تمہاری زندگی میں کبھی کوئی غم نہ آئے آمین۔ بڑے پاپا، خالہ، بڑے ماموں، بڑی ممانی، چھوٹے ماموں، چھوٹی ممانی، بڑے انکل، بڑی آنٹی، چھوٹے انکل اور چھوٹی آنٹی نے کہا ہے ہم سالگرہ وش نہیں کریں گے مریم کیک کھلائے گی تو وش کریں گے۔ چل میری بہن تیاری پکڑ کیک کھلانے کی خوش رہو آباد رہو تمہاری سویٹ بہن۔

عظمیٰ بٹ...... سمندری

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! سب آنچل فرینڈز کیسی ہیں؟ آپ لوگ جانتے تو نہیں ہیں مجھے مگر جلد ہی تعارف کے ذریعے جان جائیں گے۔ تعریف و تنقید کا کھٹا میٹھا شربت ضرور پینا پڑتا ہے کوئی میری آواز سن رہا ہے تو مجھے وہی پیاں دوستیاں گروپ کے بارے میں کچھ بتائے۔ شمع مسکان، جیا شاہ، زندگی، ساریہ چوہدری، نور الفرحان آپ سب کیسے ہیں؟ ابھی میں آنچل کو سمجھنے کی کوشش کررہی ہوں آنچل فرینڈز کے بارے میں زیادہ معلوم نہیں لیکن جلد ہی کھٹے میٹھے سویٹ لوگوں کو جلد ہی جان لوں گی اللہ حافظ۔

اقراء آفرین، فائزہ بلال...... جام پور

سویٹ آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! سویٹ آنچل فرینڈز کیا حال چال ہے آپ لوگوں کا؟ امید ہے سب خیریت سے ہوں گی اریبہ شاہ، سباس گل، نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور، شاہ زندگی اور انا احب آپ کے لیے میں نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا آپ نے جواب نہیں دیا پلیز جواب ضرور دیجیے گا۔ نورین شاہد (رحیم یار خان) آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے ہماری دوستی قبول کی آئندہ بھی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ جاناں اور تمام چکوالیوں کو سلام جاناں آپ مجھے ضرور بتائیے گا کہ آپ چکوال کے کس علاقے میں رہتی ہیں اور کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ ماہ رخ سیال، تارا شاہ چکوال، مقدس رباب، حب حسین، پریشے کومل رباب، طیبہ افضال، امبر گل، شمع مسکان، کاجل شاہ، لاڈو اور صنم شاہ پلیز آپ ہم سے دوستی کر لیجیے۔ امید ہے ہم اچھے دوست ثابت ہوں گے آخر میں میری سویٹ سسٹر مہوش، فروا اور پیاری کزن شمائلہ کو ڈھیر سارا سلام اور پیار۔ آخر میں آپ سب کے لیے ڈھیروں دعائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے اور آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی اور چہکتی رہیں اپنی دعاؤں میں مجھے بھی یاد رکھیے گا اللہ نگہبان۔

پارس شاہ...... چکوال

پیاری ماں کے نام

ماں تم ہمیں 13 مئی کو چھوڑ کر چلی گئیں اور ایک بار بھی نہ سوچا کہ ہم تمہارے بغیر کیسے رہیں گے۔ ماں میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں اور کبھی کبھی دل سے دعا بھی نکلتی ہے کہ تم لوٹ آؤ مگر ایسا ممکن نہیں ہے ماں ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ تمہارے بغیر کیسے رہیں

گے لیکن دیکھو ماں ہمیں اللہ نے اتنا صبر دیا کہ آج تمہارے بغیر بھی رہ رہے ہیں۔

بارش کے موسم میں تنہا ایک لڑکی اپنی ماں کو یاد کرکے کہتی ہے مجھ کو اکیلا چھوڑ کر اس بھری دنیا میں چلی گئی سب چھوڑ کر...... کتنے خواب دیکھے تھے جو میں نے پورے کرنے تھے ان خوابوں کو ادھورا چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے وہ چلی گئی دل میں کتنی حسرتیں تھیں کتنے ارمانوں کو پورا کرنا تھا پھر بھی وہ چلی گئی کاش کہ میری ماں کچھ اور بھی وقت گزارتی ہمارے ساتھ بھی ہمیں اپنے دکھ بتاتی کاش کہ وہ لوٹ آئے اے کاش...... آخر میں سب سے درخواست ہے کہ میری ماں کے لیے دعا کریں کہ اللہ میری ماں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین اوکے جی اب اللہ حافظ۔

سنیاں زرگر...... جوڑہ

ڈیئر کزن اینڈ فرینڈ صائمہ عمران کے نام

السلام علیکم کیسی ہو صائمہ! یقین نہیں آرہا نہ کہ میں نے یہ پیغام تمہارے لیے لکھا ہے کیوں لکھا ہے اس لیے کہ تمہیں نئے انداز میں شادی کی مبارک باد پیش کرسکوں لیٹ ہوگئی لیکن خیر ہے کوئی گل نہیں۔ تو مائی ڈیئر تمہیں اپنی زندگی کے نئے سفر کی بہت، بہت مبارک ہو عمران کے ساتھ صدا خوش رہو اور عمران بھی تو میرا کزن ہے اس کا بھی تو حق ہے کہ اسے بھی مبارک باد دوں تو عمران آپ کو بھی شادی کی بہت مبارک ہو۔ اللہ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ ایک بات بتاؤں صائمہ! تمہاری شادی پر میں نے بہت انجوائے کیا اور اب میں تمہاری شادی کی ویڈیو دیکھ رہی ہوں تم تو نہیں ہو لیکن تصور کی آنکھ سے وہ سارے گزرے لمحے دیکھ سکتی ہوں مینہ اب تم بھی جلدی شادی کروتا کہ تمہاری شادی میں بھی ایسے ہی انجوائے کرسکوں۔ شادی کے بعد بدل نہ جانا۔ اوکے اب اجازت دو اللہ حافظ۔

نادیہ عباس دیا قریشی آورش نایاب...... موسیٰ خیل

دوستوں کے نام

السلام علیکم! سویٹ فرینڈز کہاں غائب ہو یار نازی نہ کوئی کال نہ کوئی میسج۔ خوب دوستی نبھائی ہے تم نے۔ عروسہ (مٹو) مجھے لگتا ہے تمہیں بیلٹ لے کے دینا پڑے گا دن بدن موٹی ہوتی جارہی ہو۔ افشاں یار تمہیں کیا ہوگیا ہے کیوں ہر وقت غم کا اشتہار بنی رہتی ہو۔ بالکل گلاس کے سائز کے برابر زندگی ہے اسے خالی مت رہنے دو مسکراہٹوں اور خوشیوں کے جام سے بھر دو اور مائی ڈیئر سمعیہ انعم آئی رئیلی مس یو۔ مجھے فورتھ ایئر کا بہت انتظار ہے کہ کب کالج کھلیں کب ہم ملیں۔ اداس نہ رہا کرو یار! مجھے اچھا نہیں لگتا اور آپی عائشہ کی شادی ہوئی ہے انہیں بہت، بہت مبارک باد۔ اللہ انہیں ڈھیروں ڈھیر خوشیاں عطا فرمائے تمام آنچل قارئین اور اسٹاف کو پیار بھرا سلام اللہ حافظ۔

مونا شاہ قریشی...... کبیر والا

پیاری دوست اور بہن عمارہ باغ علی کے نام

سوہنی موہنی بہنا جی السلام علیکم! مینوں پتا ہے کہ تسی ٹھیک ٹھاک تے فٹ فاٹ ہو۔ اللہ جی سے دعا ہے کہ ہمیشہ خوش باش رہو آمین۔ ایویں بیٹھے بیٹھے خیال آیا کیوں نا اس دفعہ آنچل کے ذریعے برتھ ڈے وش کرکے تمہیں سرپرائز دوں۔ تم یہ سرپرائز دیکھ کر کھلی ہو جاؤ گی ہاہاہا (ویسے وہ تو تم پہلے بھی ہو ہی ہی ہی)۔ ڈیئر فرینڈ! مِنی مِنی پپی برتھ ڈے ٹو یو اللہ جی زندگی کے ہر لمحے ہر موڑ پر تمہاری حفاظت فرمائے لمبی زندگی سچی خوشیوں صحت اور ایمان کی دولت سے مالا مال کردے آمین۔ کیسا لگا جی؟

امن علی...... چیچہ وطنی

شہزادی پروین افضل شاہین کے نام

فری کی جان

تمہارے ابو کی وفات کا سن کر بے حد افسوس ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو اور گھر والوں کو صبر عطا کرے ماں باپ تو بھولنے والی ہستیاں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر امی ابو کا سایہ ہمیشہ سلامت رکھے میرے امی ابو بھی نہیں ہیں مجھے بھی ان کی یاد بہت آتی ہے اتنی بڑی ہو کر بھی میں روزانہ رات کو یاد کرکے روتی ہو اور پڑھ کر بخشتی ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں بھی صبر دے آمین۔ تمہاری دوست اور بہن۔

فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور

دوستوں کے نام

السلام علیکم! ہیلو سویٹ فرینڈز کیسی ہو آپ سب؟ جاناں اب خوش میں نے انٹری دے دی بشریٰ باجوہ حمنہ تم دونوں کو سالگرہ بہت، بہت مبارک ہو۔ سلمٰی شادی مبارک امینہ اور اناپیہ تم دونوں ہمیشہ خوش رہو۔ میں تم دونوں کو ایک ہی بات کہوں گی کہ خوش رہو ہمیشہ۔ صبا نواز تم بہت ہی اچھی ہو۔ امید چوہدری اب لوٹ آؤ مسکان کدھر کھو گئی ہو کرن شاہ کرن وفا سمیرا شریف چندا مثال حمنہ سحر بشریٰ باجوہ ام فروا جاناں مدیحہ نورین عشنا آپی ظل ہما زرتاشہ ام مریم نوشین اقبال نوشی ندا چوہدری تم سب خوش رہو میں تم سب کو ایک بات کہنا چاہوں گی جب ہم ہیں تو کیا غم ہے۔ شاہ زندگی ہم دونوں کی برتھ ڈے کی تاریخ ایک ہی ہے تو آج سے آپ میری سسٹر ہو سکے تو ضرور رابطہ کرنا دعاؤں میں یاد رکھنا تمہاری بہن!

ام کلثوم...... کراچی

نگہت اسلم چوہدری (سونا ویلی) کے نام

السلام علیکم! پیاری کیوٹ سی باربی ڈول ریڈیو اور آنچل کی

شہزادی نگہت اسلم چوہدری کیسی ہیں؟ اپنی آواز اور لفظوں کے سحر میں جکڑ کر ہمیشہ کے لیے اس دنیا کی بھیڑ میں گم ہو جانے والی ساحرہ تمہیں شاید ایک ہی دفعہ انٹری دینے کا شوق ہے پھر چاہے وہ ریڈیو ہو یا آنچل ڈائجسٹ مگر تم سے گزارش ہے کہ ایسا کرنے سے قبل تم ہم جیسے لوگوں کے بارے میں تھوڑا سا سوچنا مناسب سمجھ لیا کرو۔ آج سے تقریباً دو سال قبل تمہیں ریڈیو پر سنا تھا جمعرات کے دن اور وہ دن مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے کیونکہ اس دن تمہاری مدھر اور خوب صورت آواز جو سننے کو ملی تھی پھر مجھے تمہاری ساتھی ہوسٹ کے توسط سے پتا چلا کہ تمہارا سرپرائز ون ڈے شو تھا اور اب کبھی بھی تم شو ہوسٹ نہیں کرو گی۔ یہ بات آف کورس میرے لیے افسردگی سے بھرپور تھی پھر گزشتہ سال تمہارا نام آنچل پر اپنی مہک بکھیرتا نظر آیا تو مجھے وہی ریڈیو باربی ڈول کا نام یاد آیا بس پھر پتا لگوا کر ہی دم لیا کہ تم وہی نگہت اسلم چوہدری ہو جو میٹرک سے فارغ ہوکر سوشل ٹاپک پر ڈسکس کرنے اسٹوڈیو گئی تھی بچی میں مجھے فخر ہے تم جیسی بچیوں پر جن کے پاس ذہانت کے ساتھ ساتھ ٹیلنٹ بھی ہوتا ہے مگر محترمہ گزارش کرتی ہوں مجھ سے دوستی کرلو۔ ہائیں میں نے تو تمہیں اپنا تعارف کروایا ہی نہیں تو سن لو میں رضوانہ بتول تمہاری بہت بڑی فین اور ماشاءاللہ دو بچوں کی ماں ہوں (علی اور حیدر)۔ دونوں بہت ہی شرارتی ہیں ان کے پاپا ایبروڈ میں ہوتے ہیں آخر میں نگہت میں تم سے اتنی گزارش کروں گی کہ ٹیلنٹ استعمال کرنے سے ہی بڑھتا ہے اگر تم میں صلاحیت موجود ہے تو تم اس کا بھرپور استعمال کرو ہمیشہ خوش رہو شکریہ آنچل کا جس کے توسط سے یہ رابطہ ممکن ہوا اللہ حافظ۔

رضوانہ بتول...... گجرات

فائزہ بھٹی پروین افضل ارم کمال اور شاہ زندگی کے نام

السلام علیکم! پروین افضل آپ کے پاپا کی وفات کا بہت دکھ ہوا فائزہ بھٹی آپ کے چاچو کا انتقال ہوگیا اور وہ بھی برات والے دن یقین مانو شدت غم سے دل لبریز ہے اللہ پاک آپ دونوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ ڈیئر شاہ زندگی فوزیہ سلطانہ حافظ سمیرا ارم کمال میری نگارشات اور تعارف پسند کرنے کا بہت شکریہ۔ سویٹ فائزہ بھٹی اب تو واقعی چھت پر بیٹھ کر کینو کھاتے ہوئے تمہاری یاد ضرور آیا کرے گی۔ سنا ہے کہ چونی کو پھولوں کا شہر کہتے ہیں کیا واقعی چونی بہت خوب صورت ہے؟ ضرور بتانا۔ مدیحہ نورین! آپ کے نام پیغام دیا تھا مگر لگتا ہے نظر سے نہیں گزرا۔ سویٹ شمع مسکان! آپ کا تبصرہ زبردست ہوتا ہے آخر میں اس بات کے ساتھ دوستوں سے اجازت چاہتی ہوں کہ ماں باپ کی خدمت کو اپنا شعار بنالو ان شاءاللہ دنیا و آخرت میں کامیاب رہو گے آمین آپ سب کی اپنی۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

پیارے بیٹے انیس کے نام

السلام علیکم! پیارے بیٹے انیس! کیا حال چال ہے تمہارا؟ تم اس دفعہ بھی سوچ رہے ہو گے کہ ہم تمہارا برتھ ڈے بھول جائیں گے لیکن بیٹا جی ہمیں تمہاری سالگرہ کا دن یاد ہے سو اپنی امی ابو نفیس نوید طیبہ مسرور کی طرف سے یہ دن تمہیں بہت، بہت مبارک ہو۔ بیٹا اللہ تمہاری زندگی میں ایسے بہت سے دن لاتا رہے اور تم کو لاتعداد خوشیاں عطا کرے کوئی غم تمہارے نزدیک نہ آئے اور تم جہاں رہو خوش رہو اللہ تمہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔

مسز کنیز حنیف بٹ...... سمندری

آنچل اسٹاف اور قارئین کے نام

پیاری ہما جی! اسلام محبت یقیناً آپ نے ہمیں نہیں پہچانا ہوگا ہمارا نام شہزادی شہانہ ہے آنچل کی کافی پرانی خاموش قاری ہوں آنچل کا سالگرہ نمبر ہاتھ میں آیا تو دل کیا ہم بھی دوست کا پیغام آئے میں شرکت کریں تو بس کاغذ قلم تھام کے لکھنے لگے دل میں ڈھیر ساری دعائیں تو تھیں آنچل کے پورے اسٹاف اور ہر قاری کے لیے مگر ہماری تو کوئی دوستی ہی نہیں سو چپ چاپ ہاتھ اٹھائے اور اس رب کائنات سے سب دعائیں کہہ ڈالیں آنچل کی ترقی کی ہر وہ دعا مانگ لی جو یاد تھی۔ آخر میں جاتے جاتے آنچل فرینڈز سے کہنا چاہوں گی کہ اگر آپ میں سے کوئی بھی مجھ سے دوست کرنا چاہتی ہیں تو پلیز دیر مت کریں کیونکہ ہم بہت اکیلے ہیں سب کے لیے دعا گو آپ کی اپنی۔

شہزادی شہانہ...... نواب شاہ سندھ

پیاری سسٹر حرا زینب کے نام

اسلام علیکم احرا زینب کیسی ہو؟ تم بالکل ٹھیک ٹھاک ہو ہمیں کیوں نہ پتا ہو کیوں کہ تم میرے ساتھ ہی رہتی ہو ہی ہی ہی...... سسٹر ہم دونوں بہنیں ہی ایک دوسرے کے دکھ سکھ کی ساتھی ہیں تم بہت اچھی ہو کیوٹ بھی۔ میری سب دوستیں کہتی ہیں تمہاری سسٹر کتنی خوب صورت ہے میں دعا کرتی ہوں تم اپنی اسٹڈی ضرور جاری رکھنا میری طرح تھوڑا نہ پڑھنا ایم اے ضرور کرنا۔ تمہاری ایک بُری عادت تم اپنی دوستوں کی اتنی باتیں کرتی ہو میرے کان کھا جاتی ہو ناراض کیوں ہوتی ہو تمہاری دوستیں اور تم بہت کیوٹ ہو۔ صدف آفتاب ارم حبیبہ تم یعنی تم حرا زینب بہت انجوائنگ گرلز ہو اسی طرح صدا زندگی کے سفر میں مسکراتی رہو آمین۔

ثنا عاجالا...... بھلوال

کھلتی کلیوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہیں جناب؟ (ان سب کو مخاطب کیا ہے جو جو پڑھ رہے ہیں) شاہ زندگی جی دوستی کرنے کے بعد وفا کرنا لازمی شرط ہے اپنا تعارف بھی کرے تھوڑا تفصیل سے۔ 7 اسٹار گروپ کیا آپ کے گروپ میں شامل ہوسکتے ہیں؟ یہ گروپ اس لیے پسند ہے کہ ہمارا اپنا اکبریہ کالج میں 5 اسٹار گروپ تھا مگر ٹوٹا کچھ اس طرح ہے کہ سارہ کی شادی ہوگئی آمنہ کی منگنی ہوگئی فوزیہ نوریہ بھی پیا دیس سدھار گئیں اور سیکشن بھی تبدیل ہوگیا۔ اب ہم 2 اسٹار رہ گئی ہیں کیوں نا 7 اسٹار کا حصہ بن جائیں بتایئے گا ضرور؟ کرن شاہ نینال شاہ پریشے (آپ ساری اپنے ناموں کی طرح کیوٹ ہو گیا؟ ساریہ چوہدری رانی خان سنیاں زرگر روبی رانا ایس انمول پرنس امیمہ رباح سب سے دوستی کی تمنا ہے ہم نے دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا جس نے تھامنا ہے ہمیں ضرور جواب دینا ہے۔ نایاب سید ہماری دوستی آپ سے پکی۔ مسکان تمہاری ہنسی بہت یاد آتی ہے۔ اسفند عبدالرافع تمہاری کیوٹ باتیں شرارتیں بہت انجوائے کرتی ہیں۔ اللہ دونوں کو نیک حافظ بنائے آمین۔ فاطمہ فریحہ عشرت سمیرا گل رفعت امجد پڑھائی میں بہت محنت کیا کرو کیونکہ یہی ہمارا قیمتی زیور ہے مس عمارہ نیازی ہمیں پیار سے سمجھایا کریں ڈانٹ کر نہیں کیونکہ ہم آپ کے وکھرے ٹائپ کے اسٹوڈنٹ ہیں۔ آپ کا ایم اے انگلش کا خواب شرمندہ تعبیر ہو فائزہ زنیرہ طاہرہ بتول آسیہ مہوش ربیعہ نادیہ مسرت ارم حفصہ اور عائشہ کامیاب و کامران رہو۔

حافظہ ریحانہ ناز...... میانوالی

دوستوں کے نام

السلام علیکم! آنچل میں بسنے والے تمام دوستوں کو میرا خلوص دل سے سلام۔ خنساء چندا مبارک باد کا بہت شکریہ۔ اللہ رب العزت آپ کو بھی زندگی میں ہزاروں خوشیاں عطا فرمائے مائی ڈیئر روبی علی مجھے آپ کے کوئی پیغام نہیں ملے ورنہ میں آپ کو جواب ضرور دیتی آپ دونوں کے علاوہ میں شمع مسکان شاہ زندگی نورین شاہد نادیہ گل نازی اور خاص طور پر مدیرہ آپا کی بہت زیادہ مشکور ہوں اللہ آپ سب کو جزائے خیر دے۔ شاہ زندگی آپ تو بالکل ہی بھول گئی ہیں جی اپریل میں آپ کی برتھ ڈے تھی مجھے یاد نہیں رہا مگر تاخیر کے لیے معذرت خواہ ہوں ہزاروں سال جیو۔ عائشہ پرویز مائی ڈیئر زندگی میں سب کے ساتھ یہی کچھ ہوتا ہے خاص طور پر ہم لڑکیاں رشتے بہت سنبھال کر رکھتی ہیں شعر پسند کرنے کا بہت شکریہ۔ جن دوستوں کی برتھ ڈے ہے سب کو میری طرف سے مبارک ہو۔ تانی آکسفورڈ پلیز آنچل میں انٹری دیں میں آپ کی منتظر ہوں اتنی بھی کیا ناراضگی؟ جیا عباس کیسی ہیں ڈیئر! نازی سمیرا شریف اور باقی تمام رائٹرز کا میرا سلام۔ سمیرا جی میں نے آپ کے لیے بہت دعائیں کی تھیں جون میں میری مما کی برسی ہے پلیز آپ سب لوگ میری مما بابا کے لیے دعائے خاص کیجیے گا۔ اللہ میری مما بابا اور تمام مسلمانوں کو اور ہم سب کے جتنے عزیز و اقارب وفات پاچکے ہیں سب کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام حاصل ہو آمین۔ آخر میں میرے دونوں کیوٹ سے بے بیز کے لیے ڈھیروں دعائیں عبید اینڈ ہادیہ کے لیے آپ سب بھی کیجیے گا۔ خنساء روبی نورین شاہد میں آپ کے جواب کی منتظر ہوں پھر ملوں گی بشرط زندگی...... اللہ حافظ آپ کی اپنی۔

نگینہ بحر عمران...... چیچہ وطنی

دوستوں کے نام

السلام علیکم! انیلا عرف راؤ صاحب کیسی ہو؟ اوہ اتنا حیران کیوں ہو رہی ہو یہ میں ہوں یعنی مابدولت بٹ صاحب (ثمرہ بٹ)۔ انیلا تم بہت خوب صورت ہو لیکن جب تم غصہ کرتی ہو تو نہیں دیکھتی کہ کون ہے اور کس کے بارے میں کیا کہہ رہی ہو اس لیے تم سے درخواست ہے کہ اپنے غصے کو قابو میں کرلو ویسے اگر میں نے کچھ غلط کہا ہو تو معاف کرنا۔ سدرہ اسحاق اور کنیز فاطمہ تمہارا ذکر نہ ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تم دونوں بھی بہت اچھی ہو اللہ حافظ۔

ثمرہ بٹ...... لودھراں

بہار کے پھولوں اور بھولنے والوں کے نام

فرینڈز ریڈرز رائٹرز اور آنچل اسٹاف کو سلام و دعا کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے تعارف نہیں کروانا پڑے گا ابھی زیادہ نہ سہی تھوڑا تھوڑا تو یاد ہوگا ہی کہ ہم بھی تم بھی تھے آشنا...... آج کافی بلکہ ایک طویل عرصے کے بعد شریک محفل ہوئی ہوں۔ ماضی کے چار دنوں نے چھین لی میری ہنسی اب حال میں میرا حال فی الحال نہ پوچھو طویل غیر حاضری کے بعد سب کچھ اجنبی اجنبی سا لگ رہا ہے غیر حاضری کی وجہ تو میں خود بھی ٹھیک سے نہیں جانتی شاید مصروفیت بڑھ گئی تھی بہت یا پھر شاید دل بھر گیا تھا مگر جو بھی وجہ رہی آنچل اور فرینڈز کو بالکل نہیں بھولی ہر ماہ باقاعدگی سے آنچل لیتی اور پڑھتی رہی کہ شاید کہیں میرا نام بھی ہو مگر اپنا نام نہ دیکھ کر اتنا دکھ اور مایوسی نہیں ہوئی تھی جتنا اپنے نام کوئی پیغام نہ دیکھ کر ہوئی۔ کیا کسی نے بھی یاد نہیں کیا یہ سوچ کر ایک ایک لفظ پڑھتی کہ ہوسکتا ہے کوئی لفظ یا کوئی جملہ میرے نام ہو جو مجھے نظر نہ آیا ہو مگر جن کی یاد سے دلوں کو خوشی مل جاتی ہے افسوس کے وہ لوگ ہمیں ذرا بھی یاد نہیں کرتے اس طویل عرصے میں زیادہ نہیں وقتاً فوقتاً جن دوستوں نے یاد کیا ان کی میں دل سے شکر گزار ہوں سب سے پہلے سنیاں ڈیئر اور ڈیئر اقصیٰ مارچ کے شمارے میرے نام پیغام

اور میلے میں انوائٹ کر کے مجھے میری برتھ ڈے کا گفٹ دے دیا۔ ہمیشہ خوش رہو اور میری ہر تحریر کو چاہے وہ اشعار ہو یا اقوال سب سے زیادہ پسند کرنے کا شکریہ۔ طیبہ نذیر یاد آوری کا شکریہ فوزیہ سلطانہ یار آج کل گردش دوراں میں پھنسے ہیں دعا کرنا بخیر و عافیت واپسی ہو جائے۔ امبر گل مہر گل اور شاہ زندگی کیسی ہو کبھی اس ناچیز کو بھی یاد کرلیا کرو یار۔ بشریٰ شاہ زندگی (زندگی کی لگن) سائرہ لنگڑیال (کہاں غائب ہیں) گزری ہوئی سالگرہ مبارک۔ جاناں (مجھے بھول گئی ناں)۔ شمع مسکان (تم نے بھی بھلا دیا) عظمیٰ نادیہ لیسین مدیحہ نورین پروین افضل شاہین (کم کم نظر آرہی ہیں) ساریہ چوہدری اریبہ دعا ہاشمی نوشین اقبال نوشی (آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگتا ہے) چندا مثال انا احب ریحانہ راجپوت نورین شفیع جیا آپی عائشہ خان اور سب قارئین کو پیار بھرا اسلام اور بہت سی دعائیں۔ صائمہ طاہر آپ کو شادی کی ڈھیروں مبارک باد اب اجازت چاہوں گی دعاؤں میں یاد رکھیے گا والسلام۔

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

سویٹ اینڈ لولی فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز سدا خوش رہو پھولوں کی طرح ہنستی مسکراتی رہو۔ پیاری سویٹ کیوٹ ربیعہ میڈم ارے یار حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہ سب میں نے ہی کہا ہے 11 جون کو تمہاری 26 کو مدیحہ اشرف دانیہ اور دانیہ 2 کو بسمہ کی 12 کو امانت بھائی کی سالگرہ ہے میری طرف سے سب کو بہت بہت مبارک ہو آپی جیا یاور! آپ کو کتاب کی بہت مبارک اللہ آپ کو کامیاب کریں آمین۔ آپی طیبہ! کیسی ہیں؟ میں آپ سے رابطہ کرنا چاہتی ہوں پلیز کوئی حل بتائیں ناں یاد آیا ربیعہ کیفہ کی طرف سے بھی سالگرہ بہت مبارک ہو۔ بائے بائے اینڈ اللہ حافظ۔

فائقہ سکندر حیات...... لنگڑیال

قابل احترام ٹیچر اور فرینڈز کے نام

سلاسوزہ! قابل احترام ٹیچر امید ہے آپ ٹھیک ہوں گی اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے آمین۔ مس نگہت سیما مس عشرت علی مس رحیمہ گل مس شفیق مجید مس عمرین مس تسلیم آئی مس یو۔ آپ سب مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ آپ کی دلی آرزوئیں پوری کرے آمین۔ حلیمہ غلام نایاب مجید حما وارث حرا زیب حرا کمال آمنہ اسرار بشریٰ آپ کے ساتھ گزرا ہر لمحہ آج بھی یاد ہے مس یو۔ ہمیشہ ستاروں کی طرح چمکتے رہو آمین دعاؤں میں یاد رکھنا والسلام۔

حلیمہ زمان...... آفونی

نازیہ آپی سمیرا آپی اینڈ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! فرینڈز کیسے ہیں آپ سب سمیرا آپی! آپ مجھے بہت یاد آتی ہو آپ کو بتاؤں کہ آپ ستاروں کا عکس ہو چاند کے بیچ میں مجھے لگتا ہے آنچل ایک خوشنما باغ ہے جس میں گلاب کا پھول آپ ہو کبھی سوچتی ہوں کہ آنچل ایک ریاست ہے آپ اس کی شہزادی ہو کبھی سوچتی ہوں کہ آنچل ایک دل ہے اور آپ اس کی دھڑکن ہو آپی آپ مجھ سے دوستی کریں گی آپ کے سارے ناولز میری جان ہیں اللہ آپ کو سدا خوش رکھے آمین۔ نازی آپی! اتنی درد بھری شاعری کہاں سے کرلیتی ہو اداس مت ہوا کریں اپنی ساری اداسی مجھے دیں اور خود ٹینشن فری ہوجائیں پلیز آپی! میری دوست بنوں گی ناں۔ مسکان جاوید آپ کا نام مجھے بہت پسند ہے مجھ سے دوستی کرو گی پکی والی اور ایس انمول جی آپ بھی میرے جیسی سوچ رکھتی ہو مجھے بہت خوشی ہے یہ جان کر جو لفظ میں نے سوچے تھے وہی آپ نے صفحہ قرطاس پر بکھیر دیئے ہیں میں بھی آپ سے دوستی کرکے انمول ہونا چاہتی ہوں تو پھر کیا خیال ہے جواب ضرور دیجیے گا۔ آپ سب کے جواب کا انتظار رہے گا آپ سب کا اللہ حامی و ناصر ہو دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

سمیرا تعبیر...... سرگودھا

اسکول فرینڈز کے نام

شمیلہ شمریز! کیسی ہو؟ اللہ کرے آپ اپنے گھر میں خوش رہیں سدا سہاگن رہیں آپ کی بیٹی جنت فاطمہ کو صحت و تندرستی والی لمبی عمر دے میری بھانجی مجھے بہت عزیز ہے۔ شمائلہ اصغر آپ بھی میری بہت اچھی دوست ہو اللہ آپ کی ازدواجی زندگی میں ہر طرف پھول کھلائے۔ سدرہ تبسم حمیلہ افضل طاہرہ شمیم جویریہ تنزیلہ کوثر آپ سب کہاں چلی گئی ہو؟ پلیز رابطہ کرو۔ 31 مئی کو میری آپی جانی فرح طاہر قریشی کا برتھ ڈے ہے بہت بہت مبارک ہو آپی جانی۔ 17 مئی کو میرے بھائی محمد سعید الحسن 6 جون کو میرے کزن شاہ زیب اقبال کا برتھ ڈے ہے بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ آپ کو عمر خضر عطا کرے سدا کامیاب رہو اور والدین کے فرمانبردار رہو آمین۔ ہاجرہ خالد نوشی صابرہ لبنیٰ ونیس اقراء اسریٰ سب کو سلام۔ ونیس اقبال صاحبہ آپ کو منگنی کی بہت بہت مبارک ہو اللہ آپ کے نصیب بلند کرے آمین ثم آمین۔ عفت سحر طاہر آپ اپنے علاقے اپنے شہر کی ہیں دوستی کی آفر۔ امبر گل ام ثمامہ سیدہ جیا عباس نازیہ کنول نازی فرحت اشتیاق ہاشم ندیم کو سلام اور دعائیں آپ کی اپنی۔

طیبہ طاہرہ طوبیٰ...... صبور شریف

yaadgar@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

نام محمد ﷺ

تحریر نکھری جاتی ہے
ہر لفظ مہکنے لگتا ہے
ہر درد دوا بن جاتا ہے
جب نام محمد ﷺ لکھتی ہوں
یہ نجم و قمر
یہ ارض و سماں
سب میری بلائیں لیتے ہیں
سورج تعظیم کو جھکتا ہے
جب نام محمد ﷺ لکھتی ہوں
میرے گھر کے سونے آنگن میں
تب نور کی بارش ہوتی ہے
ہر سمت اجالا ہوتا ہے
جب نام محمد ﷺ لکھتی ہوں
سرکار کے در کی منگتی ہوں
یہ نسبت مجھ کو کافی ہے
ہر بگڑا کام سنورتا ہے
جب نام محمد ﷺ لکھتی ہوں

علمہ شمشاد حسین...... کورنگی کراچی

سربلندی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتلادوں جس سے اللہ تعالیٰ سربلندی عطا کرتا ہے اور درجات بلند فرماتا ہے۔
صحابہؓ نے عرض کیا "ضرور ارشاد فرمائیے۔"
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو تمہارے ساتھ جہالت سے پیش آئے، تم اس کے ساتھ بردباری کا رویہ اختیار کرو، جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کردو جس نے تمہیں محروم کیا، تم اسے عطا کردو اور جو تم سے رشتہ توڑے، تم اس سے جوڑلو اور صلہ رحمی کرو۔"

امبر گل...... جھڈو، سندھ

دعائیہ قطعہ

میرے اللہ میری قسمت میں اجالے رکھنا
مجھ عاصی کو ہر طوفان میں سنبھالے رکھنا
میں وہ ذرہ ہوں جو ہے تیرے کرم سے روشن
مجھ پر رحمت کے سدا رنگ اچھالے رکھنا

سپاس گل...... رحیم یار خان

خوشی

جیسے ساون کی گھنگھور گھٹا سے پانی کا پہلا قطرہ
جیسے کسی میلے میں ڈھول پر پڑنے والی پہلی تھاپ
جیسے کسی شادی والے گھر میں سکھیوں کا پہلا گیت
جیسے کسی سونے آنگن میں بچے کی پہلی چہکار
جیسے محبوب کے ہاتھوں کا اولین لمس یا پھر
جیسے شفق رنگ آسمان پر عید کے چاند کا نظارہ
کسی دور کے نگر میں کسی شناسا چہرے کا دیدار
کسی اجڑے گلشن میں بہار کی واپسی کا احساس
کسی خوش خبری سنانے والے کے ہونٹوں کی مخصوص جنبش
کسی مسکراتے والے کی آنکھ کا نرالا آنسو
کسی لوٹ کر آنے والے کے قدموں کی خوش کن صدا
اے خوشی!
تو دل کے سمندر کا سب سے انمول موتی ہے
تو زندگی کی لہر ہے تُو کائنات کی روح ہے
تُو نے شاذ ہی مجھے اپنی زندگی کی جھلک دکھائی ہے
لیکن مجھے تجھ سے شکوہ نہیں کہ تیری کمیابی ہی تیرا حسن ہے

ارم کمال...... فیصل آباد

پیاس

آنکھوں سے میری
سمندر بہتا ہے
اور
پیاس صحرا جیسی!

عائشہ نور...... شادیوال، گجرات

افسانچہ

امی نے سمجھایا، ابو نے سکھایا، بہنا نے بتایا، بھیا نے منایا لیکن ہم بھی ہٹلر کے جانشین خود کو سمجھتے ہیں نہایت ذہین، چاہے اقدام کرلو ہمارے خلاف کتنے ہی سنگین ہم بھی اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ اہل خانہ کا ایک ہی افسانہ

تھا سب کا ایک ہی ترانہ تھا دیکھو تمہارا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں بنتا، کہاں تم سولہ سال کی شوخ و چنچل مزاج اور کہاں وہ پورے پینتیس سال کا مدبر و صبور سنجیدگی و متانت کا پیکر۔ عمروں کا یہ تفاوت زیادہ عرصے نہ چل پائے گا لیکن ہم پر اماں کی ڈانٹ، ابا کی نصیحت، بھائی کی گھوری، بہن کی خفگی سب بے اثر رہی اور پھر جب ہم دونوں راضی تو کیا کرتا بے چارہ قاضی...... وہ میری زندگی میں شامل ہوا اور میرا اوڑھنا بچھونا بن گیا۔ ہم نے مل کر طے کیا تھا کہ لوگوں کے بے بنیاد خدشوں کو غلط ثابت کردیں گے۔ پچھلے مہینے اپنی سالگرہ کے موقع پر وہ اپنی زندگی کی 36 ویں بہار کی طرف گامزن تھا، اسی موقع پر گھر والوں کے خدشے مٹانے کی غرض سے ہم نے ایک بڑا سا کیک خریدا اور ہم دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گھر میں داخل ہوئے۔ مجھے اس کے سنگ خوش دیکھ کر گھر والوں کی غلط فہمی کا بھی ازالہ ہوگیا بلکہ سب کا کہنا تھا کہ اس کی سنگت میں اب میری طبیعت میں بھی ٹھہراؤ آ گیا اور لاابالی پن ختم ہوگیا ہے، میں نے ایک پیار بھری مسکراہٹ اپنے رہبر و ہمسفر پر ڈالی اور ہم نے اسی شور و غل میں اس کی برتھ ڈے کا کیک کاٹ ڈالا۔
ہیپی برتھ ڈے آنچل...... ہیپی برتھ ڈے...... اور اب میرا آنچل میرے ساتھ ساتھ سب گھر والوں کی جان ہے (ہاہاہا)۔

لیہ بہار رضوان...... کراچی

مہکتی کلیاں

☆ ہر آنے والا دن انسان کے لیے نئی مشکلات پیدا کرتا ہے۔
☆ محبت کرنے والے انتہائی مضبوط اور طاقتور ہوتے ہیں۔
☆ اپنا دکھ دوسروں سے شیئر کرنے سے دل کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے۔
☆ اپنے دشمن کو کبھی بھی کمزور نہ سمجھو۔

فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

میں سے تم

اکثر یوں بھی ہوتا ہے
جب یاد تمہاری آتی ہے
اور میری نیند چراتی ہے
آنکھوں میں نمی بھر جاتی ہے
میں دور کہیں کھو جاتی ہوں
اور میں سے تم ہوجاتی ہوں

شہزادی شبانہ......

نیت کا اثر

ایک دن نوشیرواں شکار کو گیا، راستے میں پیاس غالب ہوئی، سامنے اسے ایک باغ نظر آیا جب وہ وہاں پہنچا تو اسے ایک لڑکا ملا نوشیرواں نے پانی طلب کیا تو لڑکے نے کہا۔
"یہاں پر پانی نہیں ہے۔"
نوشیرواں نے کہا "اچھا ایک انار ہی دے دو۔"
لڑکے نے انار توڑ کر دیا، نوشیرواں نے جب انار کھایا تو نہایت شیریں اور لذیز تھا۔ دل میں خیال آیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو یہ باغ خرید لیا جائے۔
اس لڑکے سے دوسرا انار لانے کو کہا، لڑکے نے دوسرا انار بھی لاکر دیا جب نوشیرواں نے کھایا تو وہ بدمزہ نکلا لڑکے سے پوچھا۔
"تم یہ انار اس درخت سے توڑ کر نہیں لائے کیا؟"
لڑکے نے کہا "انار تو میں اسی درخت سے توڑ کر لایا ہوں۔"
نوشیرواں نے حیرت سے کہا "تو پھر اس کا ذائقہ کیوں بدل گیا۔"
لڑکا بولا "اس لیے کہ بادشاہ کی نیت بدل گئی۔"

صدف مختار...... بوسال مصور

ہمارے ٹوٹکے

❖ اگر آپ کے پاؤں کی ایڑیاں پھٹ جائیں اور کوئی کولڈ کریم اثر نہ کرے تو آپ سوئی دھاگہ لے کے سی لیں۔
❖ اگر آپ کے ہاتھ میں بہت درد ہے تو ایک مضبوط ہتھوڑی لیں اور زور سے پاؤں پر ماریں یقین کریں آپ ہاتھ کا درد بھول جائیں گے۔
❖ اگر آپ کے دانت میں کیڑا لگ جائے تو ایک ہفتے تک کچھ مت کھائیں، کیڑا اندر ہی بھوکا مرجائے گا۔
❖ اگر آپ کو رات کو نیند نہیں آتی تو آنکھوں میں ایک ایک ڈراپ ایلفی ڈال لیں، آپ کو نیند بھی اچھی آئے گی اور صبح آنکھ بھی نہیں کھلے گی۔
شکریہ ادا کر کے شرمندہ مت کریں، اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں۔

اقراء آفرین فائزہ بلال...... جام پور، پنجاب

فکرِ فردا

ایک ہرے بھرے جنگل میں ایک گائے رہتی تھی' علی الصباح وہ تر و تازہ گھاس چرنے کے لیے نکل جاتی' سارا دن گھاس چرتی اور سورج ڈوبنے تک خوب موٹی تازہ ہو جاتی لیکن ساری رات وہ اس غم میں گھلتی رہتی کہ خدا معلوم اگلے روز گھاس چرنے کو ملے یا نہ ملے۔ اس غم میں صبح تک پھر سوکھ کر پہلے کی طرح دبلی پتلی ہو جاتی۔ اب خدا کی قدرت دیکھئے کہ ہر روز صبح سویرے وہ جنگل سرسبز و شاداب ہو جاتا اور وہ خوب شکم سیر ہوتی لیکن اگلے روز کی تفکر میں حالت پھر وہی ہو جاتی۔

اے عزیز تُو نے غور کیا یہ گائے کون ہے؟ یہ انسان کا نفس ہے اور سرسبز جنگل یہ دنیا۔ حق تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہر روز اپنے وعدے کے مطابق رزق عطا کرتا ہے لیکن یہ کم عقل اور بدفطرت آدمی پھر اسی فکر میں سوکھ کر کانٹا ہوا جاتا ہے۔ ارے بدبخت! یہ تو سوچ کہ روزِ پیدائش سے لے کر اب تک تو برابر کھا رہا ہے اور تیرے اس رزق میں کمی نہیں آئی بلکہ پہلے سے بھی کئی گنا بڑھ گیا ہے' کیا تیری بچپن کی خوراک اور جوانی کی خوراک مقدار میں ایک ہی ہے؟ لہٰذا فکرِ فردا سے باز آ اور خدا کی رزاقی پر ایمان پختہ کر۔

حکایتِ رومی

ہنی ایمان...... کراچی

انمول موتی

✦ ہمارے مقصد کو ہمارے لرزتے ہوئے ہاتھوں اور کانپتے ہوئے پیروں سے بلند ہونا چاہیے' زندگی ایک دن کے سفر کا نام نہیں ہے کل بھی آئے گا اور ہمارا آئیڈیل ایسا ہو کہ کل کے تقاضوں پر پورا اتر سکے۔

✦ تم اپنے خیالات' بصیرت اور آئیڈیل کے تصور کے ساتھ کامیاب یا ناکام ہو جاؤ گے' تم اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشات کے تحت چھوٹے بنو گے یا حوصلے کی روشنی میں عظیم۔

✦ اپنے آپ پر اعتماد رکھنے والے فتح حاصل کرتے ہیں۔

✦ خدا سے مدد چاہتے ہو تو ثابت قدم رہو کیونکہ خدا ثابت قدم لوگوں کے ساتھ ہے۔

شفاعت بتول نین تارا...... جام پور

سنہری باتیں

✦ قناعت ایسا ملک ہے جس میں زوال نہیں آتا۔ یہ رضائے الٰہی کی ایسی سواری ہے جو سوار کو اپنے گھر (جنت) میں لے جاتی ہے' جو چیز اللہ نے عطا نہیں کی اس پر توکل کرنا اور جو کچھ عطا ہو چکا ہے اس پر راضی ہونا اور مصائب پر صبر کرنا' بلند حوصلہ ہونے کی نشانی ہے۔

✦ بے شک آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ جو دل سینے میں ہیں وہ بھی اندھے ہوتے ہیں۔

✦ عاشقِ خدا کو نہ کھانے کی چاہت ہے نہ ٹھنڈے شربت میں لذت' نہ گرم چیز پسند ہے نہ بیٹھنا پسند ہے نہ دوستوں سے اُنس ہے نہ گھر میں آرام آتا ہے' نہ آبادی میں چین' نہ لباس میں خوشی' نہ ٹھہرنے میں قرار وہ دن رات اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے اس امید کے ساتھ کہ اسے محبوب کا وصال نصیب ہو۔

سیدہ جیا عباس...... تلہ گنگ

خوب صورت باتیں

⌘ ساری دنیا کے سارے لوگ تمہیں اپنے فائدے کے لیے چاہتے ہیں صرف ایک اللہ ہی ہے جو تمہیں تمہارے فائدے کے لیے چاہتا ہے۔

⌘ گلے شکوے سے چاہت میں کوئی فرق تو نہیں پڑتا مگر ایک بات یہ بھی ہے جہاں شکوے نہیں ہوتے وہاں چاہت نہیں ہوتی۔

⌘ چار چیزیں جنت کی طرف بلاتی ہیں

اپنی مصیبت کو چھپانا
والدین کے ساتھ نیکی
چھپا کر صدقہ کرنا
کثرت سے لا الہ اللہ کا ذکر کرنا

⌘ دو چیزیں زندگی میں کام آئیں گی

غصے کی حالت میں کوئی فیصلہ مت کرنا
خوشی کی حالت میں کوئی وعدہ مت کرنا

رملہ ایمل...... جہلم

شکر

کسی نے بوعلی سینا سے پوچھا
دن کیسے گزر رہے ہیں
وہ رو پڑے اور کہنے لگے کہ
گناہ گار ہونے کے باوجود
خدا کی رحمتیں مجھ پر برس رہی ہیں
سمجھ میں نہیں آتا کہ کس بات پر
اس کا شکر ادا کروں
نعمتوں کی کثرت پر......
یا اپنے بے اندازہ عیبوں کی
پردہ پوشی پر......

کوثر رؤف...... ہری پور

دو آدمی

دو آدمی گاڑی میں آمنے سامنے بیٹھے تھے آخر ان میں سے ایک بولا۔

"معاف کیجیے میں کچھ اونچا ضرور سنتا ہوں مگر آج تو لگتا ہے کہ بالکل بہرا ہو گیا ہوں۔ آپ ایک گھنٹے سے باتیں کر رہے ہیں اور مجھے ایک بھی لفظ سنائی نہیں دیا۔"

دوسرے آدمی نے جواب دیا "میں باتیں نہیں کر رہا چیونگم کھا رہا ہوں۔"

شزا بلوچ...... جھنگ

رابعہ بصریؒ کے دو درہم

رابعہ بصریؒ کو ایک دفعہ دو درہم ملے' دونوں کو الگ الگ ہاتھوں میں پکڑے رکھا' یہاں تک کہ دونوں خیرات کر دیئے ان سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں کیا اور دونوں کو ایک ہی ہاتھ میں کیوں نہ پکڑا۔ رابعہ بصریؒ نے کہا اگر میں دونوں درہم ایک ہی ہاتھ میں پکڑ لیتی تو مجھے ڈر تھا کہیں میں مال جمع کرنے والوں میں شمار نہ ہو جاؤں۔ اسی لیے ایک جگہ جمع ہونے سے قبل ہی میں نے خیرات کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے مال جمع کرنے سے منع فرمایا ہے اور مال جمع کرنے والوں کی سخت مذمت اور برائی کی ہے۔

از حیاتِ سروری

آمنہ امداد' رابعہ امداد...... سرگودھا

عیب

میرے عیبوں کو گننے والو بے شک مجھے سنگسار کر دو
مگر اٹھائے وہی پہلا پتھر جس میں کوئی عیب نہ ہو

ریحا ملک...... ڈیرہ غازی خان

کار بے کار

تین آدمی گاڑی میں کہیں جا رہے تھے' جب منزل پر پہنچے تو دیکھا کہ گاڑی لاکڈ ہے۔

پہلا بولا "انجن کے راستے سے چلتے ہیں۔"

دوسرا بولا "نہیں ڈگی کی طرف سے چلتے ہیں۔"

تیسرے نے کہا "جو کرنا ہے جلدی کرو' بارش ہونے والی ہے اور ہماری کار کی چھت بھی نہیں ہے۔"

ثوبیہ کوثر...... ملتان

زندگی کا سچ

زندگی میں ہم کبھی نہ کبھی اس مقام پر آ جاتے ہیں جہاں سارے رشتے ختم ہو جاتے ہیں۔ وہاں صرف ہم ہوتے ہیں اور اللہ ہوتا ہے' کوئی ماں باپ کوئی بہن بھائی' کوئی دوست نہیں ہوتا پھر ہمیں پتا چلتا ہے کہ ہمارے پیروں کے نیچے زمین ہے نہ ہمارے سر کے اوپر آسمان۔ بس صرف ایک اللہ ہے جو ہمیں اس خلا میں بھی تھامے ہوئے ہے پھر پتا چلتا ہے ہم زمین پر پڑی مٹی کے ڈھیر میں ایک ذرے یا درخت پر لگے ایک پتے سے زیادہ کی وقعت نہیں رکھتے پھر پتا چلتا ہے کہ ہمارے ہونے یا نہ ہونے سے صرف ہمیں ہی فرق پڑتا ہے۔ صرف ہمارا کردار ختم ہو جاتا ہے۔ کائنات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی' کسی چیز پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس کے بعد ہماری عقل ٹھکانے آ جاتی ہے۔

لیلیٰ شاہ...... چک سادہ گجرات

دلچسپ حقائق

☐ آپ خواب میں صرف ان چہروں کو دیکھتے ہیں جنہیں آپ جانتے ہیں۔

☐ کی بورڈ کی آخری لائن میں موجود بٹنوں سے آپ انگلش کا کوئی لفظ نہیں لکھ سکتے۔

☐ سونے کی جتنی زیادہ کوشش کریں نیند آنے کے چانسز اتنے ہی کم ہیں

☐ انسانی دماغ ستر فیصد وقت پرانی یادوں میں یا مستقبل کی سنہری یادوں کے خاکے بنانے میں گزارتا ہے۔

☐ کسی بھی بحث کے بعد پچاسی فیصد لوگ ان تلخیوں اور اپنے تیز جملوں کو سوچتے ہیں جو انہوں نے اس بحث میں کہے ہوتے ہیں۔

☐ ایک لمحے کا مطلب ہے نوے سیکنڈ۔

☐ پندرہ منٹ ہنسنا جسم کے لیے اتنا ہی مفید ہے جتنا کہ دو گھنٹے سونا۔

☐ آپ اپنے آپ کو آئینے میں حقیقت سے پانچ گنا زیادہ حسین دیکھتے ہیں۔

☐ نوے فیصد لوگ اس وقت ڈر جاتے ہیں جب ان

سے کہا جاتا ہے" کچھ پوچھوں آپ سے؟"

حافظہ سمیرا...... 157 این بی

کام کی باتیں

اپنے ہم سفر سے اپنے جیسا ہونے کی توقع مت کرو کیونکہ تم کسی کا سیدھا ہاتھ اپنے سیدھے ہاتھ میں پکڑ کر نہیں چل سکتے۔

(زمن ابراہیم کی کتاب "ذرا سوچئے" سے اقتباس)

ثمن گیلانی' این صدیقی...... آزاد کشمیر

جلد بازی

ایک مریض کا گلے کا آپریشن ہوا اس نے ڈاکٹر سے پوچھا "کیا میں پانی پی سکتا ہوں" ڈاکٹر صاحب بولے۔
"آپ کو اتنی جلدی کیا ہے۔"
"مریض میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرا گلا کہیں لیک تو نہیں کررہا۔"

☆☆☆☆☆

بے بی

طلاق کے مقدمے میں ایک خوب صورت عورت نے جج کو بتایا۔ "ہم دونوں شادی کے بعد ایک سال تک بے حد خوش و خرم زندگی گزار رہے تھے مگر پھر بے بی کے آنے کے بعد روز بروز ہماری زندگی تلخ سے تلخ تر ہوتی گئی۔"

جج نے پوچھا۔ "بے بی لڑکا ہے یا لڑکی؟"

عورت نے جواب دیا "اٹھارہ سال کی حسین دوشیزہ ہے' ایک ماہ پہلے ہمارے سامنے مکان میں آ کر رہنے لگی۔"

مہرین آصف بٹ...... Ak

مسکراہٹ

ایک شیخ بس میں سفر کررہا تھا بس بے قابو ہوکر دریا میں جاگری۔ ہر کوئی اپنی زندگی بچانے کے لیے تیرنے لگا مگر شیخ تیرتے ہوئے کسی کو تلاش کررہا تھا' ایک آدمی نے پوچھا "کسے ڈھونڈ رہے ہو بھئی؟" شیخ نے جواب دیا۔

"کنڈیکٹر کدھر گیا' پچیس روپے بقایا تھا میرا۔"

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

سال 2013ء

داستانیں تُو نے کی ہیں جو رقم
بھول پائیں گے انہیں ہرگز نہ ہم
لوگ بے جرم و خطا مرتے رہے
ہونہ پائے کم مگر تیرے ستم

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

کل اور آج

- کل لوگ صبح نماز کے لیے اٹھتے تھے' آج چائے کے لیے۔
- کل لوگ قرآن پاک پڑھتے تھے آج SMS۔
- کل لوگ دین کے لیے محنت کرتے تھے' آج دولت کے لیے۔
- کل لوگ عبادت میں مصروف رہتے تھے آج فلم اور گانوں میں۔
- کل عورت گھر کی زینت تھی آج بازار کی۔
- کل اولاد ماں باپ کا کہنا مانتی تھی' آج ماں باپ اولاد کا۔
- ہمیں اپنے آج کو بدلنا ہوگا' یہی انسانیت ہے۔

انیلہ ملک...... شورکوٹ

رحم

- اگر خیال کی اصلاح ہوجائے تو خوف دور ہوسکتا ہے۔
- ماضی کی غلطیوں پر توبہ کرلی جائے تو خوف دور ہوسکتا ہے۔
- اللہ کی رحمت پر بھروسا کرلیا جائے اس کے فضل سے مایوسی نہ ہونے دی جائے تو خوف نہیں رہتا۔
- کوئی رات ایسی نہیں جو ختم نہ ہوئی ہو۔
- کوئی غلطی ایسی نہیں جو معاف نہ کی جاسکے۔
- کوئی انسان ایسا نہیں جس پر رحمت کے دروازے بند ہوں۔
- رحم کرنے والے کا کام ہی یہی ہے کہ رحم کرے۔
- رحم اس فضل کو کہتے ہیں جو انسانوں پر ان کی خامیوں کے باوجود کیا جائے اور یہ رحم ہوتا ہی رہتا ہے' کسی کو خوف زدہ نہ کیا جائے۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

aayna@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ابتدا ہے اس پروردگار کے پاک نام سے جو خالق کونین ہے۔ جون کا شمارہ حاضر خدمت ہے' دونوں سالگرہ نمبرز کی طرح امید ہے یہ شمارہ بھی آپ کے ادبی ذوق کے عین مطابق ہوگا آیئے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے تعریف وتنقید پر مبنی دلچسپ تبصروں کی جانب۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ السلام علیکم! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے اور چھپ کے چھپ آم بھی کھا رہے ہوں گے (میری طرح) ہاہاہا اب آتے ہیں تبصرے کی طرف' ٹائٹل ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اچھا تھا۔ سرگوشیاں سنتے "حمد ونعت" سے فیض یاب ہوئے۔ سب سے پہلے سلسلے وار ناول کی طرف بھاگی "ٹوٹا ہوا تارا" روشی اور احسن کی شادی کے ساتھ ساتھ انا اور ولید کی منگنی سے دلی خوشی ہوئی' اب مصطفی اور شہوار کو سیٹ کردیں پلیز اور دریہ کو دور پھینکیں۔ "بھیگی پلکوں پر" عادلہ کے ساتھ سب کچھ اچھا کردیا' بس جلدی اور طغرل اور پری کی شادی کروا دیں۔ شیری سے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" اُف کیا ناول ہے اُم مریم! اسکندر کا سن کر حیران رہ گئی میں اور بہت خوشی ہوئی۔ لاریب بی بی اپنے سے کمتر سمجھتی تھی وہ انہی کے برابر نکلے یقین ہے سکندر کا فراز سے کوئی رشتہ ہوگا۔ عباس کو تو تھپڑ لگانے کا دل کرتا ہے' بے چاری فاطمہ محبت میں کیا سے کیا ہوگئی اب عباس کو فاطمہ سے محبت ہوجانی چاہیے' مکمل ناول اور افسانے ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ تعارف سب کا پسند آیا۔ "بیاض دل" میں اپنا نام نہ دیکھ کر بہت غصہ آیا' آئینہ' یادگار لمحے' ہم سے پوچھیے میں بھی غائب' آہ...... ویسے سب نے بہت اچھا لکھا اور جنہیں میرا تبصرہ پسند آیا ان سب کا شکریہ۔ گرمی اور لوڈشیڈنگ میں شائلہ آپ کے تپتے تپتے جوابات مزا دے گئے' آخر میں لکھاریوں سے کہنا چاہوں گی' کہاں غائب ہو میری جگری یار وجیٹ بٹی لکھاریوں' ذرا جلدی جلدی انٹری مارو ہاہاہا۔ ارے خط طویل سے طویل تر ہوتا جارہا ہے قلم تو رکنے کا نام نہیں لے رہا۔ اللہ پاک آنچل کو ترقی دے' مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' زندگی نے وفا کی تو پھر سے حاضر ہوں گی تب تک کے لیے فی امان اللہ۔

☆ عائشہ ڈیئر! آم ابھی عام کہاں ہوئے ہیں' بہرحال دلچسپ پیرائے اور شگفتہ انداز میں آپ کا تبصرہ بے حد پسند آیا۔

حافظہ فوزیہ سلیم...... چیچہ وطنی۔ السلام علیکم! ابتدا رب سوہنے کے نام سے' جو مالک ارض وسماں ہے۔ اس مرتبہ تو آنچل نے دھوم ہی مچادی' قلم اٹھانے پر دوبارہ مجبور کردیا' سالگرہ مکمل تو واقعی اب ہوئی ہے ہر تحریر ایک سے بڑھ کر ایک تھی' یوں لگتا تھا ہر رائٹر نے مقابلہ لگا رکھا ہو۔ حمد ونعت سے فیض یاب ہونے کے بعد سرگوشیاں سنیں پھر دانش کدہ میں مشتاق احمد قریشی کی کلاس لی' گمراہ دل کچھ حد تک سنبھل چلا' "ہمارا آنچل" میں سبھی کے تعارف اچھے تھے۔ پہلی تحریر ہی پسندیدہ رائٹر کی تھی نازیہ کا نام دیکھ کر ہی دل باغ باغ ہوگیا لیکن ادھورا ناول پڑھ کر تشنگی بڑھ گئی ہے' آخر کیم جون کب ہوگا۔ سویرا فلک' سلمیٰ غزل' سیدہ ضوباریہ کے افسانے بہت اچھے تھے' رشک حبیبہ نے سسرال نامے میں خوب گھمایا۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء صغیر احمد نے ناول کچھ کھینچ دیا ہے مجھے تو بس اب اینڈ کا انتظار ہے۔ طلعت نظامی کی کاوش بھی پسند آئی۔ "ٹوٹا ہوا تارا" آخر سمیرا نے روشی اور احسن کی شادی کروا ہی دی۔ یہ دریہ کا کردار ڈال کر اسٹوری کا مزا کرکرا کردیا ہے سمیرا آپ نے' دیکھتے ہیں کب پردہ اٹھاتی ہیں شہوار کے ماضی سے۔ مستقل سلسلے پہلے سے بہت زیادہ اچھے تھے یوں کہہ لیں خاص تھے' سچ اس مرتبہ تو آنچل نے بڑا خاص اہتمام کیا تھا۔ "ڈیڑھ تولہ سونا" لے کر نازیہ جمال کہاں ان حالات میں نکل آئیں' ویسے بہت اچھے انداز میں تقدیر کے کھیل سمجھائے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" اس مرتبہ قسط وار ناول میں اُم مریم نے خاص انٹری ماری ہے' کچھ تو اسٹوری آگے بڑھی' ہمارے سکندر پر کتنا ظلم کرواتا ہے مریم! اور عشنا کوثر سردار تو پسندیدہ ترین رائٹر ہیں' کچھ وقفہ کے بعد آئی ہیں عشنا ابھی تمہاری اسٹوری نہیں پڑھی' افراتفری میں پڑھنے کا مزا نہیں تھا اس لیے آپ کی تعریف اگلے ماہ ادھار' اپنی کزن راحت فاروق' وسیم فاروق کی برتھ ڈے اور 6 جون کو میرے پیارے بھائی عبدالرحمان سلیم کی اور میری برتھ ڈے ہے تو وش یو...... بسمہ مقصود کی مما یعنی میری پھوپو رخسانہ مقصود کو بھی شادی کی سالگرہ مبارک ہو۔

☆ فوزی ڈیئر! آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

ماریہ نور...... شاہ کوٹ۔ السلام علیکم! کیسی ہیں آپی؟ بات ہوجائے اُم مریم کے ناولٹ کی' بے لگام خواہشیں فاطمہ کو

ذلیل ہی کروائیں گی' بڑا عجیب لگا اس کا نوکرانی بن کے کام کرنا اور وقاص کا تو عبرتناک انجام ہونا چاہیے۔ "بھیگی پلکوں پر" میں شیری صاحب اپنی اصلیت دکھا رہے ہیں ان کو تو ایسے چھتر پڑنے چاہیے طغرل کے ہاتھوں کہ عقل ٹھکانے آجائے۔ ایسے اوباش اصل زندگی میں بھی معصوم لڑکیوں کو بھٹکانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں اللہ سب کی عزتوں کی حفاظت فرمائے اور ایسے لوگوں کو ہدایت دے آمین۔ سمیرا آپی! آپ کا ناول میرا فیورٹ ہے کہانی بہت اچھی جارہی ہے اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ یادگار لمحے میں عائشہ سلیم کا انتخاب بہت اچھا لگا۔ ہم سے پوچھئے میں خوب رونق تھی بس اپنی کمی بُری طرح محسوس ہوئی۔ باقی سلسلے بھی ٹھیک جارہے ہیں نازی آپی کے ناول کے آخری حصے کا بے چینی سے انتظار ہے آنچل کی پریوں کو سلام اور کبھی میرے نام بھی کوئی بندی پیغام بھیج دے۔

سیدہ حیا عباس...... تلہ گنگ۔ سلام مسنون! آج پھر ہم حاضر ہیں آئینہ میں طویل غیر حاضری کے بعد ہوا کچھ یوں کہ ہم پیا دیس سدھار گئے اور مصروفیات بڑھ گئیں سو اس غیر حاضری کو نظر انداز کرکے ہمیں ویلکم کیا جائے (آخر کو ہم میکے آئے ہیں) اب آتے ہیں اپنے محبوب (حیران مت ہوں آنچل کی ہی بات کررہی ہوں) سرگوشیاں زبردست قیصر آپی حمد و نعت کے بعد سیدھے گئے "مسر الشامہ" پر رشک حبیبہ کیا دکھڑا دیا ہے یار! رئیلی ہر دوسرے گھر کی اسٹوری ہے یہ۔ "مجھے ہے حکم اذاں" شرجیل نے اتنے جرائم کے بعد چلیں سمیعہ کی زندگی تو بچالی زبردست جی۔ لاریب کو اب سیدھا کرہی دیں لڑکیوں میں اتنی اکڑ اچھی نہیں لگتی اور سکندر مجھے لگتا ہے فراز کا کزن اور آفاق کا بیٹا ہے (ہے نا) فاطمہ کی قسمت بھی سنورنے والی ہے کیونکہ عباس راہ راست پر آنے والا ہے۔ بہت جلد وہ فاطمہ سے شادی کرلے گا۔ فراز نے تو تائی جی کی عقل ٹھکانے لگادی ہے گڈ ایسے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ "بھیگی پلکوں پر" اب طغرل اور پری کے بارے میں پڑھ کر مزہ آرہا ہے لیکن پلیز پری کو شیری جیسے گھٹیا اور درندہ صفت انسان سے بچائے رکھنا اور عادلہ کی سزا بھی ختم کردیں۔ سعود کو بھی غلطی کا احساس ہوگیا یعنی کہانی ایک دو قسطوں میں ختم (ایم آئی رائٹ) غزلیں نازی جی' سباس' اُم ثمامہ' عمران فائق' مہر گل' سمیرا غزل' شاکر نظامی' ایس انمول نے خوب لکھا۔ باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے خدائے کریم ہم سب کا حامی و ناصر ہو حجاب نقوی (کہاں ہو یار آئی رئیلی مس یو) اس بار جگہ ملی تو پھر حاضر ہوں گے تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

☆ حیا ڈیئر! آپ کو اپنے میکے مطلب آنچل میں خوش آمدید مصروفیات میں بھی رابطہ بحال رکھیے گا۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی۔ آپی جی کیسی ہیں آپ؟ "چلو بانٹ لیں ہم زندگی" طلعت نظامی ویری گڈ۔ سویرا ملک' رشک حبیبہ کے افسانے گڈ تھے منزہ بھٹی' مہر گل کے اشعار اچھے تھے۔ شاکر نظامی اور اُم ثمامہ کی غزلیں اچھی لگیں۔ یادگار لمحے میں عائشہ سلیم' فائزہ بلال' فیاض اسحاق کا انتخاب اچھا تھا۔ تمام پڑھنے والوں اور طیبہ نذیر' ساریہ چوہدری' شاہ زندگی' حیا عباس' نادیہ کامران' ایس بتول شاہ' نوشی تمام اہل وطن کو سلام اللہ ہمیں تمام پریشانیوں سے بچائے آمین ثم آمین اللہ حافظ۔

شمع ناز شکیل...... کراچی۔ السلام علیکم! مئی کا شمارہ 24 کو ہاتھ آیا اس بار ماڈل کا عجیب گیٹ اپ تھا۔ سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" کی بات کروں گی شہوار کا رویہ اب برداشت سے باہر ہوگیا ہے باقی کہانی زبردست ہے۔ "برف کے آنسو" کی پہلی قسط اچھی تھی امید ہے اینڈ اچھا ہوگا۔ باقی کہانیاں بھی ٹھیک تھیں۔ بیاض دل میں فائزہ بھٹی کی شاعری کیوٹ لگی۔ یادگار لمحے میں فائقہ سکندر حیات' پروین افضل شاہین' عائشہ سلیم کے انتخاب پسند آئے۔ سمیرا تعبیر (سرگودھا) میرا تبصرہ پسند کرنے کا شکریہ۔ اب اجازت چاہوں گی اللہ ہم سب کو خوش رکھے آمین۔

رافیہ کنول...... دائرہ دین پناہ۔ السلام علیکم! پیاری باجی آنچل میں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں مجھے آنچل کے سلسلہ وار ناول بہت پسند ہیں سب سے پہلے "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھا مریم جی سکندر کو اور کتنا ستائیں گی' مجھے سکندر اپنے بھائیوں جیسا لگتا ہے اور وقاص تو پورا ہی مینٹل ہے اب عباس کو فاطمہ سے شادی کرلینی چاہیے اور مجھے ابراہیم حیدر فاطمہ کا بھائی لگتا ہے اور سکندر فراز کا کزن باقی اسٹوری بھی زبردست ہے اس کے بعد "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھی سمیرا جی شہوار کا دماغ کب ٹھکانے لگائیں گی' مجھے ولید بہت پسند ہے۔ نازیہ کنول نازی کی "برف کے آنسو" اچھی لگی' اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے باقی آنچل پورا پڑھا بہت اچھا لگا۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آپ کی دعا گو بہن۔

☆ پیاری کنول! خوش آمدید۔

وجیہہ خان...... بہاولپور۔ تمام قارئین کو سلام' ویسے میں کافی عرصہ بعد آئینہ میں نمودار ہوئی ہوں اور یہ کیا؟ آپ سب

لوگ بھول گئے مجھے؟ تھوڑا سا عرصہ میں کیا روپوش ہوئی سب نے بھلا دیا مجھے۔ اتنا ظلم اتنی زیادتی...... مجھے بالکل امید نہیں تھی۔ یہ جو آنچل ملنے کی تاریخوں میں گڑبڑ ہوئی تھی نا اس وجہ سے کافی عرصے تک کوئی تبصرہ لکھ نہیں پائی خیر کوئی نہیں اب تو ہم لوٹ آئے ہیں نا۔ اس ماہ کا آنچل آخر کار میں نے 29 کو حاصل کرہی لیا۔ ٹائٹل گرل کا ہیئر اسٹائل اچھا تھا۔ اُم مریم بہت زبردست طریقے سے ناول آگے بڑھ رہا ہے شرجیل نے پہلی بار کوئی ڈھنگ کا کام کیا ہے ایمان ہم سب تمہیں بہت مس کررہے ہیں بس اب فٹافٹ لوٹ آؤ۔ فراز نے اریبہ کے ساتھ بالکل ٹھیک کیا ہے ویل ڈن فراز! سکندر تم فراز اور شرجیل لوگوں کے کزن ہونا آفاق چچا کے بیٹے مجھے پکا یقین ہے۔ فاطمہ پر تو بے حد غصہ آتا ہے اور کبھی کبھی ترس بھی' شرم کرو عباس! دو دو لڑکیوں نے تم جیسے انسان کے لیے اپنی زندگیاں تباہ کررکھی ہیں لاریب اُف...... تم بھی ذرا عقل کے ناخن لو پلیز۔ پہلے مجھے نانا اور شہوار پر غصہ آتا تھا مگر اس قسط میں شہوار پر ترس آنا پر پیار اور ولید پر بے حد غصہ آیا۔ مصطفیٰ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر پھر بھی یار کچھ تو خیال کرو بیوی کا اُس در یہ کو تو میں...... بدتمیز جلدی سے واپس بھیجیں اس کو۔ یہ عادلہ بیگم کیا گل کھلانے والی ہیں اللہ بچائے رابعہ کو اس عورت سے۔ کاشفہ کو کیسے نہیں دیکھا مصطفیٰ اور شہوار اور لاریب بھابی نے......؟ دیکھنا چاہیے تھا چیونگم کی طرح چپکتی جارہی ہے ولید کو۔ فٹافٹ دفع کریں اسے ولید اور روشی کا ضرور کنکشن ہے شہوار اور بابا صاحب کے ساتھ۔ دیکھتے ہیں کیا ٹوئسٹ آتے ہیں اسٹوری میں۔ "بھیگی پلکوں پر" میری چھٹی حس کہہ رہی ہے یہ ناول ایک یا دو قسطوں میں اینڈ ہوجائے گا اور مجھے پوری امید ہے کہ عادلہ کوئی بُرا نہیں کرے گی پری کے ساتھ۔ گلفام اور ماہ رخ کا اینڈ پڑھ کر بے حد اچھا لگا۔ صباحت بیگم بھی صحیح ہوگئیں باقی یہ شہریار صاحب رہ گئے ہیں ان کو ذرا اچھا سا سبق ملنا چاہیے ویسے اقراء آنٹی یہ ناول اتنا بیسٹ نہیں تھا جیسا ہونا چاہیے یا آپ کے ہوتے ہیں۔ نازی آپی سب سے پہلے تو نئے ناول "برف کے آنسو" پر بے حد مبارک باد' اچھا ناول ہے۔ عائزہ اور زعیم کی جوڑی ہی بنے گی زعیم اس سے چڑ جائے گا اور لڑتے جھگڑتے زندگی گزرے گی۔ ریان سو فیصد غلط لڑکی کے پیچھے چڑھا ہے سمجھ نہیں آرہا قصور کس کا ہے ریان کا یا علینہ کا شاید دونوں کا' بہر حال دیکھو کب عقل آتی ہے ریان صاحب کو۔ سندان صاحب کو اب پتا چلے گا دھوکا دینے کا انجام۔ سویرا فلک کا افسانہ "دل کے رشتے" ٹھیک تھا ثانیہ غلط تھی مگر شاید وہ سمجھنے سے سمجھ جاتی۔ عادل نے اسے سمجھانے کی بجائے ڈائریکٹ رشتہ ختم کردیا۔ ویسے اکثر لڑکیوں کی سوچ ایسی ہی ہوتی ہے سلمیٰ غزل کا افسانہ "دولتوں کے زہر" شروع میں تو لگا وہی دولتوں کی بھینٹ چڑھائی جانے والی کہانی ہوگی مگر اتنا اچھا اینڈ پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ ضوباریہ کے افسانے "بساط جاں" رلا دیا اس کہانی نے سچ میں آنکھوں میں آنسو آگئے بہت اعلیٰ ضوباریہ! عشنا آپی آپ کے ناولز بالکل الگ ہوتے ہیں کی ایک الگ کہانیاں بیان کرتے ہوئے کبھی کبھی تو مجھے یہ سب افسانے لگتے ہیں (کبھی محبت ہوئی نہیں نا) شاید ایسی ہی ہوتی ہوگی محبت' بہر حال نائس اسٹوری تھی۔ نازیہ آپی کی غزل بہت خوب صورت تھی' یادگار لمحے میں سب نے بے حد اچھا لکھا۔ "ہم سے پوچھئے" عائشہ عمر کے سوال جواب سننے میں مزا آیا۔ شازیہ فاروق کے سوال جواب بھی انٹرسٹنگ تھے آئینہ اور دیگر سلسلے ابھی نہیں پڑھے مگر مجھے معلوم ہے سب بیسٹ ہوگا۔ اللہ حافظ۔

☆ وجیہہ ڈیئر! آئینہ میں اپنا عکس جھلملاتا دیکھ لو آپ کا تفصیلی تبصرہ اور خوشگوار انداز بے حد پسند آیا۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن۔ اچھی سی شہلا آپی اور آنچل سے وابستہ تمام افراد کو میری جانب سے ڈھیروں دعائیں اور محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ سب سے پہلے سرورق کی بات کروں گی سرورق نے دل خوش کردیا کیونکہ ماڈل میرے پسندیدہ رنگ کے لباس میں تھی۔ سرگوشیاں میں آپی جی آپ نے ٹھیک کہا اندھیر نگری چوپٹ راج۔ "مجھے ہے حکم اذاں" میں اُم مریم نے کمال کردیا لفظوں کے ایسے موتی پروئے کہ ہر لفظ انمول ہوگیا کئی اقتباس تو میں نے اپنی ڈائری کی زینت بنائے۔ اُم مریم آپ بہت اچھا لکھ رہی ہیں' یہ آپ کا شاہکار ناول ہوگا ان شاء اللہ۔ اقراء جی اور سمیرا جی آپ کے ناول مزے کے ہیں' شکر ہے صباحت کو کچھ عقل آئی۔ شیری نے عادلہ کے لیے ٹھیک کمنٹس پاس کیے ہیں شیری جیسے مرد بھی اچھے نہیں ہوتے جنہیں کسی کی عزت کا خیال نہیں ہوتا۔ سمیرا جی اب تو تابندہ بوا اور شہوار کے ماضی سے پردہ اٹھا دیں' رشتے واضح کردیں تاکہ شہوار بے چاری کو سکون آجائے۔ نازیہ جی کافی عرصہ بعد نظر آئیں' ناول مزے کا تھا لیکن باقی آئندہ نے سارے ناول کا مزا کرکرا کردیا۔ "دل کے رشتے" سویرا فلک نے بے حد اچھا افسانہ لکھا' سب کو سبق لینا چاہیے اس افسانے سے۔ "دولتوں کا زہر" بھی اچھا لگا واقعی انسان کو اس کی نیکی کا اجر ضرور ملتا ہے۔ "ڈیڑھ تولہ سونا" بھی دل کو جکڑ لینے والی تحریر تھی' ماں باپ کچھ بھی کرلیں تقدیر کا لکھا تو نہیں مٹا سکتے اگر دولت سے خوشیاں

خریدی جاتیں تو پھر دنیا میں رب تعالیٰ کو کون پکارتا۔ "چلو بانٹ لیں ہم زندگی" ناولٹ نے کافی متاثر کیا یہ بات طلعت نظامی صاحبہ کے ناولٹ پر صادق آتی ہے۔ سروے میں سب بہنوں نے اچھا لکھا بہنوں کے جوابات کافی مزہ دے گئے۔ زویا خان آپ نے میری صحت کے لیے دعا کی میں آپ کی بے حد شکر گزار ہوں آپ جیسی مخلص دوستوں کی دعائیں ہی تو ہیں جن کی بدولت میں کافی بہتری کی طرف گامزن ہوں لیکن ابھی بھی مجھے اشد دعاؤں کی ضرورت ہے آپی! آپ اور سب میرے لیے دعا کرتے رہیے گا شکریہ آنچل اور سب کے لیے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ۔

صوفیہ صدیقی...... چیچہ وطنی۔ آنچل کے تمام اسٹاف کو سلام۔ کافی طویل عرصے کے بعد لکھنے کی جسارت کررہی ہوں کیونکہ مصروفیت بہت تھی اس مصروفیت میں خط تو نہیں لکھ سکتی تھی لیکن ڈائجسٹ ہر دفعہ لیا اور پڑھا سوچا کیوں نہ آج خط لکھ کر آپ اسٹاف اور آنچل قارئین سے بات کی جائے سب سے پہلے سرگوشیاں پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ پھر اقراء صغیر احمد کا ناول "بھیگی پلکوں پر" پڑھا اقراء ناول تو اچھا ہے لیکن بہت سلو جارہا ہے پری اور طغرل کی جلد شادی کروادیں۔ ناول زیادہ لمبا لکھا کریں اس کے بعد اپنی موسٹ فیورٹ رائٹر "سمیرا شریف طور" کا ناول پڑھا مزہ آگیا تمام کردار ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ شہوار اور مصطفیٰ کی جوڑی لاجواب ہے "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا جی ناول دل میں اترتا جارہا ہے۔ انا اور ولید کا بھی کردار لاجواب ہے پلیز انا کی ولید سے ہی شادی ہو ناول پڑھ کر مزہ آگیا۔ سمیرا اسی طرح لکھتی رہو آپ میری فیورٹ رائٹر ہو۔ پھر "مجھے ہے حکم اذاں" اُم مریم آپ بھی جادوئی انداز میں کہانی آگے بڑھارہی ہیں۔ سکندر اور لاریب کے کردار میں کہانی پڑھ کر اچھا لگتا ہے پھر "اسی گردش ماہ وسال میں" عشنا کوثر کی کاوش بھی اچھی لگی ان کا محبت کے بارے میں فلسفہ الگ سا ہوتا ہے جسے پڑھ کر اچھا لگتا ہے۔ بیاض دل سے ثناء اشرف کا شعر سب سے زیادہ پسند آیا اور مہر گل، دعا گل کا شعر بھی بہت پسند آیا۔ یادگار لمحے میں عائشہ سلیم نے نکاح پر جو بتایا پسند آیا اور "ایک عجیب رات" قرۃ العین، صائمہ عمرین نے بہت اچھی معلومات دیں۔ ہمارا آنچل میں سویرا خان کا تعارف بہت پسند آیا مزے کا لگا شہلا آپی آپ کا تمام آنچل بہت مزے کا ہے سیکھنے کا بہت موقع ملتا ہے اللہ تعالیٰ آنچل کو ترقی دے آمین۔

الفت اینڈ فائزہ عباسی...... چناری آزاد کشمیر۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور آنچل کے تمام ممبران کو ہمارا پیارا پیارا سلام۔ کافی عرصے کے بعد آنچل میں حاضری دی ہے آنچل کا سرورق بہت اچھا تھا۔ سب سے پہلے سرگوشیاں اس کے بعد ناولٹ "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھی اس بار کہانی بہت اچھے موڑ پر ختم ہوئی انتظار ہے کب مریم جی اس کا اچھا سا اختتام کریں گی۔ "ٹوٹا ہوا تارا" واہ سمیرا جی! اسی کریٹ ہوروشی کی مہندی خوب انجوائے کی۔ نازی جی کے مکمل ناول کے بارے میں کچھ نہ کہنا زیادتی ہوگی۔ نازی جی آپ کا ناول بہت اچھا رہا اگلی قسط میں دیکھیے اینڈ کیا ہوگا۔ باقی تمام سلسلے بہت اچھے تھے۔

خدیجۃ الکبریٰ مقامی...... قصور۔ السلام علیکم! سب سے پہلے "بھیگی پلکوں پر" پڑھا شکر ہے اقراء آپی نے بھی کہانی کی رفتار تیز کی سارے کردار سیٹ ہورہے ہیں بس اب شیری کوئی نیا مسئلہ کھڑا نہ کردے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا آپی ویل ڈن! مجھے شہوار کا کردار بہت اچھا لگتا ہے کیونکہ اس کے کردار میں مجھے اپنی جھلک محسوس ہوتی ہے اس دفعہ ولید پر بہت زیادہ غصہ آیا کہ ولید اتنا بھی بچہ نہیں ہے کہ انا کے جذبات محسوس ہی نہ کرے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ہمارے اندازے درست ہی نکلے کہ سکندر فراز کا کزن ہے مریم نے سمیعہ کا نکاح ابراہیم سے کرکے اچھا کیا البتہ لاریب کو اپنی اور سکندر کی چپقلش اپنے کمرے تک ہی محدود رکھنی چاہیے سکندر کی لماں کی تذلیل کرکے بہت بُرا کیا وہ بے چاری تو بہو بیٹے کی محبت میں اندھی ہورہی ہے۔ "برف کے آنسو" نازی آپی نے زبردست لکھا لیکن آخر میں آئندہ ماہ دیکھ کر سارا مزہ کرکرا ہوگیا۔ "اسی گردش ماہ وسال میں" عنوان تو زبردست تھا لیکن کہانی بس سو سو ہی رہی۔ مکمل ناولز ختم کرکے جلدی سے "چلو بانٹ لیں زندگی" پر دوڑ لگادی۔ پہلے تو صنم کو کھلی چھوٹ دے دی اور بعد میں اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت کے مصداق گھٹنوں میں سر دے کر رونے کا کیا فائدہ بہرحال ماہا کی وفاداری اور ساس کی ساری باتوں کو خاموشی سے سن لینا اچھا لگا۔ "بساط جاں" سیدہ ضوباریہ کے افسانے کی سمجھ ہی نہیں آئی سارا کا سارا اوپر سے گزر گیا۔ نازیہ جمال کا افسانہ "ڈیڑھ تولہ سونا" بہت اچھا تھا لیکن ظفر کی موت میں رابعہ کا کوئی قصور نہ تھا زندگی میں وہی رونما ہوتا ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے البتہ سائرہ کی زکوٰۃ نے رابعہ کی چین فروخت ہونے سے بچا کر بہت اچھا کیا اگر ہم بھی زکوٰۃ ادا کریں تو بہت سی رابعاؤں کی چین بکنے سے بچ جائے۔ یہ کیا نظموں غزلوں میں سارے صفحات ہی ماں کی محبت کے نذر کیے ہوئے تھے اور ہمیں رلانے کا

سامان...... افسوس کے ہم ماں کے آنچل کی ٹھنڈی چھاؤں سے محروم ہیں۔ ڈش مقابلہ "قیمے کے پراٹھے" مزے کے لگے جو کہ اماں جانی سے فرمائش کرکے بنوائے تھے۔ یادگار لمحے میں شازیہ ہاشم کی زندگی کا فلسفہ اچھا لگا او کے اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

کلثوم صندل...... مظفر گڑھ۔ السلام علیکم! پہلی مرتبہ لکھنے کی جسارت کررہی ہوں اس دفعہ آنچل 30 اپریل کو ہمارے ہاتھ آیا۔ سب سے پہلے ٹائٹل پر نگاہ دوڑائی ماڈل اچھی لگی لیکن مجھے اس کی آنکھیں پسند نہیں آئیں ہاں البتہ ہیئر اسٹائل اور جھمکے بہت اچھے تھے اس کے بعد حسب معمول حمد و نعت سے استفادہ حاصل کرنے کے بعد ہم غزلوں کی طرف دوڑے اور راشد ترین کی غزل ڈھونڈنے لگے مگر ناکامی ہوئی تاہم نازیہ کنول نازی، سباس گل اور فریدہ خانم بھی ہمیں بہت عزیز ہیں اور ان کی غزلیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ اس کے بعد "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھا اُم مریم پلیز اب عباس اور فاطمہ کو جدا مت کیجیے گا۔ پتا نہیں کیوں عریشہ مجھے شروع ہی سے زہر لگتی تھی وہ جب مری مجھے کوئی افسوس نہیں ہوا اور اب پلیز لاریب کی بھی عقل ٹھکانے لگادیں بے چارے سکندر کی حالت مجھ سے اب دیکھی نہیں جاتی۔ افسانے "دل کے رشتے" اور "بساط جاں" بہت اچھے لگے۔ مکمل ناول "اسی گردش ماہ وسال میں" بس صحیح تھا زیادہ متاثر نہ کرسکا آنچل کے باقی سارے سلسلے جیسے بیاض دل، دوستوں کا پیغام آئے اور بیوٹی گائیڈ بھی ہم ساری بہنوں کو بہت پسند آئے۔ پیاری فرینڈ اللہ رکھی کو سالگرہ کی مبارک باد جو کہ 27 مئی کو ہے اور ثریا اکرم اور حنا نواز کو سلام۔

فضہ ہاشمی...... عارف والا۔ السلام علیکم! دعا ہے اللہ تعالیٰ آل محمدؐ، اہالیان پاکستان اور آنچل کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ مئی کا آنچل میرے ہاتھ میں ہے اور میں اسے تقریباً سارا ہضم کرچکی ہوں سلسلہ وار ناولز میں "بھیگی پلکوں پر" شیری نے خباثت کے جراثیم پھیلانا شروع کردیے مگر عادلہ کے کیے کی سزا بری تو نہیں ملنی چاہیے ورنہ اچھائی کا وجود ختم ہوجائے گا عادلہ کو تو صحیح سزا ملی باقی حسب معمول چل رہا ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں پلیز شہوار کی ماں کا ماضی کھول دیں تاکہ ہمارے ذہنوں کی گرہ کھل سکے اور شہوار کی شناخت بھی مکمل ہوسکے، مصطفیٰ کی کزن صاحبہ جو وارد ہوئی ہیں مجھے تو یہ ماسی مصیبت لگ رہی ہے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" میں سمیعہ کے ساتھ تو بہت اچھا ہوا لیکن حقیقی زندگی میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا ہے مجھے تو لگتا ہے ڈاکٹر ابراہیم شرجیل کے بچھڑے ہوئے چچا کو جانتا ہے اور بلاآخر وہ فراز یا پھر شرجیل کو بچھڑے ہوئے چچا تک ضرور پہنچادے گا لیکن اچھا نہیں ہوا کہ سکندر اپنی کھوئی ہوئی پہچان ڈھونڈنے نکل پڑا حالانکہ اک غریب دیہاتی کا بیٹا ہونے کے ناطے سکندر کے کردار میں اٹریکشن اور ٹوئسٹ تھا مگر اب یہ ٹوئسٹ ختم ہوچکا ہے ہونا تو یہ چاہیے کہ ایک غریب لڑکا ہوتے ہوئے وہ وقاص کو شکست دیتا اور لاریب کے دل میں جگہ بناتا اور لاریب کی اکڑ کو توڑتا مگر...... "چلو بانٹ لیں ہم زندگی" میں سوتیلے رشتے کا زہر ضرور تھا مگر ہلکی پھلکی تحریر تھی ایک بیٹی انتہائی اچھی دوسری بُری بس سو سو تھی آخر میں سب کا ملاپ۔ "اسی گردش ماہ وسال میں" روایتی کہانی پڑھنے کو ملی جس میں دادا جی روٹھے ہوئے ہیں پوتی کو گھر سے نکال دیا عمر صاحب بزدل جس نے معصوم لڑکی کا سہارا لیا۔ "روایتوں کا زہر" میں سلمیٰ غزل صاحبہ نے اچھا اینڈ کیا حالانکہ پردے میں رہنے دو پردہ نہ اٹھاؤ کا حساب تھا۔ "بساط جاں" کے الفاظ اور لہجہ بڑی گھن گرج لیے ہوئے تھا الفاظ کے اتار چڑھاؤ نے پڑھنے پر مجبور کردیا مگر نتیجہ ڈھاک کے تین پات۔ میرے انکل مشتاق احمد قریشی اور طاہر قریشی کی خدمات میں سلام۔

نائلہ نور...... فتح جنگ۔ السلام علیکم! پہلی بار آنچل کی محفل میں حاضر ہوئی ہوں اس دفعہ آنچل 29 کو ملا کیا بات ہے جی۔ سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا مزا آگیا کیا بات ہے شہوار اور مصطفیٰ کی اور انا اور ولید کی پرفیکٹ جوڑی کی۔ ولید انا کو اتنا تنگ مت کرو۔ اس کے بعد "مجھے ہے حکم اذاں" یہ کیا سکندر آفاق چاچو کا بیٹا...... اور "بھیگی پلکوں پر" میں شکر ہے عادلہ بری کو لے کر نہیں گئی پھر اب عادلہ کے ساتھ کیا ہوگا؟ باقی سارے افسانے بھی بہت اچھے ہیں، اقصیٰ زرگر میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ سب رائٹرز کو سلام اللہ سب کو خوش رکھے آمین۔

☆ نائلہ ڈیئر! پہلی مرتبہ شرکت پر خوش آمدید۔

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ السلام علیکم! امید ہے کہ سب لوگ خیریت سے اور خوش باش ہوں گے شہلا آپی جان تو کئی ہوں گی آپ کہ میں پہلی بار آپ کی بزم میں تشریف لائی ہوں۔ اب آتے ہیں اپنے پیارے سے آنچل کی طرف سب سے پہلے ٹائٹل پر نگاہ پڑی تو کچھ خاص نہیں لگی۔ سرگوشیوں میں ہمیشہ کی طرح آپی قیصر آراء چھائی ہیں پہلے کی طرح حمد و نعت سے دل فیض یاب ہوا اور پھر چھلانگ لگائی اپنے پسندیدہ ناول کی طرف اقراء جی بہت اچھا لکھا پلیز شیری کو سدھار دیں ورنہ پٹ جائے گا

میرے ہاتھوں۔ تھینک گاڈ! ماہ رخ کی سزا ختم ہوئی۔ اتنی مار کھانے کے بعد عقل آ جانی چاہیے عادلہ کو اب کوئی چیپ حرکت نہ کرے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' بھی زبردست رہا عادلہ کا اچانک بدل جانا اور رابعہ سے معافی مانگنا ضرور کوئی بڑی گڑبڑ ہے پلیز اب شہوار کو بھی تھوڑی سے عقل دے دو۔ نازیہ آپی جی ویلکم! جی آیاں نوں، بہت اچھا لگا۔ آئینہ میں جاناں چکوال کا تبصرہ اچھا لگا۔ شنز ابلوچ تھینک یو میرے یادگار لمحے کو پسند کیا۔ شمائلہ آپی کی محفل ہمیشہ کی طرح اس بار بھی دل کو بھا گئی۔ بیاض دل میں سب کے ہی شعر بہت اچھے تھے آپی نازی اور حکیم خان حکیم کی غزل بہت پسند آئی۔ یادگار لمحے میں فائقہ سکندر، عائشہ سلیم اور مہوش ارم بہت اچھا لکھا انہوں نے۔ فریحہ شبیر کی مسکراہٹ دل کو بھا گئی اس ماہ کے لیے اتنا ہی کافی ہے اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گی باقی کا آنچل زیر مطالعہ ہے۔ او کے اب اجازت' اللہ حافظ۔

☆ نورین ڈیئر! آئندہ بھی شریکِ محفل رہنا۔

دعا رانی' سدرہ شاهین...... ڈھوك براچه۔ السلام وعلیکم! آنچل میں یہ میرا پہلا خط ہے امید ہے کہ آنچل کا سارا اسٹاف مع ہماری مصنفین ٹھیک ہوں گے ہمارے آنچل میں موجود تمام ہی کہانیوں میں ہمارے لیے ایک سبق موجود ہوتا ہے۔ سلسلے وار ناول میں ''بھیگی پلکوں پر'' اور اس کے علاوہ ''ٹوٹا ہوا تارا'' تو واقعی ایک بہت اچھا ناول ہے۔ ہماری مصنفین کے قلم کی بدولت ہی ہمیں معیاری اور رہنمائی بھری کہانیاں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ ام مریم ''مجھے ہے حکم اذاں'' کی تو کیا ہی بات ہے اس ناول کو صرف کہانی کے طور پر نہ جانیں تو ہمیں اس سے ایک بہت اہم سبق ملتا ہے۔ یہ ام مریم کی تحریر ہی ہے جس نے ہماری سوچ کے در وا کیے۔ اس کے علاوہ آنچل کے تمام ہی سلسلے بہت عمدہ ہیں جو ہمیں معلومات اور رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ میں یعنی دعا رانی اور میری بہن سدرہ بہت ہی شوق سے آنچل کا مطالعہ کرتے ہیں آنچل کی رسائی ہم تک مشکل تو ہے مگر ہم مشکل سے ہی سہی اس تک رسائی پا ہی لیتے ہیں۔ او کے جی اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر سسٹرز! خوش آمدید۔

اقصیٰ اشمل وفا...... ایبٹ آباد۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ امید ہے کہ تمام آنچل اسٹاف' قارئین اور رائٹرز بخیر و عافیت ہوں گی۔ آنچل اس دفعہ 27 کو مل گیا تھا' سرورق پر ماڈل پیاری لگ رہی تھی۔ اب چلتے ہیں تبصرے کی جانب تو جناب سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک پڑھ کر اسے دل میں بٹھایا اور پھر قیصر آرا آنی کی سرگوشیاں سنتے ہوئے حمد و نعت سے دل کو منور کرتے ہوئے در جواب آں میں پہنچے جہاں آنی سب کو اپنے مخصوص میٹھے انداز میں جواب دیتی نظر آئیں۔ دانش کدہ سے ہوتے ہوئے ہمارا آنچل میں پہنچے جہاں تمام بہنوں سے مل کر اچھا لگا اس کے بعد فوراً چھلانگ لگائی اُم مریم کے ناولٹ کی طرف' مجھے یہ ناولٹ بہت اچھا لگتا ہے خصوصاً اس میں ننداِنی (فاطمہ) اور سکندر کے کردار بہت پسند ہیں۔ سکندر کے صبر و ضبط اور برداشت پر تو اسے ایوارڈ دینے کا جی چاہتا ہے اور میرے خیال میں سکندر ہی شرجیل لوگوں کا کزن ہے اس کے بعد ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھا جس میں شہوار پر جی بھر کے غصہ آیا اسے مصطفیٰ کے ساتھ اپنا رویہ ٹھیک کرنا چاہیے کیونکہ مجھے دریہ بی بی کے ارادے کچھ نیک نہیں لگتے اس کے علاوہ عادلہ بی بی نہ جانے کون سا کھیل کھیلنے جارہی ہیں اس کے بعد ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھا' جس میں عادلہ پر بہت ترس آیا وہ ایک دفعہ پھر پھنس گئی اللہ ہی خیر کرے۔ مکمل ناول دونوں ہی اچھے تھے نازیہ آپی کے ناول سے لگ رہا ہے کہ دلچسپ ناول ہوگا اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ عشنا کوثر سردار کے ناول میں بہت ہی فلمی سی چویشن اور ڈائیلاگ ہوتے ہیں بہر حال ان کا ناول اچھا تھا۔ افسانے سارے ہی اچھے تھے لیکن نازیہ جمال کا ''ڈیڑھ تولہ سونا'' سب سے بیسٹ تھا۔ بیاض دل میں طیبہ نذیر کا شعر' یادگار لمحے میں ناہید شبیر رانا کا انتخاب اچھا تھا۔ ''ہم سے پوچھئے'' میں عائشہ عمر اور انوشہ طارق کے سوال مزے کے تھے آئینہ میں تمام بہنوں کے تبصرے مزے کے تھے یعنی کہ تمام رسالہ ہی بیسٹ تھا اب اجازت آخر میں دعا ہے کہ اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور آنچل کے چمن کے تمام پھول تر و تازہ اور مہکتے رہیں آمین اللہ حافظ۔

شازیه گل...... مانسهره۔ ڈیئر شہلا آپی! آداب' کیسی ہیں آپ؟ آنچل میں گزشتہ 14 سال سے پڑھ رہی ہوں مگر لکھنے کی ہمت پہلی بار کی ہے آنچل کی ساری کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں جیسے ہی آنچل ہاتھ میں آتا ہے حمد و نعت کے بعد سب سے پہلے ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھتی ہوں پھر ''مجھے ہے حکم اذاں'' اور ''ٹوٹا ہوا تارا'' پھر اس کے بعد در جواب آں' بیاض دل' غزلیں' نظمیں' آئینہ اور پھر

باقی کہانیاں اس لیے باقی پر تبصرہ نہیں کر سکتی۔ ہاں البتہ نازیہ کنول نازی کا ناول ''برف کے آنسو'' بہت اچھا لگا' اگلی قسط کا انتظار رہے گا اگر ہمیں بھی آنچل کا حصہ بننے کا موقع ملا تو باقاعدہ شرکت ہوگی' اچھا اب اجازت دیجیے اللہ سب کا حامی و ناصر آمین' اللہ حافظ۔

☆ شازی ڈیئر! خوش آمدید۔

سوفی خان...... چھتروه آزاد کشمیر۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے؟ میں خیریت سے ہوں اور امید کرتی ہوں تمام پڑھنے والی میری بہنیں ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ آنچل بہت زبردست ہے سارے سلسلے بہت اچھے ہیں۔ میں آنچل کو تقریباً چار سال سے پڑھ رہی ہوں' میٹرک کے امتحان دیئے ہوئے ہیں قارئین سے درخواست ہے کہ اپنی بہناں کے لیے دعا کریں کہ امتحانات میں کامیابی مل جائے آمین۔ مریم جی آپ کا ناولٹ بہت مزے کا ہے سمیرا جی! ایوا رسپر۔ باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح سپر سے بھی اوپر ہیں۔ او کے جی اجازت چاہوں گی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' صرف ایک بات آپ مجھے یاد تو کرو گے ناں؟ فی امان اللہ۔

نادیه عباس دیا قریشی...... موسیٰ خیل۔ السلام علیکم! تمام قارئین کرام اور آنچل اسٹاف کو محبتوں بھرا اسلام' امید ہے سب خیریت سے ہوں گے۔ آنچل جب بھی آتا ہے دل خوش کر دیتا ہے۔ ٹائٹل گرل اچھی تھی۔ سب سے پہلے ام مریم کا ناول پڑھا بہت اچھا لگا۔ سکندر کی حقیقت جان کر دل خوش ہوگیا اب تو وہ لاریب کے ہم پلہ ہوگیا۔ سمعیہ اور ابراہیم کے نکاح کی بہت خوشی ہوئی۔ فراز بہت اچھا کریکٹر ہے اور گھر والوں کے ساتھ بہت اچھا کر رہا ہے' دل کو سکون آجاتا ہے اب تو جی عباس صاحب بھی ٹھیک ہونے لگے ہیں' امید ہے فاطمہ کو بھی دل سے قبول کرلیں گے۔ کیا فاطمہ اور ابراہیم احمد آپس میں بہن بھائی تو نہیں اور لاریب اور ایمان تو دیوارنیاں نکلیں واہ جی۔ ''بھیگی پلکوں پر'' شیری پر بہت غصہ آیا اور عادلہ کو چاہیے وہ گھر میں سے کسی کو سب بتا دے یا طغرل کو بتا دے پلیز پری کے ساتھ غلط نہ کیجیے گا۔ مجھے لگتا ہے عادلہ کی شادی پری کے سوتیلے بھائی سعود سے ہوگی۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' کی بھی اچھی قسط تھی' اب تو بابا صاحب شہر آرہے ہیں یقیناً کسی راز سے پردہ اٹھنے والا ہے۔ عشنا آپی کی کہانی ''اسی گردش ماہ و سال میں'' ذرا بھی متاثر نہ کرسکی۔ سوری آپی لیکن آپ کی ہر کہانی میں یکسانیت پائی جاتی ہے آپ کی کہانیاں اس دنیا کی کہانیاں تو لگتی ہی نہیں ہیں۔ بساط جاں کی تو سر سے سمجھ ہی نہیں آئی' باقی رسالہ نہیں پڑھا۔ سانسوں نے وفا کی اور آپ نے جگہ دی تو پھر آؤں گی اللہ حافظ۔

صدف زهرا حسنین...... اسلام آباد۔ تمام قاری بہنوں اور آنچل اسٹاف کو میرا اسلام۔ میں آنچل کی دو سال سے خاموش قاری ہوں' آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف تو ''بھیگی پلکوں پر'' بہت اچھا جارہا ہے اس میں پری کا کردار میرا فیورٹ ہے اس کے بعد ''ٹوٹا ہوا تارا'' میرا فیورٹ ناول ہے اس میں شہوار اور مصطفیٰ کا کپل بہت اچھا ہے انہیں جدا نہ کرنا۔ میری تمام فرینڈز پلس دوستوں کو سلام اور آنچل کی ترقی کے لیے بہت سی دعائیں۔

☆ پیاری صدف' خوش آمدید۔

حلیمه زمان' ندا بابر' ندا همایوں......ٹوبی۔ السلام علیکم! کیسے ہیں آنچل کے سب قارئین۔ اللہ آنچل کو اسی طرح دن بہ دن ترقی سے نوازے آمین۔ تمام آنچل بیسٹ ہے نازیہ کنول کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ اُم مریم بہت اچھا لکھتی ہیں سکندر یقیناً شرجیل کا گم شدہ کزن ہے۔ ارے سمیرا آپی شہوار کو تھوڑی عقل دے دیں پلیز اور اقراء جی اب تو اینڈ کر دیں نا بہت زبردست ناول ہے لیکن پری اور طغرل کو جدا مت کرنا پلیز تفصیلی تبصرہ پھر کبھی۔

☆ ڈیئر سسٹرز! خوش آمدید۔

زرش حنا راجپوت...... جهڈو سنده۔ ڈیئر قارئین اور تمام آنچل اسٹاف کو میرا پیار بھرا اسلام' جب میں 9th کلاس میں تھی تب میں نے پہلی بار آنچل پڑھا تو مجھے بے حد پسند آیا۔ پھر تو جیسے سلسلہ شروع ہوگیا اب باقاعدگی سے آنچل پڑھتی ہوں۔ سمیرا آپی پلیز شہوار اور مصطفیٰ کی جوڑی ہمیشہ بنائے رکھیے گا۔ باقی تمام افسانے اور ناولٹ بہت اچھے تھے۔ اب اجازت چاہوں گی ان شاء اللہ اگلے ماہ پھر ملاقات ہوگی۔ اللہ حافظ

☆ اب اس دعا کے ساتھ رخصت کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔ اپنی تعریف و تنقید کا رنگ لیے آئینہ میں یونہی جھلملاتے رہیے۔

❁

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

نورین مسکان سرور......سیالکوٹ

س: آپی سچ بتایئے گا کون سی کریم استعمال کرتی ہیں' آپ جواتنی وائٹ وائٹ ہوگئی ہیں؟

ج: مس کوئل! کیوں بتائیں آپ کو یہ راز۔

س: آپی شاعری میں بتایئے کہ آپ کو کون سی سبزی پسند ہے؟

ج: پھول کی فرمائش پر لے آئے گوبھی کا پھول
تحفہ ہے آپ کے سائز کا لیجیے گوبھی کا پھول

شازیہ فاروق احمد......خان بیلہ

س: شمائلہ جی گرمیوں کے موسم میں بجلی کے جانے پر آپ کے تاثرات کیا ہوتے ہیں؟

ج: بجلی جانے کی بات کرتی ہو دل جلانے کی بات کرتی ہو
ابھی ابھی تو آئی ہے لائٹ' کیوں پھر سے جانے کی بات کرتی ہو

س: شمائلہ جی دھوپ سے بچنے کا آسان سا طریقہ بتائیں جو ان گرمیوں میرے کام آسکے؟

ج: کمرے میں بند ہو کر رہو بس۔

س: شمائلہ جی آپ کے کالم کو پڑھتے ہوئے ہنسی روکنا مشکل ہو جاتا ہے' آپ جواب دیتے ہوئے مسکراتی بھی ہیں یا......؟

ج: مت پوچھو اگر بتادیا تو تمہاری ہنسی غائب ہو جائے گی۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

س: جون میں میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کی سالگرہ آرہی ہے کوئی ایسا تحفہ بتائیں کہ وہ سالگرہ منانا بھول جائیں؟

ج: انہیں تحفہ میں ایک عدد فیڈر دے دو وہ بھی نیو بون کی۔

س: بادل سے بادل ٹکرائے تو گرج پیدا ہوتی ہے اور اگر دل سے دل ٹکرائے تو کیا ہوتا ہے؟

ج: زور سے ٹکر ہوتی ہے پھر لڑائی مار پٹائی ہوتی ہے......ہی ہی ہی ہی

س: میں باورچی خانے (کچن) سے دور بھاگتی ہوں مگر میرے میاں کھانے کے دیوانے ہیں' کیا کروں؟

ج: گھر کی مرغی دال برابر والا گر آزماؤ اور ذرا سا نمک مرچ پر بہت ہی زور لگاؤ پھر بس......

شفاعت بتول نین تارا......جام پور

س: شمائل آپی! ہمیں ہر وقت انتظار رہتا ہے' بتائیں کس کا؟

ج: بجلی' گیس اور پانی کے آنے کا اور ان سب کا ہوتے اب کسی اور کے خیال کی کیا مجال کہ......

س: گرمیوں میں......کا غصہ ناک پر دھرا رہتا ہے' بتائیں کس کا؟

ج: نین تارا کا غصہ نینوں کی بجائے ناک پر جما رہتا ہے۔

الفت عباسی' فائزہ عباسی......چناری آزاد کشمیر

س: کیسی ہیں آپ؟ آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کر رہے ہیں' اجازت ہے کہ نہیں؟

ج: بلا اجازت آ گئی ہو اب کیسی اجازت......!

س: آپی ہمیشہ پڑھائی کے دوران ہی نیند کیوں آتی ہے؟

ج: تو نیند میں پڑھا کرو پھر رزلٹ دیکھو......

س: رزلٹ سے پہلے ہی دل زور زور سے کیوں دھڑکتا ہے؟

ج: فیل ہونے پر اماں کے ڈنڈے یاد جو آنے لگتے ہیں خواب میں۔

س: آپی آنچل والے ہمیں اپنے آئینہ میں منہ کیوں نہیں دیکھنے دیتے' ہر بار مایوس کر دیتے ہیں؟

ج: اپنا منہ دھو کر آیا کرو نا۔

ایمن مبارک مقامی......کھڈیاں خاص' قصور

س: آنی پچھلے ماہ اپنی آپی کا نام دیکھ کر میرا دل بھی

مچل اٹھا' میرا نام بھی آنچل میں ہونا چاہیے تو کیسا لگا میرا آنا؟

ج: چھوٹی سی گڑیا کا آنا بہت اچھا لگا۔

س: آنی مجھے آنچل کی ننھی قاریہ ہونے کا شرف حاصل ہے' بتائیں مجھے انعام میں کون سی چاکلیٹ دیں گی؟

ج: بھئی یہ انعام گھر تھوڑی ہے کوئی......

س: آنی بس کروں ورنہ صبح ٹیچر مارے گی میتھ کا ہوم ورک رہتا ہے۔

ج: بس کا دور گیا اور تو چنگ چی کرو اور میتھ کا ہوم ورک پورا کرو۔

شزا بلوچ......جھنگ

س: آپی آج کل مچھر بہت ستانے لگے ہیں' کیا کروں؟

ج: مچھروں کو گدگدی کرو' بھاگ جائیں گے۔

س: ہم ہمیشہ آپ سے سوالات پوچھتے ہیں' کوئی سوال جو آپ ہم سے پوچھنا چاہیں؟

ج: آپ اتنے سوال کیوں کرتی ہیں۔

ارم کمال......فیصل آباد

س: ستاروں کی چمک' پھولوں کی مہک اور چاندنی کی روشنی سے بھی زیادہ پیارا ہے بھلا کون؟

ج: خوش فہمی ہے تمہاری تم تو ہرگز نہیں ہو سکتیں۔

س: دل کی دنیا زیر زبر کب ہوتی ہے؟

ج: جب زیر کا زبر سے حادثہ ہو کر محبت پیش ہو جائے۔

س: لوڈشیڈنگ کے دن آئے' بالم یو پی ایس کون دلائے؟

ج: بالم یو پی ایس خود چلائے' اپنی گرمی دور بھگائے اور تم کو ہرگز نہ دلائے اور نا ہی بولائے......

سونیا ماوس......اوکاڑہ

س: مزاج کیسے ہیں؟

ج: امتزاج اور مزاج سب بخیر ہیں۔

س: پہلی بار تشریف لائی ہوں' کرسی تو دو؟

ج: نہیں بھئی' بے چاری کرسی ٹوٹ جائے گی۔

مدیحہ نورین مہک......برنالی

س: گرمیوں کی شاپنگ کر لی کہ نہیں' مل کر کریں دونوں؟

ج: شاپنگ دونوں کریں گے بس بل تم پے کرنا' اب خوش۔

س: حسن جاناں کی تعریف ممکن نہیں؟

ج: ہیں اس قدر خوفناک ہے کیا۔

س: دو پیاسے دل ایک ہوئے ہیں ایسے؟

ج: جیسے پیاسا کوا۔

س: میں نے سنا آپ فنی شاعری کرتی ہیں یا غلط افواہ ہے؟

ج: یہ خبر کسی دشمن نے اڑائی ہوگی یقیناً۔

سمیرا تعبیر......سرگودھا

س: راستے میں چلتے چلتے کبھی ان سے ملاقات ہو جائے اور دل بہت دھڑکے تو کیا کریں ہم بتائیں ناں؟

ج: ان سگ محترم پہ سنگ مت اٹھانا بس دوڑ لگا دینا وہ بھی فوری۔

س: اپیا! لوگ کہتے ہیں ہنسی علاج غم ہے اور جو ہنستے رہتے ہیں وہ پاگل ہوتے ہیں' کیا واقعی؟

ج: ہاں' تمہیں دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے۔

شگرف ریاض......میرپور' آزاد کشمیر

س: ہاؤ...... پیچھے سے آکر کیا ڈرایا' یہ تو بے ہوش ہو گئیں' کن سوچوں میں گم تھیں محترمہ؟

ج: بھوتوں جیسی شکل دیکھ کر تو کوئی بھی ڈر جائے گا۔

س: شمائل آپی جب ایگزامز شروع ہونے میں ایک ہفتہ رہ جاتا ہے تو ڈر کے مارے ہر وقت پیٹ میں درد کیوں رہتا ہے؟

ج: سارا سال پڑھا ہوتا تو اب درد نہیں ہوتا نا۔

صدف مختار، مشاء عظمت...... بوسال مصور

س: ہائے اللہ اتنی روشنی' لگتا ہے ہماری آمد سے محفل کو 8 انرجی سیور لگ گئے ہیں؟

ج: پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی' اُف لوڈشیڈنگ۔

س: شمائلہ جی بچپن میں ہماری میتھ بہت تیز تھی پورے نو نمبر آتے سو میں سے' کیا آپ بھی؟

ج: اتنی نالائقی' بُری بات۔

س: میرے آٹھویں میں بہت اچھے نمبر آئے ہیں' کب تشریف لا رہی ہیں بمعہ مٹھائی' خالی ہاتھ اندر داخل ہونا منع ہے۔

ج: مٹھائی والی بات کھٹائی میں پڑ گئی ہے۔

منزہ حیدر...... کوٹ قیصرانی

س: آپی جانی ہم پھر حاضر ہوگئے آپ کی محفل میں جی تو کیسا لگا؟

ج: آپ کا بوتل کے جن کی طرح حاضر ہونا بہت خوفناک لگا۔

س: رہا نہیں جائے' کس کے بغیر' ہوں بتائیں نا؟

ج: بجلی کے بغیر۔

س: بہت معصوم حسرت ہے' بتاؤ کیا کیا جائے؟

ج: کرنا کیا' پلاؤ گرما گرم چائے۔

ثوبیہ کوثر...... ملتان

س: شمو آپی! کیسی ہو؟

ج: ماشاء اللہ سے بہت ہی حسین' بہت ہی پیاری بہت ہی خوبصورت اور بہت ہی اسمارٹ اب جل نا جانا۔

س: شمو آپی! نادیہ لیسین کی برتھ ڈے ہے' کیا خیال ہے مل کروش کریں اسے؟

ج: پہلے کیک کھلاؤ پھر سوچیں گے۔

س: شمو آپی! درمیان میں' میں غائب رہی آپ نے مس تو کیا ہوگا' ہے ناں؟

ج: نہیں جی' ہماری مس بھی غائب تھیں۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: آپی جانی سب سیٹ ہے زندگانی میں؟

ج: سیٹ اور اپ سیٹ سب چلتا ہے زندگانی میں۔

س: آپی جانی! اس ماہ فادرز ڈے اور آم آنے کی خوشی میں کیا کہنا چاہیں گی؟

ج: آم تو صرف نہیں کھاتا اور جو نہیں کھاتا وہ......

س: آپی خواتین ہمیشہ جلدی میں کیوں ہوتی ہیں؟

ج: ہم تو خود جلدی میں ہیں' جلدی جلدی میں اب کیا بتائیں۔

س: وہ کہتے ہیں مجھے آپ...... لگتے ہو بھلا کیا؟

ج: معصوم لگتے ہو مگر ہو تو پورے نوسر باز۔

ریحانہ کوثر...... بلکوال

س: آپی آج کل کے زمانے میں لوگ اپنوں سے دور کیوں بھاگتے ہیں؟

ج: بدھو جو ہوئے اور لوٹ کے بدھو گھر کو ہی آتے ہیں نا آخر۔

س: آپی وہ اتنا پیارا کیوں ہے جب تک دیکھوں نہ نیند نہیں آتی' بھلا کون؟

ج: تمہاری پڑوسن کا مرغا' جاگتی بھی تو اسے دیکھ کر ہی ہونا......

س: آپی اب جا رہی ہوں' دعاؤں میں جانے کی اجازت دیں' اللہ حافظ۔

ج: سدا مسکراؤ۔

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا

ثمینہ کوثر چک صاحب خان سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام کی خرابی ہے 6 ماہ سے نہیں ہوئے جسم پھول رہا ہے۔

محترمہ آپ PITUITRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور PULSATILLA 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔

عثمان اشرف گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ خط شائع کیے بغیر دوا تجویز کر دیں۔

محترم آپ SALIX NG 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

آفتاب احمد ملتان سے لکھتے ہیں کہ اپنی صحت اپنے ہاتھوں سے برباد کر چکا ہوں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

کوثر پروین اسلام آباد سے لکھتی ہیں کہ حسن نسواں کی کمی ہے نا ہونے کے برابر ہیں۔ عمر 21 سال ہے۔

محترمہ آپ SABASERULATIA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ مبلغ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں اپنا نام پتا مکمل لکھیں تو BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے قدرتی حسن بحال ہوگا۔

نادیہ بی بی راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ نسوانی حسن نا ہونے کے برابر ہے اور بہن کے چہرہ پر چھائیاں ہیں۔

محترمہ آپ SABALSERULATTA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور BREAST BEAUTY کے لیے 550 روپے کا منی آرڈر کر دیں بہن کو BERBARIS AQUI-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں ان شاء اللہ آپ کے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

ثناء منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ 6 ماہ تک JODUM-IM استعمال کیا کوئی فرق نہیں پڑا میرے ہونٹ کالے ہیں ان کے لیے بھی کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ SARSAPRAILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں ان شاء اللہ رنگ صاف ہو جائے گا۔

حنا یوسف حاجرہ شاہ سے لکھتی ہیں کہ میرے بریسٹ بالکل نارمل تھے اب سکڑ گئے ہیں اور سر میں خشکی ہو گئی ہے۔

محترمہ آپ JODUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور BREAST BEAUTY اور HAIR GROWER میرے کلینک سے منگالیں دونوں کے لیے کل 1150 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں دونوں ادویات آپ کے گھر پہنچ جائیں گی۔

س الف سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ آنکھیں اندر دھنس گئی ہیں بھوک نہیں لگتی ہاضمہ خراب اور لیکوریا کا مرض لاحق ہے۔

محترمہ آپ BORAX 30 کے قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور CENERARIA DROPS آنکھوں میں ڈالا کریں۔

سحرش افضل رڑہ سے لکھتی ہیں کہ چار ماہ سے سر کے بال بہت زیادہ گر رہے ہیں اور ٹوٹتے بھی ہیں۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے ان شاء اللہ بال گرنا بند ہوں گے گرے

ہوئے بالوں کی جگہ نئے اور مضبوط بال پیدا ہوں گے۔ بال گھنے لمبے خوبصورت ہو جائیں گے۔
عنایا احمد سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ ہیئر گروور کے استعمال سے بال گرنا تو بند ہوگئے ہیں مگر سفید بالوں پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے چہرہ پر کالے بھورے تل بھی ہیں۔
محترمہ آپ THUJA کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور اسی کو تلوں پر لگایا کریں ان شاء اللہ تل ختم ہو جائیں گے۔ جو بال سفید ہو چکے ہیں وہ کالے نہیں ہوتے مزید بال سفید ہونا رک جاتے ہیں آپ HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں نئے بال کالے ہی پیدا ہوں گے۔
ورشہ اسماعیل سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ گریفائٹی کے استعمال سے مزید دانے نکلنا شروع ہوگئے ہیں اور کچھ تل بھی چہرہ پر نکل آئے ہیں۔
محترمہ آپ GRAPHITES 30 کا استعمال جاری رکھیں۔ زیر جلد موجود دانے نکل کر ہی ختم ہوتے ہیں۔
ماہ رخ گل ملتان سے لکھتی ہیں کہ چار بچے ہیں سب کا رنگ سانولا ہے اور بہن کے بریسٹ بہت بڑے بدنما ہیں کوئی دوا بتائیں۔
محترم آپ بچوں کو JODUM-IM کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن بعد دیں بہن کو CHEMAPHILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔
فائزہ ننکانہ صاحب سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرہ پر بال ہیں کیا الیفروڈائٹ کے استعمال سے ختم ہو جائیں گے۔ اس کے استعمال سے جلد تو خراب نہیں ہوتی اور بیٹی دو ماہ کی ہے اسے دست لگے ہوئے ہیں اس کا بھی علاج بتائیں۔
محترمہ آپ APHRODITE میرے کلینک سے منگالیں 900 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے بال مستقل طور پر ختم ہو جائیں گے پر کوئی مضر اثرات نہیں ہوتے۔ وزارت صحت کی لیبارٹری سے ٹیسٹ شدہ ہے۔ بیٹی کو ALOES 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔
شہناز اکرم فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ اخراج کی کمی ہے جسم پھول رہا ہے چہرہ پر دانے نکلتے ہیں چہرہ اور جسم پر بال نکل رہے ہیں بھائی کا مسئلہ ہے کہ پیشاب میں قطرہ آتا ہے عمر 18 سال ہے۔
محترمہ آپ PITUIT RIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں بال ختم کرنے کے لیے APHRODITE منگالیں بھائی کو APISMILL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔
ثناء بھٹی مرید کے سے لکھتی ہیں کہ وزن بہت کم ہے جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے سیلان کی شکایت ہے۔
محترمہ آپ FIVE PHOS 6X کی چار چار گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں۔
فریال احمد اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ چہرہ پر بال ہیں۔
محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو بال ختم کرنے والی دوا APHRODITE گھر پہنچ جائے گی۔
نوید فیصل آباد سے لکھتی میری عمر 19 سال ہے چہرہ اور جلد پر جھریاں پڑ گئی ہیں۔
محترمہ آپ SARSAPARILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
حیا سلمان گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ مجھے سست کا مسئلہ ہے اس مسئلہ کی وجہ سے جلد کالی ہو رہی ہے اور تھوڑی پر موٹے بال نکل رہے ہیں۔ کیا میں الیفروڈائیٹ استعمال کر سکتی ہوں۔

محترمہ آپ کلینک سے الیفرڈائٹ منگالیں اس کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔
وقار ارسلان جڑانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میرے سینہ پر دانوں کے کالے نشان پڑ گئے ہیں۔
محترم آپ GRAPHITE30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔
احسن کمال جڑانوالہ سے لکھتے ہیں کہ چہرہ پر ناک پر دانے نشان چھوڑ جاتے ہیں کوئی علاج بتائیں۔
محترم آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔
رابعہ رحمان عارف والا سے لکھتی ہیں کہ بہن کا مسئلہ ہے چہرہ پر چھائیاں ہیں کوئی علاج بتائیں کہ چھائیاں ختم ہو جائیں۔
محترمہ آپ BERBARIS AQUI-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں۔
زین ملک ملتان سے لکھتے ہیں کہ میں شادی کے قابل نہیں رہا مجھے بھی کوئی علاج بتائیں۔
محترم آپ STAPHSGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔
نعمان اللہ گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 50 سال ہے دو بیوی والا ہوں مگر اولاد سے محروم ہوں میڈیکل ٹیسٹ رپورٹ ارسال ہے کوئی علاج بتائیں۔
محترم آپ کی میڈیکل رپورٹ مایوس کن ہے عمر بھی زیادہ ہوگئی ہے بہرحال آپ DAMIANA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں دعا کریں اللہ آپ کی مراد بر لائے۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔
شگفتہ راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ امی کو جوڑوں کے درد کی شکایت ہے وزن بڑھا ہوا ہے اور میرا وزن بھی بڑھا ہوا ہے۔
محترمہ آپ والدہ کو COLCHICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور آپ PHYTOLACCA BARRY کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ادویات کسی بھی ہومیو پیتھک میڈیکل اسٹور سے حاصل کرلیں۔
عذرہ سعید کوئٹہ سے لکھتی ہیں کہ میرے بالوں کا مسئلہ تو HAIR GROWER سے ٹھیک ہوگیا ہے دیگر مسئلہ مجھے قبض کی شدید شکایت ہے ماہانہ نظام کی خرابی ہے سیلان بھی ہے۔
محترمہ آپ OPIUM 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور PULSATILLA 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن لیں۔
اخلاق خان گجرات سے لکھتے ہیں کہ میرے بالوں کا مسئلہ ہے HAIR GROWER کے ساتھ کوئی دوا بھی بتائیں کہ مسئلہ جلدی حل ہو جائے۔
محترم آپ ACID FLOUR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں ہیئر گروور کا استعمال جاری رکھیں انشاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔
مسز عرفان قصور سے لکھتی ہیں کہ پہلا مسئلہ یورک ایسڈ کا ہے پاؤں میں تکلیف رہتی ہے جوڑوں پر سوجن ہو جاتی ہے۔
محترمہ آپ COLCHICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔
سارہ کنول کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرے پورے جسم پر خارش ہوتی ہے سر میں خشکی اور بال گرتے ہیں۔ لیکوریا کا مرض بھی ہے بریسٹ کا مسئلہ بھی ہے۔
محترمہ آپ SULPHUR 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ مبلغ 1150 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے

نام پتے پر ارسال کردیں۔ بریسٹ بیوٹی اور ہینز گرو وا آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

حمنیٰ ارشد گوجرہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CHINA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو HAIR GROWER کی ایک بوتل گھر پہنچ جائے گی۔ 4.5 بوتل کے استعمال سے آپ کے بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

زارا ملک لودھراں سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرہ پر سرخ پیپ بھرے دانے نکلتے ہیں کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مسز احسان گجرات سے لکھتی ہیں کہ تین بچے آپریشن سے ہوئے ہیں جسم بہت پھیل گیا ہے وزن بہت زیادہ ہوگیا ہے کوئی علاج بتائیں جوابی لفافہ ہمراہ ہے۔

محترم آپ PHYTLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ براہ راست جواب دینے سے معذرت چاہتا ہوں۔

عائشہ اظہر ملتان سے لکھتی ہیں کہ مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں شائع کیے بغیر جواب لکھ دیں۔

محترمہ حالت حمل میں پیٹ کم کرنے کی کوئی دوا استعمال نہیں ہوسکتی۔

عمری شوکت سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرے بہت سے مسائل ہیں تفصیل لکھ رہا ہوں کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سعدیہ اسلام آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرہ پر بال بہت زیادہ ہیں وہائٹ ہیڈ بھی ہیں برائے مہربانی اس کا حل بتائیں۔

محترمہ آپ APHRODITE میرے کلینک سے منگالیں اس کے لیے 900 روپے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں آپ کو دوا گھر پہنچ جائے گی۔

عظمیٰ خان اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ میرے خالو کے ہاتھ میں ریشہ ہے ان کے جوڑوں میں درد رہتا ہے۔ ورم بھی ہے۔ دوسرا مسئلہ بیٹے کا ہے عمر 12 سال ہے چھوٹا ہے کوئی دوسرا مسئلہ نہیں ہے۔ تیسرا مسئلہ شوہر کا ہے نزلہ زکام چھینکیں وغیرہ شدید ہیں۔ میرا رنگ سانولا ہوگیا ہے۔ محترمہ آپ خالو کو GELSIMIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں بیٹے کو CALC PHOS 6X کے چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن دیں۔ شوہر کو MERCSOL 6 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا:

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی۔ 75850 فون نمبر 0213-6997054

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

پھلوں کا بادشاہ

آم

آم برصغیر پاک و ہند کا مشہور معروف، ہردلعزیز اور مقبول ترین پھل ہے۔ خوش رنگ، خوش ذائقہ، لذیذ، خوشبودار، شیریں اور حلاوت والا ہونے کی وجہ سے اسے پوری دنیا میں سب سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ آج دنیا بھر میں آم کی ایک ہزار اقسام ہیں لیکن اب بھی دنیا کا 75 فیصد آم پاکستان اور بھارت میں پیدا ہوتا ہے۔

آم ایک گداز گودے والا ثمر ہے جو مختلف شکلوں رنگوں اور جسامت میں پایا جاتا ہے اس کا درخت تقریباً دس پندرہ فٹ ہوتا ہے یہ اپنی بوائی کے چار تا چھ سال کے بعد پھل دینا شروع کرتا ہے اپنے ابتدائی ایام میں آم کا درخت بہت اچھے اور زیادہ پھل دیتا ہے مگر جوں جوں عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے پھلوں میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔

آم کی قسمیں

آم کی دو بڑی قسمیں قلمی اور تخمی ہیں۔ قلمی آم نہایت شیریں اور بے ریشہ ہوتا ہے اور عموماً تراش کر کھایا جاتا ہے۔ تخمی آموں میں بعض میٹھے اور بعض کھٹے میٹھے ہوتے ہیں لیکن عام طور پر تخمی آم کو دوسرے آموں سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ قلمی آم کی اگرچہ بہت سی اقسام ہیں لیکن ان میں سے درج ذیل زیادہ مشہور ہیں۔

سرولی، مالدہ، انور رٹول، چونسہ، رحمت خاص، الفانسو، لنگڑا، دسہری، سندھڑی، ثریا، فجری گولہ، الماس، طوطا پری وغیرہ۔

شفا بخش اور طبی استعمال

کچا اور پکا ہوا آم دونوں صورتوں میں طبی افادیت سے بھرپور ہوتا ہے۔ کچا آم ترش، قابض اور دافع سکروی ہوتا ہے۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے اور صفرا کی زیادتی کو دور کرتا ہے۔ بچے اور عورتیں کچے آموں کو چھیل کر نمک لگا کر کھاتے ہیں مگر یہ مناسب نہیں ہے اس سے دانتوں کو نقصان ہوتا ہے کھانسی ہوتی ہے البتہ اگر کچے آموں کو چٹنی یا گڑنبہ بنا کر استعمال کریں تو اس سے بھوک اچھی لگتی ہے اور ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ کچے آم کا اچار بھی پورے برصغیر میں بہت مقبول اور مرغوب ہے لیکن اگر یہ بہت کھٹا، مسالے دار اور بہت زیادہ تیل میں ڈوبا ہوا ہو تو صحت کے لیے نقصان دہ ہے جو لوگ جوڑوں کی سوزش اور درد میں مبتلا ہوں انہیں خاص طور پر اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ گٹھیا، ناک کی ہڈی کی سوزش، گلے کی خراش اور تیزابیت کا شکار لوگوں کو اچار سے مکمل گریز ضروری ہے۔

پکا ہوا آم دافع سکروی، پیشاب آور، ملین، مقوی اور وزن بڑھانے والا پھل ہے۔ یہ دل کے پٹھوں کو مضبوط بناتا ہے رنگت صاف کرتا ہے اور بھوک بڑھاتا ہے اس کا استعمال بدن میں چھ چیزوں کو بنانے میں مدد دیتا ہے معدے کو ہضم کرنے والی رطوبت، خون، گوشت، چربی، ہڈیوں کا گودا اور مادہ منویہ۔ جگر کی خرابیوں، وزن کی کمی اور دیگر جسمانی بے قاعدگیوں کو بھی دور کرتا ہے۔

کچا آم

لگنا، ادھورا پکا ہوا آم دھوپ کی حدت اور گرم ہوا یعنی لو کے اثرات کو ختم کرتا ہے۔ نیم پختہ یعنی کچے پکے آم کو گرم راکھ میں پکا کر اس کے گودے کو پانی اور چینی میں ڈال کر ایک مشروب تیار کرلیا جاتا ہے۔ یہ مشروب ہیٹ اسٹروک یعنی لو لگنے کے بداثرات دور کرنے میں انتہائی موثر ہے۔ کچے آم کو نمک لگا کر کھانا پیاس کی شدت مٹاتا ہے۔ اس کا استعمال گرمیوں میں اضافی پسینے سے واقع ہونے والی سوڈیم کلورائیڈ کی کمی کو دور کرتا ہے۔

معدے اور انتڑیوں کی بے قاعدگیاں

کچے سبز آم معدے اور انتڑیوں کے علاج کے لیے بہت مفید ہیں۔ ایک یا دو کچے آم جن کی گٹھلی ابھی پوری طرح نہ بنی ہو، نمک اور شہد کے ساتھ کھانا، گرمی کے اسہال، پیچش، بواسیر، صبح کے اضمحلال، پرانی بدہضمی اور قبض کے لیے بہت موثر علاج ہے۔

خون کی بیماریاں

کچا سبز آم وٹامن سی کی وافر مقدار کے سبب خون کے امراض کا بھی کارگر علاج ہے۔ یہ خون کی نالیوں کی لچک میں اضافہ کرتا ہے اور خون کے نئے خلیے بنانے میں مدد دیتا ہے۔ اس کے استعمال سے غذائی فولاد (فوڈ آئرن) کا انجذاب بڑھتا ہے جبکہ خون کا اخراج روکتا ہے۔ یہ تپ دق، انیمیا، ہیضہ اور پیچش کے خلاف بدن میں مزاحمت بڑھاتا ہے۔

آنکھیں دُکھنا

اگر گرمی کے باعث آنکھیں دکھ رہی ہوں یا خشک ہوں تو آم کی کچی "امبیاں" پیس کر دکھتی آنکھوں پر باندھنے سے آنکھوں کو آرام ملتا ہے۔

سر کا گنج پن

گنج پن میں آم کے اچار کا تیل نہایت مفید ہے اچار کا تیل جتنا پرانا ہوگا اتنا ہی اچھا ہوگا۔ اچار سے تیل نکال کر کسی شیشی میں ڈال دیں، روزانہ مالش کرنے سے چند ہی ہفتوں میں بال از سر نو پیدا ہو جائیں گے۔

پکا ہوا آم

آنکھوں کی بیماریاں

شب کوری یعنی رات کو نظر نہ آنے یا کم روشنی میں دیکھ نہ سکنے کے مرض میں پکا ہوا آم بہترین علاج ہے۔ یہ مرض وٹامن اے کی کمی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے، یہ مرض غریب گھرانے کے بچوں میں غذائیت کی کمی کے سبب بہت عام ہے۔ آم کے موسم میں ان کا خوب استعمال اس مرض کے تدارک میں معاون رہتا ہے، ان کا استعمال کئی اور امراض چشم کو بھی دور کرتا ہے جو انجام کار مکمل اندھے پن کی طرف لے جاتے ہیں۔ آموں کا وافر استعمال بھینگے پن، آنکھوں کی خشکی اور آشوب چشم کے امراض کو بڑھنے سے روکتا ہے۔

فاریہ بتول...... خانیوال

چکنی جلد: چکنی جلد کو صاف رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کھیرے کے جوس میں عرق گلاب ملا کر چہرے پر لگائیں اور دس پندرہ منٹ بعد منہ دھولیں۔ ہفتے میں صرف ایک بار یہ عمل کریں۔

ذیابیطس: جامن ایک ایسا پھل ہے جو ذیابیطس کے مریضوں کو زیادہ سے زیادہ کھانا چاہیے، ذیابیطس کو کنٹرول کرتا ہے خون سے چربی کو کم کرتا ہے اس کے بیجوں کو خشک کر کے سفوف بنا کر استعمال کرنے سے بھی بے حد فائدہ ہے۔

جسم کا حسن: اُبلے ہوئے چاولوں کی ماڑی میں تھوڑی سی ہلدی ڈال کر خوب اچھی طرح پھینٹ لیں پھر اس محلول کو چہرے اور پورے جسم پر ہلکی مالش سے لگائیں اور تھوڑی دیر بعد ٹھنڈے پانی سے نہالیں چند دنوں کے عمل سے جسم اور چہرے کے حسن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

کینسر: سیاہ تلسی کے سوڈیڑھ سو پتے پیس کر دودھ میں ملادیں اور اسے کسی جگہ رکھ دیں جب یہ دودھ جم کر دہی بن جائے تو اسے کپڑے سے چھان کر اس میں تھوڑا سا شہد ملا کر دن میں تین چار بار کھانے سے کینسر میں افاقہ ہوتا ہے۔

وزن بڑھانے کے لیے: اگر آپ اپنا وزن بڑھانا چاہیں تو کیلے زیادہ کھائیں، اس سے جسم کا وزن بڑھتا ہے۔

قبض: صبح سویرے نہار منہ باسی پانی پیا کریں، اس سے پرانے سے پرانا قبض دور ہو جاتا ہے۔

دانت کا درد: پسی ہوئی لونگ میں لیموں کا رس ملا کر دانت میں ملنے سے دانت کا درد دور ہو جاتا ہے۔

موچ: کسی بھی طرح کی موچ آ گئی ہو گرم دودھ میں ہلدی ملا کر پلانے سے درد میں خاصی کمی آ جاتی ہے۔

بچوں کے دست: سفید زیرہ کو بھون کر ایک یا دو ماشہ پانی کے ساتھ پلانے سے دست بند ہو جاتے ہیں۔

تالے کا زنگ: تالے میں اگر پانی داخل ہو جائے یا زنگ لگ جائے تو اس میں مٹی کا تیل دو تین قطرے ٹپکا دھوپ میں رکھ دیں۔ زنگ اتر جائے گا اور تالا بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔

(ہالہ سلیم...... کراچی)